

تاریخ مختصوف

193

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عبدالصمد صاوم الازهری

ادارہ علمیہ، وصفی رام روڈ، نئی انارکلی لاہور

جملہ حقوق محفوظ

ناشر - ادارہ علمیہ و صنعتی رام روڈ نئی انارکلی لاہور

باہتمام - مولوی محمد یعقوب خاں ڈیرہ میمنجر ادارہ

بار اول - ۱۹۶۹ء ایک پیرا

کاتب: محمد صدیق اندرون بھائی گیٹ لاہور

مطبع نقوش پریس لاہور

قیمت دس روپے

۱۹۶۹ء

ع ۲۰

24883

c/3

DATA

عرض

۱۹۶۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تمنا تھی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے تاریخِ قرآن، تاریخ، تفسیر اور تاریخِ حدیث وغیرہ مرتب کرادی، تاریخِ تصوف بھی میرے ہاتھوں تکمیل کو پہنچ جائے تاکہ علومِ دینیہ کی یہ کڑی بھی میرے قلم سے مرتب ہو جائے۔
خدا کا شکر ہے کہ اس نے یہ کام مجھ سے سرائیجام کرادیا، دعا ہے کہ اللہ نے جیسے میری مذکورہ بالا کتابوں کو قبولیت عطا فرمائی ہے اسے بھی مقبول بنا دے۔ آمین

میں نے تصانیفِ مذکورۃ الصدر کی طرح اس تالیف کو بھی تعصب سے بالاتر ہو کر لکھا ہے جو بات صحیح معلوم ہوئی لکھ دی باقی اللہ بہتر جانتا ہے

صارم
جون سنہ ۱۴۱۵ھ

فہرست ابواب و عنوانات کتاب تاریخ التصوف

صفحہ	الباب الاول في التاريخ	الباب الثاني في المكتب
۲۴۳	عنوان	تصوف کی کتابیں
۲۴۴	۶ تصوف کی زبان کا لفظ ہے اور اس کے کیا معنی ہیں	۵۵ الباب الثالث
۲۴۵	۱۰ تصوف کی لفظ اسلام میں کیا آیا اور یہ کیوں آیا	۱۰۰ سلاسل طریقت
۲۴۶	۱۲ تصوف کی لفظ صوفی کس کا لقب بنوا	تمام سلاسل طریقت کی تاریخ و تفصیل
۲۴۷	۱۴ تصوف کی تعریف بزرگان	۱۰۰ الباب الرابع في الرجال
۲۴۸	۱۶ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	بعض صوفیوں کے حالات
۲۴۹	۱۸ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ الباب الخامس في
۲۵۰	۲۰ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	تقصیر الاولیاء
۲۵۱	۲۲ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ تصوفیوں کے قصے
۲۵۲	۲۴ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ الباب السادس في
۲۵۳	۲۶ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	کلمات الاولیاء
۲۵۴	۲۸ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ کلمات الاولیاء
۲۵۵	۳۰ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ الباب السابع في
۲۵۶	۳۲ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ المرقص والغناء
۲۵۷	۳۴ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ قوالی وغیرہ
۲۵۸	۳۶ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ موسیقی کی ایجاد
۲۵۹	۳۸ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ موسیقی یعنی گانے کا اثر
۲۶۰	۴۰ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ بیان دوم
۲۶۱	۴۲ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ شہداء شاعر قرآن وغیرہ
۲۶۲	۴۴ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ شہداء کے اقوال
۲۶۳	۴۶ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ امر و نہی
۲۶۴	۴۸ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ راج
۲۶۵	۵۰ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ مالی بچانا
۲۶۶	۵۲ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ مزاج
۲۶۷	۵۴ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ دت
۲۶۸	۵۶ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ مزاج و دت
۲۶۹	۵۸ تصوف میں کون سے متقدمین کے اقوال سے	۱۰۰ اور خواجہ حسن کی رائے

۳۷۴	مرشد	۳۷۴	سجادہ لغینی	۳۷۴	بزرگوں کے مراسم
"	مروجہ تصوف	۳۷۵	سجدہ تعظیمی	۳۷۵	بعثت
۳۷۶	مشابہت	۳۷۵	سفید شیطان	۳۷۶	باپچولہ میر
۳۷۷	معرفت و عارف	۳۷۶	سکوت	۳۷۷	فتوہ میر
۳۸۰	معصوم	"	سماع موقی	"	تخلیہ تخلیہ تجلیہ
"	ندا	"	سہال	"	محریت سرید
"	نسبت	۳۷۷	سیاحت	"	محرک اعمال صالحہ
"	زکاح	"	قرب قدر	۳۷۸	محرک دنیا
۳۸۱	وحدة الوجود	"	شجرہ	۳۷۹	تسمیع
۳۸۲	وحدة الوجود	۳۷۸	شریعت و طریقت	۳۸۰	تسطیح
۳۸۳	ولایت و شریعت	۳۷۹	حقیقت	۳۸۱	تغیث
"	ولایت	"	شفاعت	"	تعلیم برکات
"	نظر ثانی کی نسبت	۳۸۰	صحبت	"	ملاوت قرآن
"	ولی کی شناخت	۳۸۱	صدقہ	۳۸۱	توحید
۳۸۶	سند کے صوفیوں کے	"	صوفیوں کا لباس	"	توسل
"	کے مراسم	۳۸۲	صوفیوں کی نسبت	۳۸۲	توکل
۳۹۱	مصنعت	۳۸۳	ضرر	۳۸۳	چار ضرب
		۳۸۴	ظاہر و باطن	۳۸۴	حصول مقامات
		"	عشق	"	حلول و اتحاد
		۳۸۵	عقد اناں	"	خانقاہ
		"	علم باطن	"	خرقہ
		۳۸۶	علم	۳۸۵	خطاب
		۳۸۷	علمیات	"	خلافت
		۳۸۸	غیر مسلم فقراء	۳۸۶	خواجه
		۳۸۹	فقیر و فقر	۳۸۷	درجات اولیاء
		"	فنا	۳۸۸	دست بوسی
		۳۹۰	قبولہ	"	دعا
		۳۹۱	قد بوسی	"	راز الہی
		۳۹۲	قرون ثلاثہ	۳۸۹	رنگ
		۳۹۳	کسب	"	ریا
		"	کشف کرامات	۳۹۰	نادر و زید
		۳۹۴	مال	"	زبور
		"	مجدد	۳۹۱	سالک مجذوب
		۳۹۵	مدعی	۳۹۲	سالک مجذوب
		۳۹۶	مزاہب عالم اور	۳۹۳	مجدرب سالک
		۳۹۷	تصوف		

قصاید صادم ۳۹۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الباب الاول فی التبیان

”تصوف کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟“

ماہرین و مؤرخین السنہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دنیا کی ہر زبان کے قواعد و لغات زبان کے محدود ہونے سے عرصہ دراز کے بعد رفتہ رفتہ معین و ملق ہوتے ہیں۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ ہر زبان میں کچھ ایسے الفاظ بھی ہیں جو اہل لغت کی لغتوں سے بچ گئے ہیں اور بعض ایسے الفاظ بھی ہیں جو قواعد کے حدود سے باہر ہیں۔

عربی زبان کے متعلق اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ دنیا کی سب سے پہلی زبان ہے اور ائمہ السنہ کے لیکن عربی قواعد کے متعلق مؤرخین کا خیال ہے کہ ابوالاسود المتوفی ستمائے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے مرتب کئے۔ گویا یہ دنیا کی سب سے پہلی خدا کی عطا کردہ تمام زبانوں کی مل ہزاروں برس تک بغیر تدوین قواعد لغت کے نوع انسانی کے کلام اتنی رہی مسلم اور غیر مسلم تمام محققین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ عربی نہایت وسیع زبان ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

عربی زبان میں ایسی وسعت ہے کہ اس کا احاطہ بنی کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ واکٹر بیان نے تمدن عرب میں لکھا ہے۔

”عربی زبان میں بے انتہا وسعت ہے“ اس بیان پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی لفظ عربی زبان میں رائج ہو یا عربی الفاظ کا ہم شکل ہو لیکن صرف و نحو اور قواعد کی میزان میں پورا نہ آتا ہو تو بغیر کسی قطعی ثبوت کے اس کو عربی زبان سے خارج نہیں سمجھا جاسکتا۔
تصوف: یہ لفظ قرآن مجید میں نہیں آیا نہ صحیح حدیثوں میں اس کا پتہ چلتا ہے لیکن ایسی حدیثوں میں یہ لفظ ضرور ہے جن کی صحت پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔

میں سمجھتا ہوں صوت التصوف

قلہ بعد من علی وعادلہم کتب عند اللہ من العاقلین۔

اگرچہ حدیث موضوع ہے تو ہر حال قرن ثانی میں وضع کی گئی ہوگی کیونکہ مسلمان زما و عباد کے

عند کشف المحجوب مصنف علی ہجویری: مبراد ۲ زبان و قلم صفحہ ۸۲ جمیع برقی پریس دہلی ۱۹۳۲ء مصنفہ صادم

میں صوفی کا لفظ اسی قرن سے شروع ہوتا ہے

تصوف کے معنی بہت سے بیان کئے گئے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کا نام تصوف ہے۔ اور احسان کا نام تصوف ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں تحریر فرمایا ہے

بعد فقہ اعظم علوم علم احسان (تصوف) است۔ اعنی آنچه امروز باسم علم سلوک مسمی شود و قوت انقلب و احیاء العلوم در ان مصنف شدہ است۔ اسلئے یہ ثابت ہے کہ یہ عربی لفظ ہے اور یہ اس علم کا نام ہے جو آدمی کو زہد کی تعلیم دیتا ہے

صوفی کس زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کے کیا معنی ہیں صوفی کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ اصحاب صفہ کی نسبت سے ہے اور عربی لفظ ہے۔

اصحاب صفہ وہ صحابی کہلاتے تھے جو مسجد نبوی میں رات دن ایک جھوٹے پر رہتے تھے اور ریاضت و عبادت و تعلیم میں مشغول رہتے تھے یہ لوگ جہاد کے سوا کہیں نہ جاتے تھے۔

لیکن لغوی اعتبار سے صفہ سے صفوی ہونا چاہیے تھا۔ نہ کہ صوفی۔ بعض کا قول ہے کہ صف سے ہے کیونکہ قرب الہی میں سب سے اول صف میں ہیں۔ اس لئے اس لقب سے لقب ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ اصل میں صفوی تھا۔ کثرت استعمال سے صوفی ہو گیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ چونکہ صوفیہ صوف پہنتے تھے اس لئے صوفی کہلائے یہ خیال اسلئے صحیح نہیں کہ صوفیائے کرام کے یہاں صوف پہننا لازمی نہیں ہے امام الصوفیہ امام قشیری رسالہ تشبیہ میں فرماتے ہیں ”پیش مینہ پہننا اس فرقے کی خصوصیت نہیں“ بعض نے کہا ہے کہ یہ اصل میں یونانی لفظ (سوف) سے بنا ہے جو بمعنی حکمت ہے چونکہ صوفیاء میں اشراقی حکماء کا سا اندازہ پایا جاتا تھا اسلئے یہ صوفی مشہور ہو گئے۔ اور اہل عرب (سودس) سے لکھنے لگے۔ میرے نزدیک یہ خیال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہماری سے حضرات صوفیائے کرام میں ہرگز اشراقی حکماء کا سا اندازہ نہ ملا ان کو اشراقی حکماء کے طور پر طریق سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ کیونکہ حقائق اشیا کو جاننے کی چار گروہ تھیں

۱۔ صوفی : یہ نوریت، اتباع رسول، ریاضات و عبادت و عقل سلیم سے دیکھتا ہے اس کے نامی انبیاء عظیم السلام ہیں ان کی ترقی کی کوئی حد نہیں ہے۔

(۲) اشراقی : ذاتی کشف و علم و عقل پر مبنی ہے اس کا باقی افلاطون تھا سوارخ زور یہ ہے

اگے ان کی ترقی نہیں ہے۔

۳۱ منکھ ہیں۔ یہ فرقہ علم دین و منطق پر اعتماد کرتا ہے اس کے بانی علمائے منطق ہیں۔
۳۲ منشائین۔ عام علوم و عقل پر مدار رکھتے ہیں ان کا طریقہ قیاس و استدلال و مستقران کلمانی
ارسطی ہے۔ اس تفصیل پر نظر کرنے سے آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے کہ صوفی اور
اشراقی میں عظیم الشان فرق ہے بعض نے لکھا ہے کہ صوفی آل صوف کی طرف منسوب ہے
عہد جاہلیت میں ایک گروہ تھا جو ترک و زیا کر کے عبادت کرتا اور خانہ کعبہ کی خدمت کرتا
فتح اسلام کے بعد اس گروہ کا خاتمہ ہو گیا۔

کتاب اللمع میں ہے کہ قبل از اسلام ایک صوفی مکہ میں طواف کعبہ کیلئے آیا کرتا تھا۔
کتاب اخبار مکہ میں ہے کہ لفظ صوفی عرب میں اسلام سے پہلے سے رائج تھا۔ بعض نے
لکھا ہے کہ عرب میں گھاس ہوتی ہے اس کو صوفانہ کہتے ہیں چونکہ زمانہ جاہلیت میں مسلمان اور
درویش جو جنگوں میں رہتے تھے وہ اس کو کھاتے تھے اس لئے ان کو صوفی کہا جاتا تھا۔ بعض نے
لکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر کسی کے اولاد نہ ہوتی تھی یا زندہ نہ رہتی تھی تو
وہ منتانتا کہ اب جو بچہ پیدا ہوگا اس کو کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا جائے گا۔ جب
بچہ پیدا ہوتا تھا اس کے سر پر آوا لگا کر اس کو کعبہ میں رکھ دیتے تھے۔ مجاہد بن کعبہ اس کی پرورش
کرتے تھے قبل از اسلام ایک عورت نے بھی منتانتانی تو اس کے بچہ کا پیدا ہوا تو اس کا نام غوث
بن مرہ بن ادبن طابخہ رکھا گیا چونکہ حسب دستور اس کے سر پر آون لگائی گئی تھی اس لئے اس
کا لقب وقفہ ہوا۔ اس کی اولاد آل صوف کے لقب سے مشہور ہوئی۔ یہ واقعہ تھقی صدی عیسوی
کا ہے۔ لیکن صوفی کی نسبت آل صوف سے کرنا بدئے قواعد صحیح نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ صوفی
صوفۃ القضا کی طرف منسوب ہے۔ سر کے پچھلے حصہ (گدی) کے بالوں کو صوفۃ القضا کہتے
ہیں۔ اگر کسی شخص کے گدی کے بال پکڑ لئے جائیں تو وہ مجبور اور بے بس ہو جاتا ہے چونکہ صوفی
عبادت الہی پر مجبور ہے اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کو گدی کے بال پکڑ کر مجبور کیا گیا ہے اور
خدا کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ صفاء سے
مشتق ہے۔ میرے نزدیک یہ رائے صحیح ہے اگرچہ قاعدہ کے خلاف ہے۔ چونکہ صوفی صفائی
ظاہر و باطن سے اہل راستہ ہوتا ہے اس لئے یہی مناسب حال ہے اور یہ لفظ بھی نہیں قدیم
الفاظ میں سے ہے بلکہ تدریج سے پہلے رائج ہو چکے تھے۔ حافظ ابی حجر رحمۃ اللہ علیہ نے

فتاوائے حلیہ میں لکھا ہے جو خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ اور غفلت سے اپنے قلب کی محافظت کرے۔ اس کا نام صوفی رکھا گیا۔ یہ امر قبل دو سال ہجری کے واقع ہوا۔

مولوی عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے۔ اسلام میں تصوف ایک نوزائیدہ لفظ ہے۔ اور صوفی کا لقب اہل بعدا کی ایجاد ہے۔ قرون ثلاثہ میں اسلام کے قدیم زمانے میں جو چیز رائج ہو اس کو نوزائیدہ نہیں کہا جاسکتا۔ ایک حدیث سے تصوف کا لفظ پیش کیا جا چکا ہے۔ کتاب اللہ میں ہے قبل از اسلام ایک صوفی کہیں آیا کرتا تھا کہ کتاب اخبار مکہ میں ہے کہ لفظ صوفی عرب میں اسلام سے پہلے رائج تھا حافظ ابن حجر کا قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے کتاب تصوف اسلام میں صفحہ ۳۲ پر حضرت امام حسن بصری کا قول نقل کیا گیا ہے کہ میں نے ایک صوفی کو طواف کرتے دیکھا۔ امام حسن بصری نے قرن اول کے آخر سال ۱۱۷ میں وفات پائی۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ صوفی کا لفظ امام حسن بصری اور امام سفیان ثوری کے اقوال میں ہے۔ ڈاکٹر زبید احمد ایم۔ اے پیکر عربی فارسی الہ آباد یونیورسٹی نے لکھا ہے (یہ لفظ تصوف) حسن بصری المتوفی ۱۱۷ کے زمانہ میں رائج ہو چکا تھا۔ کیونکہ ان کے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے امام سفیان ثوری ۱۶۱ھ میں وفات پائی پس یہ ثابت ہے کہ یہ لفظ عرب میں قبل از اسلام موجود تھا۔ اور مسلمانوں میں قرن اول سے رائج تھا۔ اس لئے اس کو نوزائیدہ کہنا صحیح نہیں۔

علامہ لطفی جمہ مصری نے اپنی کتاب فلاسفۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ صوفی یونانی کا ترجمہ سے مشتق ہے جس کے معنی حکمت الہی کے ہیں صوفیائے کرام نے اس علم کا اظہار اس وقت تک نہیں کیا اور خود کو اس صفت سے منصف کیا۔ جب تک کہ یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں نہ ہو چکا تھا علامہ تصوف کا یہ خیال صحیح نہیں۔ یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ ابوالشام کہ ۱۱۷ھ صوفی مشہور تھے جب تک کہ انہوں نے مسائل تصوف کا اظہار نہ کیا ہو گا اس وقت تک اس لقب سے کیونکر شہرت پائی ہوگی۔ تصانیف تصوف میں امام حسن بصری کے رسالہ اخلاص کا یہی نام ہے۔ یہ تصوف اور صوفی کا لقب دوسری صدی ہجری کے راجع اولیٰ رائج ہوا اور صوفی کا لفظ عربی ہے جس کو ہم ثابت کر چکے ہیں اس لئے اس کو کسی یونانی زبان سے مشتق سمجھنا اور صوفیانہ خیالات کو یونانی تصوف سے ماخوذ سمجھنا غلط ہے۔ اسی زمانے تک یعنی دوسری صدی ہجری کے راجع اول تک کسی یونانی کتاب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا مہد عباسیہ میں تراجم کی کثرت ہوئی جن کتابوں کا ترجمہ ہوا ان کی فہرستیں مرقوم ہیں ان میں کوئی بھی تصوف کی کتاب نہیں ہے۔

معارف ابراہیل مشہور نوٹ۔ غلیفہ منصور ہانی بغداد مشہور ہیں تحت نشین ہوا۔

صوفی کا لفظ اسلام میں کب آیا اور کیوں گرا یا ۹

صحابہ کے بعد تابعین میں صحابہ جیسی جامع ہستیاں کم تھیں اسلئے اکثر علماء و صالحین نے خدمت دین کے لئے ایک ایک شعبہ کو اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا۔ اور وہ اپنے فن کی نسبت ہی سے لقب تھے۔ ایک گروہ حدیث کی تعلیم دیتا تھا یہ محدثین کہلاتے جاتے تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم دینے والے قراء تفسیر کا شغل رکھنے والے مفسرین، مسائل کے استنباط کرنے والے فقہاء مشہور تھے۔ ایک گروہ ایسا تھا جو ریاضت و عبادت میں نگار ہوتا تھا۔ اور ارکان اسلام و حسن اخلاق و خدمت خلق کی عمل تعلیم دیتا تھا۔ یہ لوگ زیادہ زائد عباد و عبادت گزار، نساک و نفس کش، بگائیں (کثیر الیکہ) وغیرہ تھیں۔ مشہور تھے جب گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور انہوں نے تحریف و تبلیغ شروع کی اور ریاضت شاکہ کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا تو انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ زیادہ عبادت میں۔ اسی حق نے تبلیغ سے بچنے کیلئے اپنے زیادہ کو صوفی کہنا شروع کر دیا۔ یہ لقب قرن اول میں دو ایک بزرگوں کو دیا گیا۔ مگر کثرت کے ساتھ سلسلہ چھری سے اس کو اہل بغداد نے زیادہ و اہل حق کیلئے استعمال کیا۔ چنانچہ امام قشیری نے لکھا ہے

”پہلے نگار عبادت گزار لوگ زیادہ و عباد کہلاتے جاتے تھے۔ جب گمراہ فرقے والوں نے اس لقب کو اختیار کیا تو اہل حق نے اپنے بزرگوں کو صوفی کہنا شروع کر دیا۔“

عہد اسلام میں سب سے پہلے صوفی کے لقب سے کون ملقب ہوا

مؤرخین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے ابو ہاشم کو فی المتوفی سلسلہ صوفی مشہور ہوئے۔ بعض نے لکھا کہ صحابہ بن حبان کو سب سے پہلے یہ لقب دیا گیا یہ دونوں بزرگ ہم عصر تھے۔ لیکن امام حسن بصری نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک صوفی کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اس صورت میں اگر ابو ہاشم یا جابر کی عمر سو برس ہوئی ہو تو ممکن ہے کہ انہیں دونوں میں سے کوئی ہو۔ ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان سے پہلے یہ لقب کسی اور بزرگ کا بھی تھا

تصوف کی تعریف

کسی چیز کی تاریخ تلاش کرنے سے پہلے اس کی تعریف کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ میں نے تصوف اور صوفی کی تعریف معلوم کرنے کیلئے بزرگان متقدمین اور اولیائے کرام اور صاحب تصانیف صوفیاء اور بزرگان سلاسل کے ملفوظات و اقوال، تذکرۃ الاولیاء مصنف شیخ فرید الدین

عطار و عوارف المعارف شیخ شہاب الدین سہروردی و سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ
سے نقل کئے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی دوسری کتاب سے کچھ لیا ہے تو حوالہ لکھ دیا ہے ترقیب
باعتبار سن وفات قائم کی ہے ہر نام کے ساتھ سن وفات لکھ دیا ہے۔

خواجہ شیخ معروف کسنی شہ

تصوف حقائق کا حصول اور خلائق کے مال و متاع سے یاس ہے۔ تصوف ایک ایسا اسم ہے

فقر و زہد کے معانی حاصل ہیں

خواجہ ذوالنون مصری شہ ۲۰۵ ظاہری افعال کو گناہوں سے اور باطنی حالت میں

فصول کام سے رہنے کو آلودہ نہ کرنا۔ اور خداوند کریم کے احکام کے مطابق مستقل رہنے کا نام تصوف ہے

خواجہ شیخ ابوسلیمان دارانی شہ ۲۱۵ تصوف یہ ہے کہ آدمی پر جو کچھ بھی گنہگار ہے خدا

کی طرف سے جانے اور خدا کے ساتھ اس طرح رہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ جانے۔

خواجہ ابراہیم سمان سمرقندی و معصوم خواجہ فتح موصی المتوفی شہ ۲۳۰ تصوف یہ ہے کہ تو اپنے

آپ کو پہچانے۔

خواجہ مدنی سقطی شہ ۲۵۲ تصوف تین معنی کا نام ہے ایک یہ کہ اس کی معرفت خود وسیع کو نہ

بجھائے۔ دوسرے علم باطن کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے کتاب ظاہر کا نقص لازم آتا ہے

تیسرے وہ کام کرے کہ لوگ حرام سے محفوظ رہیں۔

خواجہ بابا یزید بسطامی شہ ۲۶۱ اپنے اوپر آسائش کا دروازہ بند کرنا اور محنت اختیار کرنا تصوف ہے

خواجہ ابو حفص حماد شہ ۲۶۵ تصوف سراسر ادب ہے

خواجہ سہیل بن عبداللہ تستری شہ ۲۸۳ تصوف کم کھانا اور حق تعالیٰ کے ساتھ آرام پانا ہے

خواجہ ابوسعید خراسانی شہ ۲۸۶ اپنے غلام سے عنایت اس کے الوار سے بہرہ ور اور اس کے ذکر سے بہرہ

رہنا تصوف ہے

خواجہ شیخ ابوالحسن ذری شہ ۲۸۶ تصوف نہ رسوم میں نہ علوم میں نیکن اخلاق میں ہے۔ اگر رسم

ہو تا تو کوشش نہ کر سکتے۔ اگر علم ہو تا تو سیکھ کر حاصل کر سکتے بلکہ تعلق باخلاق اللہ ہے یعنی خدا کے

سے اخلاق اختیار کرو۔ تصوف آواز آدمی جو انہری اور ترک الکبت ہے۔ تصوف نفس کے حصوں کو

ترک کرنا حق کے حصے کے واسطے اور دشمنی دنیا سے دوستی مولیٰ سے۔

خواجہ جنید بغدادی شہ ۲۹۰ پاک کرنا دل کا مرجعت خلق سے، دور کرنا طبعی افعالی کو دنیا

سے صفات بشریت کو نفسانی خواہشات سے دور رکھنا پیرا ہونا صفات روحانی کا ارتقا کرنا
 علوم حقیقی کی طرف، عمل میں لانا ان چیزوں کا جو تا ابد کام آئیں، نصیحت کرنی خلائق کو باوقار رہنا حقیقت
 حال پر اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصوف سے ہے۔ ہمارا یہ علم کتاب و سنت کا پابند ہے جس
 نے قرآن نہیں پڑھا اور حدیث نہیں سیکھی اس کو اس علم میں گفتگو کرنی مناسب نہیں و رسالہ فی السماع و الفہم
 خواجہ سمعون بن نجیب ^{۳۱۸} تصوف یہ ہے کہ نہ لو کسی چیز کے قبضہ میں ہو، اور نہ کوئی چیز تیسرے میں ہو
 خواجہ غوث غفرلہ ^{۳۱۹}۔ اسرار کی صفائی اسرار شریعت میں مغالطہ نہ کھانا، راہی بر رضاء رہنا
 تصوف سے۔ و انانی بظنا۔ اور ناز و استگی اختیار کرنا، تاکہ خلق کو معلوم ہو جائے، اور نکتے کاموں سے
 دست بردار ہونا یہ بھی داخل تصوف ہے۔ تصوف حقائق اسرار میں سے ہے اور اس پر عمل کرنا رضاء
 جبار ہے اور لوگوں کے ساتھ محبت رکھنا۔

خواجہ محمد ادریس ^{۳۲۰} تصوف افعال پر ثابت قدم رہنا ہے تصوف نفس کا اللہ کے ساتھ
 اس کی مرضی پر چھوڑ دینا ہے۔

خواجہ ابو عبد اللہ ^{۳۲۱}۔ تصوف ایک فقر ہے جو اسباب سے مجرور ہے اور افعال پر
 پر ثابت قدم رہنا بھی داخل تصوف ہے۔

خواجہ ابوالحسن ^{۳۲۲}۔ تصوف نام ہے کوتاہی عقلی اور دانشمندی کا۔ زہد تصوف ہے
 خواجہ ابو محمد البحر ^{۳۲۳}۔ تصوف ہر نیک خصلت سے مزین ہونا اور تمام بری باتوں سے
 دل کا خالی ہونا ہے۔

خواجہ ابو علی قزوینی۔ تصوف پسندیدہ اخلاق کا نام ہے۔

خواجہ محمد بن القصاب۔ تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے۔

خواجہ ابوبکر کتانی ^{۳۲۴}۔ خلق میں جس کا جتنا زیادہ اچھا خلق ہے اتنا ہی اسی کو تصوف حاصل ہے۔

خواجہ ابو علی بن محمد الرودباری ^{۳۲۵}۔ تصوف یہ ہے کہ صوفی تصوف پہلے نفس کو جفاؤں و بلاؤں

کا مزہ چکھائے دنیا کو بیچ سمجھے۔ طریقہ سفت پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرے۔

خواجہ شبلی ^{۳۲۶}۔ تصوف ضبط حواس کا، تصوف ضبط قوی اور مراعات

انفاس ہے۔

خواجہ ابو محمد زرقانی ^{۳۲۷}۔ تصوف حسن خلق ہے۔

خواجہ ابو عمر نجیل ^{۳۲۸}۔ امر و نہی پر صبر کرنا تصوف

خواجہ ابوالعباس نہادندی ^{۳۷۰ھ}۔ ہنزقرا اول تصوف ہے۔ اپنے حال کو پوشیدہ رکھنا اور اپنے مرتبہ اور عزت کو مسلمان بھائی پر اِثثار کر دینا تصوف ہے۔
 خواجہ ابوالعثمان سعید ابن سلام ^{۳۷۲ھ}۔ قطع علاق، ترک خلائق، اتعال بحقائق تصوف ہے۔
 خواجہ ابوالحسن علی بن ابراہیم الحضرمی ^{۳۹۱ھ}۔ تصوف دل کی صفائی ہے۔ کمورت مخالفت سے۔
 خواجہ ابوسعید ابوالخیر ^{۳۹۲ھ}۔ پر سببند تصوف حیثیت۔ گفت آنچہ در سرور والہی و آنچہ در کف باشد بد ہی و از آنچہ بد تو آید نہ چہی و نفحات الانس)
 شیخ اسماعیل بن نجیب۔ امر و نہی پر صبر کرنا تصوف ہے
 امام الصوفیاء امام ابوالقاسم قشیری ^{۴۶۵ھ} ہمارا طریقہ کتاب الہی اور سنت رسول کی پابندی ہے (رسالہ قشیریہ)

امام غزالی۔ میں جب صوفیوں کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوا، تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم کا حاصل نفس کی گھائیٹوں کو قطع کرنا، خلائق اور صفات جمیثہ سے پاک اور منزہ ہونا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکر الہی سے آراستہ کیا جائے (المنقذ من الضلال للغزالی)

حضرت غوث الاعظم ^{۵۶۱ھ}۔ تصوف کی بنیاد ان آٹھ چیزوں پر ہے۔ سخاوت ابراہیم رضائے اسحاق، صبر الیب، مناجات زکریا، عزبت یحییٰ، خرقہ پوشی موسیٰ، سیاحت و تجر عیسیٰ، اور فقیر محمد و فتوح الغیب)

خواجہ شہاب الدین سہروردی ^{۶۳۲ھ}۔ خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان تمام بیانات کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ تصوف نام ہے تو لاؤ فعلاً و حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول کا، (تصوف اسلام) تصوف کل صدق ہے اور کل جود ہے۔ بعضے صوفیہ کا قول ہے کہ تصوف سراسر جود ہے اس میں کوئی چیز بدل دے ہو دگی کی نہ ملاؤ۔

امام الصوفیہ امام عبدالرباب شعرانی ^{۹۷۳ھ}۔ صوفیوں کا طریقہ کتاب و سنت کے موافق ہے جو ان کے مخالف ہو راہ راست سے دور ہے (انوار القدسیہ)

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں جو ^{۸۹۹ھ} کی تعلیم ہے تصوف کے متعلق لکھا ہے:

تصوف۔ بہ فن دینی ہے جو بعد میں جاری کیا گیا ہے مگر اس کی اصل ابتدائے زمانہ دین

ہی سے ہے کیونکہ نام ہے عبادت و ذکر و شغل میں لگے رہنے کا۔ برائیوں سے بچنے کا اور خلوت
گزینی کا۔ اور یہ تمام باتیں صحیفہ میں تھیں۔ مگر جب دوسرے قرن میں لوگ دنیا کی طرف بہت مائل
ہونے لگے تو جو لوگ عبادت وغیرہ میں مشغول تھے ان کا نام صوفی ہو گیا۔

اولیائے کرام میں سے ان بزرگوں کے اقوال نقل کئے ہیں جو تمام سلاسل طریقت کے پیشوا
ہیں۔ ان تمام اقوال پر نظر کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تصوف نام ہے

اخلاص سے خدا کی عبادت کرنا، اخلاق کی خدمت کرنا، اخلاقِ حسنہ کے ساتھ دنیا میں باعزت
زندگی بسر کرنا، بندگانِ خدا کی ظاہری باطنی ترقی کی طرف رہنمائی کرنا، تمام اخلاقِ مذمبہ اور عیب
و تباہ وغیرہ سے پاک رہنا۔ حسن اخلاق کا مفہوم علمِ طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آدمی میں مردانیت

مخلوت و حلم وغیرہ صفات ہوں اور خندہ پیشانی سے پیش آتا ہو۔ بلاشبہ یہ اوصاف حسن اخلاق سے
میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین صادقین و اولیائے کبار کے حالات و اقوال کے مطالعہ سے

معلوم ہوتا ہے کہ حسن اخلاق کے یہ معنی ہیں کہ خداوند کریم نے جس قدر تھی اور تو نہیں انسان کو دی ہیں،
ان کو رضائے الہی کے موافق خدمتِ خلق میں اخلاص کے ساتھ صرف کرے۔ عقل و کلام و شنی میں علوم و وظائف
اشیاء پر غور کر کے مخلوق کی فائدہ رسانی کی صورتیں پیدا کرے اور اپنی تمام قوتوں کو بر محل صرف کرے۔

غلام و متکبر ایم۔ اسے لکھتے ہیں۔ مسلک تصوف کی بنیاد اور حقیقت کے متعلق مختلف قسم کی

غلط فہمیاں اور غلط بیانیوں امتداد زمانہ سے پیدا ہوئیں۔ مستند اصحاب طریقت اوزار باب معرفت میں
پر متفق ہیں کہ تصوف اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کیا جائے۔ یعنی اپنے
آپ کو ظاہر و باطن میں آپ کو یہ (رحمۃ صوفیہ) کا مصداق بنایا جائے ایک غیر مسلم نے تصوف کی یہ
تعریف کی ہے

سب سے اعلیٰ ہول خودی اور غور غرضی کو ترک کرنا اس پر صوفی پر لازم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کا
خیال بالکل بھول جائے اور غور خودی کو ترک کر کے تن میں دھن سے اپنے ہم جنسوں کی مدد اور مددگار
میں مستعد رہے۔

رسالہ تہیاء صوفی کا مصنف لکھتا ہے۔

تہیاء صوفی علمِ الہی یا علمِ روحانی کا درجہ نام ہے۔ تہیاء صوفی کل سوسائٹی اس انجمن کو کہتے ہیں۔
جس میں انسان دوست پرہیزگار لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اور جو علمِ روحانی پھیلائے میں امن قائم رکھتے

۱۹۲۷ء خلاصہ تہیاء صوفی صفحہ مؤلف میڈم ایچ بی پیلو کی ترجمہ اناس چندر سہاسی مطبوعہ نکلار
۱۸۹۶ء رسالہ تہیاء صوفی کیا ہے صفحہ ۳۷ شائع کردہ انبالہ راج تہیاء صوفی سوسائٹی

ہیں۔ بنی نوع انسان میں محبت اور ہمدردی بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسی تدبیر سوچتے ہیں جس سے انسانوں میں باہمی اختلاف، بغض و حسد اور کینہ وغیرہ خصائل زہون قطعی طور سے نابود ہو جائیں تاکہ ہر ایک انسان آسانی سے روحانی ترقی حاصل کر سکتے۔

غرض غیر مسلموں نے بھی تصوف کی وہی تعریف کی ہے جو سچا سچ بزرگوں کے اقوال سے ثابت

ہے۔

جب بھی تصوف کی تعریف معلوم ہو گئی تو اب یہ امر سب آسان ہے کہ ہم اس کی تاریخ معلوم کریں کہ یہ مسلک دنیا میں کب سے ہے اور اس پر آج تک کیا کیا دور گزرے ہیں عقل سلیم اس طرف مہری کرتی ہے کہ خداوند ذوالجلال نے اس مخلوق کو پیدا کر کے شریعہ قہار کی طرح نہ چھوڑ دیا ہوگا بلکہ اس کے زندگی بسر کرنے اور دنیا میں ظاہری و باطنی ترقی کرنے کیلئے اس کے واسطے کوئی قانون بنا کر بھی اس کے حوالہ کیا ہوگا۔

اس امر کے لئے کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں کہ اخلاق کی درستی کا سب سے بہتر ذریعہ قانون الہی ہی ہو سکتا ہے۔ اسلئے خداوند ذوالجلال نے جو قانون بھی عطا فرمایا ہوگا وہ اخلاق فاضلہ کا معیار و منبع ہوگا۔ وہی عین تصوف ہے اور اس قانون کے حامل و متبع صوفی ہیں یہ مسلم عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام اول البشر ہیں اور وہی سب سے پہلے نبی ہیں اور خداوند ذوالجلال نے ان پر صحائف نازل فرمائے لہذا آدم علیہ السلام سب سے پہلے صوفی تھے۔ اور ان کے صحائف تصوف کی سب سے پہلی کتاب تھے خواجہ بھیجی تستری اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں

قاعدہ تصوف دیرینہ است و اعمال انبیاء و صدیقان بودہ است۔
حضرت خواجہ گیسو دراند فرماتے ہیں۔

»اس عالم میں سب سے پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام کی بھی یہی رائے ہے۔
»تمہیں صوفی اتنی ہی قایم ہے جتنی دنیا۔« حضرت آدم علیہ السلام پہنچنے والے ذوالجلال نے جو صحائف نازل فرمائے تھے ان میں وہ مستحکم و استوار تعلیم تھی کہ جب کبھی دنیا میں ان اصولوں کی پابندی کی گئی ظاہری و باطنی ترقی کی راہیں کھل گئیں۔ ان اصولوں میں آج تک تغیر کی ضرورت نہیں ہوئی۔

جب اولاد آدم کی مردم شماری بڑھ گئی تو مختلف طبائع اور مختلف خیال آدمی جمع ہو گئے بعض راضی پسند تھے اور بعض ایسے تھے کہ جنب جاہ و حیرت دنیا نے ان کے قلوب و دماغ پر مکتوب کیا جسوالی عہد خواجہ الکلم دینا چہ صفات انسانی پر پیر جید را باد کن عہد رسالہ تمہا صوفی کیا ہے

کو مغلوب کر دیا تھا اور وہ اپنے مقصد و خواہشات کو برحائز و ناجائز طریقہ پر حاصل کرنا چاہتے تھے چونکہ قانون الہی ان کے راستہ میں حائل تھا۔ اسلئے انہوں نے قانون کی خلاف ورزی شروع کی اور اپنی منشاء کے موافق قانون میں تغیر و تبدل کر دیا۔ جب اس قسم کی شرارتوں نے زور پکڑا تو قدیم اصولوں کو رائج کرنے اور لوگوں کو براہ راست پر لانے کے لئے خداوند کریم نے انبیاء و رسل مبعوث کئے۔ ہر نبی اور رسول نے وہی اصول پیش کئے جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے تھے۔ اسلئے تمام انبیاء و رسل صوفی تھے۔ اور ان کی کتابیں تعلیم تصوف کی کتابیں تھیں جو لوگ ان پر ایمان لائے اور استقلال کے ساتھ ان قواعد پر عمل کیا وہ ^{مستقیم} وہ بھی صوفی تھے۔

چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہو گئی تھی کہ روئے زمین پر کوئی خدا کا نام لینے والا نہ رہا تھا۔ شر و فتن اور ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔ عصبیان و طغیان کا طوفان مچا تھا۔ اور انبیاء کی تعلیم کو لوگوں نے مسخ کر دیا تھا۔ تو خداوند کریم کو اشرف المخلوقات کی اس زبوں حالی پر رحم آیا اور اس نے حضور ختم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنا کلام نازل فرمایا جس میں انسان کی اخلاقی اصلاح کے سبب سے اعلیٰ اور ^{مستقیم} اصول ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے کبیرتا خلق سے کنارہ کشی اختیار کی ہو۔ یا ایسی ریاضتیں کی ہوں جو نفس پر بیجا ویرجہ شاق ہوں اور جن سے آلائح حقوق لازم آتا ہو وہ ہر وقت عبادت میں مشغول رہے۔ بلکہ ان کو سب سے زیادہ خیال اصلاح خلق کا تھا۔ اسی میں وہ اپنا زیادہ وقت صرف کرتے تھے اور لوگوں کو اخلاق حسنہ کی طرف مائل کرتے تھے۔ لوگوں کی راحت رسانی اور دنیا کی ترستی کیلئے خداوند ذوالجلال نے جو لائعداد مخلوق پیدا کی ہے اس کے خواص سے فائدہ اٹھانے کی سعی کرتے تھے، اور لوگوں کو اس طرف توجہ دلاتے تھے۔ چنانچہ زراعت تعلیم و تربیت، پارچہ باقی وغیرہ بہت سی صنعتیں حضرت آدم علیہ السلام کی ایجاد ہیں۔ علم طب حضرت لقمان علیہ السلام کی ایجاد ہے۔ علم فلکیات وغیرہ حضرت ادریس علیہ السلام کی ایجاد ہے۔ اور یہ صنعتیں حضرت داؤد علیہ السلام شروع کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے قسم قسم کے کارخانے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چند چیزیں ایجاد کیں اور ان کو سب

سے پہلے یہ فکر ہوئی کہ نبی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔

غرض انبیاء علیہم السلام کے کارناموں اور سوانح حیات پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی سعی صرف امور ذیل کیلئے ہوئی تھی۔

۱۔ اقیام توحید و اقامت دین ۲۔ ترویج اخلاقِ حسنہ ۳۔ اشاعت علم ۴۔ قیام حکومتِ الہیہ ۵۔ دنیا کی مادی ترقی۔

کسی نبی کی جدوجہد ان امور کے قیام سے خالی نہیں اور از اول تا آخر وہ سب اسی سعی میں مشغول رہے یہی تعلیم انبیاء کی کتابوں میں ہے۔
یہ تھا حقیقی تصوف اور یہ عمل تھا سچے صوفیوں کا۔

نشت

حضرت آدم علیہ السلام ہی کے عہد میں گناہوں اور نفسانیت و جبرہ کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ اور صالحین کے مقابلہ میں طالحین کا گردہ موجود ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں نے اپنی بدکرداریوں پر پردہ ڈالنے کیلئے مذہب کی آڑ بیکارنی شروع کی اور شریعت انبیاء کے مسائل کو مسخ کر کے عمل پیرا ہونے لگے۔ اس صورت کا قیام جمعی ممکن تھا کہ اس کے علمبردار تقدس کا جامہ پہنیں اسلئے گمراہ کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے جو ریاضت و مجاہدہ کر کے جہلاء اور عوام کو اپنی طرف مائل کرتے تھے۔ اور پیچیدہ مسائل گھڑ گھڑ کر لوگوں میں شائع کرتے تھے۔

تصوف عہد اسلام میں

قرن اول ہجری تک

عہد رسالت ﷺ تک

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی دنیا کی تاریخ میں بدترین زمانہ تھا۔ دنیا کو کوئی مذہب و مسلک اپنی اصل صورت پر نہ رہا تھا۔ انبیاء کی تعلیمات کو مسخ کیا جا چکا تھا تو حید و اخلاقِ حسنہ، علم، صناعیت و تجارت ہر چیز برباد ہو گئی تھی۔ بدامنی، جہالت، بیکاری و فواحش نے حسنت کی جگہ سنبھال کر لی تھی۔ ان دونوں صدیوں کی حالت کے متعلق تین جید محققین مذہب غیر کی رائیں نقل کرتے ہیں۔

۱۔ چھٹی صدی کے آخری سالوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر غور لازمی تھی (ڈی ایم کے اوہلر)

۲۔ حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی (سجان ہیلون پورٹ)

۳۔ بحوالہ تاریخ افغان سید مسعود قادیانی عبید اللہ سیوری مہجوعہ جید برقی پریس دہلی ۱۳۴۷ھ

(۳) چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر قومی امتیازات اور نسلی تفریق کی حکومت تھی۔ حالت ایسی دردناک تھی کہ بیان کرتے ہوئے قلم بھی روتا ہے (سوامی لکشمی رائے) اشرف المخلوقات کی انتہائی زبون حالی دیکھ کر خداوند کریم بجز رحمت موزن ہو ا اور دنیا کی اصلاح کیلئے حضرت مصلح اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث برسات فرمایا اور آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جو تمام اصلاحات و علوم و فنون کا منبع و معدن ہے جس سے بہتر اور بڑھ کر اخلاقی تعلیم دنیا کی کسی کتاب میں نہیں۔ حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے: بعثت لکم مکارم الاخلاق میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں)۔

آپ کے اس دعوے کی تائید قرآن مجید میں بھی ہے۔ **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ**۔ (تو بزرگترین اخلاق پر پیدا کیا گیا ہے، قرآن مجید کی اخلاقی ہمہ گیری اور غیبیوں اور ظاہری و باطنی اصلاحات اور دنیوی ترقی کے اعلیٰ اصول کی مدح انصاف پسند محققین غیر نے بھی کی ہے۔

(۱) اخلاقی احکام جو قرآن مجید میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (ڈاکٹر آزاد)۔
(۲) قرآن ایک فصیح بلیغ اور عجیب و غریب کتاب ہے جو سرچشمہ علوم اخلاق ہے (یہودی فاضل ڈاکٹر مارزہ)۔

(۳) قرآن جو اخلاقی برائیوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا جبکہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھاٹی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھے راستے پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنادیا جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے۔ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی بھی شاخ اٹھ لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیمات راہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ تو ایک سمجھ دار آدمی ایک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لیجئے جو شرف انسانیت میں مثلاً راستبازی، پرہیزگاری، رحم و کرم، عفت و عصمت تو قرآن میں یہ سب ہدایات موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لے لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے مثلاً محبت و شفقت، عزم، استقلال، شجاعت، توان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے۔ بہر کیف وہ ایک جبروت انگیز قانون ہدایت ہے (پروفیسر ہربرٹ وائل)۔

(۴) مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں برہنہ گاری کا ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔ سر ولیم میور

(۵) میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں (لالہ راجپوت رائے)

(۶) قرآن ایک عام مذہبی تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے۔ اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادت سے لیکر رات دن کے کاروبار روحانی تک، نجات سے لیکر صحت جسمانی تک، جماعت کے حقوق سے لے کر حقوق افراد تک اخلاقی سے لے کر جرائم تک اور دنیوی سزا سے لے کر دینی سزا و جزاء وغیرہ تک کے تمام احکام قرآن میں موجود ہیں۔ اس میں سیاسی اصول بھی ہیں جن کی بناء پر حکومت کی بنا پڑی۔ اور انہیں سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں (ہنری آف ورلڈ)

(۷) ہم پر اس امر کا اعتراف واجب ہے کہ علوم طبی، فلکیہ، فلسفہ و ریاضات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے وہ قرآن سے متقبل ہیں اور اسلام کی بدولت ہیں (پروفیسر ڈیون پورٹ)

(۸) پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کی ہیں وہ روحانی اور مادی ہر دو ریاضتیں کو اپنے اپنے ٹھکانے پر رکھنے والی اور دونوں کے درمیان بہترین توازن قائم رکھنے والی ہیں (بہرہ عالم چینی لیڈر فن چین)

(۹) اللہ تعالیٰ کا تجل بلحاظ صفات و قدرت و علم و عالم ربوبیت اور وحدانیت قرآن میں موجود ہے۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے (ڈاکٹر راڈ ویل)

(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی، نفاست، جلال اور جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں (پرویزر ایڈورڈ مونٹ)

(۱۱) رسول عربی نے سب سے پہلے دنیا کے سامنے وحدانیت کی تعلیم پیش کی (ہندو فاضل چیلونگر)

✓ (۱۲) اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے اسلام ہے۔ رانسٹ ہیکل جرمی

✓ (۱۳) اسلام کو سب سے بڑی نعمت جو حضرت محمد صاحب نے عطا کی وہ لاشریک خدا کی پرستش تھی (زمانہ سنیا سی)

✓ (۱۴) اسلام کا دنیا کو سب سے بڑا تحفہ ایک خدا کی پرستش ہے اسلام خدا کو ایک ذات اور بے شریک مانتا ہے (ہندو خدا سنبھا)

✓ (۱۵) اسلام توحید ذات باری تعالیٰ کا علمبردار ہے یہ ایک بلند تخیل ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں (بدعہ فاضل لکایا تھیں)

توحید اور اخلاق حسنہ یہ دو ہی چیزیں عین تصوف اور تصوف کی رفیع حروفان ہیں۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ یہ دونوں امور اسلام سے بہتر کسی مسلک و مذہب میں نہیں ہیں۔ اس لئے جو مذہب و مسلک اسلام کے خلاف ہے وہ صاحب تصوف نہیں۔

جب انبیاء علیہم السلام صوفی تھے اور ان کا مذہب و مسلک جو انہوں نے پیش کیا تصوف تھا تو جو لوگ ان کے پیروکار تھے وہ سچے صوفی تھے اور ان کا مسلک صحیح تصوف تھا۔ اب ہمیں تاریخ عالم میں یہ دیکھنا چاہیے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا عمل تھا کیا وہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں عزت نشیں ہو گئے تھے کیا انہوں نے کسی توکل اختیار کیا تھا کہ بغیر کسب و کتساب رزق حاصل ہو گیا تھا کیا انہوں نے اپنی عمر میں تجرد میں گزار دی تھیں اور کیا موجودات عالم سے انہوں نے کوئی کام نہیں لیا تھا۔

جب ہم تاریخ کی رتی گردانی کرتے ہیں تو ہمیں صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں گاہر شخص جنرل بھی تھا۔ معلم بھی تھا اور عابد و زاہد بھی تھا۔ انہوں نے روم و ایران جیسی عظیم الشان سلطنتوں کے تختے الٹ دیئے۔ انہوں نے افریقہ یورپ میں فتوحات حاصل کیں لیکن وہ ہمیشہ شکوہ مستطابہ کے قیام و توسیع اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے میں ساعی رہے وہ علوم فنون اور صناعات و تجارت کو فروغ دیتے رہے۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے حالات و اقوال سے جو سراسر تصوف کے مسائل و نکات ہیں۔ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ انسان کو چاہئے دنیا میں علوم و فنون میں ترقی کرے۔ عدل و انصاف کے ساتھ امن و امان کا حامی رہے۔ محبت و رحمت جہاں اور تمام اخلاق رفیلہ سے پاک صفات

رہے۔ تمام اوصاف حمیدہ متصف رہے۔ دنیا کی ترقی میں اس طرح جدوجہد کرے کہ ذاتی مفاد کا خیال تک نہ ہو بلکہ خلق اللہ کی راحت و فائدہ پر نظر ہو دین و علوم کی افشاعت پر کمر بستہ ہو اگر احقاق حق کی خاطر حرب و ضرب کی ضرورت ہو تو ایک مستعد سپاہی کی طرح سینہ سپر ہو۔ محنت مزدوری یا کوئی پیشہ کر کے کما کر کھائے۔ لوگوں پر بار نہ ہو۔ جو حقوق اسکے ذمہ عالم میں ان کو نشادہ دلی اور تقویٰ دہی سے ادا کرے حق خلق اللہ حق وطن حق قوم حق مذہب حق ہمسایہ حق اقارب حق اہل و عیال حق نفس، ان حقوق کو باحسن وجہ سرانجام دے۔ ان میں سے بعض امور کی تشریح امام الصوفیہ امام شعرانی نے کی ہے جن کو ہم صوفی کی تعریف میں نقل کریں گے۔

✓ دنیا کو اس طرح چھوڑنا کہ اس سے کوئی تعلق نہ رہے قانون قدرت کے خلاف ہے اس کا نام رہبانیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے (لا دھبانیت فی الاسلام یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے) حضور نے ایسی عبادت و ریاضت کرنے کو بھی منع فرمایا ہے جس سے اتلائے حقوق کا خطرہ ہو۔ انس قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فاذا احبل محمد و بن السبایرین فقال ما هذا قالوا احبل نزیب فاذا افترت تعلقت بہ فقال لا خلوه لیصلی احدکم نشاطہ فاذا فتر فلیقع احدہما جدار البخاری والوداد والنسائی یعنی حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول کریم مجید میں تشریف لائے کہ دو ستونوں کے درمیان رستی بنجھاؤ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ حضرت زینب کا رسی ہے جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لے کر بیٹھ جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو کھول دو۔

حضور نے جائز امور میں بھی اپنے نفس پر بیجا سختی کو منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے۔ ان لنفسک علیک حقاً۔ یعنی تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ آپ نے حلال طبیب اشیاء کے ترک سے بھی منع فرمایا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ لا تعزوا الطیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا۔ یعنی حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو اور تجاوز سے کام نہ لو، آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ رات کو مصیبت مت جھیلو۔ آپ نے سوال کرنے کو بھی منع فرمایا ہے اسلئے اس طرح کی عبادت و ریاضت کرنا جو نفس پر شاق ہو۔ اور جس سے اتلائے حقوق ہوتا ہو جس سے قدرت کی قانون شکنی ہوتی ہو۔ اور کھانے پینے میں حلال

پہنوں کو چھوڑنا پڑتا ہو۔ لوگوں پر اپنا بوجھ ڈالنا۔ حلال سے باز رہنا۔ سوال کر کے عزت نفس کو بر باد کرنا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر امور شرعیہ کا ترک جائز نہیں اور ایسے امور کا تصوف سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ سب گمراہی کی طرف لے جانے والی چیزیں ہیں۔ حضور نے ایسی باتیں کرنے سے جو عام طور پر سمجھ میں نہ آئیں یا سائل کو ایسے پیچ میں ڈال دیں ظاہر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے وعن ابن مسعود ما انت محدث قومًا حدیثًا لا یعقلہ عقولہم الا کان لبعضہم فتنة اخبر مسلم۔ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم کسی سے ایسی بات کرو گے کہ وہ اس کی سمجھ سے باہر ہو تو وہ ضرور بعضوں کے لئے حیرانی کا باعث ہوگی اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

خداوند بزرگوار نے اپنے کلام پاک میں جو بہترین دعا ہم کو تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی عاقبت سے پہلے دنیا کی بھلائی کی التجا ہے دنیا اکتافی الدنیا حسنتہ وفی الآخرة حسنتہ وقناعن اب النار۔ یعنی اے رب ہم کو دنیا و آخرت کی خوبیاں عطا فرما اور آگ کے عذاب سے بچا۔ اس لئے دنیا سے بالکل بے تعلق ہونا صوفی کیلئے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں رہ کر یاد الہی میں مشغول رہنا۔ اور امور دنیاوی کی پوری پابندی کرنا۔ خلق اللہ کی اصلاح میں کوشش کرنا یہ بڑی بات ہے اور یہی شان ہے مسلمان صوفی کی۔ یہی معنی اور مطلب ہے۔ اس اصطلاح کا جو حضرات نقشبندیہ کا دستور العمل ہے وہ دل پیار و دست بکار حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

خیرکم من لم یتروک آخرتہ لدنیاہ ولا دنیاہ لاخوتہ ولم یکن کلام علی الناس (یعنی تم میں سب سے اچھا وہ آدمی ہے جو اپنی آخرت دنیا کے لئے نہ چھوڑے اور نہ دنیا کو آخرت کیلئے ترک کرے اور نہ دوسروں پر بار ہو۔ ارشاد ہے کہ دنیا سے اسی طرح تعلق رکھ کہ جیسے یہاں سے کبھی جانا ہوتی ہے۔ اور دنیا اس طرح الگ رہے کہ یہ سمجھ لے کہ اس سانس کے بعد شاید دوسرا سانس نہ آئے۔)

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں آدمی اپنے علم و اعمال حسنہ اور حسن تدبیر وغیرہ سے ترقی کے ساتھ دنیوی تعلقات کو مستحکم کرے جو اس کے بعد آئندہ نسلوں کی ترقی اور خوش حالی کا باعث ہوں لیکن اس طرح کہ اس میں ایسا شغف نہ ہو جائے۔ کہ اس کی طلب میں

ادامہ کی خلاف ورزی کر گزرے اور حسنا کو بھول جائے اور خود غرق فی اور نفع ذاتی کے جال میں پھنس جائے۔ بلکہ یہ تعلقات دوسروں کی نفع رسانی کے خیال سے ہوں۔ اگر ایسا عمل ہوگا تو ہر لوٹ اور حب دنیا سے دل پاک رہے گا۔ قوم کی تعمیر کا مدار۔ اخلاقِ حسنہ کی ترویج کا انحصار، ظاہر ترقی پر ہے بغیر ظاہری ترقی کے عمومیّت کے ساتھ باطنی ترقی کا شیعہ اور استخکام مشکل ہے۔ یہ امر قرآن مجید کی تعلیم سے اس طرح ثابت ہے کہ قرآن مجید میں کل (۶۶۶) آیتیں ہیں۔ ان میں سے (۵۰۰) آیتوں سے مسائل کا استنباط کیا گیا ہے ان مسائل میں دنیوی مسائل بھی ہیں اور خالص دینی بھی۔ اور (۱۶۶) آیتوں سے دنیوی علوم کا استنباط کیا گیا ہے۔ قاضی ابوبکر المعروف بہ ابن العربی صوفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

ستر ہزار علوم کا استنباط قرآن سے ہوا ہے اس کی تائید پروفیسر ڈیورٹ کے اس

قول سے ہوتی ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر مورس فرانسس نے لکھا ہے

یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان میں سب سے بہتر کتاب یہ ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے لئے فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف بھر رہا ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب ہے۔ شاہقین علم لغت کے لئے ذخیرہ لغات، شعراء کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرائع اور قوانین کا عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مسلمانوں کو اس کتاب کے پڑھتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کرتے ہوئے ہے۔ یہ کتاب واقفیت پر مبنی ہے اور اس کی واقفیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے الشاء پرداز اور شاعر اس کتاب کے آگے جھک گئے ہیں۔ اس کے عجائب ایسے ہیں جو روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس کے اسرار ایسے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔

قرآن مجید میں جا بجا ارشاد ہے کہ اگلی امتوں کے حالات دیکھو آسمان زمین، جہاں و اشجار و نجوم، انسان و حیوان، نباتات و جمادات کے احوال و افعال و خواص ہیں غور کرو اور عقل سے کام لو۔ اس طرح حقائقِ اشیا پر عبور حاصل کر کے خالق اللہ کو ظہری

و باطنی ترقی کا راستہ دکھاؤ مخلوق کی راحت و رزق اور حکومت الہیہ کے استحکام میں سعی کرو حضور علیہ السلام نے اور آپ کے صحابہ نے تعمیر قوم اور دنیا کی ظاہری و باطنی ترقی کے لئے پوری جدوجہد کی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے اور رات دن صرف نوافل و ظائف میں لگے رہتے تو نہ دنیا میں منشور حق شائع ہوتا اور نہ دنیا ترقی کی اس منزل تک پہنچتی۔ قدرت نے اپنی حکمت کا ملہ سے جو خزانے اشیاٹے عالم میں ودیعت رکھے تھے۔ وہ وہیں کے وہیں مہفون رہتے ریاضت مجاہدہ جو تصوف کا اعلیٰ ترین اصول ہے اور جس پر صوفی کی باطنی ترقی کا مدار ہے اس کی حقیقت صرف اسی قدر نہیں ہے کہ صوفی ہر وقت اور نوافل میں مشغول رہے۔ بلکہ حصول علم میں محنت و تکلیف برداشت کرنا، قوم کی رعایت کرنا، نوع انسانی کی مشکل کشائی کرنا دفع ضلال و شرار اور قیام حق و صداقت و امن کیلئے مستور رہنا۔ دینی و دنیوی، سیاسی و ملکی معاملات میں حق کے موافق دنیا کی رہنمائی کرنا۔ یہ سب سے بڑی ریاضت اور عظیم الشان مجاہدہ ہے جس نے اسی میں کامیابی حاصل کر لی۔ وہ سچا اور پکا صوفی ہے اور صادق ولی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کبار کا یہی طرز عمل تھا۔ اور آپ کی تعلیم کا زیادہ تر یہی مفہوم ہے۔ رات دن نوافل و ظائف میں مشغول رہنے صائم الدھر اور قائم الیل ہونے سے یہ ریاضت نفس پر زیادہ گراں ہے۔

خلفائے راشدین اور جلیل القدر صحابہ کی ہمت اشاعت اسلام تعمیر قوم، استحکام حکومت الہیہ، ترویج علوم و فنون، قیام امن و تہذیب پر مصروف تھے۔ وہ اس قدر ذکر و شغل نہ کرتے تھے کہ ان امور سے غافل ہو جائیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص نوافل پڑھ رہا ہے آپ نے اس کے در سے لگائے اور فرمایا کہ نہاوند میں توجہ دہو رہا ہے۔ اور تو نے یہاں نفل جوڑ رکھے ہیں۔ جا میدان جنگ میں جا۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین اور ان کے بعد اولیائے کرام کا طرز عمل یہی رہا ہے۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترویج علوم و تہذیب و امن میں بعض کفار اور عوام بھی جدوجہد کرتے ہیں لہذا صوفی میں اور ان میں کیا فرق ہے؟ لیکن اہل نظر جب واقعات عالم اور انقلابات زمانہ وغیرہ پر غور کرتا ہے تو اس پر منکشف

ہو جاتا ہے کہ غیر مسلم اور عوام کی جدوجہد، جاہ طلبی، شہرت اور نفع ذاتی کیلئے ہوتی ہے۔ وہ اپنی تحقیق سعی میں جائز و ناجائز کا لحاظ نہیں کرتا جس سے بعض لوگوں کے حقوق کا اتلاف ہوتا ہے یا کسی کو آزار پہنچتا ہے۔ اس کا قدم ڈگمگا بھی جاتا ہے اور اس کی سعی سے عموماً بیت کے سامنے اچھے منافع مرتب نہیں ہوتے کیونکہ اس کا خبر و سہ اپنے علم و تدبیر و قوت پر ہوتا ہے۔

صوفی کی جدوجہد میں عزم و استقلال و استقامت ہوتی ہے۔ وہ ادا و نواہی کا پابند ہوتا ہے جس میں کسی کو مصرت کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اس کا دل ذاتی اغراض سے خالی ہوتا ہے وہ خدا کے بھروسے اور توکل پر کام کرتا ہے

حضور علیہ السلام نے خداوند ذوالجلال کے تمام احکام جو ظاہری و باطنی ترقی کے کفیل تھے کھول کر سب کو سنا دیے اور تمام صحابہ کو تعلیم فرما دیے آپ نے کوئی بات کسی سے نہیں چھپائی۔ اسلئے اسلام اور اسلامی تصوف میں کوئی بات ایسی نہیں جو حقیقہ ہو یا عقل و فطرت کے خلاف ہو یا ایسا عقدہ ہو جس کے سمجھنے سے اکثر عقول عاجز ہوں علم باطن جس کو کہا جاتا ہے وہ کوئی خفیہ چیز نہیں ہے وہ علم شریعت کا دوسرا نام ہے چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اس طرح تشریح فرمائی ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر جن لوگوں نے بیعت کی تھی وہ سب صوفی تھے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کرتے تھے۔ ان میں کا ہر فرد عابد و زاہد بھی تھا اور معلم بھی راج بھی تھا اور جنرل بھی۔ ان میں عزت نفس و خودداری کا یہ عالم تھا کہ کسی سے سوال کرنا یا کسی پر بار ہونا عار سمجھتے تھے۔ گھوڑے پر آراستہ چلتے چلتے اگر ہاتھ سے کوڑا اگر گیا تو خود اتر کر اٹھا لیا کسی سے سوال نہیں کیا کہ ہمارا کوڑا اٹھا دو۔ بڑے بڑے ممالک فتح کئے جو بلوں کے گونہ رہے۔ خزانوں پر حکمران رہے مگر غلبہ نہ رہے اس قدر میزبان تھے کہ ان کی ملکیت میں مصلیٰ، عصا اور کاسہ ان تین چیزوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ خود تکلیف اٹھاتے تھے دوسروں کو راحت پہنچاتے تھے۔ انہیں کی قوت بازو سے دنیا میں حتی النصف و علوم و فنون۔ امن و امان کا سمندر موجزن ہوا۔ آج جتنی بھی بحیرہ عقول ایجا دات کا انبار ہمارے سامنے ہے جو ہمارے آرام و تعیش کا سامان ہیں، سب انہی صوفیوں کی ہمت و توجہ کا نتیجہ ہے۔ وہ ہر وقت اخلاق حق و الباطل باطل اور خدمت خلق کے لئے کمر بستہ رہتے تھے۔ محنت و اہتمام کا یہ عالم تھا کہ تاریخ عالم کسی قوم اور کسی زمانے میں ان کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ جب رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو اس وقت اسلام منہدم شام، مصر میں اور افریقہ میں پہنچ چکا تھا۔ ملک عرب تقریباً تمام کا تمام حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ وہ عرب جہاں ہر وقت آش و تار مشتعل رہتی تھی وہ عرب جس کے باشندے غایت درجہ کے شراب و جگر دانو تھے وہ عرب جہاں دختر کش قمار بازی شراب خوری، زنا، استیصال بالجبر و غیرہ ذبا ئم، کثرت سے رائج تھے اور محاسن میں شمار کئے جاتے تھے۔ جہاں جہالت کی تاریکی سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جو اسلام کے بعد امن، تہذیب، حسن اخلاق، اور علم و عدل کا گہوارہ بن چکا تھا۔ قوم کا تعمیری نظام اعلیٰ منزل تک پہنچ چکا تھا۔ توحید کی تعلیم سے سینے منور ہو چکے تھے۔ دہاں ایک بڑی عظمت تیار تھی جو دنیا کی معلم اور راہبر بننے کے قابل تھی اور جنہوں نے اس خدمت کو باحسن و جود انجام دیا تھا۔

یہ عقائد و تصوف اور تصوف کی تعلیم کا نتیجہ جو انبیاء علیہم السلام کا مسلک جو توحید و تہذیب و حسن اخلاق کا دامن تھا۔ اگر اس مسلک کے علاوہ کوئی اور مسلک تصوف ہے تو اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ خدا کے یہاں مقبول بھی نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔

غرض توحید اور حسن خلق یہ دو چیزیں تصوف کی روح مرواں بتائی جاتی ہیں۔ یہ دونوں چیزیں اعلیٰ درجہ پر اسلام میں موجود ہیں اور اسلام سے بہتر کسی مذہب و مشرب میں نہیں اسلئے متبعین اسلام کے سوا جو کوئی تصوف کا دعویٰ کرے وہ لان و گزان ہے۔

تصوف عہد خلافت راشدہ میں

عہد خلافت اول میں

سَلَامٌ عَلَىٰ غَايَةِ سَلَامٍ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ کے اجماع سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے یہ انتخاب موافق عقیدہ اہل حق باعتبار فضیلت واقع ہوا۔ درحقیقت امت رسول میں حضرت صدیق اکبر سے افضل کوئی بھی نہ تھا۔ زوار حکم ترمذی میں روایت ہے۔

وما فضل ابوبکر الناس بکثرة صیام ولا صلاۃ ولا بکثرة وایۃ ولا قنوی ولا

کلام و لیکن بشی وقع فی صدر ماہ - یعنی ابوبکر صدیق کی فضیلت نہ بکثرت عبادت نہ بکثرت علم سے بلکہ اس خاص چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینہ میں تھی۔

خداوند کریم کا جس بندے پر فضل و کرم ہوتا ہے جس کی عبادت اس کی بارگاہ عالی میں مقبول ہو جاتی ہے اس کا سینہ منور ہو جاتا ہے اس پر حقائق اشیا منکشف ہو جاتے ہیں اس کا نور عقل خورشیدِ عنیا بار ہو جاتا ہے۔ اس کے اخلاق فاضلہ درجہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں انہیں انوار کی برکت سے وہ مخلوقِ خدا کی صحیح راہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ جب ان واقعات پر نظر کی جاتی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر پیش آئے ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ با علم، سب سے زیادہ صاحبِ ارث، سب سے زیادہ مدبر اور سب سے بڑے شجاع اور متقی تھے۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے وقت تمام صحابہ پر ایک سکت کا عالم طاری تھا کسی کے ہوش و حواس بجا نہ تھے۔ حضرت عمر حبیبی دانا اور شجاع اور مستقل مزاج کی یہ حالت ہوئی کہ شمشیر بکت مسجد میں آکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو کوئی یہ کہے گا کہ رسول اکرم نے وفات پائی اُس کا سرا ڈاؤں گا۔ اس وقت حضرت ابوبکر کے استقلال نے ان کو اور سب کو سنبھالا اور آپ نے مسجد میں آکر یہ آیت تلاوت کی ”محمد ایک رسول تھے ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں۔ کیا وہ وفات پا جائیں گے تو تم اپنی پہلی حالت پر لوٹ جاؤ گے۔“ اس آیت کا سنا تھا کہ سب کے ہوش و حواس درست ہو گئے۔

اس کے بعد اندامیں انتخابِ خلافت کا مسئلہ پیش ہو گیا۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق اس وقت نہ پہنچتے اور تازہ سے کام نہ لیتے تو اسی وقت مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو جاتا۔ اس اہم معاملے کو روبراہ لانا انہیں کی عقلِ سلیم کا کام تھا۔ حضور کے آخر زمانے میں مدعیانِ نبوت کھڑے ہو گئے تھے آپ کی وفات سے ان کو تقویت حاصل ہوئی۔ اور انہوں نے شورشِ بیا کر دی۔ بعض قبائل میں انداد پھیل گیا حضور نے اپنی زندگی میں پیش اسامہ تیار کیا تھا وہ لشکر روانہ ہونے پایا تھا کہ وفات ہو گئی۔ حضرت ابوبکر نے یہ معاملہ صحابہ کے سامنے پیش کیا حضرت عمر اور تمام صحابہ نے کہا ملک کی انداد دنی حالتِ بدتر ہے حضور کی وفات کا سانحہ تازہ ہے اس وقت اس لشکر کی روانگی مناسب نہیں۔ مگر حضرت ابوبکر کی ہمت و شجاعت اور عقل و تدبیر نے اس کو قبول نہ کیا اور اس لشکر کو روانہ کر دیا جو کامیاب ہوا اور مدعیانِ نبوت و باغیوں کی خوب سرکوبی کر دی اسوۂ بدامنی کے زمانے میں بعض مسلمانوں نے کہا کہ ہم مسلمان

ہیں۔ مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ صحابہ نے اس معاملہ کو ٹالنا چاہا مگر حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ان کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔ آخر ان کو بھی سیدھا کر لیا۔ پھر جمع قرآن کا معاملہ پیش آیا۔ حضرت زید وغیرہ، جلیل القدر صحابہ نے اختلاف کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے سب کو قائل کر کے اس اہم کام کو بھی سرانجام کرایا۔ اگر ان واقعات پر تفصیل کے ساتھ غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس سے زیادہ نازک وقت اسلام کے لئے کوئی بھی نہیں تھا۔ اس وقت کی سنبھال امور اصلاح سب سے بڑے مدبرانہ شجیع سے ہی ممکن تھی جس کو حضرت ابوبکرؓ نے باحسن وجوہ انجام دیا اصلاح خلق، رفاہ خلق، تعلیم امن و تہذیب اور اشاعت دین وغیرہ ان تمام امور کو ملک گیر اور ملک داری کے ساتھ ساتھ نہایت خوبی اور استو کام کے ساتھ قائم کیا، سخاوت، عفو، رحم، عدل، خدمت خلق، انکساری ان خصائل جمیدہ میں آپ سب سے بڑھے ہوئے تھے آپ کے حالات اور زندگی کے کارناموں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طرز زندگی سیدھا سادہ تھا جفاکشی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ رات کو مصالے کی پشت پر سوتا تھے۔ تو دن میں تخت حکومت پر جلوہ گر تھے۔ یہ تمام محنت و جفاکشی نہ اپنی ذات کے لئے تھی نہ اپنے اہل و عیال کیلئے یہ سب کچھ خدمت اصلاح خلق کیلئے تھا۔ ان کا مطلق نظر ان کی جدوجہد کا مقصد ترویج اخلاق حسنہ و توحید خالص و اشاعت علم دین اور قیام امن و تہذیب تھا۔ یہی خلق کی سب سے بڑی خدمت ہے یہی تصوف کی تعلیم اور اس کا نتیجہ ہے۔ اُمت محمدیہ میں یہ تھے صوفی اول خواجہ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں خواجہ ابوالنصر سراج نے کتاب اللمع میں اور شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحات مکیہ باب ۹۳ میں حضرت ابوبکرؓ کو امام الصوفیہ لکھا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں بہت سے ممالک فتح ہوئے۔ کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے آپ نے ان کی تعلیم کیلئے مدارس قائم کئے۔ اور آپ خود بھی رسول کریمؐ کے دیگر متبعین کی طرح تعلیم و تربیت فرماتے رہے اور کبار صحابہ جیسے حضرت عمر و عثمان و علی وغیرہ کو بھی تربیت فرماتا رہا۔

تصوف عہد خلافت دوم میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے آپ کا طرز عمل بھی تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کا تھا۔ آپ کے عہد میں فتوحات کی کثرت ہوئی۔ اسلام کی اشاعت میں عظیم الشان ترقی ہوئی۔ آپ نے رفاہ سے مناظر اساک صفحہ ۳ بحوالہ رسالہ قد سببہ خواتمہ محمد باری۔

خلق اور پیام امن و امان اور دنیوی ترقی کیلئے بہت سی اصلاحیں نافذ کیں اور جبرسی تعلیم رائج کی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں اور علم موقوفہ است در علم تصوف و راستہ اُمت مرحومہ اور انزالۃ الخفاء حصہ دوم میں لکھا ہے کہ تصوف میں زیادہ فیض حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا ہے۔

حضرت عمر نے نہایت جالفشانی اور دیانت سے امور خلافت کو سرانجام دیا۔ جو کچھ کیا مفاد عام اور مفاد اسلام کے لئے کیا انہوں نے اپنی ذات یا اپنے گنبہ کے لئے کچھ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب آخر وقت میں صحابہ نے آپ سے انتخاب خلیفہ کیلئے کہا تو آپ نے اپنے عابد و زاہد اور عالم و فاضل بیٹے عبداللہ کا نام نہیں لیا۔ اس پر ایک صاحب نے ان کا نام لیا۔ تو فرمایا اگر اس کو شریک مشورہ کر لینا۔ مگر اس کو منتخب نہ کیا جائے۔

تصوف عہد خلافت سوم میں

حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان خلیفہ ہوئے آپ نے بھی مثل حضرت شیخین کے صحابہ اور تابعین کی تربیت و پرورش پر توجہ کی اور قرآن مجید کو ایک لغت پر جمع کرادیا۔ آپ کے عہد میں فتوحات فاروقی کی تکمیل ہوئی بہت سے امصار و دیار فتح ہوئے، ہر ملک و دیار میں کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے، اور کثرت سے صحابہ، اقطاع عالم میں منتشر ہو گئے۔ اس طرح نو مسلموں کی تعلیم و تربیت میں سہولت ہو گئی۔

واقفان علم تاریخ آگاہ ہیں کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے دس دن بعد تفرقہ پیدا کرنے کے لئے یہود نے ایک جماعت بنائی تھی جنہوں نے بظاہر مذہب عیسوی قبول کر کے دہشتی اختیار کر لی تھی۔ اور ریافت و مجاہدہ سے اپنی بزرگی کا سکہ عوام کے قلوب پر بٹھا کر اس قسم کے عقائد و مسائل کو بیان کرنا شروع کیا کہ مذہب عیسوی میں تفرقہ پڑ گیا وہی دہشت یہود نے اسلام کے متعلق اختیار کی حضرت عثمان کے آخر عہد خلافت میں ایک یہودی بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے پہلے تو یہ سلسلہ شروع کیا کہ حضرت عثمان اور ان کے عمال حکومت پر نکتہ چینی کرنے لگا۔ اور لوگوں میں اپنے خیالات شائع کرنے لگا اگرچہ حضرت عثمان نے کئی بار ان فریضی الزامات کی معقول و مدلل تغلیط کی لیکن ابن سبا کا پروپیگنڈا جاری رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سرداری یا حکومت پر کسی کو مامور فرماتے تو سب سے پہلے بدری صحابہ کا لحاظ کرتے تھے پھر دیگر اصحاب میں سے ان کی اسلامی خدمات اور اہمیت کے مطابق انتخاب فرماتے۔ خلیفہ اول: اور خلیفہ ثانی کے عہد میں بھی یہی دستور تھا اسی پر حضرت عثمان کا اہل تھا۔ ابن سبائے کو مسلمانوں اور منافقوں میں یہ تحریک پھیلائی کہ گورنری وغیرہ بڑے بڑے عہدوں کا مطالبہ کرو۔ اس طرح اس نے حکومت اسلامیہ اور خلیفہ کے خلاف ایک جماعت تیار کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ عقیدہ تفضیل کی بنا ڈالی۔ اول اول یہ خیال پھیلا یا گیا کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ پھر اس کو نکلتی ہے کہ حضرت علی کو سب سے افضل قرار دے دیا گیا۔ ابن سبک ماں چونکہ حبشی تھی لے اسے ابن سودا بھی کہتے ہیں۔ ابن سبائے جب تفرقہ بازی کی حرکتیں شروع کیں تو گورنر بصرہ اور گورنر شام نے اس کو شہر بد کر دیا۔ اس نے چند روز خاموش رہا کہ مناسب موقع پر اپنا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ حضرت عثمان کے عہد میں صرف سیاسی اختلاف رہا اور فرقہ تفضیلیہ پیدا ہوا لیکن سوائے عقیدہ تفضیل کے دیگر عقائد یا مسائل میں اور کوئی اختلاف نہ تھا۔

تصوف عہد خلافتِ چہارم میں

حضرت عثمان کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوئے اور سیاسی اختلافات نے بڑھ کر جنگ و جدل کی صورت اختیار کی۔ ابن سبائے اپنے خیالات کی اشاعت میں مصروف رہا اس کو اور اس کے ہم خیال لوگوں کو حضرت علی نے چند مرتبہ زبرد توپخ کی جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی میں جنگ ہوئی تو اس زمانے سے حضرت علی کے طرفداروں کو شیعان علی دعلی کے مددگار کہنے لگے۔ دونوں جنگ اور گروہوں میں سیاسی اختلافات کے سوا کوئی مذہبی اختلاف نہ تھا۔ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ میں جنگ ہوئی صلح کے لئے ایک پنچایت قرار پائی اس کے ممبر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جس گروہ نے شرارت پھیلائی تھی۔ اور اس کے آرمی حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھے۔ اس گروہ آدمی جو حضرت علی کے لشکر میں تھے صلح کی خلاف ورزی تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر صلح ہو گئی تو ہمارے جرائم و افعال کی تفتیش ہوگی ہم سزا یاب ہوں گے اور ہمارے تحریکات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے اس گروہ کی کوشش یہ تھی

کہ صلح نہ ہو۔ لیکن جب پچایت قرار پاگئی تو ان کو اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ بلا استقلال علیحدگی اختیار کریں کیونکہ اب ان کا شریعہاں ٹھکانہ تھا نہ دوسرا فریق ان کو ملا سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے علیحدگی کی ٹھان لی علیحدگی کیلئے کسی مذہبی آرٹ کی ضرورت تھی اس لئے ان کے سرگروہ مسعود تمیمی اور زید بن حصین وغیرہ نے حضرت علی کو کافر قرار دیا۔ اور ان کا ساتھ چھوڑ کر عوراء کی طرف چلے گئے، اور عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر منتخب کر لیا یہ لوگ امیر معاویہ اور حضرت علی و دونوں کے طرفداروں کو یعنی تمام مسلمانوں کو کافر کہتے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو خوارج کا لقب دیا۔ مسلمانوں میں یہ سب سے پہلا مذہبی اختلاف تھا۔

خوارج ظاہری طور پر بہت زیادہ تقویٰ و طہارت کی پابندی کرتے تھے اور غوری تھوڑی لغزشوں پر لوگوں کو کافر قرار دے دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے خیالات کی تائید کے لئے حدیثوں میں تدریس و تبلیغ شروع کی اور کچھ نئی حدیثیں بنائیں ان کی دیکھی شیعان علی نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا۔

نصوف عہد خلافت پنجم میں

حضرت علی کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ امیر معاویہ سے سلسلہ جنگ جاری تھا شیعان علی اور خوارج اپنی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ خلیفہ منتخب ہونے سے چند ماہ بعد امام حسن نے امیر معاویہ سے صلح کر کے ان کے ماتحت پریعت کر لی۔ اور خلافت ان کے حوالے کر دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت اور امام حسین کے متعلق جو پیشین گوئیاں فرمائی تھیں وہ صرف پوری اٹھیں۔

(۱) ایک یہ کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہے گی۔ پھر ملک مارنے کا طے والا ہو جائے گا تو سرانہ حکومت ہو جائے گی۔ حضرت علی کی شہادت تک خلافت کے انتیس سال چھ ماہ ہوئے۔ باقی چھ ماہ امام حسن نے خلافت کی اس طرح تیس سال پورے ہو گئے۔

(۲) حضور نے امام حسین کے متعلق فرمایا تھا کہ میرا بیٹا مسلمانوں کے روگروہوں میں صلح کرنے کا یہ پیشین گوئی اس صلح سے پوری ہوئی۔ اس وقت تک خوارج کے سوا تمام مسلمان ایک ہی مذہب و مسلک پر قائم تھے۔ تاریخ اور بہت کی کتابوں اور احادیث و تفاسیر کے ذخروں میں نہ کہیں وحدۃ الوجود کا مسئلہ مذکور ہے نہ خلافت فطرت ترک دنیا کی تعلیم ہے

نہ ریاضت شافہ کی ترغیب ہے نہ سماع قصائد و وجد و حال کا پتہ ہے۔ تمام مسلمانوں کی تہیں
تبلیغ اسلام، اشاعت علوم، تہذیب اخلاق اور تعمیر قوم پر صرف تھیں رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ان پانچوں خلفاء سے جو سلاسل طریقت جاری ہوئے ان کا ذکر سلاسل میں
آئیگا۔

نصوت عہد خلافت راشدہ کے بعد لقمہ قرن اول میں

سلسلہ علانیہ

تفہیں کا مسئلہ حضرت عثمان کے آخر عہد خلافت میں پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن وہ ایک نا
معلوم صورت میں تھا۔ ضرور تھا کہ لوگ اپنے اپنے خیال کے موافق حدیثوں کے مطلب و
معنی تجویز کرنے لگے تھے۔ اور احادیث میں تدلیس و تلبیس بھی ہونے لگی تھی لیکن علامہ
مذہبی رنگ میں فرقہ بندی حضرت علی کے عہد میں ہوئی اور اس کی ابتدا خارجی مذہب
سے ہوئی۔

امیر معاویہ کے بعد تمام حکومت اکثر ظالم اور عیش پرست حکمرانوں کے ہاتھ رہی یہ
اہل حکومت اپنے عیش و آرام اور استحکام و توسیع حکومت کے سوا دینی امور سے کم دلچسپی
رکھنے والے تھے۔ اس لئے اب جو اصحاب رسول اور تابعین تھے وہ تفسیر، حدیث، فقہ، قرآن
تربیت ظاہری و باطنی کی خدمات بطور خود انجام دیتے تھے۔ بیعت چونکہ اب خلافت میں
داخل ہو گئی تھی اسلئے بزرگان دین میں بیعت لینے کا رواج نہ تھا۔ صرف صحبت و تلمذ کا
دستور تھا۔ لیکن باوجود امرائے نااہل کی حکومت کے اصحاب تابعین جنگ و جہاد میں برابر
شریک ہوتے تھے۔ قسطنطنیہ پر جب امیر معاویہ نے حملہ کیا تو اس فوج کا سپہ سالار بزید تھا
اس لشکر میں رسول کریم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوالیوب انصاری بھی تھے اور امام
حسن بھی تھے۔

تابعین امراء کو نصائح بھی کرتے تھے سیاسی معاملات میں بھی دخل دیتے تھے باوجود
حکام و امراء کی سخت گیری کے حق گوئی سے باز نہ رہتے تھے۔ بزید اور حجاج بن یوسف جیسے
ظالموں کے آگے بھی اظہار حق سے نہ رکے حضرت عبداللہ تابعی جنہوں نے حضرت عمر و عثمان علی
سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اور جو تمام سلاسل طریقت کے سر حلقہ ہیں ہمیشہ جہادوں میں
شریک رہتے تھے۔ اور اکثر علم جہاد ان ہی کے ہاتھوں میں ہوتا تھا اسی وجہ سے ان کا لقب علم

بردار ہو گیا تھا۔

خلیفہ زبیر اول نے اپنے بھائی سلیمان کو ولیمہ دی سے مغزول کر کے اپنے بیٹے کو ولیمہ بنانا چاہا خوشامدی مصاحبوں نے ہاں میں ہاں ملائی لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے سردار خلیفہ سے صاف لفظوں میں کہا کہ آپ کے بیٹے سے سلیمان بہتر ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر ان کو قید کر دیا۔ تین برس کے بعد حبشہ کا پھر حید خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے اپنے بیٹے کو ولیمہ بنانا چاہا۔ تو شیخ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ آپ کا بیٹا اس لائق نہیں ہے اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبد العزیز کو منتخب کیجئے شیخ کی حق گوئی کا خلیفہ پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ قرن اول میں نہ تصوف کے نام سے کوئی مسلک قائم ہوا نہ اس مسلک کے نام سے کوئی کتاب تصنیف ہوئی۔ حضرات تابعین کا وہی طرز عمل تھا جو صحابہ کرام کا تھا۔ البتہ بعض ثوارح اپنے عقائد کی تائید کیلئے حدیثیں گھڑتے تھے۔ اور شیعان علی اور طرفداران بنی امیہ و بنی عباس بھی اپنی تائید کیلئے یہی عمل کرتے تھے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے قول سے ثابت ہے کہ اس عہد میں درایک بزرگوں کو صوفی کہا گیا ہے۔

تصوف قرن ثانی میں

سلسلہ سے سلسلہ تک

تابعین اپنے اساتذہ صحابہ کے قدم بقدم چلتے تھے ان کا مذہب، ان کا مسلک اور ان کا طرز عمل سب کچھ شیوخ کے موافق تھا۔ ان میں جو مستیال صحابہ کی طرح جامع صفات تھیں وہ رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی تھیں۔ گمراہ فرقوں کی سرگرمی بڑھتی جاتی تھی۔ قرآن کے معانی و مطالب اور اور حدیثوں میں تدلیس و تمییس کی جاتی تھی۔ نئی نئی حدیثیں وضع کی جاتی تھیں۔ نئے نئے عقائد و مسائل گھڑے جاتے تھے۔ گمراہ فرقوں کے علماء و بزرگوں کے لباس میں عوام کو اپنی طرف متوجہ کر کے گمراہ کرتے تھے۔ اس وقت بڑی ضرورت اس بات کی تھی کہ علوم و مہنہ کی نگہداشت کی جائے۔ اس لئے مختلف طوے بزرگوں نے مختلف شعبوں کو سنبھالا۔ بعض تعلیم قرآن میں مصروف ہو گئے یہ قراء مشہور ہوئے۔ بعض تدوین و تعلیم حدیث میں مشغول ہوئے یہ محدث کہلائے۔ بعض نے قرآن کے معانی و مطالب کی تعلیم کا درس قائم کیا یہ مفسرین مشہور ہوئے۔ بزرگوں اور اماموں کی جماعت ظالم اعداء اور عیش پرست ریشہ سواروں اور خود غرض حکام کو ان کے ناز و انداز علی پر زور و تعویج بھی کرتی تھی اور ان کے بعض مقاصد میں خلل انداز بھی ہوتی

حق اسلئے ظالم حکمران، محدثین و فقہاء پر قسم قسم کی سختیاں کرتے تھے

قرن اول میں اور اس قرن میں بھی صحابہ و تابعین شہید اور قید کئے گئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قید خانہ ہی میں انتقال ہوا۔ ان حالات پر فکر کر کے بعض وہ بزرگ جو صاحب عزم نہ تھے۔ درس و تدریس، تعلیم و تعلم اور وعظ و ہدایت وغیرہ امور سے دست کش ہو گئے اور انہوں نے صرف ذکر و شغل عبادت و ریاضت کو اختیار کر لیا یہ جماعت زیادہ عباد کے نام سے مشہور تھی۔ یہ لوگ سیاسی اور ظاہری اصلاحی امور سے علیحدہ رہ کر اپنے پاس آئے جانے والوں کو صرف افکار و اشغال کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ عوام کی رجوعات ان کی طرف زیادہ تھیں۔ یہ دیکھ کر گمراہ فرقے والوں نے اپنے فرقے کے عابدوں کو زیادہ عباد کہنا شروع کر دیا۔ اہل حق نے اس تبلیغ سے بچنے کیلئے اپنے زیادہ کو صوفی کا لقب دیا۔ اور ان کی تعلیمات کو تصوف کہنے لگے۔ تصوف اہل میں اس تسلیم و عمل کا نام ہے جس کو اصطلاح شرع میں احسان کہتے ہیں۔ سیاسی اور علمی و اصلاحی کاموں سے زیادہ عباد کی ایک کثیر جماعت نے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی عقلیں پست ہو گئی تھیں یا جو حکام کے جور و جفا کی تاب نہ لا سکتے تھے یا ان امور پر توجہ کرنے کے لئے ان کو حسب دل خواہ موافق حاصل نہ تھے انگریزوں کا یہ حال نہ تھا کچھ صاحب ہمت بزرگ ایسے بھی تھے جو براہِ راست خدمات کو انجام دیتے رہے اور صحابہ و تابعین کی تقلید میں پوری پوری سعی کرتے رہے اس قسم کے صوفیوں سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ ۱۲۲ھ میں خلیفہ ہشام بن عبد الملک المتوفی ۱۳۵ھ کے عہد میں خلفاء امراء کی امور دین کی طرف بے رغبتی دیکھ کر امام زید بن علی بن امام حسین نے خلافت خروج کیا جنگ کرنے کیلئے ہزاروں شیعان علی نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امام حسین نے ان کی مالی امداد کی لیکن میدان جنگ میں شیعان علی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو انہوں نے فرمایا میں فضلموتی یعنی تم نے مجھے چھوڑ دیا اس وقت تک شیعہ مذہبی فرقہ نہ بنا تھا۔ ایک سیاسی جماعت تھی۔ امام زید کے ساتھ صرف دو سو آدمی رہ گئے تھے۔ انہوں نے اس قلیل جماعت کے ساتھ خلیفہ کی فوج کا مقابلہ کر کے جہاد شہادت نوش فرمایا امام زید کے متبعین زید یہ مشہور ہو گئے جو رفتہ رفتہ شیعیت سے بہت قریب ہو گئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی المتوفی ۱۷۵ھ کے عہد میں مذہبی ابتری پر نظر کر کے محمد عرف نفس زکیہ بن عبد اللہ حسن متقی بن امام حسن نے خروج کیا اور شہید ہوئے۔ پھر ان کے بھائی ابراہیم نے علم جہاد دیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ خلیفہ نے ابوحنیفہ کو قید کر دیا۔

اسی قرن میں سادہ دیر، میمونہ اور قراۃ طہ فرقے پیدا ہوئے جو اپنے عقائد کو مکر و حیل کے ساتھ شائع کرتے رہے۔ سچے صوفی صرف عبادات و اشتغال کی تعلیم فرماتے تھے۔ ان کا مسلک کتاب و سنت کی پابندی تھا۔ اس وقت تک تصوف کے نام سے کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ نہ ظاہر شرع کے خلاف امور رائج ہوئے تھے۔

اس قرن کے آخر میں تصوف صرف عبادت و ریاضت کا نام رہ گیا تھا۔ صوفیہ نے تمام ملکی و ملی خدمات سے دست کشی اختیار کر لی تھی اور تحصیل علوم پر بھی ان کی توجہ کم ہو گئی تھی لیکن سب ایسے نہ تھے بعض سچے صوفی صحابہ و تابعین ہی کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

تصوف قرن ثالث میں

۱۱۰۰ھ سے ۱۲۹۰ھ تک

زاد و عباد کا گردہ جسے صوفی کہا جاتا تھا صرف عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ یہ لوگ سیاسی اور ظاہری اصلاحی امور سے علیحدہ رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان میں علم کی کمی بھی ہوتی گئی۔ بہت سے کم علم اور بے علم زاید و صوفی پیدا ہو گئے۔ لہذا قراۃ طہ وغیرہ گمراہ فرقے والوں کو ان میں اپنے اعمال و عقائد کے پھیلانے کا موقع ملا۔ کیونکہ کم علمی کی وجہ سے یہ لوگ ہر اس بات کو حش و حزن سے قبول کر لیتے تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کی جاتی تھی۔ یہ اصول روایت و روایت سے واقف نہ تھے اور گمراہیوں کی سرگرمیوں سے عزت و شہرت کی وجہ سے پیچھے رہتے۔ اسلئے ان میں قسم قسم کی بدعات شائع ہونے لگیں۔ دوسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے ان میں سماع رائج ہو گیا۔ کیونکہ قراۃ طہ وغیرہ کے وہ عبادت گزار جو صوفی بنے ہوئے تھے اور عوام کو اپنی طرف رجوع کرنے کیلئے نئے نئے طریقے ایجاد کرتے تھے۔ اور ان کی رضا جوئی کیلئے غیر شرعی امور پر دار و گیر کرتے تھے بلکہ خلاف شرع رسوم و عادات کو ابھارتے تھے۔ اس لئے علما نے ان جن ادب مخالفین وغیرہ اس گمراہی کے مخالف ہو گئے تھے بلکہ جو اس فرقہ میں سچے صوفی تھے ان کو خود اس فرقہ پر اعتماد نہ ملا تھا اس حلقہ صوفیہ خواجہ بشیر جان مسکن نے فرمایا ہے۔

از سخنان این طائفہ هیچ چیز بدی من فرار نہ گرفت تا آنکہ رد گواہ عدلی از کتاب و سنت برآں نیافتیم۔

چونکہ صوفیوں نے سوائے عزت و شہرت کے عبادت سے تمام امور اشتغال کو چھوڑ دیا تھا اسلئے ہر کتاب اسلام پرانے تھے کہ تصوف تو بالکل پر مبنی ہے۔

انہیں حالات پر نظر کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔
 "تصوف سستی پر مبنی ہے اگر کوئی شخص ابتداء سے دل میں صوفی رہا اور اس حال میں
 ظہر کا وقت ہو گیا تو وہ بلاشبہ احمق ہے۔"

امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اگر کسی حدیث کی روایت میں کوئی صوفی
 ہو تو اس سے ہمت اٹھاؤ کیونکہ یہ لوگ بوجہ حسن ظن کے جرح و تعدیل پر نظر نہیں کرتے۔

لیکن ایسے بہتر حالات سب کے نہ تھے کچھ صوفی ایسے بھی تھے جو جادہ مستقیم پر ہمت
 کے ساتھ قائم تھے۔ اور صحابہ و تابعین کی طرح تمام امور میں پابندی سنت کو لازم جانتے تھے
 بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے خواجہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے تصوف
 کے مسائل میں کلام کیا اس پر لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔ اور حاکم وقت نے ان کو سزا دی۔ میں کہتا
 ہوں کہ خواجہ ذوالنون مصری کے اقوال عین شریعت ہیں۔ اگر اور کچھ ان کی طرف منسوب ہے
 تو وہ اتہام کرنے والوں اور تحریج کرنے والوں کی کار گزاری ہے۔ اس زمانہ میں مقدسین کو ظلم
 کرنے اور ان کی طرف مسائل و تصانیف منسوب کرنے کا بہت رواج تھا۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ پر
 کیسے کیسے الزام لگائے گئے اور ان کی طرف تصانیف و مسائل منسوب کئے گئے حکام وقت نے
 اکثر اہل حق کو ایسے ہی جیلوں سے سزائیں دیں۔

اس عہد تک ان مسائل و اصطلاحات کا کچھ پتہ نہیں چلتا جو سوجہ تصوف میں رائج
 ہیں عبارت و یہ یا صفت اور نعمائے الہی پر غور و فکر کرنے کے سوا کسی نے خدا کی ذات میں
 غور و فکر نہیں کیا وہ بزرگ ایسا کیوں کرتے جبکہ رسول کریم نے فرما دیا تھا۔

(خدا کی ذات میں غور و فکر نہ کرو ابتداء اس کی نعمتوں میں غور و فکر کرو اس ارشاد میں دو اشارے
 ہیں۔ ایک یہ کہ اپنی ذات پر احسانات الہی کا معائنہ کرو۔ تاکہ طبیعت شکر کی طرف مائل ہو۔ دوسرے
 یہ کہ خدا کی پیدا کردہ نعمتوں میں غور کرو۔ کہ اس لئے تمام مخلوق تمہارے فائدے کے لئے پیدا
 کی ہے۔ تاکہ ان کے خواص و حقائق معلوم کر کے ترقی کا راہیں پیدا کر سکو۔ جو راحت و رونق خلاق اور
 اشاعت تہذیب اخلاق اور قیام امن میں مدد و معاون ہو سکیں۔ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان
 قرون ثلاثہ کے حالات سے ان معنوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

علیہ صفحہ الصفاۃ: یہ قول ابو نعیم نے امام شافعی کے حالات میں روایت کیا ہے۔

تصوف قرون ثلاثہ کے بعد

امراء نے ظالمانہ احکام اور گمراہ فرقوں کی دجل و تبلیس سے دین حق کی تمام شاخوں میں ایک طرح کا ترزلہ پیدا ہو گیا تھا، دنیا و حجب و جاہ کی وجہ سے مسلمانوں کو علوم دینی کی طرف کم رغبت رہ گئی تھی کیونکہ لوگ ان ذرائع کو تلاش کرتے تھے جن سے ان کو حکومت میں داخل اور احکام کا قرب حاصل ہو۔ اور جو لوگ اس قابل نہ ہوئے تھے وہ حصول زر کے لئے تجارت وغیرہ کے وسیع ذرائع اختیار کر کے ایسے مہنک ہو جاتے تھے کہ ان کو احکام شرعی سے بے پروا ہی ہو جاتی تھی۔ علم کے حاصل کرنے سے روپیے کا حاصل کرنا مقدم سمجھا جاتا تھا اس طرح اہل حکومت و تجارت و صنعت و حرفت، علم دین سے بے بہرہ ہو گئے تھے۔ اکثر صوفیوں نے صرف ذکر و شغل کو مطمح نظر قرار دے لیا تھا اس طرح ان کی بھی کثیر تعداد علوم دینیہ سے محروم تھی چونکہ گمراہ فرقے والوں کا قرآن پر داؤ نہ چل سکا لہذا انہوں نے حدیث پر حملہ کر دیا نئی نئی حدیثیں اپنے مقصد کے موافق وضع کر لیں اور صحیح حدیثوں میں تغیر کر دیا یہ دیکھ کر ائمہ اہل حق نے ایسے اصول و ضوابط مقرر کر دیئے کہ دوزخ کا درودھ اور پانی کا پانی الگ ہو گیا۔ ان گمراہ کرنے والوں کے لئے اس سے بہتر کوئی موقع نہ تھا کہ نقیض پر ہاتھ ڈالیں انہوں نے ریاضت بلے شاذہ مصنوعی زہد و اتقا اور شعبدہ بازی سے لوگوں میں اثر پیدا کر کے خلاف شریعت عقائد و اعمال کو پھیلا کر شروع کر دیا تو ہم پرست، عجائب پرست، کم علم اور کم فہم لوگ ان کے معتقد ہو گئے۔ ان گمراہ کرنے والوں نے جیسے جیسے دجل و زب کئے ان سب کا مختصر بیان اس کتاب میں آئے گا۔

حلولیہ و غیر فرقوں کے دام میں پھنسی کر لہن لوگوں نے اناجی وغیرہ اس قسم کے کلمات سے سلاطین اسلام نے ان کو سزائیں دیں۔ غرض قرن ثانی کے آخر سے تصوف میں جو خرابیاں ہوئی شروع ہوئی تھیں وہ روز بروز ترقی کرتی رہیں، اور قرون ثلاثہ کے بعد حلول و انحلال و خیال صوفیوں میں پوری طرح حاصل کر گیا۔ اور غلط عقائد اور غلط شریعت اعمال رکھنے والے صوفی پیدا ہوئے تصوف کا چشمہ صافی نہ ہو گیا چنانچہ اہل حق کی جماعت میں اس فرقہ کا کوئی اعتماد نہ رہا خود ہی گمراہ کے محتاط اور متدین بزرگ اس فرقہ کے اذال و افعال پر اعتماد نہ رکھتے تھے خواجہ اریسی کا قول ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اب تصوف دو تصوف نہیں رہا تھا جس کو تصوف حق کہا جاتا ہے۔ خواجہ عزیز بغدادی جو تمام سلاسل طریقت کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ

سلاسل طریقت میری اسرار العبودیہ صغیرۃ ہیں۔

اصلی اور سابق صوفیوں کو زمانہ محال کے برائے نام صوفیوں پر قیاس نہ کر دے۔ اس وقت کے صوفی ان سے صرف نسبت کا تعلق رکھتے ہیں اور الفاظ متصوفانہ یاد رکھتے ہیں۔ لیکن حقیقت حال اور اصیبت مالک سے غاری ہیں۔ زمانہ سابق کے صوفی متبع حدیث، امر اور شریعت سے واقف تھے قرآن ظاہری کے پابند، پیرکار، نیکو کار، خدا ترس اور معرفت شناس تھے جو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب تھا۔ اس زمانہ کے صوفی واقعی باصفا ہوتے تھے اس کے بعد چوں کہ زمانہ گزرتا گیا لوگ رجعت قہقری اور ترقی معکوس کرنے لگے چنانچہ حدیث غیر انفرادی ترقی ایسی مضمون کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

— حضرت جنید کا یہ قول ان کے ذکر میں تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے: ہمارے اس علم طریقت کی بساط سا لہا سال ہوئے کہ پیٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

خواجہ ابوالحسن لوشنگی اشرفی شمسہ کا قول ہے: آج تصوف کا نقطہ نام نہ لکھا ہے مگر مسلی ندارد ہے آگے تصوف تھا مگر نام نہ تھا۔

خواجہ ابوالعباس دینوری نے فرمایا ہے:

لوگوں نے ارکان تصوف کو توڑ دیا اس کے طریقوں کو تباہ کر دیا۔ اور اس کے معنوں کو بدل

دیا

امام غزالی شمسہ اپنے عہد کے صوفیوں کے متعلق احیاء العلوم باب دہم میں فرماتے ہیں: جو حال کے صوفی ہیں ان کا دستور یہ ہے کہ سچے صوفیوں کی طرح اپنا لباس، حدیث، الفاظ و آداب اور مراسم و اصطلاحات بناتے ہیں یہ لوگ ظاہری حالات نہیں ان کے موافق ہوتے ہیں راگ سننے میں حال کرتے ہیں اور نماز نہیں کی طرح بجا لاتے ہیں مصمتوں پر سر جھکا کر اور گریبان میں منہ ڈال کر متفکروں کی طرح بیٹھتے ہیں لمبے سانس لیتے ہیں بات کرنے میں بہت پست اور ذلت سے بولتے ہیں بغض جتنے شتمانی اچھے صوفیوں کے ہوتے ہیں سب کچھ اختیار کرتے ہیں لہذا اپنے نفس اور دل کی حفاظت نہیں کرتے اور ظاہر و باطن کو خفی و جلی گناہوں سے پاک نہیں کرتے جو صوفیوں میں ادنیٰ درجہ کی باتیں ہیں ان سے بھی نہیں بچتے حرام و شہوات اور بادشاہوں کے مال پر گرتے ہیں۔

شیخ ابن جوزی محض شمسہ نے لکھا ہے

تصوف کا لفظ دوسری صدی سے پہلے پیدا ہوا ہے جب تک کہ صوفیہ لفظ نہیں لفظ کو

علم تعلیم دوسری صدی ۱۷۱

پیدا کیا تو اس کے اوصاف بہتر الفاظ میں بیان کئے ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک مجاہدہ نفس اور ریاضت کا نام تصوف ہے جو اخلاقِ رذیلہ سے روکتا ہے اور اخلاقِ فاضلہ مثلاً زہد، حلم، صبر، اخلاص اور صدق وغیرہ پر آمادہ کرتا ہے چنانچہ حضرت جنید بغدادی سے تصوف کی حقیقت پوچھی گئی تو انہوں نے کہا ”ہر بری خلق سے الگ ہونا اور اچھی خلق اختیار کرنا تصوف ہے“ اس کے بعد ابلیس نے عوینیوں کو دھوکا دینا شروع کر دیا اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اس کا فریب بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ متاخرین پر اس کا پورا تسلط ہو گیا، اس فریب کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس نے علم سے ان کو روک دیا اور ان پر یہ ظاہر کیا کہ مقصد صرف عمل ہے اس لئے جب علم کا چراغ بجھ گیا تو وہ اندھیرے میں بھٹکنے لگے۔

اس کے بعد محدث موصوف نے صوفیہ کی کتابوں کا ذکر کر کے ان پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زہد و اتقاء کی وجہ سے صوفیوں نے صحابہ، امام حسن بصری، امام سفیان ثوری، امام احمد بن حنبل، خواجہ فضل بن عیاض، خواجہ ابراہیم بن ادھم اور شیخ معروف کنوی وغیرہ کو بھی صوفیہ میں شامل کر لیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اس قسم کی کتابوں کی تصنیف کا سبب یہ تھا کہ لوگ سنن اور آثارِ اسلام کا بہت کم علم رکھتے تھے۔ اور صوفیہ کا ہر طریقہ ان لوگوں نے پسند کر لیا تھا اس پر لگے ہوئے تھے۔ اس طریقہ کو لوگوں نے اسلئے پسند کیا تھا کہ زہدِ مسلم طور پر ایک قابلِ مثال چیز تھی اور بظاہر ان لوگوں کو صوفیہ کے حال سے بہتر کوئی حالت و شان کے کلام سے لطیف نہ مگر وہ دوسرا کلام نظر نہیں آتا تھا اس کے برخلاف سلف کی سیرتوں میں کسی قدر خشونت پائی جاتی تھی عام طور پر مخلوق مجہد اس قوم کی طرف مائل تھی کیونکہ اس طریقہ میں ظاہری طور پر لطافت و عبادت کے اجزاء شامل تھے اور سماع کا سامان بھی تھا جس کی طرف طبیعتیں مائل ہوتی تھیں محدث موصوف نے شرعی نقطہ نظر سے صوفیہ ان ریاضات و مجاہدات پر بھی اعتراضات کئے ہیں جو طریقہ سنت کے خلاف ہیں۔ درحقیقت شرعاً اور عقلاً وہ اعتراضات صحیح ہیں، لیکن سچے صوفی اس قسم کی ریاضت نہ کرتے تھے۔ مگر اس کی تقسیم و امتیاز بہت مشکل ہے۔

علامہ ابن جوزی کی وفات ۷۴۰ھ میں ہوئی اس زمانے میں ابن عربی بھی موجود تھے محدث موصوف نے صوفیہ کی حکمت اور تمام ریاضات و معمولات و خیالات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مسئلہ وحدت الوجود کا ذکر نہیں کیا۔ اصل تصوف کے اعتبار سے یہ تمام حضرات صوفی تھے۔ اور خود مستشرق بھی صوفی تھے

اس سے ثابت ہوتا کہ ان کی حیات تک اس مسئلہ کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ پانچویں صدی کے آغاز سے تصوف کی عملی حیثیت نابود ہو گئی اور وہ علمی قالب میں ڈھال لیا گیا اس نے ایک مستقل فلسفہ کی صورت اختیار کر لی تصوف کو فلسفہ بنانے کا کام شیخ الرئیس حکیم علی بن سینا نے شروع کیا۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

ابن سینا نے ایک فلسفہ ایجاد کیا جس کو اپنے سلف یونانیوں کے کلام اور اہل کلام پیمبر و غیرہ کے عقائد سے مرکب کیا اور بہت علمی و علمی امور میں ملاحدہ اسماعیلیہ کا طریقہ اختیار کیا اس میں کسی قدر صوفیہ کے کلام کی آمیزش بھی کی۔ لیکن درحقیقت اس کا مرجع بھی اسماعیلیہ، قرامطہ اور باطنیہ کا کلام ہے۔ آگے ہی فلسفہ لڑتی پکڑتا گیا اور اشراقیوں کے مسلک سے قریب ہوتا گیا۔ صاحب دستان ندایہ نے لکھا ہے:۔

عقائد صوفیہ صغیہ ہما السنۃ کہ اشراقیوں راست امام صوفیہ عقائد را بر طرز اشارات در پختہ انداننا اہل دریا بد اکثر کلام حضرت رئیس الموحیدین شیخ محی الدین ابن عربی و صوفیہ صغیہ را بر سرے شمار دہ چون ہر حد صرح میرساند با حکمت اشراقیوں نے آمیزد

محمد بن طاہر مقدسی نے صوفیوں میں شامل ہو کر ایک کتاب صفوۃ التصوف تصنیف کی اس میں ایسی باتیں لکھی ہیں جن کو پڑھتے ہوئے ایک شریف صاحب عقل کو شرم آتی ہے ابن طاہر کے متعلق شیخ ابو الفضل بن تاجر نے لکھا ہے کہ وہ اباحیہ فرقے سے تھا غرض گمراہ فرقے کے لوگوں نے صوفی بن کر مسائل و عقائد باطلہ اور اعمال و افعال خلاف شریعت کو رواج دیا۔ یہاں تک کہ امر و پرستی ان میں رائج ہو گئی۔ ابن طاہر نے امر و نہی کی نظربازی کے جواز میں ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ ابراہانی صوفیوں میں اس کا بہت رواج ہوا۔ کیونکہ یہ ایرانیوں کا قومی مذاق تھا ایک فاضل نے لکھا ہے:۔

”عجمیوں کے مسلمان ہونے سے پہلے اسلام میں جو بدعتیں پیدا ہوئیں ان کو تصوف اور شیعیت نے رد کر دی۔ قرون ثلاثہ کے بعد سے تصوف کے اصطلاحات قائم ہوئیں۔ ان میں ہر دور میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی ہوتی رہی۔ اور ان کے معانی و مفہوم بھی بدلتے رہے۔ ہندوستان میں تصوف میں ویدانت کا اثر بھی شامل ہو گیا۔ غرض تمام محالک میں باطل فرقوں کے لوگوں نے صوفیانہ لباس میں اہل تصوف کے چشمہ صافی کو کھد کر دیا۔ اور اکثر صوفی پابندی سنت و احکام شریعت کے خلاف عمل کرنے لگے۔ علامہ محمد مصطفیٰ احلمی اپنی کتاب تاریخ اسلام میں

کہتے ہیں ”اللہ ایک ہے وحدانیت نبی کی زندگی کا سرچشمہ تھا یہی آپ کی ساری ریاضت و مجاہدہ کا اہول تھا یہی وہ چیز تھی جو اسلام کے نبی نے ہمارے سامنے پیش کی پس جو تصوف اس روح سے دور رہا وہ اسلام سے بھی دور رہا پھر بعد میں تصوف مختلف جامے پہنتا رہا اور اسلام کے علاوہ دوسرے عناصر بھی اس میں جگہ پاتے رہے۔ یہ ہندی تصوف ہے وہ فارسی ہے۔ یہ مسیحی تصوف ہے وہ یونانی ہے ان اجنبی عناصر کی فراوانی نے تصوف کو ایک ایسا مذہب بنا دیا جو گویا اسلام سے بالکل معارض و مخالفت تھا یہ ناممکن ہو گیا کہ ان میں سے کسی کو ملت اسلامیہ کا جزو کہا جاسکے، حالانکہ اصل تصوف وہ ہے جو تعلیم بھی کا پر تو ہو اور جو قرآن و سنت کے تابع ہو۔ نیز کہتے ہیں ”اسلام کا تصوف جب تک دائمی اسلام کے سرچشمے سے مستفیض ہوتا رہا اس وقت تک اس کی حیثیت بالکل جداگانہ تھی“ نیز لکھتے ہیں ”اسلام کے تصوف کا صرف ایک مرکز اور ایک محور ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اور پس“

قرططہ اور دیگر گمراہ فرقوں نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے اور تصوف کو خراب کرنے میں جو کوششیں کی ہیں ان کا ذکر آئندہ بیانات میں آئے گا۔ وحدۃ الوجود اور رقص و سرور کے متعلق بھی جداگانہ تفصیل درج کی جائیگی۔ اور گمراہ فرقوں کے عقائد کا بھی مختصر بیان کیا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ مروجہ تصوف میں کون سا عقیدہ اور مسئلہ کس فرقے سے آیا ہے

میں پھر کہتا ہوں کہ یہ خراب عقائد و حالات تمام صوفیہ کے نہ تھے۔ ہر زمانہ میں سچے صوفی بھی ہوئے ہیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کی، اسلام کی عملی خدمات کیں، حکومت اسلامیہ کی سیاسی خدمات انجام دیں۔ اور جنگ و جہاد میں شریک رہے۔ ان کی ذات سے خلق خدا کو بہت راحت و نفع پہونچا ہے۔ انہما رحمتی میں وہ کسی حاکم اور بادشاہ سے نہیں ڈرے اور انہوں نے بڑے بڑے مصائب و آلام برداشت کئے تمام بزرگوں کے حالات اور تمام واقعات کے لئے تو ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ ہم اس موقع پر چند بزرگوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھے دیتے ہیں۔

بعض صوفیوں کی چند سیاسی خدمات کا ذکر

- (۱) خلیفہ عبد الملک کی طرف سے امام شعبی قیدِ روم کے پاس سفیر بن کر گئے
- (۲) ابو مسلم خراسانی ^{۱۳۲ھ} نے جب بنی امیہ اصران کے طرفداروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ تو امام ابراہیم بن میمون ^{۱۳۲ھ} اس کے پاس گئے اور اس کو مسلمانوں کے قتل سے باز رہنے کی

ہدایت کی۔ ابو مسلم نے ان کو قید کر دیا علماء کا ایک وفد ابو مسلم کے پاس گیا۔ اور امام کو چھڑا لیا۔ انہوں نے پھر جا کر ابو مسلم کی سرزنش کی تو اس نے امام کو قتل کر دیا جب ان کی شہادت کی خبر امام عظیم کو پہنچی تو بہت روئے۔

✓ (۳) خلیفہ منصور عباسی ۱۵۸ھ حج کو گیا اور امام سفیان ثوری کو بلا کر کہا۔ کچھ فرمائیے امام صاحب نے فرمایا خدا سے ڈر۔ دنیا تیرے ظلم و جور سے لبریز ہے خلیفہ نے کہا کوئی حاجت ہو تو فرمائیے امام صاحب نے فرمایا جن لوگوں کی تلوار کے زور سے تو خلیفہ ٹوٹا ہے ان کی اولاد بھوکے مر رہی ہے خلیفہ نے کہا آپ کچھ اپنے لئے طلب کیجیے۔ امام صاحب نے فرمایا حضرت عمرؓ نے حج کیا تھا تو دس درہم سے کچھ اوپر خرچ ہوئے تھے تو اس قدر روپیہ لئے پھرتا ہے کہ بار برداری اس کی متحمل نہیں ہو سکتی آخر خلیفہ خاموش ہو گیا اور امام صاحب واپس تشریف لے آئے۔

(۴) یحییٰ بن عبداللہ بن امام حسن مثنی بن امام حسن مجتبیٰ نے خلیفہ ہارون الرشید ۱۹۳ھ کے خلاف خروج کیا بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر یحییٰ صلح پر مجبور ہو گئے صلحنامہ لکھا گیا اس پر بہت سے علماء و صلحا کی گواہیاں ہوئیں یحییٰ وزیر فضل برمکی کے ساتھ دار الخلافہ آئے۔ کچھ دنوں تک مہمان نوازی رہی پھر بعض مساجد کے مشورے سے خلیفہ نے نقص عہد کرنا چاہا تو امام محمد بن حسن الشیبانی ۱۹۹ھ نے خلیفہ کی رائے مخالفت کی اور اس کو نقص عہد سے باز رکھا۔

✓ (۵) خلیفہ ہارون الرشید ۲۱۸ھ نے عقیدہ خلق قرآن کا اعلان کیا اور علماء کو اس پر قائم رہنے کی ہدایت کی۔ امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ اور دیگر بہت سے ائمہ اور بزرگوں نے مخالفت کی خلیفہ نے سب کو سخت سزائیں دیں۔

(۶) خلیفہ معتصم باللہ ۲۲۷ھ نے ایک بزرگ بشر بن الوجد بن خالد کندی کو عہدہ قضا پر مامور کیا پھر ان سے کہا کہ مسئلہ خلق قرآن کے قائل ہو جائیں۔ انہوں نے کہا میں ایمان فروش نہیں ہوں۔ خلیفہ نے ان کو برخاست کر کے قید کر دیا۔

✓ (۷) مصر میں شیخ بکار بن قتیبہ بن اسد بصری بڑے بزرگ تھے ان کو خلیفہ معتصم باللہ نے مصر کا قاضی بنادیا گورنر مصر احمد بن طولون تنخواہ کے علاوہ ان کو کچھ روپیہ زائد بطور ہدیہ بھیجا کرتا تھا۔ شیخ اس روپیہ کو علیحدہ جمع کرتے جاتے تھے خلیفہ کو اس کے دلی عہد الموفق نے قید کر دیا۔ ابن طولون نے شیخ کو بلا کر کہا خلیفہ کو الموفق نے قید کر دیا ہے آپ الموفق کے بارے میں ولیعہدی سے معذرت کا فتویٰ لے لیجئے شیخ نے کہا۔ آپ نے میرے سامنے خلیفہ کا

فرمان رکھ کر موفق کی دیوبندی پر دستخط کرائے تھے اب آپ اس کے خلاف چاہتے ہیں۔
تو اس کی دست بردار کیلئے خلیفہ کا فرمان لائیے گورنر نے کہا خلیفہ اس وقت معذور ہے
شیخ نے کہا جب اظہار حق کے معاملہ میں وہ اس قدر معذور ہے تو مجھے بھی معذور سمجھئے
گورنر نے کہا آپ کو شرم نہیں آتی کہ میں آپ کو تنخواہ کے علاوہ اس قدر رقم دیتا رہا ہوں
شیخ نے کہا آپ کی رقم محفوظ ہے میں واپس بھیج دیتا ہوں۔

(۸) خلیفہ معتمد باللہ ۱۲۹۹ھ نے حکم دیا کہ امیر معاویہ پر برسر منبر عن طعن کی جایا کرے۔
امام ابو یوسف کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے خلیفہ کو سختی کے ساتھ منع کیا اور اس امر سے باز
رکھا۔

(۹) خواجہ ابوالحسن نودی ایک کشتی میں سوار ہوئے اس میں بہت سے مٹکے رکھے ہوئے
تھے۔ خواجہ نے طاح سے دریافت کیا۔ ان میں کیا ہے اس نے کہا ان میں شراب ہے خلیفہ
کے واسطے جا رہی ہے۔ یہ سن کر خواجہ نے سب مٹکے توڑ ڈالے جب خلیفہ معتمد
باللہ کو خبر ہوئی تو خواجہ کو گرفتار کر کے بلایا اور دریافت کیا تو کہن ہے؟ خواجہ نے فرمایا۔ میں محتسب
خلیفہ نے کہا تجھے کس نے محتسب بنایا ہے کہا میں نے تجھے خلیفہ بنایا ہے خلیفہ خاموش ہو گیا۔

(۱۰) خواجہ ابو محمد حریری ۱۳۱۲ھ بھاشین خواجہ جنید بغدادی قراصلہ کے مقابلہ پر جہاد میں
شریک ہوئے قراصلہ نے پانی بند کر دیا خواجہ شدت عطش سے جان بحق ہو گئے۔
(۱۱) خراسان کے بادشاہ محمد بن ملک شاہ سلجوقی ۱۳۱۲ھ کو امام غزالی نے ایک خط لکھا اس
کا نام تصحیۃ الملوک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”حقوق اللہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ معاف ہو سکتے ہیں حقوق العباد معاف ہونے کی کوئی تہیہ
نہیں حضرت عمر باوجود کمال احتیاط، عدل و انصاف کے مواعظہ قیامت سے ڈرتے تھے مگر
تیرا یہ حل ہے کہ تجھے کور عایا کی کچھ پرداہ نہیں تیرا صرف یہی کام نہیں ہے کہ تو خود ظلم کرنے
سے باز رہے بلکہ تو اس کا بھی ذمہ دار ہے کہ تیرے اعمال جگہ مدت کسی پر ظلم نہ کریں جو معاملہ
بھی تودہ سروں کے ساتھ کرنا چاہے پہلے یہ سوچ لیا کر کیا تو اس کو اپنے لئے بھی پسند کر
سکتا ہے اگر اسے اپنے لئے پسند نہیں کرتا اور دوسروں کے ساتھ ایسا کرتا ہے تو تو دغا باز
اور خائن ہے“

(۱۲) خلیفہ النقیضی الامیر باللہ ۱۳۱۲ھ کے زمانہ میں بغداد میں سلطان مسعود برادر

زادہ سلطان سبخر نے بہت زور پکڑا اور حکومت کے تمام امور پر قابض ہو گیا برت سے جزیہ و شکیں قائم کئے۔ لوگوں کو تکالیفیں دیں تو خواجہ ابن عباد اس کے پاس پہنچے۔ اور کہا تجھ کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کہ اس نے تجھ کو یہ عروج دیا۔ لیکن تو لوگوں کو تکلیف دیتا ہے اور تو نے بہت سے محنتیں قائم کر دی ہیں۔ اور اس روپیہ کو بچائے خلق اللہ کی بھیمودی کے لغو اور عیش و عشرت کے کاموں میں صرف کرتا ہے اس کی نصیحت کا بڑا اثر ہوا اس نے محصولات میں تخفیف کر دی

(۱۳) سلطان خوارزم شاہ نے بغداد پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا۔ خلیفہ بغداد ناصر الدین نے سلطان کو سمجھانے کے لئے ایک وفد مرتب کیا اس سفارت کا امیر خواجہ شہاب الدین مہروری کو مقرر کیا۔ خواجہ صاحب تشریف لے گئے دیکھا کہ بر سے رعب داب کا دربار سے تین لاکھ فوج شمشیر برہنہ کھڑی ہے۔ خواجہ صاحب کسی امیر سے مرعوب نہ ہوئے۔ اور سلطان کے خیمہ میں پہنچ کر السلام علیکم کہہ کر اس کی تعریف کر کے بادشاہ کو خون ریزی سے باز رہنے کی نصیحت کی بادشاہ کو یہ تمام امور ناگوار ہوئے۔ اس نے خواجہ صاحب کی سفارت کو حقارت سے ٹھکرا کے لشکر روانہ کر دیا۔ خدا کی قدرت یہ لشکر راستے میں بربت ہوا ہر باد ہو گیا اور سلطان سے سوائے اس کے کچھ نہ بن پڑا اپنی جان بچا کر بھاگے اس واقعہ کو مشہور شاعر کمال الدین نے نظم کیا ہے۔

باز پنبہ داند کہ در پنبہ داند امت
اجرام کوہ باست کہ نہاں در میان رفت

سلطان ابھی حدود عراق سے نکلنے نہ پایا تھا کہ دوسری آنت یہ آئی کہ چنگیز خاں نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے مقابلہ کیا اور شکست کھا کر بھاگا آخر اسی غم و اندوہ میں مر گیا۔

(۱۴) خلیفہ معتمد باللہ نے عہد میں جب چنگیز خاں نے نیشاپور پر حملہ کیا تو باوجود پیرانہ سالی کے خواجہ فرید الدین عطار جنگ میں تشریف لے گئے اور چنگیزی سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے بالآخر ایک سپاہی نے ان کو شہید کر دیا۔

(۱۵) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے لوگوں نے حاکم مصر کے ظلم و ستم کی شکایت کی۔ امام صاحب حاکم کے پاس پہنچے اس نے مسکرا کر ازراہ طہر کہا آپ نے کیوں تکلیف کی میں خود حاضر ہو جانا۔ امام صاحب نے کہا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلاموں کے برابر بھی نہیں

ہوں۔ حضرت موسیٰ تبلیغ حق کے لئے دن میں تین مرتبہ گئے تو فرعون سے بھی برصھا ہوا ہے پھر میں تیرے پاس کیوں نہ آتا۔

(۱۶) وزیر حکومت نے چاہا کہ ولی لوگ بطور غلامت سفید عامہ باندھا کریں۔ امام ابن تیمیہ نے وزیر سے کہا یہ حکم خلاف شریعت ہے اس کو منسوخ کر دو۔ وزیر شہرت حجت کی اور دھمکیاں جب امام صاحب پر کچھ اثر نہ ہوا تو اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

(۱۷) قتلغ خاں گورنر دمشق نے بے حد ظلم و ستم کئے۔ تمام شہر پریشان ہو گیا کسی کی جان و عزت و آبرو محفوظ نہ رہی امام ابن تیمیہ، خواجہ نظام الدین اور محمود شیبانی نے متفق ہو کر ایک لشکر مرتب کر کے قتلغ خاں پر حملہ کر دیا اور اس کو شکست دے کر نکال دیا۔

(۱۸) ایک مرتبہ دمشق میں اور مغل سپاہیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ مغل زن و مرد کو قید کر کے لے گئے۔ امام ابن تیمیہ ملک غازان کے پاس پہنچے اور اس کو سمجھایا بادشاہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

(۱۹) ملک غازان نے سترہ سالہ شاہ مصر ناصر بن قلاوون پر حملہ کیا امام ابن تیمیہ بہت سے مجاہدین کو جمع کر کے مصر کی فوج میں شریک ہو گئے۔ بمقام مرج الصفر اس کو شہادت بھی کہتے ہیں (جنگ ہوئی۔ مصری لشکر فتحیاب ہوا۔ امام شمس الدین جامع تذکرۃ الحفاظ کا قول ہے کہ مرج الصفر کی فتح امام ابن تیمیہ کی وجہ سے ہوئی۔

(۲۰) امام رازی اور خواجہ اجمیری نے سلطان غوری کے ساتھ اشتراک عمل کیا۔

(۲۱) سلطان محمد تغلق ۷۵۲ھ کو غصہ زیادہ تھا سلطان نے ایک مرتبہ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی دعوت کی جب کھانے سے فراغت ہو گئی تو سلطان نے خواجہ سے عرض کی کہ مجھ کو کچھ نصیحت کیجئے خواجہ نے فرمایا تمہارے مزاج میں درندوں کا سا غصہ ہے اس کو ترک کر دو۔

(۲۲) سلطان شہاب الدین بادشاہ کشمیر ۷۵۳ھ نے پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیادہ فوج سے حدود سلطنت دہلی پر حملہ کیا۔ فیروز شاہ تغلق بمقابلہ کیا اسی زمانہ میں کشمیر میں حضرت خواجہ امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے چھ ماہ قیام کر کے وہ ہندوستان کی طرف چلے راستے میں فیروز پور قیام کیا۔ یہیں سلطان شہاب الدین خیمہ زن تھا۔ سلطان خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خواجہ صاحب کو یہ امر ناگوار گزرا کہ دو مسلمان بادشاہ آپس میں لڑیں۔ خواجہ نے سلطان سے کہا کہ صلح کر لو اس وقت سلطان کا پتہ بھاری تھا۔ مگر خواجہ کے فرمانے سے اس

نے صلح کر لی۔

(۲۳) مرزا شاہ رخ بن تیمور کی دست درازیاں دیکھ کر خواجہ اسحاق خٹلانی اور ان کے مرید سید نور بخش سلمہ نے خٹلان میں حکومت قائم کر لی اس پر جنگ ہوئی اور شاہ رخ قہیاب ہو گیا۔
(۲۴) یعقوب شاہ بادشاہ کشمیر سلمہ کے عہد میں کشمیر میں بے حد مظالم ہوئے۔ تو خواجہ یعقوب صیرنی را استاد حضرت مجدد صاحب، اور بابا داؤد قانی نے اگرہ اگر بادشاہ کو کشمیر پر فوج کشی کی ترغیب دی اور شرائط ذیل پر لشکر کی رہنمائی اور امداد کا وعدہ کر کے فوج شاہی کے ساتھ آئے اور کشمیر فتح کرادیا۔

حکم وقت امور مذہبی اور بیع و شراء اجناس اور نرخ غلات کے معاملات میں دخل نہ دے۔
۱۲ اہل کشمیر کو غلام و کنیز نہ بنایا جائے۔

۱۳ اہل کشمیر ہر قسم کی بدعت اور جور و تعدی سے مامون رہیں۔
۱۴ امرے کشمیر جو زمانہ طوائف الملوک میں مصدر فتنہ و فساد ہوئے ہیں ان کو امور ملکی میں شریک نہ کیا جائے۔

(۲۵) جب اکبر بادشاہ اپنی پیغمبری کا سکہ جمانا چاہا تو بزرگان دین نے اس کی مخالفت کی۔ اور بزرگوں کی طرح قاضی عبدالشہید سیوہاری نے بھی بادشاہ کے خلاف وعظ و تقریر کا سلسلہ قائم کیا۔ بادشاہ نے ان کا خاندانی اعزاز و نوبت و تقارح اور نصف جاگیر ضبط کر لی لیکن قاضی صاحب نے اس سلسلہ کو بدستور جاری رکھا قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راقم سطوح کے اجداد میں سے تھے۔ اور خواجہ نظام الدین بلخی کے پیر صحبت تھے۔

(۲۶) حضرت مجدد الف ثانی کو جہانگیر نے طلب کیا حضرت تشریف لیگئے اور حسب قاعدہ دربار مسجد معظمہ ادا نہ کیا۔ بادشاہ کو کچھ نصیحت بھی کی یہ امر اس کو ناگوار ہوا۔ اور حضرت کو کئی سال تک نظر بند رکھا۔

(۲۷) سلطان اورنگ زیب عالم گیر غازی نے جب دکن پر چڑھائی کی تو سلطان لشکر میں دو بزرگ یوسف اور شریف بھی شامل تھے۔ ان کا مزار حیدر آباد میں ہے اور حج تک زیارت گاہ خلعتی ہے۔

(۲۸) معظم بہادر شاہ ابن عالم گیر غازی کی بدعنوانیوں پر حضرت سید آدم بنوری خلیفہ حضرت مجدد صاحب نے مخالفت کی بادشاہ نے ان کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔
۱۵ کتاب یادگار صفحہ شمس المطالع مراد آباد سلمہ

(۲۹) معزالدین جہاندار شاہ کے مقابلہ پر جب فرخ سیر نے خروج کیا تو چونکہ جہاندار بہ نسبت فرخ سیر کے حکومت کے لئے زیادہ موزوں تھا اور عقائد اعمال کے اعتبار سے بھی اس سے بہتر تھا۔ تو خواجہ محمد سعید عرف میراں بھیکہ چشتی رحمہ اللہ نے نواب ظفر خاں صوبیدار کو ہدایت کی کہ وہ فرخ سیر کا ساتھ دے۔

(۳۰) جب سکھوں نے مسلمانوں پر بے حد مظالم کئے تو حضرت سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید و شاہ عبدالرحیم نے جمعیت فراہم کر کے سکھوں پر جہاد کیا، اگرچہ یہ سب حضرات شہید ہو گئے۔ مگر سکھوں کی قوت پاش پاش ہو گئی ۱۸۴۳ء میں جب انگریزوں نے دہلی و آگرہ کا قصد کیا تو دہلی کے ایک بزرگ صابر علی شاہ چشتی شاہ عالم ثانی کے پاس گئے اور انگریزوں پر جہاد کرنے کی ترغیب دی۔

صوفیائے کرام کی تبلیغی خدمات کو تمام مسلم اور غیر مسلم مورخین کا اتفاق تسلیم کیا ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت میں صوفیوں کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ارنلڈ نے پریچنگ آف اسلام میں دنیا کے ہر خطے کے متعلق ثابت کیا ہے کہ صوفیوں نے اسلام پھیلا یا حضرت خواجہ جنید بغدادی، حضرت غوث الاعظم حضرت خواجہ ابھیری، خواجہ عبداللہ خفیف خواجہ شہاب الدین سہروردی اور بہت سے متقدمین و متاخرین صوفیہ کے دستِ حق پرست پر لاکھوں آدمی اور والیان ملک مشرف باسلام ہوئے۔ اور سچے صوفی ہمیشہ تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی اصلاح میں مشغول رہے اس مختصر میں اس قدر گنجائش نہیں کہ میں ان بزرگوں کی تبلیغی خدمات کا اجمال کے ساتھ بھی بیان کر سکوں۔

خواجہ سدید الدین سید جلال معروف بابل شاہ آٹھویں صدی ہجری کے ابتداء میں کشمیر آئے۔ کشمیر کا راجہ رتن ان کے حالات و کرامات کو دیکھ کر مشرف باسلام ہوا۔ راجہ کے بعد ہزاروں ہندوؤں نے حضرت کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

امیر کبیر سید علی سہدائی کے ہاتھ پر کشمیر میں ہزاروں آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے صاحبِ زادے سید محمد صاحب نے تو ایسی حیرت انگیز کرامت دکھائی کہ جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی یعنی ان کے ہاتھ پر ایک دن میں دس ہزار سے زائد ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اس امر کو ہندو مسلمان یورپین تمام مؤرخوں نے لکھا ہے۔

✓ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جہانگیر بادشاہ نے قید کر دیا۔ تو آپ نے قید

خانہ میں دو ہزار ہندو قیدیوں کو مشرف باسلام کیا

حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی چشتی نے اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی کو ایک مکتوب میں لکھا ہے

ہر جا باشندہ در اعلائے کلمۃ اللہ باشند و اصلاح مفاہد فرزند ان آدم نمایند کہ انبیاء بحوث برائے ہمیں کار بود اند جان و مال خود را صرف کار دین کنند فیض دینی و دنیوی بہ تمام رسانند و ہمہ حلاوت و عیش خود را فدائے اُن بندگان باید کرد۔

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امرہوی چشتی سنگھ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ نے نگینۃ ضلع بجنور میں ایک جلسہ میں دعائی گھنٹے اسلام کے متعلق تقریر فرمائی راتیم سطور بھی اس جلسہ میں شریک تھا۔ گیارہ ہندو مشرف باسلام ہوئے اس جلسہ کی کیفیت ایک ضخیم کتاب رکوب السفینہ فی مناظرہ نگینہ میں شائع ہو چکی ہے

”صوفیائے کرام کی علمی خدمات“ ابتداء سے لیکر آج تک عربیائے کرام تا ایف تصنیف کے ذریعہ سے بھی اسلام کی خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔ ان کی علمی خدمات کے عشر عشیر ان کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔“

امام سفیان ثوری نے تفسیر لکھی و امام مالک، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ نے حدیث و فقہ کی خدمت کی۔ اور اپنے علم و اجتہاد سے ایک عظیم الشان فروعی علم فقہ کو پیدا کیا۔ شیخ عبداللہ بن مبارک نے کتاب الزہد تصنیف کی امام غزالی نے تفسیر لکھی اور احیاء العلوم تصنیف کی شیخ اکبر نے ۷۷ کتابیں تصنیف کیں و تفسیر ہیں شیخ کی تصانیف میں تحریف بہت ہوئی ہے۔

خواجہ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش، حضرت غوث الاعظم، خواجہ حامی، خواجہ شہاب الدین سہروردی، خواجہ سعدی شیرازی، خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری اور بہت سے صوفی بڑے بڑے مصنف گزرے ہیں۔ تفسیر بیضاوی کو قاضی بیضاوی اپنے مرشد کے حکم سے تصنیف کیا صاحب فوز المرام لکھتے ہیں ملہ

قاضی ناصر الدین بیضاوی جو امام ہیں تفسیر اور فقہ اور علم کلام اور علم اہول اور علم تصوف میں رہکھوان کی تفسیر کو جو مشہور ہے پھری ہوئی ہے ساتھ تصوف کے۔

علامہ فیضی کی مشہور ہے نقط تفسیر میں حضرت مجدد الف ثانی نے فیضی کا مداد کی۔

ملہ فوز المرام ص ۱۳۱ بحوالہ کواکب ظاہرہ۔

لیکن سبب حضرت کو معلوم ہوا کہ فیضی کے عقائد اچھے نہیں ہیں تو ساتھ چھوڑ دیا لہذا یہ تفسیر مکمل نہ ہو سکی۔ شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی شاہ ولی اللہ شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز یہ تمام بزرگ صاحب تصنیف تھے۔ تمام بڑے بڑے صوفیاء حدیث و فقہ و تفسیر کا درس دیتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ نے اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین اور نگہ بادی کو ایک مکتوب میں لکھا۔

بمطالعہ کتب و حدیث و فقہ و سلوک چوں احیاء و کیمیا و امثال ذالک و تواریخ مشائخ پیشین بہتر است یا ران اہل علم را در درس تفسیر و حدیث و فقہ در میان ظہر و عصر بعد از صبح بگویند مولانا فخر الدین چشتی دہلوی برابر حدیث و تفسیر فقہ کا درس دیتے رہے۔ تمام قدیم بزرگوں کی خانقاہوں میں مدارس اور کتب خانے تھے خواجہ گنج شکر کے کتب خانہ کا تذکرہ فراد العوام میں ہے۔ سلطان المشائخ کے کتب خانے کا ذکر اکثر مورخین نے کیا ہے۔ کتب خانہ خاناقاہ سیح کبیر و انج سہرام میں ایک لاکھ روپیہ کی کتابیں تھیں۔

خواجہ عبداللہ حقیف سنگھ نے ہندوستان سے کہ بہتان جزیرہ سرانند سبب کاراستہ دریاقت غرض بچے صوفیوں نے ترویج علم و تہذیب و قیام اس و عدل و اشاعت اسلام و جہاد باللسان و جہاد بالسیف اور خلق اللہ کی ظاہری و باطنی ترقی میں پوری جہد و جہاد اسراؤ سلاطین کو بلا خوف نصیحت کرتے رہے یہ لوگ پوری طرح تتبع سنت تھے۔

لیکن مصنوعی صوفیوں کی کثرت ہوئی جاتی تھی یہ جماعت علم سے بے بہرہ تھی اور العلم حجاب اکبر کو اپنی سند میں پیش کرتے تھے العلم حجاب اکبر کے متعلق ایک صوفی صاحب علم نے یہ خوب فرمایا ہے کہ علم سے مراد علم ذات ہے یعنی اپنے وجود کا اس قدر علم کہ جس سے خودی پیدا ہو جائے حجاب اکبر ہے

مصنوعی صوفیوں پر زیادہ اثر ان کی کم علمی کی وجہ سے فرقہ اباحیہ اور باطنیہ وغیرہ کا پڑا یہ لوگ ان کے دہل و فریب کو سمجھ نہ سکے لہذا ان میں بہت سی بدعات اور خلافات عظیمہ امور شائع ہو گئے۔

جب حالات بہت ابتر ہو گئے تو امام عزائی نے پانچویں صدی ہجری کے آخر میں تصوف اسلام کو بصورت نئی مرتب کیا احیاء و انعام وغیرہ اس میں ان کے متعلق ہیں اکثر مصنفین نے لکھا ہے کہ اس سے مستند و حجة الوجود کا ظہور ہوا۔

صوفیائے گورہ نے اگر دوسری تدبیریں، اصلاح خلق اور جہاد سے سلاطین کی اچھے و بستوں

علا سفیر ناصر ابن بطوطہ

کے خوف سے دست کشی اختیار کی تھی تو کاش وہ اپنے مسلک کو بدعات وغیرہ ہی سے محفوظ رکھتے اور طریق سنت کے موافق اپنی تعلیم کو محدود کر لیتے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ کم علمی حب جاہ، حب زر اور خود پسندی نے ان کو مغلوب کر کے راستے سے ہٹا دیا، اگر قدیم صوفیوں حضرت حنید، حضرت غوث الاعظم، خواجہ ابھیری اور خواجہ صاحبزادے کی بات دیکھے جائیں، ان کے ملفوظات پر نظر کی جائے اور اس میزان میں موجودہ صوفیوں کو تولد ملتے تو معلوم ہو گا یہ لوگ ان سے بالکل علیحدہ ہیں۔

اس زمانے میں صوفیوں کی وہ جماعت جو شریعت کی پیروی کرتی ہے درس و تدریس میں مشغول ہے۔ لہذا وہ عیب اور بدعات سے متنفر ہے موجودہ صوفیوں کی اصطلاح میں ان کا لقب وہابی ہے۔ میں اس موقع پر مناسب سمجھتا ہوں کہ بزرگان متقدمین اور ائمہ سلاسل نور مشائخ عظام نے جو صحیحہ صوفی کی تعریف کی ہے ان کے اقوال یہاں نقل کر دوں اکثر اقوال تذکرۃ الاولیاء سے ماخوذ ہیں۔ اگر کوئی قول کسی دوسری کتاب سے نقل کیا گیا ہے تو حوالہ لکھ دیا ہے۔

صوفی کی تعریف

مرحلقہ چشتیہ خواجہ عبد الواحد بن زید ^{۱۸۷۰}

جو اپنی عقل کو سنت رسول پر صرف کرتے ہیں۔ اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں اور اپنی خباثتوں سے رسول کے دامن میں پناہ لیتے ہیں ان لوگوں پر صوفی کا اطلاق ہوتا ہے۔

خواجہ ذوالنون مصری ^{۱۸۷۰} صوفی وہ ہے کہ اس کی گفتگو اس کے حال کے مطابق ہو اور ایسی کوئی بات نہ کہے جو خود اس میں نہ ہو۔ جب خاموش ہو تو اس کا معاملہ اس کے حال کی تعبیر ہو۔ قطع خلائق میں اس کا حال ناطق ہو۔ صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمام چیزوں میں صرف خدا کو پسند کیا اور خدا نے تمام انسانوں میں ان کو پسند کیا۔

خواجہ بشرحانی ^{۱۸۷۰} صوفی وہ ہے جس کا دل خدا کے ساتھ ہو۔

خواجہ سہیل تستری ^{۱۸۷۰} صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف ہو۔ تفکر سے بھرپور ہو۔ خدا کی خاطر بشریت سے علیحدہ اور زر و خاک اس کے نزدیک برابر ہوں۔

خواجہ ابوالحسن نوری ^{۱۸۷۰} صوفی وہ ہے جس کی جان کدورت بشریت سے آزاد

ہو، آفتِ نفس سے صاف ہو خواہشات سے خالی ہو اور ماسوی اللہ سے بھاگا ہوا ہو نہ وہ کسی کا مالک ہو نہ مملوک نہ وہ کسی کی قید میں ہو نہ کوئی اس کی قید میں ہو۔

خواجہ ابو حمزہ محمد ابراہیم ^{۲۸۹} صوفی صادق وہ ہے جو عزت کے بعد خوار ہو تو گری کے بعد درویش ہو ظاہر ہونے کے بعد پنہاں ہو، صوفی مومن کامل ہوتا ہے

امام سلاسل تصوف خواجہ جنید بغدادی ^{۲۹۰} صوفی وہ ہے جس کا دل ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے پاک ہو خدا کا فرمان بجالانے والا ہو، اس کی تسلیم و رضا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح ہو، اس کا اندوہ و غم حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ہو، اس کا صبر الہی علیہ السلام کی طرح ہو، اس کا ذوق و شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو اور اس کی مناجات میں اخلاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو۔ تصوف اسطفا سے ہے جو ماسوئے برگزیدہ ہو وہ صوفی ہے۔

خواجہ ابو عبد اللہ محمد بن افضل ^{۲۹۱} صوفی وہ ہے کہ میرا رہے تمام بلاؤں سے اور منزہ رہے تمام عطاؤں سے۔

خواجہ شبلی ^{۲۹۲} صوفی وہ ہے جو تمام جہان کو اپنا عیال سمجھے صوفی وہ ہے جو لوگوں سے منقطع ہو اور حق سے متصل ہو۔

خواجہ ابو عبد اللہ محمد بن الحسین نر وغندی ^{۲۹۳} صوفی حق تعالیٰ سے اور زہد نفس سے ہوتا ہے زہد کی تعریف جو سوفیلے کرام نے فرمائی ہے وہ آئندہ کسی باب میں نقل کی جائے گی،

خواجہ ابوالحسن علی بن ابراہیم خضرمی ^{۲۹۴} صوفی وہ ہے جس کا دل جملہ کائنات الگ رہے حق تعالیٰ ہی کے ساتھ آرام و چین پکڑے اور اپنے کل کام اسی کو سونپ دیے خواجہ ابو الحسن خرقانی ^{۲۹۵} صوفی یہ مرقع و سجادہ بنورد و صوفی برسم و عادات صوفی بنورد صوفی آن بود کہ اورا حاجتہ بنوردہ چیز سے نہ دارد و گماہ و ستارہ شگاہت نہ بنورد علیہ

خواجہ نور الدین جامی ^{۲۹۶} صوفی را در زہد مرتبہ بود درائے مرتبہ را بد کہ عیظ نفس ازاں دور بود علیہ

امام الصوفیہ امام عبد الوہاب شمرانی ^{۲۹۷} صوفی متبع سنت اسرار شریعت سے واقف۔ فراتق ظاہر یہ کہے پابند کبر و بزرگوار، نیکو کار اور معرفت شناس ہوتے ہیں

عد نفیات الانفس ۲۵۵ علی ایضا علی انوار القدسیہ صفحہ ۱۷ تا ۱۸

اور کامل صوفیوں میں کوئی نزاع و اختلاف نہیں ہوتا صوفی حتی الامکان کسی چیز کو جو شریعت سے خارج نہیں کرتے امام صاحب نے صوفیوں کے بہت سے علامات لکھے ہیں ان میں سے چند ایک کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) وہ علوم ضروریہ کو حاصل کرتا ہے (۲) وہ اپنے نفس سے لوگوں کے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے یعنی لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے اور اپنے نفس کے لئے خلقت سے مطالبہ نہیں کرتا (۳) ہر ایک کو اس کے درجہ کے موافق جگہ دیتا ہے اور ہر شخص کی قدر و منزلت کو پہچانتا ہے (۴) نفع و نقصان کو سوائے خدا کے کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھتا وہ ایسے الفاظ سے پرہیز کرتا ہے جس سے کوئی دعوے یا ترکیب نفس کا ظاہر ہوتا ہو (۵) وہ حرکات ظاہریہ جیسے نماز میں کانپنے کھڑکھڑانے سرنگوں ہونے وغیرہ سے پرہیز کرتا ہے اور اندرونی حالت کو چھپاتا ہے وہ لوگوں کی بھڑکی چاہتا ہے اور ان کو صنعت و دستکاری وغیرہ ذرائع معاشرت سے روزی حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے (۶) خود کسی سے سوال نہیں کرتا نہ کسی سائل کو رد کرتا ہے اور نہ زخمہ کرتا ہے (۷) دنیا داروں سے اپنی حاجت کو پوشیدہ رکھتا ہے اور اپنی شوک پیاس کو ظاہر نہیں کرتا وہ اپنے ملنے والوں سے شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے (۸) وہ آیات متشابہات و صفات الہیہ و اسمائے خداوندیہ و حروف مقطعات میں زیادہ غور و خوض نہیں کرتا (۹) صوفی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک قیہ ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔

”حضرت خواجہ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش“ جس نے دل کو محبت غیری کی کدورت سے پاک رکھا وہ صافی ہے اور جس نے محبوب حقیقی یعنی خدا کے لئے کو شرک و تعطل سے منزہ اور غیر کے خیال سے پاک رکھا وہ صوفی ہے۔

یہ ہے سچے صوفی کی تعریف اور تصوف کا صحیح مسلک جس کو صوفیوں کے اماموں اور سلاسل طریقت کے سر حلقہ مشارح نے بیان فرمایا ہے اگر غور کیا جائے تو قرن اول اور قرن ثانی کے ختم کے قریب تک سو فیصدی ایسے صوفی نظر آئیں گے قرن ثانی کے آخر سے قرن ثالث کے ختم تک پچاس فیصدی اس کے بعد دس بیس فیصدی اور پچاسویں صدی میں ہزاروں میں ایک آدمی۔ آج کل مصنوعی صوفیوں کی اس قدر کثرت ہے کہ مسلمانوں میں متفرق صدی صوفی میں متقدمین کے عہد میں صدیوں میں ایک صحابی پیدا ہوا تھا آج ہر شہر ۱۰۰ کشتہ العجب و ب

میں بہت سے منصور و مہمدریں قرن اول اور قرن ثانی کے آخر تک تصوف کا مسلک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرتا اور اس کے مطابق دینی و دنیوی ترقی میں خلق الہی کی بنیاد کرنا تھا۔ وہ خدمت حکومت الہیہ کے قیام و استحکام کے لئے جدوجہد کرتے اور حصول علم میں کمال و رجبہ جانفشانی کرتے تھے قرن ثانی کے آخر سے اکثر لوگوں نے جو صوفی کہلاتے سلاطین کے ظلم و ستم سے تنگ آکر گوشہ عافیت اختیار کیا گواہوں نے صرف ذکر و مشغل کے ذریعہ تعفیف قلب کو اپنا مطمح نظر بنالیا تھا۔ مگر وہ درس و تدریس میں بھی مشغول رہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا یہ گروہ عزت نشین علم سے محروم ہوتا گیا اور ان میں قسم قسم کی بدعات رائج ہوتی گئیں اور عجم و ہند کے تصوف سے ٹکرایک ایسا عجیب و غریب مسلک جاری ہو گیا جس کو قرآن حدیث اور اسلام سے بہت کم تعلق ہے اور بدھ کے فلسفے سے زیادہ قریب ہے۔ اب کثرت سے گروہ صوفیہ کی یہ حالت ہے۔

۱) علم سے محروم (۱۲) انا الحق کے مدعی اور ہر لحظہ اس کا اعلان کرنے والے (۱۳) رقص و سرود کے شائق (۱۴) شاہدان بازاری سے ارتباط رکھنے والے (۱۵) تارکِ صوم و صلاۃ رہا شعبہ بازاء خلاف شرع امور کا علی الاعلان ارتکاب کرنے والے (۱۶) شرعی مسائل کا مفہم اڑانے والے (۱۷) ماتھے پر توڑ کمر پیٹنے والے مریدوں کے مال پر گزراوقات کرنے والے اور امیرانہ عطا رکھنے والے (۱۸) شیعہ و غیر فرقوں سے بغض عقائد میں موافقت رکھنے والے (۱۹) رنگے ہوئے کپڑے پہننے والے (۲۰) گیسو دراز (۲۱) قبروں پر سیلے لگانے والے جہاں ہر قسم کا بازار لگتا ہے، نالچ گانا گانے اور تمام لہو و لعب کی باتیں ہوتی ہیں۔ کھانے کے ہوٹل اور مٹھائیوں کی دکانیں ہوتی ہیں وہاں صوفی لوگ قبرستان میں دسترخوان لگا کر دعوتوں کے مزے اڑاتے ہیں سر حلقہ صوفیائے چشتیہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو قبرستان میں کھاتے دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص منافق ہے

لیکن یہ سب کا حال نہیں دنیا سچے صوفیوں سے بھی خالی نہیں ہزار در ہزار ہیں ایک دو ایسے بھی ہیں جن کو صحیح معنوں میں صوفی کہا جاسکتا ہے۔

الباب الثانی فی الکتاب

یہ تو تحقیق ہو چکا کہ تصوف اس مسلک اور علم کا نام جو انسان کو زہد و التقا و حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ دنیا میں ظاہری و باطنی ترقی کے راستے پر گامزن ہونا سکھا دیتا ہے اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس علم کے متعلق کون کون سی کتابیں تصنیف ہوئیں اور ان کی کیا حالت ہے اور وہ کیا سکھاتی ہیں۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ خداوند و الجلال نے انسان کو دنیا میں اسلئے بھیجا ہے کہ وہ نیکی اور راستی کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی ترقی کی منزلوں کو طے کرے اور اس کی رہنمائی کئے لئے نبی و رسول مبعوث فرمائے اور کتب و صحائف نازل فرمائے جن میں وہ ہدایات نکلیں کہ جن پر کار بند ہو کر انسان تیر و فلاح کی زندگی بسر کر سکتا۔ اسی وجہ سے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام تھے و حقیقت یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ برہنہ و رسول صوفی تھا۔ اور ہر صحیفہ آسمانی تصوف کی کتاب ہے۔ لیکن انبیاء کے اہل صحائف اب دنیا میں موجود نہیں۔ آسمانی کتابوں میں اب ہمارے ہاتھوں میں خدا کی آخری کتاب ہے، جو نبی آخر الزمان پر نازل ہوئی یعنی قرآن۔

یہ وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خود خداوند کریم نے وعدہ فرمایا ہے اور اب تک وہ وعدہ سچا ثابت ہوا ہے۔ یعنی آج چودہ سو برس سے یہ کتاب بعینہ و سی ہی موجود ہے جیسی رسول اکرم پر نازل ہوئی تھی۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کا توبہ ایمان ہے ہی کہ قرآن مجید تحریف سے پاک ہے۔ لیکن قرآن کے غیر محترفات ہونے کا محققین خدا رب غیر کو بھی اقرار ہے سر ولیم مور نے لکھا ہے عینہ

”قرآن جیسا محمدؐ نے بیان کیا ہے وہی کا وہی ہے“ جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ کتاب آسمانی ہے۔ اور غیر محترفات ہے تو خدا کی کتاب کے سوا خدا رسی کے بہترین اصول اس کے سوا کون بتا سکتا ہے جو اصول و اعمال اس کے خلاف قرار دیئے جائیں گے۔ وہ یقیناً غلط ہوں گے۔ اب ہمیں اس کی تعلیمات کے متعلق غور کرنا چاہیے۔ یہاں تمام تعلقات و احکام پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہماری کتاب کا تعلق صرف مسلک تصوف سے ہے لہذا اسی حد تک اجمال کے ساتھ کچھ لکھا ہے۔

۱۔ دیباچہ جوامع الکلم ۲۔ لائف آف محمد

تصوف کی روح رُداں تین چیزیں ہیں توحید، اخلاق اور زہد۔ لہذا ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے۔ کہ ان امور ثلاثہ کی تعلیم و بیان میں قرآن کا کیا درجہ ہے۔ ان امور کے متعلق باب تاریخ میں لکھا جا چکا ہے۔ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تصوف کی سب سے پہلی صحیح اور مکمل کتاب جو اس وقت موجود ہے وہ قرآن مجید ہے قرآن مجید کو رسول اکرمؐ نے پیش فرمایا آپؐ نے اکثر احکام و آیات کی تشریح بھی فرمائی اس لئے آپ کے اقوال جن کو حدیث کہا جاتا ہے وہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔

حدیثیں حضورؐ نے خود بھی لکھائیں اور حضورؐ کی اجازت سے صحابہ نے بھی لکھیں۔ حضورؐ اور صحابہ کے عہد کی بائیس تحریرات حدیث کج تک موجود ہیں ^{۱۱}علم حدیث کے بعد علم فقہ ہے۔ جن کو قرآن و حدیث کے اصول سے ان مقدس ائمہ نے مدون کیا ہے جنہوں نے صحابہ و تابعین سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان سے زیادہ آیات و احادیث کے صحیح مفہوم کو پانے والا کون ہو سکتا ہے۔ گویا فقہ قرآن و حدیث دونوں کی تفسیر ہے۔ اس کے بعد علم تفسیر کا بہرہ ہے۔ تفسیر میں صحابہ نے بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض موجود بھی ہیں۔ ان کے بعد ائمہ نے پھر علماء نے لکھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس صحابی اور سفیان ثوری کی تفسیریں موجود ہیں یہ سب تصوف ہی کی کتابیں ہیں۔ لیکن سلسلہ مجری سے اہل بغداد نے کثرت سے احسان کی جگہ تصوف کہنا شروع کر دیا اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس خاص نام کی رعایت سے قرون ثلاثہ میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ قرن ثانی میں امام عبداللہ بن مبارک ^{۱۲}سلسلہ شاگرد امام اعظم نے دھن کو صاحب تذکرہ قلاویا نے اولیاء میں شمار کیا ہے، کتاب ازہر و الرقاق تصنیف کی یہ کتاب کتب خانہ جامع قزوینی میں موجود ہے ^{۱۳}۵۹ھ میں شیخ ابوکر محمد بن ابراہیم بن علی المقرئ الشرنوبی ^{۱۴}سلسلہ نے اربعین تالیف کی اس میں زہد و اخلاق کی حدیثیں ہیں۔

اب لوگ تصوف قرآن و حدیث و فقہ و تفسیر سے علیحدہ ایک پانچواں علم سمجھتے ہیں اس علم کے متعلق خصوصیت سے سب سے پہلے جس مصنف کا نام لیا جاتا ہے وہ شیخ جعفر بغدادی ^{۱۵}سلسلہ کا رسالہ انقیاد الی اللہ ہے۔ مجھے تحقیق نہیں ہوئی مگر غالباً یہ رسالہ اب دنیا میں موجود نہیں ہے، اس کے بعد فن تصوف کے نام سے ہر عہد میں صوفیائے کرام تصانیف کرتے رہے۔ اکثر بزرگوں کی مستقل متعدد تصانیف ہیں بعض کے ملفوظات ہیں۔ کس کے

۱۔ دیکھو تاریخ الحدیث مصنفہ صادم

مکتوبات ہیں۔

کتاب المصنف خواجہ ابوالفراسراج ^{۱۰۰۰} شمس المصنفہ شیخ ابی عبدالرحمان
اسلمی ^{۱۰۰۰} رسالہ قشیریہ امام ابوالقاسم قشیری ^{۱۰۰۰} کشف المحجوب شیخ علی حجریری معروف بہ انا
گنج بخش لاہوری ^{۱۰۰۰} شمس

اس زمانہ تک تو مختلف اور مخلوط طریقہ پر تصانیف تھیں لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کو بصورت فن بدون کیا اور احیاء العلوم وغیرہ کتابیں تصنیف کیں۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین وغیرہ تصنیف کیں شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الاولیاء و تحفہ کتابیں لکھیں خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف اور شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فصوص الحکم وغیرہ تصنیف کیں۔ مولانا عبد الرحمان جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات الانس وغیرہ امام عبد الوہاب شہرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبریٰ احمر وغیرہ تصنیف کیں اور بہت سے بزرگوں کی تصانیف ہیں لیکن محدثان کی کوئی تصنیف بھی غیر عمدہ و شایانہ نہیں ہے۔ کیونکہ فرقہ ہائے ضالہ کے داعیوں کو اس گروہ میں اپنی دجل و تبلیس کے پھیلائے کا بہت موقع ملا ہے اور ان کی تصانیف کی کتب حدیث وغیرہ کی طرح جانچ نہیں ہوئی اسلئے ان بزرگوں کی تصانیف پر محققین نے شبہات وارد کئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب قراسطر اور اس کے دو سرے فرقوں اسماعیلیہ وغیرہ کے لوگوں نے یہ دیکھا کہ ہم نے حدیث و فقہ وغیرہ کو جمل سازیاں کرنی چاہی تھیں وہ کما حقہ سرسبز نہیں ہو سکیں کیونکہ محدثین و علماء نے اسماء الرجال اور اصول روایت و درایت کے ذریعہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ کر کے دکھا دیا۔ تھا تو ان کو سب سے بہتر یہی میدان نظر آیا کہ صوفیائے کرام کی کتابوں میں تحریف کریں انہوں نے تحریف میں یہاں تک کہاں کیا کہ کتب تاریخ و قصص اور شعراء کے دوا دین کو بھی تحریف سے نہیں بچھوڑا۔ اس زمانہ میں مطابع وغیرہ تو قیے نہیں۔ نقل کے ذریعہ سے کتابیں چلتی تھیں لہذا اکثر فرقہ ضالہ کے معتقدین نے کتابت ہمیشہ اسی غرض سے اختیار کیا تھا ایک یہ صورت بھی کی گئی کہ داعیان فرقہ ضالہ نے اکثر اسماء و القاب وہی مقرر کیے تو اہل حق کے محققین ان کے یہاں امام جبریل طبری بھی ہیں۔ امام ابو حنیفہ بھی ہیں، ترمذی، شافعی، عطار، اور حافظ غرض سب ہیں انہوں نے اپنی کتابوں کے نام بھی ان کی کتابوں کے نام پر رکھے۔ اور ان بزرگوں کی طرف سے مستقل

تصانیف بھی مشہور کیں۔ ابان بن عثمان بن یحییٰ بن زکریا معروف بہ ابان الاحمر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المغازی تصنیف کر کے حضرت ابان بن عثمان غنی کے نام سے مشہور کی، جابر جعفی اپنے عقیدہ کے موافق حدیثیں بنا کر یا حدیثوں میں تغیر کر کے مستند روایات کی سندوں کے ساتھ حدیثیں رائج کیا کرتا تھا۔ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن ابی خلعت ثقی بھی یہی کیا کرتا تھا ابراہیم بن قتیبہ نے شیخ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کی کتاب معارف کے نام پر اپنی کتاب کا نام بھی معارف رکھا۔ کتاب سرائع العالمین امام عزالی کے نام سے مشہور کی گئی ایک کتاب جس کا نام مختصر ہے مالک قرطبی نے تصنیف کر کے امام مالک کے نام سے مشہور کی۔ شیخ مجد الدین فیروز آبادی کے نام سے کسی نے ایک کتاب امام اعظم کی روایتیں تصنیف کر دی۔ وہ کتاب شیخ ابوبکر بن خیاط کی نظر سے گذری تو انہوں نے شیخ مجد الدین کو خط لکھا شیخ نے جواب میں لکھا کہ یہ مجھ پر کسی نے افتراء کیا ہے میں نے اس قسم کی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ میں تو امام اعظم کا معتقد ہوں۔ وہ کتاب اگر آپ کو ملے تو جلد آپ پر مہر و حلاج کی تصنیف سے ۷۷ کتابیں مشہور ہیں۔ لیکن ابن النہیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ حلاج ہرن میں صفر حنن تھا

تصانیف عطار شیخ فرید الدین عطار اولیائے کبار میں سے ہیں ان کی تصانیف نظم و نثر میں ہیں ان کی کئی تصانیف کی تعداد قاضی نور اللہ شوشتری جتہد سندھ ۱۱۴۱ھ لکھی ہے بعض نے ۱۱۰۰ھ بعض نے ۱۱۰۱ھ تعداد لکھی ہے ایک جعفی الذہب آدمی نے عطار تخلص کر کے ان کے نام پر چند کتابیں تصنیف کر کے مشہور کیں۔ ان میں سے ایک کتاب سان الغیب ہے اس کے متعلق مرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی مقدمہ تذکرہ عطار میں لکھتے ہیں

”اس کتاب کی لغویت اور عطار کے نام پر افتراء ہونے کے راز سے ناواقف نہ رہیں۔ مشہور ہے۔ دروغ گور حافظہ نباشد ایک مثنوی اسرار الشہود شیخ عطار کے نام سے مشہور ہے مگر اصل میں یہ شمس الدین محمد لاہجی اسیری کی تصنیف ہے کیونکہ اس میں سید نور بخش کی مدح ہے

آنداز غیب نامشش نور بخش بود چوں خورشید نامشش نور بخش

سید نور بخش خواجہ شیخ عطار سے کم و بیش تین صدی بعد ہوئے ہیں۔ ایک کتاب ہمارے نامہ شیخ عطار کے نام سے مشہور ہے یہ دو ہیں۔ ایک بحر نرج مسدس میں ہے دوسری بحر مل مسدس میں ہے اس کی زبان شیخ عطار کے زمانہ کی زبان ہے زیادہ صاف ہے۔

اسلئے اسے عطار کی تصنیف نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ حاجی خلیفہ نے اسے مولا ناروم کی طرف منسوب کیا ہے۔ خواجہ عطار کی کلیات میں بھی بہت کچھ تصرف ہوا ہے ان کے کلیات کا سب سے قدیم نسخہ ان کی وفات سے ڈیڑھ صدی بعد لکھا گیا

ایک کتاب تذکرۃ الاولیاء ان کی طرف منسوب ہے۔ اس میں ایسی غلط اور لغو روایتیں ہیں جو صریح تاریخ و واقعات و عقل کے خلاف ہیں۔ مثلاً منصور حلاج کے متعلق لکھا ہے کہ اس کو میدان حشر میں زنجیروں سے جکڑ کر لایا گیا تاکہ صفحہ حشر کو زیر زبر نہ کر دے نیز لکھا ہے کہ شیخ عطار سے خلیفہ نے حلاج کے متعلق سوال کیا حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ شیخ کی وفات حلاج کے واقعہ سے قبل سو چکی تھی۔ لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ بن خفیف جب منصور کی سولی کے نیچے پہنچے تو جاں بحق ہو گئے۔ حالانکہ شیخ کی وفات ان کے وطن شیراز میں حلاج کے واقعہ سے ۶۲ برس بعد ہوئی لکھا ہے حلاج کے قتل کے فتوے پر حضرت جنید نے مہر کی تھی حالانکہ حضرت جنید حلاج کے قتل سے بارہ برس پہلے وفات پا چکے تھے حضرت خواجہ پار سافصل الخطاب میں فرماتے ہیں ”آئیم در بعض کتب نوشتہ کہ سید الطائفہ شیخ جنید فتویٰ بقتل حسین بن کوشتہ اند این افتراء محض است بر سید الطائفہ وفات ایشان پیش از قتلہ منصور بیازدہ یا دوازده سال بود۔“

صوفیوں میں مشہور ہے کہ حضرت جنید کے سامنے جب منصور کے قتل کا فتویٰ پیش کیا گیا تو حضرت نے اس پر یہ شعر لکھ دیا۔

ظاہر ابن مردگرچہ کشتنی است باطن ہرگز نمیدانم کہ کیست

حضرت سفیان ثوری کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کی بددعا سے خلیفہ معاذ ارکان دولت زمین میں دھنس گیا یہ بیان تمام تاریخوں کے خلاف ہے۔ حضرت سفیان کے عہد کے خلفاء کی موت کے واقعات کتب تاریخ میں اس طرح مذکور ہیں کہ بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان الحمار جنگ میں مارا گیا اور بنی عباس کا پہلا خلیفہ ابوالعباس سفاح معمولی موت سے مرا اس کے بعد ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا۔ وہ حضرت سفیان کا معتقد تھا ۸۰ھ میں حج سے واپس ہوتے ہوئے راستہ میں اپنی موت مرا۔ خلیفہ مہدی ابن منصور بھی حضرت سفیان کا معتقد تھا اسی کے عہد میں حضرت نے وفات پائی۔

خواجہ داؤد طائی کے ذکر میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض نے ان کو صرف دو مرتبہ دیکھا۔ یہ صریح غلط ہے۔ یہ دونوں بزرگ امام اعظم کی مجلس فقہ کے رکن تھے برسوں رات دن ساتھ رہے۔

کنز الحقائق ایک کتاب شیخ عطار کے نام سے مشہور ہے یہ اصل میں پہلوان محمود بن بوریائی دلی خوارزمی سلمہ کی تصنیف ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

برو جان پدر رشتہ زخمسود کزینش جز حقیقت مست مقصود

ایک کتاب مفتح الفتح ہے اس کے متعلق محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے دیباچہ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ یہ کسی زنجانی کی تصنیف ہے مصنف نے اس کا سال تصنیف خود ایک شعر میں بیان کیا ہے

بسال شمش صد ہشتاد و دو چار مشہور سال را بد آخر کار

خواجہ عطار کی وفات سلمہ میں ہوئی اس لئے یہ کتاب خواجہ کی وفات سے (۱۱) برس بعد کی تصنیف ہے ایک کتاب رحلت نامہ ہے یہ شیخ بہلول کی تصنیف ہے اس میں یہ شعر ہے

ہر کہ می خواہد کہ او را صلی شود در پہلویش ہمہ حاصل کند

یہ مثنوی شیخ بہلول کے نام سے بھی مشہور ہے منصور نامہ۔ یہ بھی مثنوی بہلول کا ایک حصہ ہے۔ بے سرنامہ یہ کتاب شیخ عطار جیسے فاضل و کامل فن اور بزرگ کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تمام کتاب منصور نامہ کے اشعار کے سرفہ سے ترتیب ہوئی ہے۔

منصور نامہ میں یہ شعر اس طرح ہیں

بود منصور سے عجب شویبہ حال در رہ تحصیل او را صد کمال

حال در حال عجب بود اسے بسر نے چوں حال این خبیساں بخیر

اور موز سر حق پے بردہ بود نے کہ چوں بارہ را گم کردہ بود

بے سرنامہ میں بھی یہی اشعار ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلے شعر میں منصور سے کی جگہ عطار سے ہے دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں خبیساں کی جگہ کساں ہے تیسرا شعر اس طرح ہے۔

در موز سر حق پے بردہ بود نے کہ چو ما تو در بردہ بود

ایک مثنوی کنز الاسرار ہے یہ کسی مرتبی تنقص کی تصنیف ہے۔ عطار کے نام سے

مشہور ہے اس میں یہ شعر ہے۔

نصیحت دے سکین نثر بنی را
بگوشش خود بگیرد مرو دانا
من تمام کتابوں میں شیعیت کے بعض مسائل کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک کتاب نسان
العیب نام ان کی طرف منسوب ہے اس میں یہ شعر ہے۔

شیعہ پاک است عطارانے پیر
جنس این شیعہ بجان خود بخیر
خواجہ عطار ایک فاضل اور شائق شاعر تھے۔ ان کی طرف جو منظوم تصانیف منسوب
ہیں کسی اچھے شاعر کی تصنیف نہیں سمجھی جاسکتیں۔ ان کے نام سے ایک کتاب ہیلج
نام بھی مشہور ہے۔

ہیلج فاضل عطار کے افلاط

معائنہ برد زن مفاعلہ ہے اس شعر میں غلط طور پر مفاعیلہ باندھا ہے
معائنہ مرا کرو است واصل
حقیقت اور روشن جان و ہم دل

عام کی جمع عوام ہے اس شعر میں عوام غلط باندھا ہے۔
کنوناے شیخ این عوام مسکین
بصورت اندر میں شورند در کیں

بت شکن ایک الف زیادہ ہے
نرا این جاست ابراہیم دمن
شمارا زائد باندھا ہے۔

خبر وارم شمارا از شمارا
کہ خواہد بود ناخبر قنارا
منظر العجائب عطار میں ہے۔

روز قرآن سخت گیر دوست ماں
یوست را انداز پیش کر گساں
مولیناروم کے نام سے یہ شعریں مشہور ہے۔

من زقرآن برگزیدم مغسزرا
یوست را پیش سگاں انداختم
عطار کا ایک مستزاد ہے۔

نقد قدم از مخزن اسرار برآمد : خود گنج عیان شد
بود خوف کہ خود بر سر بازار برآمد : بر خود نگسساں شد
مولیناروم کے نام سے بھی یہی مستزاد مشہور ہے۔

تصانیف ابن مقفع

عثمان بن عمر بن بحر المعروف بہ حافظ معتزل نے کئی کتابیں لکھ کر حکیم ابن مقفع کے نام سے مشہور کیں اس کے بعد بعض لوگوں نے اس کے نام سے کتابیں لکھیں چھٹی صدی ہجری میں حلوبہ اور اباحیہ فرقے کے لوگوں نے اپنے مسائل و عقائد کو زور شور سے شائع کرنا شروع کیا اور مسئلہ اتحاد و حلول کی تبلیغ پر تمام ہمت صرف کر دی اسی زمانے میں فلسفہ کا زولہ ہوا۔

تصانیف ابن عربی: یہ دیکھ کر شیخ محی الدین اکبر نے ان مصنوعی مسائل کے متعلق گہرے فلسفیانہ رنگ میں تصانیف کیں اور اپنے پرزور فلسفیانہ دلائل سے اتحاد و حلول سے بچانے کے لئے مسئلہ وحدۃ الوجود کی طرف رخ کیا اور اس مسئلہ کو اس خوبی سے اور ایسے نازک دلائل سے ثابت کیا کہ اتحاد و حلول کا شبہ بھی نہ ہونے پائے تخریف کرنے والوں کو یہ اچھا موقعہ ملا تھا آیا انہوں نے شیخ کے متعلق بعض مسائل و عقائد مشہور کر دیئے اور ان کی کتابوں میں خوب تخریف کی ان کے نام سے کتابیں مشہور کیں۔ اب اس کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ شیخ نے وحدۃ الوجود کو کیا سمجھا تھا۔ اور کیا دلائل قائم کئے تھے شیخ کی طرف ایک بڑی تفسیر بھی منسوب ہے اس کے متعلق محققین نے لکھا ہے کہ اس میں بہت کم حصہ شیخ کا ہے ایک کتاب فتوحات مکیہ ہے اس میں بھی تخریف ہوئی ہے چنانچہ شیخ ہی کے سلسلہ کے ایک امام شیخ عبد الوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ میں نے فتوحات مکیہ کا ایک قلمی نسخہ شیخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا شیخ شمس الدین سید محمد بن سید ابو الطیب کے پاس دیکھا اس میں وہ مسائل نہ تھے جو شیخ کی طرف فتوحات مروجہ ہیں منسوب ہیں اس کو دیکھ کر شیخ شعرانی نے فتوحات کا خلاصہ کیا اس کا نام واقع الانوار القدسیہ رکھا پھر اس کا خلاصہ کر کے کبریٰ احمر نام لکھا ان کتابوں میں وہ مسائل نہیں ہیں جو شیخ کی بدنامی کا باعث ہیں اور جن کو تخریف کرنے والوں نے بڑھا دیا ہے۔ مروجہ کتابوں میں بعض مقولے ایسے اضافہ کئے گئے ہیں جو کسی اہل عقل کے قلم سے نہیں نکل سکتے مثلاً لکھا ہے۔

ہماری کتابیں دیکھنا حرام ہیں۔

جب مصنف کو معلوم تھا کہ یہ استدریض کتاب ہیں کہ جن کا دیکھنا جائز نہیں تو تصنیف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ اسباب معصیت کو فراہم کرنا جائز نہیں حق یہ ہے کہ حضرت شیخ پر یہ افتراء ہے۔ ان کے متعلق امام شعرانی نے کتاب البیواقیات میں لکھا ہے۔
عنہ تذکرہ شیخ محی الدین ابن عربی صفحہ ۱۰۳ تصنیف عبد الغفور دوستی مطبوعہ ۱۳۵۷ھ

آپ کتاب و سنت کے سخت پابند تھے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کسی نے لوگوں میں ایسی بات کہی کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں۔ تو وہ ان کے لئے فتنہ ہے اور حضرت علی نے فرمایا ہے۔ لوگوں میں وہی بات کرے جس کو وہ سمجھ سکیں۔ اس صورت میں کسی طرح یقین نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت شیخ جیسے بزرگ متبع سنت نے ناقابلِ فہم اور اوق نکات بیان کئے ہوں۔ حضرت شیخ کے جواہرِ اقوال اس کتاب میں نقل کئے ہیں ان سے بھی امام شعرانی کی تصدیق ہوتی ہے۔ شیخ کی تصانیف کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے چار سو لکھی ہے اور صاحب برهان الازہر نے ۷۰۰ لکھی ہے۔

تصانیف اجمیری۔ خواجہ معین الدین اجمیری کے نام سے کتابیں مشہور ہیں۔ انیس اللہ روح، رسالہ در کسب نفس، اور دیوان۔ خواجہ اجمیری کے دیوان کے متعلق مولوی صباح الدین عبدالرحمان صاحب اپنے مضمون میں رسالہ معارف ۱۹۴۵ء میں لکھتے ہیں خواجہ کی طرف ایک دیوان بھی منسوب ہے۔ مگر اہل نظر کی رائے میں یہ جعلی ہے۔

معراج العاشقین۔ خواجہ گیسو دراز کی تصنیف ہے ایک کتاب معراج العاشقین انجمن ترقی اردو نے شائع کی تھی عرصہ کے بعد ارکان انجمن کو تحقیق ہوا کہ یہ رسالہ خواجہ صاحب کا مصنفہ نہیں ہے انجمن ترقی اردو کو بھیجے گئے اس کا اعلان اپنے رسالہ اردو جنوری ۱۹۴۵ء میں کیا خواجہ گنج شکر کے نام سے بھی ایک کتاب آفاق النفس مشہور ہے۔

تصانیف سعدی۔ شیخ سعدی کی کتابوں میں بہت زیادہ تحریف ہوئی ہے۔ شیخ نے خود بیان کیا کہ میں محدث ابن جوزی کا شاگرد ہوں محدث موصوف حدیث کے معاملہ میں نہایت محتاط تھے لیکن شیخ سعدی کی تصانیف میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ اکثر یا تو ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔ جیسے لی مع اللہ وقت لا یسعہ ملک مقرب یا حضرت ابو ہریرہ کی حدیث زر غبا۔ بوستان میں ایک حکایت ہے جس میں شیخ کا سونٹا میں آنا مذکور ہے وہ بالکل جعلی ہے اور یہ قصہ شیعوں کے مسئلہ تقیہ کو ثابت کرنے کیلئے لکھرا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حکایت سر اسر غلط بیانی کا مجموعہ ہے شیخ ایسی لغو باتیں نہیں کر سکتے تھے مثلاً لکھا ہے

بتے دیدم از عارج در سونٹا موصع چو در جاہلیت منات

یعنی سومات کا بت مانتی دانت کا بنا ہوا تھا یہ غلط ہے ہندو مانتی دانت کو ناپاک سمجھتے ہیں۔ وہ مجھ کی تصویر اس سے کیونکر بناتے۔

فتاند گبران پاژند خواں چو سگ با من از بہر یک استخوان
پاژند ہندو نہیں پرستتے۔ پارسیوں کی کتاب ہے ہندوؤں کی کتاب وید ہے

اسی طرح

پس پردہ مطراں آذر پرست

ہندو کو کہیں گبر اور کہیں مطراں کہا ہے حالانکہ مطراں پادریوں کو کہتے ہیں اور عیسائی آذر پرست نہیں ہیں گبر پارسیوں کو کہا جاتا ہے غرض ان تمام باتوں سے اس کی مصنوعیت ثابت ہوتی ہے اسی طرح بوستان میں اور بھی اشعار ہیں۔

کشف مکتوم یہ کتاب امام فخر الدین رازی کی طرف منسوب ہے اس میں اعمال تسخیر کو اکبادہ جادو لکھے ہیں بعض عملوں کے ساتھ لکھا ہے کہ اس عمل کو کرنے کے بعد زنا یا اغلام کرے حضرت مولانا احمد حسن صاحب محدث امر وہوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب فخر رازی شیعہ کی تصنیف ہے

عوارف المعارف۔ عوارف المعارف کا جو نسخہ بابا فرید الدین گنجشکر کے پاس تھا اس میں اور شیخ نجیب الدین متوکل کے نسخے میں اختلافات تھے چنانچہ سلطان المشائخ نے بابا صاحب سے عرض کیا۔

من نسخہ دیگر بخد مت شیخ نجیب الدین متوکل دیدہ ام۔

تصانیف سلطان المشائخ۔ سلطان المشائخ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے ایک شخص نے آپ کی لکھی ہوئی ایک کتاب دکھائی تو انہوں نے فرمایا۔

من بیچ کتابے نہ نوشتہ ام (نواد الفواد) حمید شاعر قلندر مرید خواجہ چراغ دہلوی نے خیر المجالس مصنفہ ۵۶۲ ہجری میں لکھا ہے۔

گیارہویں مجلس خیر المجالس خواجہ چراغ دہلوی نے فرمایا۔

میرے حضرت پیر و مرشد سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین قدس سرہ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ مولانا قطب الدین بختیار کاکی اور باقی خواجگان چشت اور دوسرے

مشائخ نے جو ہمارے شجرہ میں ہیں کسی نے کوئی تصنیف نہیں کی۔ میں نے عرض کیا یعنی حمید شاعر نے کہ کتاب فواد القواد میں لکھا ہے کسی نے حضرت سلطان جی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ایک معتبر آدمی سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے آپ کی تصنیف سے ایک کتاب دیکھی ہے۔ حضرت سلطان جی نے فرمایا اس نے غلطی کی میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی یہ سن کر حضرت خواجہ چراغ دہلوی نے فرمایا کہ واقعی ہمارے سلطان دہلوی نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ پھر میں نے یعنی حمید شاعر نے عرض کیا کہ یہ رسالے جو آج کل ہمیں دستیاب ہو رہے ہیں جن کا نام ملفوظات حضرت شیخ قطب الدین اور ملفوظات حضرت شیخ عثمان ہارونی ہے۔ کیا یہ رسالے بڑے حضرت کے زمانے میں ظاہر نہ ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت چراغ دہلوی نے فرمایا یہ رسالے اس وقت نہ تھے اگر ان حضرات کی تصنیف ہوئے تو حضرت ان کا ذکر کرتے۔

محمد اہل خاں صاحب ایم اے سوانح عمری خواجہ غریب نواز مطبوعہ ۱۹۳۵ء مطبع سلیمی پریس الہ آباد میں حصہ ۸۵ پر لکھتے ہیں۔

ملفوظات خواجگان چشت میں بعض ایسی باتیں درج کر دی گئی ہیں جو کسی طرح ایسے بزرگوں کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتیں۔

مولوی برکت اللہ فرنگی محلی لکھنوی ترجمہ فصوص الحکم میں لکھتے ہیں امام عبد الوہاب شہرانی نے فرمایا ہے کہ جب میں ابو طاہر مغربی سے ملا تو انہوں نے مجھے ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ دکھایا جس میں حاسدوں نے غلط عبارتوں کو بڑھا دیا تھا۔ اسی طرح ملحدوں نے حضرت امام احمد بن حنبل کے مرض الموت میں تکیہ کے نیچے جھوٹے عقائد لکھ کر رکھ دیئے تھے۔ لیکن چونکہ سب ان کے عقائد سے واقف تھے لہذا فتنہ میں نہ پڑے امام غزالی کی احیاء العلوم میں بھی چند جھوٹے مسئلے لکھ دیئے گئے تھے قاضی عیاض نے ان سب کو جلائے کا حکم دے دیا امام عبد الوہاب شہرانی نے فرمایا کہ اسی طرح میری کتاب بحر الورد میں جھوٹے مسائل لکھ کر شامل کئے تین سال تک مہر و مکہ کے علماء کے پاس اپنی دستخطی کتاب بھیجی تب فتنہ فرو ہوئے۔

دریبل العارفین۔ دریل العارفین کے متعلق یہ دعوائے ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اپنے مرشد خواجہ اجیری کے ملفوظات جمع کئے ہیں اس کے متعلق

ان کے خلیفہ خواجہ گنج شکر کا یہ قول صاحب خیر المجاہد نے صفحہ ۷ پر بحوالہ اخبار الاشباہ و نقل کیا ہے از خواجگان پیشیت صبح شخصے تصنیف نہ کردہ است۔

اجمل خان صاحب صفحہ ۹ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں

اس رسالہ میں بعض ایسی عجیب و غریب اور خلاف عقل باتیں لکھ دی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حضرت خواجہ غریب نواز کی تصنیف ہو کر نہیں ہے بعض باتیں ایسی ہیں جن کا قرآن و حدیث میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔ ایسی باتیں لازمی طور پر کسی شخص نے آپ کے نام سے شہور کرنے کے لئے اس رسالہ میں بڑھادی ہیں یہی واقعہ اکثر بزرگوں کی تصانیف کے متعلق اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے "ان کی طرف ایک کتاب اور منسوب

درمیا اسرار۔ یہ کتاب خواجہ گیسو دراز کی طرف منسوب ہے اس کے متعلق ڈاکٹر زوہر اردو مخطوطات میں لکھتے ہیں خواجہ بندہ نواز اہل دکن خواجہ گیسو دراز کو کہتے ہیں سے منسوب ایک رسالہ مدارج النحاشقین شائع ہو چکا ہے ان کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے دکنی نثر میں متعدد رسالے لکھے ہیں ان کے بعض اقوال و مواظظ کو ان کے معقدین و مریدین نے بھی کتابی شکل میں لکھ کر ان کے نام سے معنون کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اردو نثر میں ہے۔ لیکن تحبیک خوب پر نہیں کرا جاسکتا کہ یہ خواجہ بندہ نواز ہی کی زبان ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے کسی محقق نے ان کے قولوں یا ان کے کسی تارسی رسالے کو اردو میں پہنچا یا ہو۔ زبان کے لحاظ سے یہ ادائل گیارہویں صدی کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

مطلعات: خواجہ جلال الدین، النسوی خلیفہ بابا فرید الدین گنج شکر کے نام سے ایک کتاب مشیح کلمات جس کو منکلمات بھی کہتے ہیں مشہور ہے صاحب حیات مسعودی نے لکھا ہے کہ اس میں بہت تحریف ہوئی ہے۔

من یأمن بالقل من۔ ریاض القدس مصنفہ خواجہ نظام الدین بلخی خواجہ رضا علی سے صدیوں کے بعد کیم الطابع بجنور میں ۱۳۲۵ھ ہجری میں شائع ہوئی۔ اس کی تصحیح مولوی۔ ابن الدین احمد ایڈیٹر اخبار بہار بجنور بیروہ قیام الدین قائم علوی چاندپور صاحب موصوفت تحریر فرماتے ہیں

تصحیح اگر بینی خطائے نیاری بر سر من ماہر۔۔۔۔۔

انہاں جا کہ کار تصحیح کا ریت بزرگ کہ میدان وسیع کتاب را از الفاظ و کلمات و جملہ و فقرات بل ہر لفظ و حرکات و سکونات و طرز تحریر و رسم خط و املاء وغیرہ یکام ترتیب ہمراہ شود۔
و حال اکثر نسخا خان زمانہ حال و خطاطان موجودہ الوقت و سنگ سازان فی زمانہ ظاہر و باطنیہ
کتاب منقول عنہ بس کہند و سالخورده و گرا آزرده و کاتبش در اکثر جا راہ غلط کرده بود و نسخہ
دیگر کہ تمد صحت گشتی بوجہ نادری و عفا و از بس نایاب و منقود عدم فرصتی از دیگر امور مفروضہ
علاوہ برآں بس حتی الوسع کمر چہد بہ تصحیحش بستہ در کوشیدم و بعض جا بجزور بہ تحریر اصل کتاب قناعت
در زیدم چونکہ سہو و خطا بخیبر بشر سر رشتہ اند اگر در نظر سے چند سطور صفحہ در صفحات از دست کاتب
و سنگ ساز و از گام نظر غرضشے را و یافتہ باشد ہر آئینہ از ناظرین بانیکن امید اغراض و چشم پوشی
است۔

غرض مشہور لوگوں کی کتابوں میں شیعہ فرقوں نے بہت کچھ تحریف کی ہے اور ان کے
نام سے جعلی کتابیں بھی مشہور کی ہیں اب یہ فیصلہ بہت دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے کہ کون سی
کتاب ان کی تصنیف ہے۔ اور کون سی جعلی ہے۔ اور جو کتابیں ان کی ہیں ان میں کس قدر
تحریف ہوئی ہے۔ اس کا فیصلہ صرف ایک ہی طرح ممکن ہے جیسے ہم آگے بیان کریں
گے۔

فواد الفواد

فواد فواد جس میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے ملفوظات ہیں اس کے
بارے میں رسالہ آستانہ اجپیر نے نقل کیا ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہے اس میں کہیں سماع کو
مستحب و حلال لکھا ہے کہیں حرام لکھا ہے یہ اختلاف ہی اس کی دلیل ہے کہ اس میں
تحریف ہوئی ہے۔
میرزاں الکبریٰ علامہ شعرانی نے اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں اپنی ایک تصنیف کے
متعلق لکھا ہے کہ اس کی نقیص بہت سے لوگوں نے حاصل کیں پھر نجد کو معلوم ہوا کہ اسکے
سویسوا سو نسخوں میں تحریف کی گئی ہے جب میری زندگی میں یہ حال ہے تو خدا جانے
میرے بعد کیا ہوگا۔

دیگر کتب۔ مجدد صاحب شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا
اسماعیل شہید صاحب کی تصانیف بھی تحریف کرنے والوں کی دست برد سے محفوظ
نہیں رہیں۔ ایک کتاب دستور الکسب مولوی رفیع الدین مراد آبادی کی تصنیف

ہے، وہ شاہ رفیع الدین کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب تفسیرات الکبیر میں بہت زیادہ تحریف ہوئی ہے مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم المتون مسئلہ کی مشہور تصدیق ہشتی زیور میں ایک کاتب نے حوالہ حدیث تھے ایک مسئلہ میں اپنے مسلک کے مطابق ترمیم کر دی۔ مولانا کے ایک عالم مرید کی نظر سے جو وہ کتاب گزری تو اسکو بڑا تعجب ہوا۔ انہوں نے مولانا سے استفسار کیا مولانا نے اپنے باہوازی رسالے میں اعلان کیا کہ یہ تحریف ہے۔ راقم سطور نے ایک رسالہ محمود اور فردوسی شائع کیا تھا اس رسالہ کو ایک صاحب نے جفسہ ایک ماہنامہ میں اپنے نام سے شائع کر دیا البتہ صرف ایک فقرہ بڑھایا تھا۔ میرے دوست سید کمال الحسن بی ٹرہی الہ آبادی ایڈووکیٹ حیدر آباد دکن نے مجھ سے کہا کہ شخص مذکور پر دعویٰ دائر کر دینا چاہیے مگر میرے محسن دوست مولوی فیض الدین صاحب مرحوم ایڈووکیٹ حیدر آباد دکن نے فرمایا کہ اس کی پیروی میں آپ کو بہت دوڑ بھاگ پڑے گی بس اس پر خاک ہلائے جو کچھ ہوا، ہوا۔ مجلس مود کے متعلق ایک مضمون مولوی احمد بن دہلوی نے اخبار رفیق مدراس شعبان ۱۳۶۲ء بحری میں شائع کر لیا یہ اسی مضمون کے کچھ الفاظ بدل کر اسی اخبار میں ربیع الاول ۱۳۶۲ء میں ایک صاحب نے اپنے نام سے شائع کر دیا۔ کشف المحجوب وغیرہ الطالبن، احیاء العلوم، رسالہ تشبیر، عوارف المعارف یہ کتابیں اور دیگر بزرگوں کی کتابیں اگرچہ محدود ہیں مگر پھر بھی بہت کچھ شریعت کے مطابق ہیں۔

تمام تصانیف کے متعلق تفصیل سے لکھنا کہ ان کی کیا حالت تھی اور کس ذریعہ سے ہم تک پہنچیں اس مختصر کی بساط سے باہر ہے۔ اس لئے بعض کتابوں کے متعلق مختصر لکھا جاتا ہے۔

کتاب الجمع

اس کتاب کو ۱۹۰۹ء میں پروفیسر ٹکسن نے طبع کرایا۔ پروفیسر مذکور نے دو نامی نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ نسخہ مرتب کیا۔ ان دونوں نسخوں میں سے ایک سنگم بھری کا اور دوسرا کتبہ کا لکھا ہوا تھا یعنی پہلا نسخہ مصنف کی وفات سے (۱۹۶۱ء) برس بعد لکھا ہوا تھا پہلا بہ خط اور کم خورہ تھا اور دوسرے کے درمیان کے اوراق نثار و تھید

طبقات الصوفیہ، طبقات مصوفیہ شیخ ابی عبد الرحمن المسلمی نے لکھی اس کتاب کے متعلق مولانا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں۔

الحق ان کتابت لطیف و مجموعہ الست شریف، مشغل برحقائق و معارف صوفیہ

و در تالیف و لطائف این طائفہ تالیفہ اما چون بہ زبان ہروی قدیم کہ در ان عہد بود و قریب یا نہ و
بتصحیف و تحریف نویسندگان بجائے رسیدہ کہ در بسیار سے از عواقع ہم و مقصود بہ سموت
درست نہ دہند۔

”آداب المریدین“

آداب المریدین مصنفہ خواجہ ضیاء الدین ابوالفتح سہروردی ۸۶۱ھ یہ کتاب عربی میں تھی
اس کا ترجمہ فارسی میں گیسو دراز نے کیا جس کو ۱۲۵۱ھ ہجری میں سید عطاء حسین ایم۔ اے
نے انتظامی پریس حیدر آباد دکن میں شائع کرایا۔ شائع کنندہ نے مقدمہ میں صفحہ ۲
پر لکھا ہے۔

اس فارسی شرح کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلاکتہ کے کتب خانہ میں ہے۔ لیکن آداب
المریدین کی عبارت اس میں بہت غلط لکھی ہوئی تھی۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں اس
کے دو نسخے ہیں ان سے میں نے نقل حاصل کی۔ لیکن دونوں بہت غلط لکھے ہوئے ہیں۔
ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ کا نسخہ غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔ الفاظ کی غلطیاں بے
شمار ہیں اور کہیں کہیں کاتب نے الفاظ اور بعض جگہ عبارت بھی چھوڑ دی ہے۔ بعض جگہ
الفاظ کی غلطیوں اور بعض جگہ ان کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عبارت بے ربط اور ناقابل فہم
ہو گئی ہے آخر کے قریب کاتب نے متن اور شرح کے قریباً دو تین صفحے عبارت چھوڑ دی
متن پر حضرت مخدوم نے بعض مقامات پر جو الفاظ لکھے ہیں۔ ان کی شرح شیخ احمد سہروردی
کے نسخے میں ان الفاظ کے بدلے دوسرے ہم معنی الفاظ ہیں۔

جوامع الکلم۔ جوامع الکلم یعنی لغو طراز خواجہ گیسو دراز ۸۶۵ھ اس کتاب کو حافظ
محمد جان نے ۱۲۵۱ھ میں انتظامی پریس حیدر آباد دکن میں شائع کرایا۔ شائع کنندہ نے
مقدمہ میں دوسرے صفحہ پر اسی کتاب کے متعلق لکھا ہے۔ مقالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام
نسخے بے شمار اور تعداد غلطیوں سے لبریز ہیں اور بعض مقامات پر بعض مضامین الحاقی
بھی معلوم ہوتے تھے جن کی حقیقت تمام نسخوں کے ساتھ مطابق نہ ہونے کی وجہ سے بے
نقاب ہوئی ہے۔

حفظہ القندس جظائر القندس مصنفہ خواجہ گیسو دراز اس کتاب کو حافظ عطاء حسین
ایم۔ اے نے ۱۲۵۱ھ میں انتظامی پریس حیدر آباد دکن میں شائع کرایا۔ شائع کنندہ نے نتیجہ ہاچ
میں صفحہ ۲ پر لکھا ہے۔

اس کتاب کے نسخے نہایت کمیاب ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دو نسخے ہیں ایک ۱۱۸۵ھ کا لکھا ہوا اور دوسرا ۱۲۳۵ھ کا دونوں نسخوں کی کتابت غلط تھی اور وہ کرم خوردہ بھی ہیں۔ مملکتہ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں بھی اس کتاب کا ایک نسخہ ہے۔ میں نے اس کو حاصل کیا۔ اور اس کے مقابلہ سے اپنے نقل کنا پندرہ نسخے کی جہاں تک ممکن ہو تصحیح کی لیکن سوسائٹی کا وہ نسخہ نامکمل تھا اور نفس کتاب کا تقریباً دوثلث ہی تھا۔ اس لئے ثلث آخر کی تصحیح نہ ہو سکی سال حال میں سررشتہ و امور مذہبی نے پندرہ سولہ سال پیشتر کا نقل کیا ہوا نسخہ کتب خانہ روضتین گلبرگ میں بھیجا دیاں سے وہ میرے پاس آیا اس کی کتابت نہایت بدخط تھی اور جا بجا غلطیاں ہیں

احیاء العلوم۔ امام غزالی کی احیاء العلوم میں بھی تجربات ہوئے ہیں۔ اور اس میں بعض ضعیف اور موضوع حدیثیں داخل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کے مترجم نے خود لکھا ہے۔ مکچہ اہل علم اس کی احادیث قابل اعتبار نہیں جانتے

سیر الاولیاء

یہ کتاب ۱۱۸۵ھ میں خواجہ محمد مبارک عرف میر خورد خلیفہ سلطان المشائخ نے تصنیف کی۔ مصنف کی وفات سے کم و بیش پان سو برس بعد ایک نسخہ برآمد ہوا جس کو لالہ چمنی اللہ نے شائع کرایا۔ اس کتاب میں کئی جگہ سلطان المشائخ کو خلافت ملنے کا ذکر ہے۔ ہر جگہ ۴۴۹ھ مگری لکھا ہوا ہے۔ لیکن سلطان جی کے مرشد بابا فرید ۱۲۵۰ھ میں وفات پا چکے تھے اسلئے یہ بیان صحیح نہیں حضرت سلطان المشائخ کے متعلق تین کتابیں مشہور ہیں۔ ایک فواد الفواد جو حضرت کے خلیفہ حسن علاء سنجری کی تصنیف ہے۔ دوسری سیر الاولیاء یہ پسر خورد حضرت کے خلیفہ کی تصنیف ہے۔ تیسری کتاب چہل روزہ نام ہے جو خواجہ جہان احمد ایاز سابق راجکمار ہر دیو کی تصنیف ہے مشائخ نظامیہ ان تینوں کتابوں میں سے سیر الاولیاء کو بہت معتبر جانتے ہیں اور حقیقت سیر الاولیاء کا طرز انداز باقی کتابوں سے بہتر ہے

چہل روزہ۔ اب ہم چہل روزہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہیں۔ نومبر ۱۹۵۴ء میں راجہ طور کا دہلی جانا ہوا۔ ایک خاص ضرورت سے بستی نظام الدین میں جانا ہوا۔ وہاں سلطان المشائخ کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ اتفاقاً خواجہ حسن نظامی سے ملاقات ہو گئی خواجہ صاحب نے

ایک فاطمی دعوت اسلام دوسری چشتی اولیاء نامہ پہلی کتاب طبع سوم کی تھی جو ۱۹۵۰ء
کی مطبوعہ تھی پہلی کتاب کے متعلق میں بعد میں لکھوں گا اس چشتی اولیاء نامہ پر اظہار خیال کرتا
ہوں۔

چشتی ادبیاء نامہ المعروف بہ نظامی بنسری

خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ کتاب فارسی قلمی کتاب چہل روزہ کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب کتب خانہ نہ بانست بھرتور میں ہے۔ وہاں سے خواجہ صاحب نے اس کی نقل حاصل کر کے اس کا ترجمہ کیا اور اس پر خود بہت سے خوشی تحریر کئے۔

راج کمار ہر دیو دیو گڑھ روکن آکے راجہ کے خاندان سے تھا۔ یہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد حکومت میں وہی آیا۔ اور غیاث الدین تغلق کے زمانے میں مسلمان ہو گیا۔
روحانیہ حسن نظامی ص ۱۱۱

یہ مسلمان ہوا تو اس کا نام احمد ایاز رکھا گیا۔ ملک جونکوئی عہد غیاث الدین تغلق نے
جو تخت نشینی کے بعد محمد تغلق مشہور ہوا، اس کو خواجہ صاحب کا خطاب دیا اور میر عمارت کے
عہد پر سہرناز کیا۔ احمد ایاز سلطان المشائخ کا مرید ہوا یہ جب سلطان جی کے یہاں حاضر ہوا
تو وہاں کے حالات قلم بند کرتا ان حالات کے مجموعہ کا نام چہل روزہ ہے۔ اب اگر اس کتاب کی
جانچ کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ کتاب درحقیقت ہر دیو کی تصنیف ہے تو مصنف حالات
سے ناواقف ہے اور اس نے خلوت بیانی کی جرات بجا کی ہے۔ ایک صریح جھوٹ یہ ہے
کہ اس نے لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے جو بادلی تیار کرائی، میں اس زمانہ میں بادشاہ کا میر
عمارت تھا اور بادلی بنانے کے اتمام و استقام میں بذات خود شریک تھا اس کی اس نے بھی
طویل طویل داستان لکھی ہے۔ یہ تمام داستان غلط اور لغو ہے۔ کیونکہ بادلی کی تیاری کی تاریخ
دیکھ کر دلشاد ہے جس سے دست بردار نہ ہوتے ہیں۔ یہ زمانہ علاء الدین خلجی کا تھا۔ ہر دیو
اس وقت تک مسلمان نہ ہوا تھا نہ دربار شاہی سے اس کا تعلق تھا۔

اس کتاب کو پایہ اعتبار سے ساقط کرنے کیلئے ایک یہی بات کافی ہے۔ اس کے علاوہ ہر دیو اپنے وطن کے نام سے بھی واقف نہیں۔ کیونکہ اپنے وطن کا نام دیو گڑھو لکھا ہے راجہ جوج کے ورثے میں اس مقام کا نام دیو گڑھو لکھا ہے۔ پھر دیو گڑھو لکھا ہے۔ یہ لفظ وکن

علامہ علاؤ الدین خلجی قلعہ میں تخت نشین ہوا اور غیاث الدین تغلق قلعہ میں تخت نشین ہوا۔ بعض نے غلطی سے دیو گڑھو لکھا ہے۔ بعض نے دیو گڑھو لکھا ہے۔

کے بعض مقامات کے ناموں کے اخیر میں ہونا تھا۔ بھونگیر اب تک موجود ہے۔
 سلطان محمد تغلق نے ۷۲۵ھ ہجری میں اس کا نام دولت آباد رکھا۔ چنانچہ محمد تغلق کا درباری
 شاعر بدر چاچی ایک مدحیہ قصیدے میں لکھتا ہے

تو دیوگیر خوش کہ دولت آباد اسنت کہ چار طاق دریا و ست ہشتاب خناں
 نام خواہ کچھ بھی ہو اور کسی نے کچھ لکھا ہو رہکار کو تو صحیح نام لکھنا تھا۔ اس کتاب میں جاہجا
 سلطان المشائخ کا گانا سنا۔ مزا میر سنا۔ ان کو سجدہ تعظیم کیا جانا۔ اور رقص کرنا مذکور ہے یہ
 تمام امور اس کتاب کے بیان کے خلاف ہیں جس کو نظامیہ سلسلہ کے مشائخ سب
 سے زیادہ معتبر کہتے ہیں۔ یعنی سیر الاولیاء۔ اسلئے اس کو صحیح نہیں مانا جاسکتا۔ رقص و سرود
 اور سجدہ کے متعلق انہیں عنوانات کی بحث میں ہم اس کتاب میں جہاں گانا نہ روید کر رہے گے اس
 کتاب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سلطان المشائخ اور ان کے بڑے بڑے مرید ناواقف اور
 کم علم تھے چنانچہ ص ۲۴ پر لکھا ہے کہ سید محمد نواسہ بابا گنج شکر و خلیفہ سلطان المشائخ نے کہا
 کہ آنحضرت پر طرے لکھے نہ تھے اور ان کے اصحاب بھی پر طرے لکھے نہ تھے مگر چونکہ علی نے لکھنا
 پر طرے سیکھا تھا اور ان میں عقل بھی بہت زیادہ تھی۔ اس واسطے آنحضرت سے شریعت ظاہری
 کی تعلیم و تربیت تو سب کو دی مگر باطنی شریعت کی تعلیم صرف علی کو دی۔

ربا باطنی تعلیم کا معاملہ خواجہ یحییٰ تھانی سیری صحابہ کے متعلق لکھتے ہیں (تعلیم طریقت بسیار
 را شدہ بود کہ قریب ہشتاد نفر باشند شہاد بن اوس سے بھی ایسی ہی روایت ہے پچاس سالہ قبل
 میں بھی ہے۔ آنحضرت نے چنانچہ اصحاب کو نقباء فرمایا ہے جو ولایت کا اعلیٰ درجہ ہے
 یہ حدیث آگے آئے گی۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس شیخ کے ایسے کم علم اور ناواقف خلفاء اور مجلس
 کے علماء تھے اس شیخ کا علم بھی معلوم ہے پر لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے ابو دھن (ان کے
 ہیر کا وطن) کے کہنے کا ہم شکل ایک کتاب لکھا۔ سات دفعہ اس کی تعظیم کو کھڑے ہوئے یہ
 بیان سلطان المشائخ کی طرف منسوب ہے۔ حضرت سلطان المشائخ عالم فاضل مہتمم شریعت
 تھے۔ انہوں نے حدیثوں میں دیکھا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کے لئے
 کھڑے ہونے سے بھی منع فرمایا ہے۔ پھر سلطان المشائخ ایسی لغو حرکت کس طرح کر سکتے تھے۔
 یہ چیزیں ان پروردگار پرستوں نے گھڑی ہیں جو لوگوں کے دلوں میں اپنی عظمت قائم کرنا

چاہتے ہیں۔ یہ باتیں ایسا شخص کہہ سکتا ہے جو حدیث سے بالکل بے خبر ہو۔ صحابہ کے حالات اور تاریخ سے بھی ناواقف ہو۔ آنحضرت نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے فرمایا جو ہم سے سنا کرو لکھ لیا کرو۔ ابوداؤد بخاری اور طبقات ابن سلام طبقات ابن سعد وغیرہ بہت سی کتابوں میں ان صحابیوں کے نام لکھے ہیں جو قبل از اسلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ مکہ میں صرف خاندان قریش میں سترہ آدمی لکھے پڑھتے تھے۔ چالیس صحابیوں سے رسول اکرم کتابت کی سنت لیتے تھے (روضۃ الاحباب)۔

حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فہیرہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا بخاری، صحابیات میں اسماء بنت عبداللہ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں ایک مسیحی فاضل نے اپنی ایک تصنیف صناعۃ العرب میں ان صحابیوں کے نام لکھے ہیں جو قبل از اسلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضرت ام خالد بنت بن سعد بن ابی العاص نے فرمایا کہ اول بسم اللہ میرے باب نے لکھی علیہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسی باتوں سے اہل علم کی نظروں میں شیخ کی کیا وقعت رہے گی۔

ص ۸۹ پر سید محمد بنے جن کی علمیت و معلومات کا ادبہ ذکر ہو چکا ہے، خواجہ اجیری کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ پانچ پانچ دن کے طے کے روزے رکھتے تھے اور ص ۳۹ پر حسن نظامی صاحب نے اپنے حاشیے میں لکھا ہے کہ بابا فرید نے چالیس رات کنوئیں میں لے لٹک کر صلوٰۃ مکسوس ادا کی۔

یہ تمام امور شرعاً جائز نہیں خواجہ اجیری اور بابا فرید جیسے فاضل اور بزرگ اصحاب نے ہرگز اس قسم کی خلاف سنت ریاضتیں نہیں کیں۔

ص ۷۱ پر لکھا ہے کہ سلطان الشانخ کی مجلس میں جب امیر خسرو وغیرہ ہم سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت نے فرمایا کہ تم سب مل کر ایسی زبان تیار کرو جس کو ہندوستان کے رہنے والے ہندو اور باہر کے آئے ہوئے مسلمان آپس میں بات چیت کرنے اور دین دین میں استحصال کریں۔ حسن نظامی صاحب نے سلطان جی کے اس ارشاد کو اردو کی بنیاد قرار دے دیا۔ گویا اس وقت تک اردو زبان رائج نہ ہوئی تھی، لیکن یہ امر ضرور اس خلافت واقعہ ہے۔ کیا سلطان جی نے اپنے مرشد بابا فرید کے اردو اشعار نہ سنیں ہوں گے۔ اور کیا سید اشرف جہانگیر سمجھانی رحمۃ اللہ علیہ کے مصنفہ رسالے کا ذکر نہ سنا ہوگا۔

”اے طالب آسمان و زمین سب کچھ خدا میں ہے جو تحقیق جان اگر تجھ میں کچھ سمجھ رہا ہے“
علیہ استیعاب جلد اول

اور اپنے مرشد کا یہ فقرہ بھی نہ سنا ہو گا کہ جب بابا جی کی آنکھیں دکھنے آگئیں تو بابا صاحب نے ان پر کشتی باندھ لی۔ تو ان کے مرشد خواجہ کاکلی نے باندھنے کی وجہ دریافت کی تو بابا صاحب نے فرمایا۔

”آنکھ آئی ہے۔“

ویر محاورہ آج تک آشوبِ چشم کیلئے رائج ہے،

”صفت ۲ پر ہے آج حضرت کی مجلس میں ایک مرید ہاتھوں میں جوڑیاں پہنے اور لال دوپٹہ اوڑھے ہوئے حاضر ہوئے حضرت نے ان کو دیکھا تو پوچھا موسیٰ یہ کیا سورت بناٹی ہے؟ یہ بھی غلط ہے کیونکہ تذکرہ میں لکھا ہے کہ موسیٰ شاہ سکندر کے مرید تھے ان کا ذکر ہم نے باب سلاسل میں لکھا ہے۔ موسیٰ سہاگ کی ملاقات تاریخی اعتبار سے سلطان المشائخ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ موسیٰ نے ۸۵۳ھ میں وفات پائی اور سلطان المشائخ نے ۸۵۸ھ میں وفات پائی۔ دونوں کے درمیان سو سو برس سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔ اس کتاب میں اور بھی بہت سی غلطیاں ہیں۔ عرض یہ کتاب خواجہ احمد ایاز پر ایک اتہام ہے۔ یہ کسی ایسے نادان بدعتی کی تصنیف ہے جو کم علم اور تاریخ بزرگاں سے ناواقف تھا۔ اس لئے یہ کتاب کسی رجسٹر میں بھی قابل اعتماد نہیں۔ اس کتاب میں سماع اور سجدہ تعظیم وغیرہ کا کوئی جگہ ذکر ہے اور اس پر حسن نظامی نے حواشی بھی لکھے ہیں۔ ہم نے ان پر بحث انہیں عنوانات کے تحت کی ہے۔ ان بحثوں سے بھی یہی ثابت ہو گا کہ اس کتاب کی تصنیف کوئی صاحبِ علم اور واقفِ حال آدمی نہیں ہے۔“

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ اس لئے شیعہ ان سے کبیدہ خاطر ہیں حسن نظامی نے جیسا اس کا اثر ہے۔ کیونکہ ان کے عقائد و خیالات سب کچھ فرقہ تفسیلیہ کے موافق ہیں چنانچہ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کی روحانی زندگی جیسے تمام تر اہمیت پر ۱۲۱۱ھ میں نے ہیں۔

”یہ تو میں پہلے کچھ چکا ہوں کہ روایت کی راشتہ اولاد کو بہت کم شریعہ کے خلاف اس کے وارث ہوئے ہیں حضرت علی علیہ السلام کی عظمت کا بڑا حصہ ہاشمیوں حضرت امام حسن وغیرہ۔“

لیکن روحانی سلسلہ کی خلافت حضرت حسین کو ملی تھی، حضرت امام حسن حضرت علی کے ظاہری و باطنی دواؤں طرح کے خلیفہ تھے۔ سلسلہ ہشتنیر میں امام حسن بصری کے متعلق محدثین و سوفیہ میں اختلاف ہے کہ محدثین کا ایک گروہ امام حسن بصری اور حضرت علی کی ملاقات کا قائل نہیں پھر خلافت کیسے ملی، اس طرح سلسلہ ہشتنیر متقرض ہو جاتا ہے ہشتنیر کا غیر مخدوش سلسلہ اس طرح ہے امام حسن بصری عن امام حسن عن حضرت علی۔

امام حسن بصری کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ وہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے۔ اور انہوں نے حضرت عثمان سے بیعت کی تھی اس لئے امام حسن بصری کے مرشد اول حضرت عثمان تھے اس کے بعد حضرت علیؑ لیکن بعض کو اس سے انکار ہے اسلئے غیر مخدوش سلسلہ حضرت امام حسن ہی سے ہے۔ شہزادہ احمد اختر چشتی اپنی کتاب تذکرہ اولیاء و مجددین لکھتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے چار صاحبوں کو اپنا خلیفہ بنایا۔ وہ چار پیر کہلاتے ہیں۔ ایک امام حسن دوسرے امام حسین تیسرے کبیل بن زیاد چوتھے حسن بصری دسواں چہرہ اور صفحہ ۳۰۱ جلد اول میں لکھتے ہیں۔

کتاب حبیب السیر سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن بصری نے تریث۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے بھی پائی ہے

اولیائے کرام کے درجات میں نقباء کا ایک بڑا درجہ ہے۔ نقباء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات والا صفات کو بھی شمار فرمایا ہے۔ اصل حدیث کا ترجمہ ہم کتاب جمع الفتاویٰ سے کرتے ہیں جس میں یہ حدیث بحوالہ ترمذی شریف مذکور ہے۔

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چہیز کو سات نجباء یا نقباء عنایت فرمائے ہیں۔ لیکن مجھے چودہ نقباء دیئے گئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں فرمایا میں میرے دونوں بیٹے، جعفر حمزہ، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سلمان، عمار، عقیلہ کو خلیفہ اور عبداللہ بن مسعود۔

نظامی صاحب امام حسن سے خدا اور رسول کے عطا کردہ شرف کو چھین رہے ہیں۔ صاحب نفیات نے پھر کچھ لکھا ہے کہ امام حسن سے ایک سلسلہ قادریہ کے تواتر ہے۔

ہے جس کی تفصیل ربط المشائخ میں ہے۔ اگر امام حسن کو روحانی خلافت نہ ملی ہو تو تادم میں یہ سلسلہ کیونکر جاری ہوگا؟

مجھے یاد پڑتا ہے کہ نظامی صاحب نے نقشبندیہ سلسلہ پر یہ اعتراض کیا کہ شجرہ نقشبندیہ میں خواجہ بایزید کے بعد شیخ ابوالحسن خرقانی کا نام آتا ہے اور ان دونوں کے درمیان اس قدر فاصل ہے کہ لقاء صوری ممکن نہیں۔ اسلئے سلسلہ نقشبندیہ متفرض ہے۔

مگر خواجہ خرقانی اور خواجہ بایزید بسطامی کے درمیان بڑا فاصل ہے لیکن یہ سلسلہ لقاۃ صوری سے بھی ہے۔ ابوالحسن خرقانی عن شیخ ابوالنظر ترک طوسی عن شیخ ابی یزید عشق عن شیخ محمد مغربی عن شیخ احمد خضریہ عن خواجہ بایزید بسطامی۔ مصنف پر نظامی صاحب حاشے ہیں لکھتے ہیں۔

ہجوم کرنے والے زائرین کو انتظام اور قابو کے اندر رکھنے کیلئے دپاک پٹن میں بابا فرید کے مزار پر لکڑیوں سے مارتے ہیں (منتظمین) میں نے دیکھا کہ لکڑیوں سے ان کے چہرے خون آلود ہو جاتے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کا خون دھو لیتے ہیں۔ فرید، فرید، فرید، اور کسی مار پیٹ کی پرواہ نہیں کرتے کعبہ شریف کے طواف کے وقت بھی بدو عرب ایسی ہی حرکتیں کیا کرتے تھے۔

دپاک پٹن کی مار پیٹ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے ممکن ہے صحیح ہو، مگر کعبہ شریف کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ میں نے آج تک کسی حاجی سے نہیں سنا نہ کسی سفر نامہ میں پڑھا نہ چشم خورد لیا۔ لکھا۔

فاطمی دعوت اسلام
مصنف خواجہ حسن نظامی دہلوی
طبع سوم ۱۹۵۰ء

اس کتاب میں خواجہ حسن نظامی نے سادات کی تبلیغ اسلام کو بیان کیا ہے جس میں کثرت سے شیعہ فرقوں کے داعیوں کا ذکر ہے اگرچہ اعتباراً تاریخ یہ کتاب بھی پر از اغلاط ہے۔ لیکن ہماری اس کتاب سے ان امور کا تعلق نہیں۔ اسلئے ہم ان کا ذکر بھی نہیں کرتے۔ تصوف کے متعلق جو اچھے غلط امور بیان کئے ہیں ان میں سے خاص خاص کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ یہ امر قابل اظہار ہے کہ حسن نظامی صاحب تقضیہ لمبہ ہیں۔

اس لئے ہر موقع پر وہ عقیدہ کو راست ثابت کرنے کیلئے ہر قسم کی سعی کرتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد اور عرشہٴ مبشرہ میں سے ہوتے جو تھے خلیفہ تھے خدا نے تمام ظاہری و باطنی خوبیاں انہیں عطا فرمائی تھیں ان کی اور ان کی اولاد کی محبت ہمارے ایمان کی قوت و زینت ہے۔ ان کی جس قدر مدح کی جائے کم ہے۔ لیکن ان سے پہلے جو تین خلفاء ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم گزرے وہ ان سے افضل تھے اور خلافت باعتبار فضیلت قائم ہوئی۔ یہی عقیدہ تمام اہل حق اور صوفیان برحق کا ہے نظامی صاحب نے اس کتاب کو ۲۴ (۲۴) صفحات پر ختم کیا ہے اور اس کے بعد ایک ورق شمائل کیا ہے جس پر شمار کا ہندسہ نہیں ہے۔ اس میں عنوان ہے دینی فاطمہ کے کارنامے،

اس عنوان کے تحت حضرت علی کی فضیلت ثابت کی ہے۔ حضرت کی وفات میں شعب ابوطالب میں رسول کریم اور ابوطالب وغیرہ کے ساتھ حضرت علی بھی محبوس رہے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت اس زمانے میں بچے تھے سارا خاندان محبوس تھا تو یہ ماں باپ کی رفاقت کے سوا کہاں جاتے ہیں کے علاوہ یہ بات ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، بلال وغیرہ اصحاب نے آنحضرت کی رفاقت میں اس سے زیادہ مصائب برداشت کئے ہیں اس کے بعد عن نظامی صاحب نے غزوہ احزاب و خندق کا ذکر کیا ہے۔ معام نہیں کس مصلحت سے پوری حدیث اور حدیث کے الفاظ کا ترجمہ نہیں لکھا۔ لکھتے ہیں۔

یوسفیان بارہ ہزار فوج نیکر مدینہ پر چڑھ آیا تو آنحضرت نے مدینہ کے گرد خندق کھودی تھی۔ کافروں کا ایک بڑا پہلوان جس کا نام عمر بن عبدود تھا۔ اپنا گھوڑا کو داکر خندق کے اندر آگیا۔ اور اس نے آنحضرت کو پکارا کہ محمد میرے لئے کسی کو بھیجو۔ آنحضرت نے سعد بن ابی وقاص کو بھیجا۔ اس نے دیکھا مگر کوئی سلمان آگے نہ بڑھا۔ البتہ علی آگے بڑھے تو آنحضرت نے فرمایا تمہاری عمر چھوٹی ہے اور دشمن ایک ہزار سواروں کی طاقت رکھتا ہے۔ دشمن نے دوبارہ آواز دی۔ پھر آنحضرت نے دائیں بائیں دیکھا مگر دشمن کی دھماک ایسی تھی کہ مقابلہ کے لئے کوئی نہ بڑھا حضرت علی پھر بڑھے اور آنحضرت نے دوبارہ رید کہ دیا دوسری دفعہ دشمن نے کہا اگر تمہارے پاس بچہ ہے بڑھے کیلئے کوئی

نہیں سے تو ہتھیار ڈال دو۔ اور بارہا ان کو پھراٹھرت نے داییں بائیں دیکھا اور کوئی آگے نہ بڑھا
مگر حضرت علی آگے بڑھے تو انحضرت نے ان کے سر پر اپنا عمامہ رکھ دیا۔ اور اپنی تلوار ذوالفقار
انہیں دے دی اور کہا جاؤ میں نے تم کو خدا کے پیرو کیا اور دشمن کو تمہارا سے پہرہ کیا۔ حضرت علی
سامنے آگئے۔

آگے لکھا ہے کہ حضرت علی زخمی ہوئے اور انہوں نے وار کر کے دشمن کو قتل کر دیا۔ اس
معرکہ میں خاک جو اڑی تو مسلمانوں نے سمجھا کہ حضرت علی شہید ہو گئے۔ مگر حضرت علی جب خون
سے چمکتی ہوئی تلوار لئے ہوئے گرد و غبار سے باہر آئے اندازوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا تو رسول
اللہ اور ان کے ساتھ سب مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ اس معرکہ کے متعلق صحیح
حدیث میں جو کچھ مذکور ہے۔ اس کے لکھنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں
کہ نظامی صاحب اردو کے مشہور اور بے بیس مگر لکھتے ہیں۔

گھوڑا کو اگر خندق کے اندر آگیا

اور گرنے کا یہ مطلب ہے کہ خندق میں آگرا حالانکہ نظامی صاحب کا یہ مطلب نہیں ہے
یوں لکھتے کہ خندق کے پار آگیا

معرکہ واقعہ

جب خندق کے قریب دشمن کا لشکر پیچھے زن تھا تو انحضرت نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔
کوئی ہے جو باہر نکل کر دشمن کی خبر لائے۔

لیکن زیر ابن العوام کے سوا کوئی نہ نکلا اور انہوں نے یہ خدمت انجام دی۔ رسول اللہ نے
خوش ہو کر انہیں حواری کا خطاب دیا۔

قتلہ جہیرہ کو فل عمر بن عبدود یہ چار آدمی باہر آئے اور مبارز طلب کیا۔ تو پہلی
ہی بار فوراً حضرت علی باہر آئے۔ انحضرت نے فرمایا۔ یہ عمر بن عبدود ہے اسی طرح تین بار ہوا۔
آخر حضور نے حضرت علی کو عمامہ وغیرہ دے کر اجازت دے دی حضرت علی نے عمر بن
عبدود کو ایسا زخمی کیا کہ وہ جہاں بر زمین سکا۔ قتار اور جہیرہ نے حضرت علی پر حملہ کیا حضرت عمر
نے بڑھ کر حملہ دیا۔ اور قتار کا تعاقب کیا تو وہ بھاگ گیا۔

آنحضرت کے عہد میں بہت سے معرکوں میں ایسا ہوا ہے کہ دیگر اصحاب نے پشیمانی
کی ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض معرکوں میں اصحاب اس امر کے منتظر رہے کہ حضور کس کو بڑھنے
کا حکم فرمائیں۔ اس قسم کے واقعات سے اس لئے کسی کو سب سے بڑا بہادر ثابت کرنا کہ

اس کی فضیلت قائم ہو صحیح نہیں۔

صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں صوفیوں کے جس قدر سلسلے ہیں سولے نقشبندیہ سلسلے کے وہ سب حضرت علی سے مولود ہیں۔ نظامی صاحب کو معلوم نہیں کہ تمام سلاسل خلفائے مدبر کے ذریعہ سے آنحضرت تک پہنچتے ہیں تمام سلاسل ہیں خلفائے مدبر شامل ہیں جو حضرت خواجہ محمد پار سار سالہ قدسیہ میں خواتم ہیں

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ بعد از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ازاں خلفائے کہ بر امیر المؤمنین علی مقدم بودند ہم بہ نسبت باطن تربیت یافتہ اند۔

اس شرح تمام سلاسل کی اصل آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکر سے ہے۔ گو سلسلہ نقشبندیہ حضرت علی سے بھی ہے خواجہ بایزید بسطامی عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین شہید کربلا عن حضرت علی کرم اللہ وجہہ البقائہ سند دوم

خواجہ جنید بغدادی عن شیخ سری سقلی عن خواجہ معروف کرخی عن امام علی رضا عن امام موسیٰ عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین عن حضرت علی۔
صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں کہ میں نے نقشبندیوں پر یہ اعتراض شائع کیا تھا کہ ان کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق سے ملتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر کے بعد سلمان فارسی کا نام آتا ہے۔ مگر حضرت سلمان فارسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مقرب تھے۔ پھر ان کو حضرت ابوبکر سے بیعت ہونے کی کیا ضرورت تھی اس کے علاوہ حضرت سلمان فارسی حضرت علی کے شیعہ کہلاتے تھے وہ کیونکر حضرت ابوبکر سے روحانی بیعت کر سکتے تھے اس کے بعد نظامی صاحب نے لکھا ہے۔
”لیکن آج سے یہ اعتراضات اور اختلافات بھی میں نے اپنے دل و دماغ سے دور کر دیئے ہیں“

ہم یہاں اس قدر تشریح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ تمام سلاسل میں رواج ہے۔ اور بزرگان متقدمین میں بہت زیادہ اس کا رواج تھا۔ کہ اگر کسی پیر کے دو مرید ہوئے۔ ایک ان میں نائب اور خلیفہ ہوا تو پیر کے بعد دوسرے مرید نے اس پیر بجائی سے تجدید بیعت کر کے تعین حاصل کی ہے۔ اور اصل حقیقت تو وہ ہے جو ہم نے خواجہ محمد پار سار سے نقل کی ہے جب خود حضرت علی ہی نے حضرت ابوبکر سے بیعت حاصل کیا تو پھر ان کے اور مریدوں کا کیا ذکر

عہد مصلح العرفان مطبوعہ مطبع العلوم مراد آباد ۱۳۲۲ھ ۳۹

ہے۔ اس کے علاوہ شیعانِ علی کی تقسیمِ عہدِ حضرت ابوبکر و غیرہ میں نہ تھی تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ تقسیم حضرت عثمان غنی کے عہدِ آخر سے شروع ہوئی ہے۔ اس لئے خلافتِ اول کے زمانے میں اس کا ذکر نہ صریح غلطی ہے۔

صنف پر لکھتے ہیں

”اسلامی دنیا میں جس قدر صوفیہ کے سلسلے ہماری ہیں ان کے بانی عموداً قاطعی ساداتِ حق، چشتیہ سلسلہ خواجہ احمد ابدالی چشتی کی نسبت سے ہے۔ یہ سید نہ تھے چشتیوں کے مر حلقہ امام حسن بصری سید نہ تھے۔ سہروردیہ سلسلہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی نسبت سے ہے وہ بھی سید نہ تھے۔ شیخ صدیقی تھے۔ رہے نقشبندیہ سو حضرت سلمان فارسی اور خواجہ بہا الدین نقشبندی یہ بھی سید نہ تھے۔

سلسلہ مجددیہ: یہ مجدد الف ثانی سے ہے جو فاروقی تھے۔

سلسلہ قادریہ: یہ ضرور سادات سے ہے مگر وہ بھی حضرت جنید بغدادی سے ہیں۔

تاریخ تصوف

میں نے بہت جستجو کی مجھے اردو فارسی عربی کی کوئی ایسی کتاب دستیاب نہیں ہوئی۔ جس میں از ابتدا تا اخیر تصوف کی مفصل تاریخ کا تذکرہ ہو زمانہ حال میں ایک سہری عالم ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کی ایک کتاب عربی میں شائع ہوئی ہے جس کا ترجمہ رئیس احمد جعفری نے اردو میں کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اچھی کتاب ہے لیکن اس کو تاریخ تصوف کہنا سوزوں نہیں کیونکہ اس میں مختصر طور پر تصوف کی غیر کامل تاریخ ہے۔ کچھ تعلیمات و اصطلاحات کا بھی ذکر ہے لیکن سلاسلِ تصوف و مسائلِ تصوف و کتبِ تصوف کا کچھ ذکر نہیں

اسلام اور موسیقی

مؤلفہ محمد جعفر چیلوری رفیق ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور مشہور محدث محمد سی

پریس لاہور ۱۹۵۶ء

اس کتاب میں مولف نے فرقہ امامیہ کے امام محمد بن طاہر کی ”مذہبِ انسا کی ہے یعنی ابن طاہر کی طرح راگ و مزامیر کا جواز ثابت کیا ہے۔ ابن طاہر نے چوبیس و حسابہ کے اقوال اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں جن کو علماء نے تحقیق سے منور باطل ثابت کیا ہے۔

کیا ہے۔

مولوی محمد جعفر نے اول بائبل سے ثبوت پیش کیا ہے اور بائبل کے محرف ہونے کا بھی اقرار کیا ہے۔ محرف کتاب کے کسی ایسے حوالے پر اطمینان نہیں کیا جاسکتا جو کتب معتبرہ کے خلاف ہو اس کے علاوہ ہم نے بائبل ہی سے اس کا ناجائز ہونا ثابت کیا ہے۔ یہ حوالہ لکھا جا چکا ہے، اس لئے ان دونوں متضاد اقوال میں سے وہ قول قبول کیا جاسکتا ہے جو کتب معتبرہ کے موافق ہوگا۔ مولف نے لفظ زبور سے بھی ہزار وغیرہ کا مطلب لیا ہے حالانکہ زبور کے معنی ہیں نیک و پاک مناجات اور صاف کرنا۔

موسیقی کی تاریخ لکھنے والوں نے حکیم فیثا غورت کو اس فن کا موجد قرار دیا ہے۔ فیثا غورت حضرت داؤد کے بعد گزرا ہے۔ اس لئے جب فن ہی حضرت کے عہد میں موجود نہ تھا تو پھر حضرت کی نسبت اس کی طرف درست نہیں۔

اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت داؤد یا اور انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں موسیقی کا رواج تھا تب بھی یہ اہل اسلام پر حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض انبیاء کے عہد میں بعض چیزیں حلال تھیں۔ مگر اسلام میں وہ حرام ہیں۔ بائبل میں نبیوں کا شراب پینا بھی مذکور ہے تو کیا اس سے شراب کا جواز ثابت کیا جاسکتا ہے۔ خود ابتدائے عہد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض باتیں رائج تھیں۔ مثلاً شراب پینا سچے بعض صحابہ بھی شراب پیتے تھے اسی طرح سود اور متعہ وغیرہ بھی جائز رہے۔ بعد میں ان کو حرام قرار دے دیا گیا۔

موسیقی ایک فن ہے جس کے قواعد و ضوابط معین ہیں جو چیز ان قوانین کے موافق ہوگی وہ موسیقی میں داخل ہوگی۔ اگر کوئی شخص قواعد کے خلاف بلند آواز سے یا آہستہ کوئی نظم پڑھے تو اس کو موسیقی نہیں کہا جاسکتا۔

جعفر صاحب نے جس قدر بھی احادیث یا بزرگوں کے اقوال پیش کئے ہیں۔ ان سب میں گانے بجانے کیلئے لہو کا لفظ آیا ہے اور جعفر صاحب نے خود بھی اس کو تسلیم کیا ہے لہذا حدیث خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن مسعود علیہ جلیل القدر صحابہ سے راگ ہی منقول ہے اہل علم جانتے ہیں کہ ان ہردو حضرات کا فہم قرآن مجید میں کیا رتبہ ہے ان کے مقابلہ میں کسی کی نہیں سنی جاسکتی اس کے علاوہ لہو تو خود ایک بیکار مشغلہ ہے لہذا مومن کی شان سے بعید ہے کہ ایسی باتوں

میں مشغول ہو جعفر شاہ صاحب نے بعض اقوال ایسے بھی پیش کئے ہیں کہ کسی نے کہا ہمیں قرآن و حدیث میں مرسوقی کے خلاف کوئی حکم نہیں ملا۔ ان میں سے بعض اقوال جلیل الشان حضرات کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن یہ الحاقی معلوم ہوتے ہیں اور اس قول سے ان کی شانِ علم پر رعبہ آتا ہے۔ کیا آیت لھو الحدیث انہوں نے قرآن میں نہیں پڑھی تھی؟ کیا حضرت ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ کے اقوال انہوں نے نہیں سنے تھے؟ عالمانِ حدیث جانتے ہیں کہ حدیث نبویؐ ماننی جائے گا جو سنیہ سنیہ کی شرائط پر پوری اترے گی احیاء العلوم وغیرہ جیسی کتابوں کی تصانیف کتب صحاح سنیہ کی طرح نہیں کی گئی محققین نے تسلیم کیا ہے کہ انہیں الحاقی روایات بھی ہیں۔ اور اس قسم کے مسائل کے متعلق ان کے بیانات صریح ہیں۔

اس لئے صحاح سنیہ کے خلاف ان کو سند میں لانا صحیح نہیں۔ جعفر صاحب نے اپنے خلاف مقصد حدیثوں کے روایات پر جرح بھی نقل کی ہے لیکن یہ اصول ہے کہ جس شخص کے متعلق جرح قوی اور زیادہ ہو اور اس کی تعدیل کمزور ہو تو اس کی روایت ناقابلِ قبول قرار دی جاتی ہے اور اگر جرح کم یا کمزور ہے اور تعدیل مضبوط ہے تو وہ راوی مستبصر ہے۔

صفحہ ۹۵ پر حضرت قاضی ثناء اللہ بانی پٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی عبارت جو از مزامیر میں پیش کی ہے۔ معمولی فارسی پڑھا ہوا طالب علم بھی اسی عبارت کا وہ مفہوم قرا لے نہیں دے سکتا جو جعفر صاحب نے سمجھا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ بعض شافعی علماء نے اعلانِ نکاح کیلئے دف بجا نا حاکم لکھا ہے مگر اکثر شافعی علماء نے اس کی مخالفت کی۔ قاضی صاحب نے دف کے جائز سمجھنے والوں پر طعن کیا ہے کہ دف اور انکارہ میں کوئی فرق نہیں۔ غرض صحیح کے لئے حلال سمجھنا اور غرضی غیر صحیح کیلئے حرام کرنا یہ غیر معقول بات ہے۔ قاضی صاحب نے اپنی کتاب ناگدہ میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔

یہ امر بھی اہل علم پر روشن ہے کہ سنیہ صالحین جہاں سماع کہتے تھے وہاں سماعِ قرآن مجید مراد ہوتا تھا اور سماعِ بزرگانِ دین میں رائج تھا۔ سماعِ قصائد بامنازلہ بھی اختلاف رہا ہے خواہ یہ کبیرہ دراز کا قول ص ۱۹ پر نقل کیا ہے فتحِ کارِ سنن بیشتر در تلاوت و سماع بود یہاں تلاوت کے سماع کا لفظ سے تلاوت خود پر لکھنے اور سماع دوسروں سے سننے کو کہتے ہیں۔ مراد سماعِ قرآن

ہے نہ کہ سماع فصائد۔

صنف اول پر علی حیدر شاہ پٹنوری کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے ایک مرید شریعت عریض و سماع کو جائز نہیں کہتے تھے لوگوں نے علی حیدر شاہ سے کہا انہوں نے اپنے اس مرید کے صدق و اخلاص کی تعریف کی۔

صنف دوم پر امام تقی الدین سبکی کا قول نقل کیا ہے اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس زمانے میں لوگ سماع فصائد کو لہو لہی سمجھتے تھے دوسرے یہ کہ اس کے جواز میں شبہ ہے،

موسن اور ولی کی شان اور پہچان یہی ہے کہ وہ لہو اور سیکار باتوں سے مجتنب رہے سلطان المشائخ جنہیں مشغوفہ سماع سمجھا جاتا ہے انہوں نے فرمایا ہے دہر کہ مزامیر شنود در محفل من نیاید،

جعفر صاحب سماع مزامیر کو مستحسن قرار دے رہے ہیں اور سلطان المشائخ ایک امر مستحسن پر مزامیر سے رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان المشائخ حدیث و قرآن اور تعامل سلف صالحین سے واقف نہ تھے اور علم شریعت سے بالکل کوڑے تھے۔ اور ان کے مریدوں میں سے بھی کوئی جعفر صاحب کی سی قابلیت کا آدمی نہ تھا جو مرشد کو اس غلطی سے آگاہ کرتا اور سلطان حنی علم باطن سے بھی بے خبر تھے کہ لوگوں کو اس غمزدہ روحانی سے روکتے تھے۔ انیسویں صدی کے لوگ لکھتے وقت یہ بھی نہیں سمجھتے کہ کس کس پر کیا کیا التزامات عائد ہوتے ہیں۔ دیگر بہت سے بزرگوں پر بھی یہی التزام عائد ہوتا ہے۔ انیس اللہ و اح کے حوالے سے خواجہ عثمان فاروقی کا ایک قول نقل کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواجہ محمد چشتی سے سنا کہ خوارزم اور اس کے نواح کے لوگ مزامیر سنانے کی وجہ سے خراب ہو گئے۔

جعفر شاہ نے سماع کے ثبوت میں بوستان سعدی کے یہ اشعار بھی نقل کیے ہیں۔
نیکون وہ اشعار الحاقی معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے۔

سماع ہے برادر نہ دائم کہ چیت مگر مستمع را بدائم کہ کبیت

یعنی سعدی صاحب مزملاتے ہیں کہ میں سماع کو تو نہیں جانتا مگر سنانے والے کو جانتا ہوں یا جانتا چاہتا ہوں۔ پھر آگے اس کی کیفیت بیان کی ہے کہ اگر اس نیت سے

سننے اور یہ ہو غرض پہلے شعریں تو سماع کے جاننے سے انکار ہے۔ باقی شعروں میں سننے والوں اور اس کے اثرات سے پوری پوری واقفیت کا اظہار کیا ہے۔

یہ بے جوڑ طرز بیان سعدی جیسے استاد کیا کسی اچھے شاعر کا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر سماع قہائد جائز و مستحسن ہوتا تو سعدی جیسا علامہ اور صوفی اس سے بے خبر اور لاعلم نہ ہوتا اور اس طرح انکار نہ کرتا۔

الغرض اس کتاب سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سماع نرائیر میں نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے۔ لہوئے میکائیل افضل ہے حضور نے فرمایا ہے کہ مومن میں کاربائی میں شمول نہیں ہونا جب مومن کی شان سے یہ بات بعید ہے تو صوفی اور ولی کو تو ضرور اس سے اجتناب کرنا لازم ہے یہ بھی ثابت ہے کہ اس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے اور کسی قدر مفید بھی ہے اس صورت میں حرمت و مضرت کا پہلو غالب رہے گا اس کتاب میں وہی دلائل ہیں جن کو اہل بدعت ہمیشہ پیش کرتے رہے ہیں۔ اور علمائے حق ان کی تردید و تشدید شاید کر چکے ہیں ہاں ثبوت میں اس قدر جدت ضرور کی ہے کہ ایک ٹولہ سنی معنی کا حوالہ ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور ایک ان کے گھر کی لعینیت لمحات سلیمانی کا حوالہ ہے۔

اس کتاب میں ایک اور خاص جدت ہے کہ جس کی جرأت آج تک کسی بدعتی اور ضال و مضل نے بھی نہیں کی تھی احادیث بنوی کو راگ کے قانون پر تطبیق دیا ہے۔ یہ ایک نیا گناہ ہے جو ایجادات جعفری میں سے ہے اور کلام رسول کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے صحت پر لکھتے ہیں۔

بعض ایسی حدیثیں جو ترمذی کا مطالبہ کرتی ہیں ان میں چند قسم کی چیزیں آتی ہیں۔ بعض مناقب جلیلہ جیسے من کانت مولاً و فعلی مولاً۔ یہ نثرانہ صوفیوں کی بعض محفل سماع میں پڑی گایا جاتا ہے۔

وہ قوم ناہو قوم قوم تانا تانا نمی یل یل یل یل ۔۔۔۔۔ اسی انداز سے لوکان بھی بعد اسی لکان عمر کو بھی گایا جاسکتا ہے۔

مجھے اس نثرانہ کی دہن پوری طرح آتی ہے لیکن کاغذ پر منتقل کرنا مشکل ہے۔ میں اپنے غیر محتاط زمانہ جوانی و دانی میں اہل یوں، اہل پال، اکبر، احمیر لاہور

دیگرہ میں محافل رقص و سرود میں کثرت سے شریک ہوا ہوں میں نے کبھی کسی قوال یا مراثنی یا صوفی سے حدیثوں کی بیہ تان نہیں سنی جو آج جعفر صاحب سے معلوم ہوئی۔ اس لئے گمان کرتا ہوں کہ انہیں کی ایجاد ہے۔ میرے نزدیک اصل کا نقل کرنا بھی مناسب نہ تھا مگر کتاب پر ضروری تبصرہ کرنے کی مجبوری سے ایسا کہا گیا ہے۔ مشہور ہے نقل کفر کفر نہ باشد۔ اب آخر میں ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس سے اہل کتاب کے پڑھنے کے اعزاز اور انہوں کی کائنات صاف طور پر ثابت ہوتی ہے۔ حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا قرآن کو عرب کے بچوں اور آزاد پر پڑھو۔ اور عقیقہ لٹھوں اور اہل کتاب کے طریقوں سے بچو (یعنی) علاوہ ازیں ہم بنظر احتیاط یہ مسئلہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں پیش کیا۔ وہاں سے جو قوالے صادر ہوئے اس کو بحسنہ نقل کیا جاتا ہے۔

حدیث۔ الغنا یورث النفاق وغیرہ کی رو سے راک حرام ہے۔ حرام کے لغویوں کو محفوظ کرنا بہت گناہ ہے۔ بلکہ کفر کا اندیشہ ہوتا ہے ہاں اگر دوسرے کا قول اس کا صحیح مفہوم اور صحیح استدلال بیان کیا گیا ہو تو گناہ نہیں ہے۔ (اربع الثانی مسئلہ مہر)

(جامعہ اشرفیہ)

مولانا عبد الماجد دریا بادی اسلام اور موسیقی پر تبصرہ کرتے ہوئے صدقِ جدید لکھنؤ ۲۲ نومبر ۱۹۸۷ء میں لکھتے ہیں "کتاب کا نام ہی جو لکھا دینے والا نہیں خود کتاب بھی اسی رنگ کی ہے پڑھنے والے کے ذہن میں قدر تا سب سے پہلا سوال مقصدِ تحریر کے متعلق پیدا ہوتا ہے۔ اور جب نہرِ سریتِ مفہام کے معاً بعد پہلا عنوان یہی نظر آتا ہے تو دل خوش ہوا اٹھتا ہے۔ لیکن ایسی ہی مایوسی ہوتی ہے جب نظر ان فقرہ سے دوچار ہوتا ہے کہ اس موضوع پر لکھنے کا مقصد فی سبیلِ پرکونی کتاب لکھنی نہیں اور اس کتاب کا مقصد یہی نہیں کہ اسی کے فقہی جواز و عدم جواز پر کوئی تفصیلی بحث کی جائے اور ان متفقہ فقرہ کے بعد جب تلاشِ مثبت کی ہوتی ہے تو قناعت اس اجمالی اطلاع پر کرنا ہوتی ہے کہ ہمیں اس موضوع پر جو کچھ بھی بحث کرنی ہے اس کا بڑا حصہ ثقافتی دلچسپی ہے۔ ہمیں دکھانا ہے کہ عام طور پر مسلمانوں کو اس سے ربط نہ ہے۔ گویا مقصود یہ دکھانا ہے کہ امت نے اپنی تاریخ میں موسیقی کی کہاں تک عمر پرستی کی۔ کیسے کیسے روم ڈھائی مراثنی قوال گوئے پیدا کئے۔ اور گانے بجانے کے آرٹ میں اپنی تاریخ کے ہر دور میں کیا کیا کالات دکھائے یہ تو تھا کتاب کا نام بڑی آسانی سے۔ موسیقی کی تاریخ

قسم کے فقرے زبان قلم پر آتے ہیں۔ متقی صوفیائے کرام نے جو شرائط معماع پیش فرماتے ہیں۔ ان کی پابندی آج کسی آستانے، کسی درگاہ اور کسی خالقانہ میں ہمارے بد قسمت کمکھوں کو نظر نہ آسکی صفحہ ۳۱۴

عام طور پر اس کا یعنی تھیل سماج کے ناقل کا بڑا مقصد اپنے اثر و اقتدار اور آستانہ متقدمین کا خاموش مظاہرہ ہوتا ہے۔ خدا کرے میرا خیال غلط ہو۔ اور اگر ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے میری اصلاح کرے صفحہ ۲۱ سب سے آخری صفحے پر مصنف نے موسیقی کو ایک جائز کھیل اور تفریح کی حیثیت دی ہے۔ اور اگر مصنف کی شان میں گستاخی نہ ہوتی ہو تو یہ بد مذاق اور حسن نا آشنا تبصرہ نگار خود اس کتاب کا درجہ بھی بس ایک جائز کھیل ذہنی تعبش، دماغی تفریح اور عقلی جمناسٹک سمجھتا ہے۔

یہ کتاب اسلام اور موسیقی پر تبصرہ ہے جو ایک چشتی شیخ اور مفسر و مترجم قرآن مجید نے کیا ہے۔

غرض کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں جو شہرہات سے خالی ہو اور جو علم حدیث کی طرح روایات ثقات سے مسلسل اپنی سند، مصنف تک پہنچا سکتی ہو۔ اکثر کتابیں مصنفین کی وفات کے طویل مدت بعد مرتب ہوئیں اور صدیوں کے بعد شائع ہوئیں۔

تخریفات کرنے والوں نے تو قرآن اور صحیح بخاری وغیرہ میں تخریفات کرنے اور تخریفات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جس کا خود خدا حافظ ہے اس کو کون خراب کر سکتا ہے۔ قرآن پر داؤ نہ چلا تو کسی شیعہ نے قدیم زمانے میں قرآن لکھا اور اس کو ترتیب ترویجی کے موافق قرار دے کر حضرت علیؓ کو قومیہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ وہ قسمان اور شملی لائبریری ہٹسٹے ہیں۔ اس کی موافقت اور مخالفت میں بیٹ سے اہل قلم کے مضمنا میں شائع ہوئے ہیں لیکن میری نظر سے کوئی مضمون ایسا نہیں گذرا جس میں صاحب مضمون نے حسب ذیل امور پر توجہ دلائی ہو اور اول یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرقومہ سیپار سے اور قرآن موجود ہیں اس قرآن کا خط ان سے مختلف ہے دوسرے یہ کہ اس قرآن میں بین السطور میں آیات کا فارسی ترجمہ ہے۔ قرآن مجید کا کسی زبان میں ترجمہ قرآن ثلاثہ میں نہیں ہوا قرین ثلاثہ کی آخری حد سلسلہ تک اور غلط فہمی راہدہ میں تو بلا شبہ کوئی ترجمہ چھوڑا ہی نہیں۔ اسلئے صاف ظاہر ہے کہ یہ اس

فرقے کی کارستانی ہے جو حضرت عثمان کی ترتیب کو غلط ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے آخر میں ایک سورہ مومنوں ہے جس کی آخری آیت اس کا پتہ دیتی ہے کہ کس عقیدے کے آدمی کی کاروائی ہے۔ **عَلَىٰ وَعَلَىٰ عِلِّيُّ شَهِيدٌ**

اسی طرح ایک یورپین ڈاکٹر سنگانا نام کو کسی کے دو چار ورق ایسے مل گئے جن میں کچھ آیات قرآنی اور فقرات تھے۔ اہل یورپ نے اس کو بہت اچھا لایا۔ اس پر مولوی شبلی نعمانی اور مولوی محمد علی قادری نے مضامین لکھ کر ثابت کیا کہ یہ جعلی کاروائی ہے۔ ہم کتاب تاریخ القرآن میں ایسا مسکت الخضم جواب دیا ہے کہ جس کے آگے کسی کو بکشتی کی جرأت نہ ہو سکی ان اور اسی پر نقطے اور زیروں پر ہیں اور یہ کام عہد خلافت راشدہ میں نہیں ہوا۔ بلکہ عہد خلافت راشدہ سے کم و بیش نصف صدی کے بعد ان کی ایجاد ہوئی۔ اسلئے یہ کسی محرف شریعہ کی کاروائی ہے۔

نواب بخت خاں مرید خاں دہلی میں رہتے تھے۔ انہوں نے بخاری شریف میں تحریف کر کے اس کے نسخے قلمی لکھا کر ارزاں قیمت پر فروخت کر دیے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے اعلان کر کے ان نسخوں کو حاصل کر کے تلف کرایا۔ ایسا ہی واقعہ ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز کے عہد میں پیش آیا۔

معمولی دینیوی مقدمات اور عدالتوں میں جب ایک دستاویز پیش کی جاتی ہے تو اس کے متعلق یہ بھی تحقیق کیا جاتا ہے کہ یہ حراست جائز سے برآمد ہوئی ہے یا نہیں ہے۔ اس شخص نے اس کو پیش کیا ہے جو اس کی حفاظت کا اہل و مستحق تھا، تصوف کی بعض کتابیں عیسائیوں نے شائع کی ہیں۔ بعض سہروؤں نے طبع کرائی ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ دستاویز مشکوک و محکوک تو نہیں اس عیب سے تصوف کی کوئی کتاب خالی نہیں۔ اسلئے ان کتابوں کو وہ مرتبہ نہیں دیا جاسکتا جو کتب حدیث و فقہ کو حاصل ہے۔ حدیث و فقہ کے خلاف جو امور ان میں درج ہیں ان کو صحیح نہیں سمجھا جاسکتا جس حد تک یہ کتابیں حدیث و فقہ کی تائید کریں اسی حد تک معقول قرار دی جاسکتی ہیں۔

شاعراۃ کتابیں

قرنی مجید میں شعرا کی مذمت آئی ہے حدیث شریف میں ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری صحابی سے روایت کی ہے کہ ایک شاعر شعر کہہ رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منع فرمایا۔

نے فرمایا اس کو پکڑو یہ شیطان ہے۔

لیکن حضور علیہ السلام کا حضرت حسان بن ثابت سے شعر تنابھی ثابت ہے۔ اس لئے علمائے کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ حمد و نعت و اخلاقی اور قومی و مذہبی معاملات کے اشعار میں کچھ ہرج نہیں ہے البتہ رندانہ خیالات اور جذبات کو اہجارنے والے اشعار سے احتراز لازم ہے۔ شاعری ہر زبان کے ادب کی جان ہے۔ اکثر اولیاء اللہ اور علماء نے شاعری کی ہے اور ان کے کلام میں ہر قسم کے اشعار ہیں۔ رندانہ، عاشقانہ، اخلاقی، حمد و نعت و غیرہ، اولیائے کبار میں حکیم سنائی، مولینا روم، حافظ شیرازی، شیخ سعدی، مولانا نظامی اور مولینا جامی وغیرہ بڑے بڑے شاعر ہوئے ہیں۔ ان کے کلام میں بھی ہر قسم کے اشعار مثل عام شعراء کے ہیں۔ اس لئے جس زبان کا شعر ہو وہ اس زبان کے ادب و فن کی مثالوں میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مذہب و عقائد و مسائل کے معاملہ میں خواہ کسی شعر پر حسد نہیں ہو سکتا۔ سلوک و معرفت، اخلاق کے مضامین، ہندو مسلمان ہر قسم کے شعراء نے ہاندھے ہیں۔ یہاں تک کہ چرکیں کی غلاظت کی ٹوکری بھی ان پھولوں سے خالی نہیں ہے۔ اس لئے شعر شاعری ہی کے لئے ہے مذہب کے واسطے نہیں۔ غلام دستگیر رشید ایم اے نے کیا خوب لکھا ہے

بعض اہل عرفان نے پیغام حقیقت پہونچانے کیلئے شاعری کو ذریعہ بنایا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں مختلف قسم کی پچیدگیاں ضرور پیدا ہوئیں۔

شاعر کوئی بزرگ ہو یا عالم فاضل ہو زمانے کی ہوا کا اس پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ مولانا نظامی اور شیخ سعدی بھی اپنے زمانے کی ہوا کے موافق فحش مضامین لائے ہیں مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں

ملک کی زبان فحش اور بد تہذیب ہو گئی ہے۔ مولانا روم جیسے نیک پاک، مہذب جیسے مصلح مسلمان، ساوجب جیسے مہذب شاعر بھی نہ بچ سکے مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں

”مثنوی میں کثرت سے وہ روایتیں اور حکایتیں ہیں جو بالواقع غلط ہیں۔“

حقیقت یہ ہے کہ شاعر کے ذہن میں جو مضمون آجاتا ہے وہ اسی کو زمانے کے پسندیدہ طرز پر بانڈھنے کی کوشش کرتا ہے۔ شاعر کی روایتی مضامین شراب و کباب، حسن و عشق اور متصوفانہ مضامین سے ہیں۔ شاعر کے تصور کی صورت اسی قدر حقیقت ہے کہ

علاء الدین معنوی، سہارن پریس، اعظم گڑھ، صفحہ ۱۰۱، شعر انجم حصہ چہارم، صفحہ ۱۰۱، عالمگیر الیگزینڈر پریس لاہور، صفحہ ۱۰۱، مولانا روم صفحہ ۱۰۱، مغارف پریس اعظم گڑھ، صفحہ ۱۰۱

شیخ علی خیرین نے کہا ہے۔

تصوف برائے شعر گفتن ثوبِ اسعد۔

اسی قسم کے مضامین تصوف کیلئے مفتی میر عباس نے اپنی مثنوی من و سلویٰ میں

کہا ہے۔

از تصوف میشود شیریں کلام زانکہ باشد در گناہ لذت تمام

شعریں یہ بھی دستور ہے کہ ایک ہی مضمون کو ایک شاعر دوسرے شاعر سے

بیکر حذرت کے ساتھ عمدہ طرز سے ادا کرتے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے تمام شعراء وادین

میں وہی شرابِ کباب، گل و بلبل، ہجر وصال، حُسن و عشق، اور تصوف کے مضامین ہیں۔ یہاں تک

کہ غیر مسلم شعراء کا کلام بھی متصوفانہ مضامین سے لبریز ہے۔ ان باتوں کا نا الہام سے تعلق

ہے نہ مذہب و مسلک سے واسطہ ہے، یہ چیزیں صرف اظہارِ کمال فن کیلئے ہیں۔ ہمارے

بزرگوں میں سے جن اور لہجے کرام نے شاعری کی ہے۔ اہل ضلال نے ان کی مثنویات

ودادین میں بھی تحریف کی ہے بلکہ معمولی شعراء کے کلام کو بھی اس سے نہیں چھوڑا۔

فردوسی کے شہنشاہ کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کیا جائے تو کسی میں تعدادِ اشعار

کچھ ہے کسی میں کچھ کسی میں ایک شعر کسی طرح ہے کسی میں اس کے خلاف ہے۔

حدیقہ سنائی، حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حدیقہ کے متعلق شہزادہ دارا شکوہ نے

کہا ہے۔

حدیقہ حکیم بعضے ابیات نامعقول است،

حدیقہ میں وہ تحقیقت ایسی غلطیاں ہیں جو کسی نہایت ہی کم علم اور ناواقف سے

بھی سرزد نہ ہونی چاہی۔ مثلاً جنگِ جل میں دو فریق تھے ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا کا اور دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس جنگ سے امیر معاویہ کا کوئی تعلق نہ تھا

نہ وہ اس میں شریک تھے۔ لیکن حدیقہ میں ہے کہ جنگِ جل میں امیر معاویہ میدانِ جنگ

سے فرار کھی گئے۔

در جل چون معاویہ بگریخت خون ناحق بے مغیرہ ریخت

مثنوی رومی مثنوی مولینا روم کے نسخوں میں بہت اختلاف ہے صاحبِ شعرا منظور

نے مثنوی کے کئی اشعار کی تعداد (۲۶۶۶) بیان کی ہے۔ اب اس سے زیادہ ہے، مثنوی

حدیقہ سنائی، حکیم سنائی

کاسانواں دفتر جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں علیہ

اسے ضیاء الحق حسام الدین سعید
چونکہ البرج رخ ششم کردی گزر
صحبت پائندہ عمرت بر مزید
بر فراز برج مقتم کن سفر
سعد اعداد است بہت ہے خوش نشی
زانکہ تکمیل عادیہ مقمت است پس

بعض نے لکھا ہے کہ یہ دفتر مولانا کی تصنیف ہے۔ لیکن بعض کا بیان ہے کہ کسی دوسرے
شخص نے لکھا ہے۔ مثنوی کے بہت سے ایسے اشعار ہیں جو نہایت سست اور غلط ہیں،
جن کو ذی علم، صاحب کمال شاعر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بعض ایسے اشعار مشہور
ہیں جو عقائد اہل حق کے خلاف ہیں، اور مولینا کے مذہب و مسلک کے بھی خلاف ہیں مثلاً
چون صحابہ جنت دنیا خواستند مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

بہت حد ہفتا و قالب دیدہ ام
بچو سبزہ بار بار دیدہ ام
محققین نے تسلیم کیا ہے کہ مثنوی میں مولینا کے صاحبزادے سلطان ولد نے بھی
اشعار بطرحائے ہیں۔ صاحب مرآۃ المثنوی لکھتے ہیں علیہ
مثنوی میں قدردانان مثنوی کے بھی اضافے ہیں
مولوی عبدالاحد دریابادی لکھتے ہیں علیہ

بعض اشعار جو عام طور پر مطبوعہ نسخوں میں درج ملتے ہیں، نگارن کی تحقیق میں الحاقی
نہایت ہو گئے۔

لندن میں پروفیسر نکلس نے مثنوی کی طباعت و شروح کے متعلق بڑی جدوجہد کی
ہے۔ علاوہ کثیر التعداد نسخوں کے جو اس کے مطالعہ میں آئے۔ تین قائم نسخے خصوصیت
کے ساتھ قابل ذکر ہیں ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن میں ہے۔ جو مولانا روم کی وفات سے
۱۳ سال بعد لکھا گیا یعنی ۱۸۷۷ء کا مرقومہ ہے۔ دوسرا نسخہ جرمنی کے کتب خانہ میں ہے
جو ۱۸۷۳ء کا مرقومہ ہے یعنی مولانا کی وفات سے ۳۷ سال بعد لکھا ہوا ہے۔ ایک تیسرا نسخہ
نگارن کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔ یہ مولانا کی وفات سے (۱۷۱) سال بعد لکھا گیا۔

ایک نسخہ صرف دفتر دوم کا ہے جو مولینا کی وفات سے ۳۳ سال بعد کا ہے۔ ان تمام قدیم
نسخوں کی یہ کیفیت ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے سے متماثل نہیں۔ سب میں
اشعار کم و بیش ہیں ۱۲۸۷ میں شیخ عبداللطیف جوناہ عباسی گجراتی نے انہی نسخوں سے مقابلہ کر کے

جلد سوانح ہمیری مولانا روم ص ۶۶ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۳۱ء مرآۃ المثنوی ج ۱ ص ۲۶۵
۱۹۲۶ء رسالہ ترقی کھنڈ چٹوڑی

ایک نسخہ مرتب کیا تھا۔ اس کا نام انہوں نے بوجہ اختلاف نسخہ، نسخہ مشنویات سقیمہ رکھا تھا۔
غرض مشنوی میں تحریف کا ہونا نہایت واضح طور پر ثابت ہے۔

مشنوی کی شرحیں انگریزی، عربی، فارسی، اردو، ترکی، ہر مبنی فریچ تمام زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔

سب سے پہلے انگریزی زبان میں مہر جس رڈ ہوس نے ترجمہ کیا جو ۱۸۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ صرت دفتر اول کا ترجمہ تھا

دفتر دوم کا ترجمہ پروفیسر ولسن نے ۱۹۱۱ء میں کیا فارسی میں مشہور شرحیں شرح بحر العلوم، شرح ولی محمد اکبر آبادی، شرح محمد رضا، مکاشفات رضوی، شرح عبداللطیف اور شرح محمد افضل ہیں۔

حضرت اماد اللہ مہاجر کی نے بھی حاشیہ لکھا۔ اردو میں کشف العلوم، کشف المفہوم، پیراہن یوسفی، کلید مشنوی مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ مختلف شرحیں ہیں مولانا انجمن کانیوری نے بھی حاشیہ لکھ کر شائع کرایا تھا۔

مولیناروم کے نام سے ایک دیوان بھی مشہور ہے مولینا کا مرید خاص سپہ سالار مولانا کے حالات میں اس دیوان کا ذکر نہیں کرتا اور مولینا کے قریب زمانہ کی تصنیف مناقب العارفین میں بھی دیوان کا ذکر نہیں ہے۔

دیوان شمس تبریز کے نام سے ایک دیوان مشہور ہے۔ بعض اس کو شمس تبریز کی تصنیف کہتے ہیں مگر صاحب ریاض العارفین نے لکھا ہے کہ مولانا نے شمس تبریز کے نام پر تصنیف کیا۔ اس دیوان میں شمس تبریز کی ذات کے متعلق ایسے اشعار ہیں کہ وہ کسی دوسرے ہی کے ہو سکتے ہیں۔

کلیات شمس۔ ایک کلیات بھی شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے اس میں ایسے اشعار ہیں جو قراطہ، اباحیہ، معلولہ کے عقائد کے موافق ہیں۔ بعض اشعار میں صحابہ کرام پر تبرّ بھی ہے، مثلاً حضرت علی کی مدح میں ایک عقیدے میں یہ اشعار ہیں۔

اسے تخت خلافت تو زبیدہ ولایتی
احکام تو با حکم قضا ہر دو موافق

زیراک تو معصومی وغیرا تو گناہگار
ہادی خلافت نمود مرشد ناحتی

یہ کام شیعہ کے سوا کسی صوفی کا نہیں ہو سکتا۔

دیوان حافظ۔ دیوان حافظ کے نسخوں میں ایسا اختلاف ہے کہ غزلیں کی غزلیں کسی نسخے میں ہیں کسی میں نہیں اور بعض کے مضامین صریح عقائد کے خلاف ہیں، بعض اشعار ہیں تبرا بھی ہے، تفصیل آگے آئے گی۔

قصائد کی شاہ نعمت اللہ ولی کے نام سے کئی قصائد مشہور ہیں جن میں پیشین گوئیاں ہیں ان کا سزا ہر کل علاقہ کشمیر میں ہے۔ ان قصائد میں گزشتہ واقعات تو معہ اسماء مذکور ہیں۔ اور آئندہ واقعات میں نام نہیں صرف اجمال کے ساتھ اشارہ ہے۔ ان قصائد کی ثبوت کی یہی دلیل کافی ہے کہ اہل نظر ان قصائد کو جعلی کہتے ہیں۔ سادہ انسان ان پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے یا گزر جاتا ہے تو اس قصیدہ میں ایک شعر کا اضافہ ہو جاتا ہے مثلاً سر سید احمد خاں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن مجید کی تفسیر کی۔ ان کے متعلق بھی ایک شعر ہے۔

کس بنام احمد گمراہ کتب بے حد سازند از دل خود تفسیر فی القرآن
ایک قصیدے میں انگریزوں کے متعلق ایک شعر ہے اس کا مدعا یہ ہے۔
شاہ مغرب بہر قتلش خوش عنال پیدا شود۔

اس پیشین گوئی کا بطلان اس زمانے میں ظاہر ہو گیا ان قصائد کے اکثر اشعار ایسے ہیں جو کسی شاعر اور ذی علم شخص کے نہیں ہو سکتے ماہ ستمبر ۱۹۴۸ء میں لاہور کے اخبارات نے نہایت شدت سے ان قصیدوں کو شائع کیا کہ ان کی شرح کی چونکہ ان دنوں حیدرآباد دکن میں مجلس اتحاد المسلمین نے بہت زور باندھا اور اس کا صدر تقریریں میں یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں جہاد کروں گا! میرے پاس اس قدر سامان ہے کہ حکومت ہند کا تختہ الٹ دوں گا اور میرے عثمان علیخان شاہ دکن بھی میرے ساتھ ہیں۔ ادھر حکومت ہند کو اصرار تھا کہ حیدرآباد دکن اطاعت قبول کرے لہذا اس موقع پر نعمت اللہ ولی کے قصیدہ میں ایک اور شعر برپا کیا جس کا یہ مطلب تھا کہ حکومت ہند شاہ عثمان کے حملہ کی تاب نہ لا سکے گی۔ یہاں تک کہ اتحاد المسلمین کی فوج میں اور ہند کی فوج میں جنگ شروع ہو گئی۔ تین دن تک جنگ ہوئی کہ حضور نظام نے جنگ بند کرنے اور ہتھیار ڈال دینے کا حکم دیدیا اور اب حکومت ہند کا حیدرآباد دکن پر فوجی قبضہ ہے اس پر لاہور میں اخبار زمیندار ۱۵ ستمبر ۱۹۴۸ء میں خواجہ عباد اللہ اختر امرتسری نے لکھا۔

”شاہ انصاری کی پیشین گوئیاں اب کتاب سے شائع ہو رہی ہیں لوگوں کو
 کیا معلوم کہ یار دوست ہر ایک سال چند اشعار جو پائے شعر سے بھی گرسے ہوئے ہوتے
 ہیں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ اور ولی اللہ کا نام فروخت کرتے ہیں خواہ ان لوگوں کی نیت
 نیک ہو۔ لیکن جھوٹ جھوٹ ہی ہے مسلمانوں کو ان کے نزدیک نہ جانا چاہیے۔“
 اشعار گنگوہی اب خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بعض اشعار غزلیں
 مشہور ہو رہی ہیں۔ صوفیوں میں ان کا یہ شعر بہت مشہور ہے

بندہ قدوس گنگوہی خدا خود را شناس این ندا از غیب با اصراری گوید مرا
 ”قدوسی خاندان کے دو صاحبوں سے میری ملاقات ہے۔ دونوں اہل علم اور صاحب
 تقوت ہیں۔ ایک مولوی محمد عادل صاحب رکن دائرہ المعارف حیدر آباد دکن جو سرسے مولوی
 اعجاز الحسن صاحب ملازم محکمہ امور مذہبی حیدر آباد دکن دونوں صاحبوں نے مجھ سے فرمایا
 کہ ہماری خاندانی بیاض میں یہ شعر اس طرح تحریر ہے۔“

بندہ قدوس گنگوہی خدا را خود شناس این ندا از غیب با اصراری گوید مرا
 ایک غزل اور بھی خواجہ صاحب کی طرف منسوب ہے
 استیں بر و کشیدی ہم چو بکار آمدی۔

ان دونوں غزلوں کے متعلق شیخ سراج الحق گنگوہی نے فرمایا تھا کہ خاندانی بیاضوں
 میں نہیں ہیں بیاضوں کے اشعار میں بھی اختلاف ہے اور یہ شبہ بھی بعض بیاضوں میں
 ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ غزلیں خواجہ صاحب کی طرف غلط طور پر منسوب کی گئی ہیں۔
 حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضل اور اولیائے کاملین سے تھے
 اور نہایت سختی کے ساتھ پابند سنت تھے انہوں نے اپنی تمام تصانیف میں اتالیق
 سنت و شریعت پر زور دیا ہے اور آداب کا کمال درجہ لحاظ کیا ہے لیکن ان کے نام
 سے یہ شعر مشہور ہوا۔

من چہ بدوائے مصطفیٰ دارم پیچہ در پیچہ خدا دارم
 یہ شعر ان کے مسلک اور تحریر کے صریح خلاف ہے۔ مجدد صاحب کا شاعری
 سے شغف بھی مذکور نہیں۔
 ایک یہ خرابی پیدا ہو گئی کہ کسی بزرگ کے نام سے کوئی کیسا ہی شعر مشہور

ہو عقیدت مند اس کو کھینچ تان کر مذہب اور تصوف میں لے آتے ہیں اور تاویلات کی بھرمار سے اس کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً مولانا روم اور دہلوان حافظ کے ساتھ یہ سلوک بہت بڑا ہے۔ تاویل کا یہ طریقہ ائمہ اسلام نے احادیث کے لئے مقرر کیا تھا کہ اگر کوئی ایسی حدیث جو مشاہدہ یا صحیح واقعات کے خلاف ثابت ہو جائے تو ہمیں تاویل پر مضطر ہو جانا چاہیے۔ لوگوں نے یہی عمل شعران کی مثنویوں رواہ اور مقولوں پر شروع کر دیا۔

ایک یہ غلطی بھی ہوئی ہے کہ دیوان حافظ اور اولیائے کرام کے اشعار کے متعلق اہل علم نے یہ سعی کی کہ ان کی ایسی شرحیں کی جائیں کہ ان کے زندانہ مضامین کو جنہیں وہ شاعرانہ حیثیت سے لائے تھے کھینچ تان کر تصوف میں لے آئیں۔ اس غلطی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے زندانہ اشعار کو عوام تعلیم دین سمجھنے لگے اور ان کے دواہین کو انہما می سمجھ بیٹھے پھر وہ زندانہ اشعار اپنے ظاہری معنی و مطلب کے اعتبار سے عقیدہ قرار پا گئے۔ ان بزرگ شاعرین نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس سے ان بزرگوں کے دامن کمال فن پر دھبہ آتا ہے کیونکہ جب تک ہر مصرعہ اور ہر شعر میں ایک ایک لفظ کی شرح نہ کی جائے کہ اس سے یہ مراد ہے اور اس سے وہ مراد ہے۔ اس وقت تک بیشتر تصوف و سلوک کے موافق نہیں ہوتا اس پر ایک صاحب فن کہہ سکتا ہے کہ اس بزرگ کو شاعری آتی ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ مفہوم کو حقائق کے ساتھ ادا نہ کر سکا ہر جگہ توڑ جوڑ کر ناپڑتا ہے تب کہیں مطلب نکلتا ہے۔

غرض کوئی کتاب کوئی شعر ایسا نہیں ہے جس کو یقین رائق کے ساتھ کہا جائے کہ یہ جس بزرگ کی طرف منسوب ہے انہیں کی تصنیف سے علاوہ ازیں اولیائے کرام کا ظاہری مشربوت کے خلاف کوئی قول و فعل قابل حجت نہیں کیونکہ ان سے گناہ بھی ہرگز ہو سکتا ہے۔ اور غلطی بھی ہو سکتی ہے یہ امر کس قدر قابل لحاظ ہے کہ سہمی حافظ شیرازی، مولانا روم اور امیر خسرو وغیرہ کا مادر زاد ولی اور صاحب انعام ہونا مذکور اور ثابت نہیں ان کی زندگی کا کچھ زمانہ آزادی اور جوانی دوائی کا بھی گزرا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اشعار جن میں معاملہ بندی، شراب و کباب اور رندی و سبقت کے مضامین ہیں عہد آزادی کی تصنیف ہوں، خواجہ بشار حافی جن کے تقویٰ و تقدس کی انتہا رحمتہ اللہ علیہ نے

بھی تعریف فرمائی ہے عہد جوانی میں دائم الخمر تھے۔ امیر خسرو فن شعر میں غزلیات وغیرہ لائے ہیں ایک راگ اور ایک باجا بھی ان کی ایجاد بتایا جاتا ہے ایسی ہی سعدی کی غزلیات بھی ہیں۔ عقل سلیم اس طرف راہبری کرتی ہے کہ یہ چیزیں ان اولیائے کرام کے عہد جوانی کے کارنامے ہوں گے غرض اس قسم کے اشعار خواہ کسی کے ہوں قابل حجت نہیں۔ تاہم انہ مشال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بلوغ البین میں تحریر فرمایا ہے

”حافظ شیرازی کے اس مجازی شعر کو حقیقت سمجھ کر دلیل پیش کرتے ہیں۔

بچے سجادرہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک پیچہ بنود زراہ و رسم منزلہا
علامہ عبدالوہاب قرظینی نے سنگتہ بحیری میں ایک نسخہ دیوان حافظ کا مرتب کر کے شائع کیا تھا انہوں نے تیسری قدیم قلمی اور قدیم مطبوعہ نسخوں سے یہ نسخہ تیار کیا تھا کسی نسخہ کی غزلیات اور غزلیات کے اشعار کی تعداد برابر نہ تھی مرتب نے دیا چہ میں اس امر کا اس طرح اظہار کیا ہے می بینم کہ عمدہ غزلیات دیوان حافظ و بچہ بنود زراہ و رسم منزلہ غزل بسرعت رو باقرالش میگزارد قریب صد غزل الحاقی است جس کتاب کی یہ حالت ہو اس کے اشعار کو سند عقائد قرار دینا شدید غلطی ہے اور ایسی کتاب کی شرح میں اس لئے جدوجہد کرنا کہ مطابق مسلک ہو جائے یہ بھی غلطی ہے۔

غرض علوم دین کا سب کچھ کام اس زمانہ میں ہو رہا ہے جس کی تعریف خود حضور علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ یعنی قرون ثلاثہ میں حضور علیہ السلام نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے کہ پھر جھوٹ پھیل جائے گا اس کے علاوہ اولیائے کرام معصوم نہ تھے ان سے غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ اور ان کے کشف میں اشتباہ اور غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

شیخ اکبر ابن عربی نے فرمایا ہے۔

اہل کشف کو کثرت سے اشتباہ بھی ہو جاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں

”بعض بزرگاں غلطی در کشف اینہا ہم تحریر میکنند“

اسی وجہ سے خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے فرمایا ہے

”مشائخ کا کوئی فعل حجت نہیں ہے“

ان اسقام کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ جو بھی قول و فعل کسی بزرگ کا ظہر

علیہ ملفوظات شاہ عبدالعزیز صاحب ص ۱۷۷ ملفوظات حضرت علامہ اردو ترجمہ بلوغ البین

مصنف شاہ ولی اللہ صاحب عالی بکیر الیکٹرک پریس لاہور

شریعت کے خلاف ثابت ہو جائے اس کو رد کر دیا جائے کشف کے ذریعہ سے جو امر
خلاف شریعت ظاہر ہو اس کے متعلق مجدد صاحب فرماتے ہیں۔
”واگرنا الغرض ان معانی مفہومہ بکشف والہام ظاہر شود آنرا اعتقاد نہ باید کرد و آن
استغفار باید نمود۔“

خواجگان سلف کا یہی دستور تھا خواہ کشف ہو یا الہام یا کسی بزرگ کا قول ہو
جب تک اس کو شریعت کے مطابق نہ جانچ لیتے تھے، قبول نہ کرتے تھے خواجہ سلیمان
دارانی ^{۲۱۸} کا قول ہے۔

”بسا اوقات محمد پر ایک نکتہ ظاہر ہوا مگر میں نے اس وقت تک اسے قبول نہ کیا
جب تک کہ کتاب و سنت سے اس کی تصدیق نہ کر لی۔“

خواجہ جامی نے لغات الانس میں خواجہ بشرحانی ^{۲۱۹} سے کسی کا قول نقل کیا

”از سخنان این طائفہ هیچ چیز بدلی من قرار نگرفت تا آنکہ دو گواہ عدلی از کتاب و سنت
بر آن نہ یافتند۔“

حضرت شیخ الاسلام خواجہ زکریا الفارسی کا قول ہے

”غنویا، کا جو کلام صریح کتاب و سنت کے مخالف ہو اس پر اعتقاد کرنا حرام ہے۔“

انام شیعرائی فرماتے ہیں

”جب ان کے کلام کو شریعت کے خلاف دیکھے چھینک دے۔“

علامہ ولی اللہ بلرغ البین میں فرماتے ہیں۔

”یاد رہے کہ امور دینیہ کی بنیادیں چیزوں پر ہے، ایک آیات و محکمات جو کہ کلام خدا
میں ہیں، اس حدیث صحیحہ جو کہ حقان کلام میں۔ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم جو بات انہیں
بالنہیںوں میں سے کسی ایک کے خلاف ہوگی، سے مرود سمجھنا چاہئے۔“

اعتراف کسی بھی بزرگ کا قول جو وہ قابل تسلیم نہیں ہے جب تک کہ کتاب و
سنت کی اس پر شہادت نہ ہو۔ اس کو قبول کرنا معصیت ہے۔

ائمہ نے یہ اصول قرار دیا ہے۔ کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہے وہ رد ہے۔ جو
قول کسی امام کا حدیث کے خلاف ہے وہ رد ہے۔ صوفیائے کرام نے یہ اصول

قرار دیا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے خلاف جو قول کسی کا ہے وہ رد ہے یہی اصول مجمع ہے اور سچا راستہ یہی ہے۔ خواجہ معروف کرخی مسئلہ کا قول ہے بلکہ

”تصوف ایک ایسا اسم ہے جس میں فقر و زہد کے معانی شامل ہیں۔
خواجہ بشرخانی مسئلہ زہد کی یہ تعریف فرماتے ہیں۔

”زہد وہ ہے کہ شبہات سے پاک ہو۔“

خواجہ ابو بکر کتانی مسئلہ فرماتے ہیں۔

”جس چیز میں کوئی مدنی، عراقی اور شامی مجتہد اختلاف نہ کرے وہ زہد ہے۔“

امام شعرانی کا قول پہنچل آیا جا چکا ہے مدعیان تصوف نے ایک نئی صورت اور

پیدا کی ہے۔ کہ وہ بعض آیات و احادیث کے معنی و مفہوم کو اور یہی طرح بیان کرتے ہیں۔ لیکن اہل حق جانتے ہیں کہ قرآن پاک کی صحیح تفسیر حدیث شریف ہے۔ اور قرآن و حدیث کی صحیح تفسیر فقہ ہے۔ اسلئے فقہاء ائمہ مجتہدین اور محدثین نے جو معنی و مفہوم

قرار دیا ہے وہی صحیح ہو سکتا ہے۔ صحیح مقصد و مطلب کو ان بزرگوں سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ یا جنہوں نے صحابہ و تابعین سے فیض پایا۔ جن کا علم و تقدس ستم تھا جو ان علوم کے صاحب ضرر تھے جن کو زمانہ رسالت سے قرب کی فضیلت حاصل تھی۔ ان بزرگوں کے خلاف جس کسی نے بھی جو کچھ لکھا ہے وہ بروئے عقل بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

ایک بہ صورت بھی غلط فہمی واقع ہونے کی ہے کہ اسلامی احکام تمام ایک دم سے نازل نافرمان نہیں کئے گئے۔ بلکہ رفتہ رفتہ پیش کئے گئے ہیں تاکہ عوام سہولت کے ساتھ مقلد ہو سکیں۔ قرآن میں نزول تدریجی کی بھی مصلحت بیان فرمائی گئی ہے۔

بعض امور ایسے تھے کہ جو حضور کے عہد میں ابتداء سے رائج رہے۔ پھر ان کی ممانعت ہو گئی۔ اس کے علاوہ امور بروجہ اور ضروریات و حاجات میں حضور علیہ السلام کسی ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے۔ اور یہ امر ممکن بھی نہ تھا اسلئے بعض قولی یا فعلی حدیثیں ایسی ہو سکتی ہیں جو ابتدائی عہد کی ہوں اور ان سے کسی امر کی اجازت لے لی جاسکتی ہو تو آخر زمانہ کی حدیث واجب العمل ہے، حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و مجتہدین نے جانچ کرنے کے بعد صحیح حدیثوں پر فقہ کی بنیاد قائم کی ہے۔

عوارف و معارف

عوارف و معارف

عوارف و معارف

عوارف و معارف

عوارف و معارف

اسلئے ہمیں اصول فقہ کی روشنی میں مسائل کو لینا چاہئے۔ اور فقہاء کے مذہب پر عمل رکھنا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے زمانہ رسالت کے قریب تمام احادیث وغیرہ کو جانچ کر اصول قائم کئے ہیں۔ اور اجتہاد کر کے مسائل کو مدون کیا ہے۔ اسلئے کوئی تصدیق یا غیر صحیح حدیث ان کے اجتہاد کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ نہ کسی حدیث کا ایسا جدید مفہم قرار دیا جاسکتا ہے جو ان کے بیان کردہ مفہوم کے مطالب کے خلاف ہو۔ اگر کوئی شخص علم و عقل اور انصاف سے غور کرے گا تو اس کو اس میں کوئی عذر کی گنجائش پیدا نہ ہوگی۔

تیسری صدی ہجری سے ہندوستان میں صوفیوں کی بڑھتی ہوئی پڑی۔ لاکھوں کروڑوں مذہب پیدا ہو گئے۔ اور اس صوفی نے جو کچھ آرد و بکھنی پر یعنی جانتا تھا، تو اس میں کوئی نہ کوئی تصدیق ضروری۔ اور اس میں مسئلہ وحدۃ الوجود کی بحث کتابوں سے لے کر دیکھ کر نقل کی۔ لیکن یہ نازک مسئلہ ایسا نہ تھا کہ نقل و راہ عقل کی کسوٹی پر پورا اتر جاتا انجام یہ ہوتا کہ ان کے تمام دلائل اتحاد و حیل کی تائید میں آگئے۔ اگرچہ انہوں نے ظہر یہی کیا کہ اتحاد و حیل باطل ہے اور ان کا غالباً مقصد بھی یہی ہو گا لیکن دلائل میں اس سے نہ بچ سکے کچھ نئے تعلیم یافتوں نے بھی مذہب میں نام حاصل کرنے سکے۔ نئے تصوف پر رسالے اور مضامین لکھے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ مقصد کمال فائدہ میں ارا نہ کر سکے ان کی عبارت اور ان کے دلائل اس مفہوم کے خلاف ہیں جن کیلئے انہوں نے قلم اٹھایا تھا۔ اس عہد کے زمانے میں حضرت ساجی امداد اللہ بہار کی چشتی و مولانا رشید احمد گنگوہی چشتی و مولانا اشرف علی تھانوی حنفی کی تصانیف پر بحث کچھ قابل وثوق ہیں۔

الباب الثالث فی سلاسل الطریقت

تمام سلاسل طریقت کی ابتدا و ذات بابر کات حضور نبی کریم علیہ السلام سے
 ہوئے۔ اور حضور کے بعد بالترتیب سلسلہ ظاہری و باطنی خلفائے راشدین رضوان اللہ
 علیہم اجمعین سے سب سلاسل کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سب کا ذکر کرتے کیلئے
 ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ لیکن تمام سلاسل اوپر جا کر ایک ہو گئے ہیں۔
 اس کے علاوہ زمانہ قدیم کے بزرگوں میں سے تقریباً ہر ایک بزرگ نے بہت سے
 شاگردوں سے فیض حاصل کیا ہے۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ صوفیائے کرام چل
 کسی بزرگ کا نام سنتے تھے حصول فیض کیلئے پہنچ جاتے تھے۔ خواجہ سعدی فرماتے
 ہیں۔

منتجع زہر گوشتہ یافتہ زہر خرمی نوشہ یافتہ

وہ لوگ جن کو کتب تاریخ و قصوت پر عبور نہیں کہتے ہیں کہ سلاسل طریقت
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی صحابی سے جاری نہیں ہوئے اور حضور
 علیہ السلام نے حضرت علی کے سوا کسی صحابی کو طریقت کی تعلیم نہیں دی یہ عقیدہ
 قرامطہ کے فرقوں کی ایجاد ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت رسالت ناب صلی
 اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور فیضان سب کے لئے یکساں تھا۔ آپ سے ہر ایک صحابی
 نے اپنی اپنی محنت اور قابلیت، اپنے اپنے ظرف و محبت کے موافق حصہ پایا اور
 ان میں سے ہر ایک صوفی کامل تھا گو فرق مراتب تھا حضور نے خود ارشاد فرمایا ہے۔
 ”میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں تم جس کا بھی اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔“
 حضور علیہ السلام کے بعد بالترتیب خلفائے راشدین سے سلسلہ رشد و
 ہدایت جاری رہا۔

تعلیم طریقت بسیار رائج بود کہ قریب ہشتاد و نفر باشند از انجملہ بعضی بزرگان
 از نسل ابوبکر و عمر و عثمان و علی و بعضی فرزندان نسل انس و ابن عباس بودند
 اسی قسم کی روایت شہاد بن اس سے رسالہ مکتبہ میں منقول ہے ثوث القلوب
 اور شہاد بن منطلق الطبرستانی بھی ایسا ہی مذکور ہے

خواجہ بھی نے مشنا کی قید اس لئے لگائی ہے کہ انہوں نے صرف ان صحابہ کو شمار کیا ہے جن سے اہل سلاسل نے سلاسل کو شمار کیا ہے۔ شہزادہ محمد اختر چشتی رسول اکرم کے متعلق تذکرۃ الفقراء میں لکھتے ہیں

”دس صاحبوں کے بارے میں فرمایا کہ ان سے راہ عرفان جاری ہوئی

وہ یہ ہیں ابو بکر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابو عبیدہ، سعد بن وقاص، سعید

عبد الرحمن بن عوف۔

شہزاد نے یہ تعین بڑے سلسلوں کی شمار پر کی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے باطنی ہر صحابی نے حضور شیخ پایا ہے اور ہر صحابی سے دو نمبروں کو پہنچا ہے۔ بعض نے کئی سوا صحاب کی تعداد لکھی ہے۔ ان لوگوں نے صرف مشاہیر کو شمار کیا ہے۔ ورنہ حضور کی نگاہ فیض آثار سے کوئی صحابی بھی محروم نہیں رہا۔ عقیل سلیم بھی اسی طرف راہبری کرتی ہے کہ حضور کا شیخی صحبت اس قدر بے اثر نہیں ہو سکتا کہ صرف چند آدمیوں کو ہی منزل مقصود تک پہنچا سکے اس قسم کے خیالات سے دامن رسالت پر دست بردار رہنا ہے کہ آپ کی امت میں تو ایک ایک دلی نے سیکڑوں ولی بنا دیئے اور آپ صرف چند آدمیوں کو ہی منزل مقصود تک پہنچا سکے شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ باب ۱۴ ص ۳۳ پر حضرت ابو بکر کو امام الاولیاء لکھا ہے شیخ عطار بھی تذکرۃ الاولیاء میں خلفائے راشدین کو اول ذکر کیا ہے اگر یہ حضرات صاحب طریقت نہ ہوتے تو مشہور بزرگ ایسا نہ لکھتے غرض خلفائے راشدین نے آپس میں بھی باقریب ایک دوسرے سے کسب فیض و تربیت کیا۔ یہ خواجہ پارسا سالہ فی سبیلہ میں فرماتے ہیں۔

”امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ بعد از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ازان

خلفاء کہ بر امیر المؤمنین علی مقدم بودہ اند ہم نسبت باطنی تربیت یافتہ اند

چونکہ اس زمانے میں سوائے نقشبندیہ کے اہل شجرات نے دیگر سلاسل کو حضرت

علی پر ختم کیا ہے اس لئے ان لوگوں نے جنکی نظر وسیع نہیں اور جنکی معلومات محدود ہیں

یہ خیال قائم کر لیا کہ حضرت ابو بکر سے صرف سلسلہ نقشبندیہ ہی جاری ہوئی ہے اور دیگر

صحابہ سے کوئی سلسلہ نہیں چلا آخر زمانہ کے شجرہ نویسوں نے بظہر سہولت کسی اسماء

کے خیال سے شجرات کو حضرت علی پر ختم کر دیا ورنہ بزرگان متقدمین کے دور میں ہر

چہار خلفاء کے اسمائے گرامی تھے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے اور ادر
 نتیجہ میں اسی طرح منقول ہے۔ اس رواج کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بزرگان متقدمین
 میں سے بعض بعض بزرگوں کا یہ طرز عمل تھا کہ دو شخصوں نے اگر ایک شخص سے بیعت کی
 اور وہ اس سے مجاز طریقت ہوئے۔ لیکن ان دونوں سے ایک نے شیخ کی ذات کے بعد
 اپنے پیر بھائی سے بھی فیض حاصل کیا اور تجدید بیعت کی تو بعض بزرگ شجرہ میں اس
 درمیانی شیخ کا نام نہیں لکھتے صرف شیخ اول ہی کا نام لکھتے ہیں جیسے خواجہ علاؤ الدین
 عطار اور خواجہ محمد یار سائے بہاؤ الدین نقشبند سے بیعت کی اور اجازت پائی اور خواجہ
 نقشبند کے بعد خواجہ عطار نے خواجہ یار سائے سے تجدید بیعت کی اور فیض حاصل کیا تو
 بعض اہل سلسلہ خواجہ نقشبند کے بعد خواجہ عطار کا نام لکھتے ہیں بعض دونوں کے
 درمیان خواجہ یار سائے کا نام بھی لکھتے ہیں اسی طرح چونکہ خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ نے
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور فیض پایا یا پھر حضور کے بعد ایک دوسرے سے بیعت و استفادہ
 کرتے رہے اسلئے شجرہ نویسو تک اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں ترتیب و اسرار قائم کر لیں
 یہ بھی چھوڑا ہے کہ اگر کسی بزرگ کو کسی شیخ سے صرف نسبت زوجیہ حاصل ہے یعنی ان کا
 نہیں ہوئی اس صورت میں بھی بطور اختصار سلسلہ میں درمیانی شیوخ کے نام نہیں
 لکھتے جیسے خواجہ یار یزید بسطامی کے بعد شجرات میں خواجہ ابوالحسن خرقانی کا نام ہے ان
 دونوں کے درمیان اس قدر طویل زمانہ ہے کہ بقائے صورت کسی طرح ممکن نہیں اور درمیان
 میں چار شیخ اور ہیں لیکن چونکہ خواجہ خرقانی نے براہ راست خواجہ یار یزید بسطامی کی بیعت
 سے فیض و تربیت حاصل کی ہے اسلئے اہل سلسلہ نے درمیانی شیوخ کے نام شارح
 نہیں کئے لہذا صورتی سے انکا صحیح سلسلہ اس طرح ہے۔

ابوالحسن خرقانی عن ابوالفضل ترک طوسی عن ابی یزید عشق عن شیخ محمد مغربی عن شیخ
 احمد خضریٰ عن یار یزید بسطامی۔

امام حسن بصری اور حضرت علی کی ملاقات سے اکابر محدثین نے انکار کیا ہے لیکن
 شجرات میں حضرت علی کے بعد امام حسن بصری کا نام ہے اور انکا صحیح سلسلہ نقل عوری
 سے یہ ہے۔

حسن بصری عن امام حسن عن حضرت علی۔

ایک یہ غلطی بھی شائع ہے کہ کم علم صوفیاء سمجھتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین امام طریقت نہ تھے اور ان سے سلسلہ جاری نہیں ہوئے شیخ اکبر فتوحات مکیہ باب بوصایا میں فرماتے ہیں ”یہ کہنی نہ کہو کہ حضرات مجتہدین معارف اسرار سے محجوب تھے جیسا کہ بعض جاہل اور بے علم صوفی کہہ کرتے ہیں کیونکہ یہ کلمات شانِ امامت کے نہ پہچانتے کی وجہ سے کہے جاتے ہیں۔“

اور باب ۹۹ میں فرماتے ہیں

”اصل میں مجتہدین ہی وارثِ انبیاء کرام ہیں۔“

صاحبِ فوز المرام نے امام ابو حنیفہ رحمہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اہمال و اوتاد و نجباء تھے سلسلِ طریقت میں وہ سلسلہ جو سب سے پہلے خاص نام سے مقرر ہوا یعنی حنیفیہ وہ امام اعظم سے ہے اور ترونِ ثلاثہ کے اندر ہے اور باقی تمام سلسلِ طریقت ترونِ ثلاثہ کے بعد مقرر ہوئے صاحبِ فوز المرام لکھتے ہیں علیہ

”جوابِ حدیث کے جامع ہیں درمیانِ علم ظاہر اور باطن کے اور محیط میں ساتھ احکام اور حکمتوں اور معارف اور اسرار کے مثل ائمہ شافعی اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم اور ان کے امثال یہ لوگ بہترین اہمال و اوتاد اور نجباء ہیں پس پرہیز کر لو سوئے ظن سے ان کے حق میں کہ شیطان اس کو تجھے اچھا دکھاتا ہے۔ جن پر شیطان غالب ہے وہ نورِ علم سے ہدایت نہیں پاتے کہتے ہیں کہ ائمہ فقہاء و مجتہدین اس مرتبہ کو نہیں پہنچے اور علماء متفق ہیں اس بات پر کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اوتاد سے ہیں اور ایک ہدایت میں ہے کہ قبل وفات کے قطب ہوئے ایسا ہی بعض ان کے تابعین فقہاء مثل امام نووی رضی اللہ عنہ اور مثل ان کے رضی اللہ عنہم۔“

دوسری جگہ لکھتے ہیں علیہ

”امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور مثل ان کے رحمۃ اللہ علیہم کہ جامع ہیں درمیان حقیقت و شریعت کے۔“

بزرگانِ متقدمین اور صاحبانِ علم نے جو اولیائے کرام کے تذکرے لکھے ہیں ان میں بالترتیب خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین کا اول ذکر کیا ہے جنہیں رسالہ شہداء علیہ فوز المرام ص ۱۱۱ میں اجمالاً بحوالہ کوکبِ ظاہرہ

مکتوبات حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی، تذکرۃ الاولیاء اشتباہ فی سلاسل الاولیاء اب ہم
پہلے ان سلسلوں کو لکھتے ہیں جو صحابہ کرام سے ہیں

سلاسل صحابہ

عہد خواجه بنید بغدادی عن شیخ ابی سعید الخزاز عن خواجه بشر حافی عن شیخ ابی رجاء
الطہاء عن خواجه نفیس بن عباس عن شیخ منصور السلمی عن شیخ محمد بن مسلم الزاہد عن شیخ مجتہد
رفی عن شیخ محمد مطہم عن حضرت ابی بکر الصدیق

عہد شیخ بدیع الدین شاہ نادر عن طیفور شامی عن امین الدین شامی عن عبد اللہ شامی
بردار عن حضرت ابی بکر الصدیق

عہد شیخ ابی سعید الخزاز عن شیخ عبد اللہ وحی عن ابی تراب عسکر نخسوی عن خواجه بایزید
بسطامی عن شیخ امین الدین شامی حضرت عبد اللہ علمبردار عن حضرت عمر فاروق

عہد شیخ ابی تراب عسکر نخسوی عن حاتم اصم عن شیخ عبد الرحمن خواس عن شیخ شفیق
بلخی عن شیخ ابراہیم ادرہم عن شیخ بیل بن زیاد عن حضرت عثمان غنی

عہد عبد اللہ علم بردار اور کبیل بن زیاد سے حضرت علی سے بھی نفیس پایا ہے اسلئے
ان دونوں کا سلسلہ حضرت علی سے بھی ہے

عہد شیخ کبیل بن زیاد عن حضرت ابی ہریرہ صحابی
عہد امام الطریقہ شیخ احمد کبیر دفاعی عہد عن شیخ منصور بسطامی عن امام سہیل بن

عبد اللہ تستری عن خواجه ذوالنون مصری عن شیخ ابراہیل مفرجی عن شیخ ابو عبد اللہ محمد
حبشیہ قابعی عن حضرت جابر انصاری صحابی یہ سلسلہ دفاعیہ مشہور ہے

عہد خواجه بایزید بسطامی عن شیخ حبیب عجمی عن امام محمد بن سیرین عن حضرت
انس بن مالک صحابی

عہد امام الطریقہ ابو العباس سید احمد بدوی عہد عن شیخ عبد الجلیل نیشابوری
عن شیخ عبد الحمید عن شیخ عبد الحمید عن شیخ علی بن ابی الحسن عن شیخ احمد شوافعی عن

شیخ محمد شیرازی عن شیخ عبد الرزاق عن شیخ ابی طاہر عن شیخ عبد القدوس عن شیخ احمد بن
محمد نور بزی عن شیخ حبیب عجمی عن امام حسن بصری عن شیخ عمران بن حصین عن حضرت

انس صحابی یہ سلسلہ بدویہ مشہور ہے
مکتوبات العنبر

نفس شامعد ثوریر نے فضیل بن عیاض سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔
 علیہ شیخ عطار بن رباح عن امام قاسم بن محمد عن امام عروہ بن زبیر عن حضرت سلیمان
 فارسی صحابی۔

۱۱۔ شیخ داؤد طائی عن امام ابی حنیفہ عن شیخ عطار بن رباح عن حضرت عبداللہ بن
 زبیر صحابی و حضرت زبیر بن العوام صحابی۔

۱۲۔ شیخ داؤد طائی و شیخ ابراہیم بن ادہم عن امام سفیان ثوری عن امام ابراہیم مخنفی بن
 امام علقمہ بن قیس عن حضرت عبداللہ بن سعود صحابی۔

۱۳۔ امام احمد بن حنبل عن امام سفیان ثوری عن امام ابو محمد عمرو بن دینار عن حضرت عبداللہ بن عباس صحابی
 ۱۴۔ شیخ ابراہیم بن ادہم عن امام مالک عن نافع عن حضرت عبداللہ بن عمر صحابی
 ۱۵۔ امام حسن بصری عن حسن بن علی صحابی۔

۱۶۔ امام حسن بصری عن امام حسین بن علی صحابی

سلسلہ تابعین

۱۔ شیخ ابراہیم بن ادہم عن شیخ موسیٰ بن زید راعی عن خواجہ اولیس قرنی تابعی۔
 نوٹ اولیس قرنی نے حضرت عمرو عثمان و علی بنیوں سے بیعت کی یہ قول زیادہ
 معتبر ہے بعض نے لکھا ہے حضرت علی سے بھی بیعت کی۔

۲۔ امام ابو حنیفہ تابعی عن شیخ ہرم بن حبان عن خواجہ اولیس قرنی۔
 ۳۔ خواجہ فضیل بن عیاض و خواجہ داؤد طائی دونوں نے امام ابو حنیفہ سے فیض پایا۔

سلسلہ محدثین

۱۔ خواجہ بشر حافی عن امام احمد بن حنبل عن امام شافعی عن امام جعفر صادق۔

۲۔ امام شافعی عن امام محمد عن امام ابی یوسف عن امام ابو حنیفہ۔

۳۔ خواجہ ابراہیم بن ادہم عن امام سفیان ثوری عن امام ابی حنیفہ۔

۴۔ خواجہ داؤد طائی عن امام ابی حنیفہ۔

۵۔ خواجہ زبیر بن عیاض عن امام ابی حنیفہ۔

۶۔ خواجہ عبدالواحد بن زید عن امام ابی حنیفہ۔

(۷) امام الطریقہ شیخ محمد بن علی حکیم الرندی سند عن امام ابی حنیفہ یہ سلسلہ حکیمیہ مشہور ہے۔

(۸) خواجہ ذوالنوں مصری عن امام مالک

انکہ مجتہدین کے بعض سلاسل صحابہ اور تابعین کے سلاسل میں آگئے ہیں انکے علاوہ صحابہ و تابعین و انکے کے اور بہت سلسلے ہیں۔

خواجہ فغیل بن عیاض اور خواجہ جنید بغدادی یہ تمام سلاسل طریقت کے امام اور سر حلقہ ہیں انہوں نے بہت بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور عازت پائی

بیان سلاسل

طریقہ کے سیکڑوں سلسلے ہیں سب کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہندوستان میں مشہور ہے کہ چار خاندان ہیں یعنی چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور جوہر کے تعین میں اختلاف ہے کوئی کسی سلسلہ کو شمار کرتا ہے کوئی کسی دوسرے کو ایکسے یہ ہے

(۱) خواجہ عبدالواحد بن زبیر کا سلسلہ زیدیہ (۲) عیاضیہ (۳) ادھبیہ (۴) سمیریہ (۵) چشتیہ (۶) عجمیہ (۷) طیفوریہ (۸) کرخیہ (۹) سقطیہ (۱۰) جفیریہ (۱۱) گارونیہ (۱۲) طوسیہ (۱۳) فردوسیہ (۱۴) سہروردیہ

بعض نے لکھا ہے (۱) زیدیہ (۲) عیاضیہ جو خواجہ فغیل بن عیاض سے ہے (۳) ادھبیہ یہ خواجہ ابراہیم ادم سے ہے (۴) سمیریہ جو خواجہ سمیرہ بصری سے ہے (۵) چشتیہ جو خواجہ محمد علی دہلوی سے ہے (۶) عجمیہ یہ خواجہ حبیب عجمی سے ہے (۷) طیفوریہ یہ خواجہ یازید بسطامی عرف طیفور سے ہے (۸) کرخیہ یہ شیخ معروف کرخی سے ہے (۹) سقطیہ یہ شیخ سری سقطی سے ہے (۱۰) جفیریہ یہ خواجہ جنید بغدادی سے ہے (۱۱) گارونیہ یہ خواجہ ابوالسحاق گارونی سے ہے (۱۲) طوسیہ یہ خواجہ علاؤ الدین طوسی سے ہے (۱۳) سہروردیہ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے ہے (۱۴) فردوسی یہ شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی سے ہے

بعض نے ان سلاسل کی شاخیں اس طرح رکھی ہیں (۱) قادریہ، یہ عورت الاعظم سے ہے (۲) یسویہ یہ شیخ احمد یسوی سے ہے

نقشبندیہ یہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے (۱) نوریدہ شیخ ابوالحسن نووی سے ۵ خفروہ
 شیخ احمد خفروہ سے ۶ شطاریہ عقیقہ شیخ عبداللہ شطاری (۲) چشتیہ بخاریہ محمد و محمد بن
 بخاری سے ہے (۳) زیدیہ شیخ بدر الدین زاہد سے ہے (۴) انصاریہ شیخ الاسلام عبداللہ
 انصاری سے ہے (۵) صفویہ شیخ صفی الدین سے ہے (۶) عیدروسیہ شیخ عبداللہ
 عیدروس سے ہے (۷) مداریہ یہ شیخ بدیع الدین شاہ مداد سے ہے۔

لیکن اس طرح اگر تقسیم کی جائے تو سیکڑوں سلسلے ہو سکتے ہیں بعض مشہور بھی
 ہیں جیسے قلندر یہ، عزالیہ کبرویہ وغیرہ آئندہ بھی اس طرح نام قائم ہوتے
 چلے جائیں گے ہمارے زمانے میں امدادیہ حاجی امداد اللہ سے۔ تو کلیہ سائیں تو کل شاہ
 سے مشہور ہے اس التزام کی کوئی خاص ضرورت نہیں چونکہ تذکرہ نویسوں نے لکھا
 ہے اسلئے ہم نے بھی نقل کر دیا ورنہ متن سب کی ایک ہے ہم صرف مشہور
 سلسلوں کو لکھتے ہیں سلسلوں کے نام بعض بزرگوں کے نام بعض بزرگوں کے
 وطن کے نام اور بعض بزرگوں کے پیشے کے نام مشہور ہیں اسلئے ہر سلسلہ کی جو
 بزرگ کی نسبت سے ہوا ہے اسکی ابتداء اسی بزرگ کی سن وفات سے قائم کی گئی
 ہے اور وہ سن سلسلہ کے نام کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے بڑے بڑے سلسلوں کے
 نام پر نمبر ڈال دیا ہے شاخوں پر نمبر نہیں دیا گیا

سلسلہ ملائتیہ ۷۷۱ھ

امام الطریقہ شیخ حمدون قصار ۷۷۱ھ عن شیخ ابی الحنفیہ عن خواجہ حبیب بغدادی
 ۷۷۱ھ چشتیہ ۷۷۱ھ

خواجہ ابی احمد ابدال ساکن بشت ۷۷۱ھ عن شیخ ابی اسحاق شامی عن خواجہ
 مستقا علوری عن خواجہ امین الدین ابو میرہ بھری عن شیخ حذیفہ مرعش عن شیخ
 ابراہیم ارم عن خواجہ فضیل بن عیاض عن خواجہ عبدالواحد بن زید عن امام حسن بھری
 عن حضرت علی چشتیہ سلسلے کی کئی شاخیں ہیں جو آگے چل کے مشہور بزرگوں کی
 نسبت سے مشہور ہوئی ہیں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے

چشتیہ صابریہ ۷۷۹ھ

امام الطریقہ شیخ علاء الدین صابر کلیری ۷۷۹ھ عن بابا فرید الدین گنج شکر عن

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی عن خواجہ معین الدین اجمیری عن شیخ عثمان ہارونی عن
خواجہ شریف زندانی عن شیخ قطب الدین مودود عن شیخ ناصر الدین ابی یوسف عن
خواجہ ابو محمد محترم عن خواجہ ابی احمد ابدال ہشتی

چشتیہ نظامیہ ^{۱۰۸۰}

امام الطریقہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء ^{۱۰۸۱} عن بابا فرید الدین گنج شکر
مخدومیہ نظامیہ ^{۱۰۸۲}

امام الطریقہ مخدوم جہانیاں جہان گشت سید جلال الدین بخاری ^{۱۰۸۳} عن خواجہ
غیر الدین چراغ دہلوی عن سلطان نظام الدین اولیاء
اسی سلسلہ کو جلالیہ بھی کہتے ہیں۔

درویشیہ نظامیہ ^{۱۰۸۴}

امام الطریقہ شیخ درویش محمد ^{۱۰۸۵} عن شیخ سیاں بن حکیم عن خواجہ گیسو دراز
عن خواجہ چراغ دہلوی
چشتیہ مخدومیہ ^{۱۰۸۶}

امام الطریقہ شاہ عبد الغفور اعظم پوری ر ضلع مراد آباد ^{۱۰۸۷} عن سید عبد الکبیر
عن سید عبد اللہ عن شیخ قطب الدین بخاری عن سید حامد نوہار عن سید ناصر الدین
عن محمود مخدوم جہانیاں۔

شاہ عبد الغفور پہلے سلسلہ قادریہ میں شاہ عبد الکبیر سے بیعت ہوئے اور
شیخ عبد الغفور سنہلی سے بھی بیعت پایا اور خواجہ عبد القدوس گنگوہی سے بھی بیعت
ہوئے تینوں بزرگوں سے خلافت پائی

شیخ عبد الغفور شیخ بدر الدین قریشی کے فرزند تھے موصوع بدھانا ضلع
منظر نگر کے باشندے تھے اپنے مرشد خواجہ عبد القدوس کے حکم سے اعظم پور
باسطہ ضلع مراد آباد میں اقامت گزین ہوئے یہیں وفات پائی انکے تین بیٹے
تھے ۱۔ ابوالسحاق ۲۔ محمد ۳۔ بندہ اور ایک بیٹی تھیں فاطمہ نام۔ شیخ
عبد الغفور کے دست حق پر بیعت کر کے کئی پیرو شرف باسلام ہوئے وہ
انکی مہاجرادی فاطمہ کو بابی راج باس کہا کرتے تھے۔ شیخ عبد الغفور کا سلسلہ

تمام عالم میں جاری ہووا اس طرح کہ سید ظاہر کے سبقتیں خلیفہ ہوئے جو دہلی، بغداد، بصرہ، مدینہ، لداخ، استنبول، جتدہ، چین، کابل، ایران وغیرہ ممالک میں تھے سید ظاہر کا سلسلہ اس طرح ہے سید ظاہر قطب الدین کوتانوی (کوتانہ)،

انہوں نے سلسلہ میں وفات پائی مزار موضع کوتانہ میں ہے یہ مرید اور خلیفہ تھے اپنے والد سید محمود بخاری کے جو بمقام من ابدال ایک جہاد میں شہید ہوئے اسی نوح میں دریائے اٹک کے کنارے انکا مزار ہے

یہ مرید تھے سید حسین بخاری کے بی بی راج باس انکی والدہ تھیں، ان کا مزار اگرہ میں ہے یہ مرید تھے اپنے والد سید علاؤ الدین قادری کے ان کا مزار ارکانہ میں ہے اور یہ خلیفہ تھے سید عبدالغفور کے۔ راقم سطور کے نانا شیخ محمد اسماعیل جاگیر دار شیرکوٹ شاہ عبدالغفور کی نسل سے تھے

حزہ شاہی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ گیسو دراز

قلندر شاہی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عزیز کی رحمۃ اللہ علیہ عن خضر دمی عن قطب الدین عن عبدالسلام عن خواجہ عبدالقدوس گنگوہی عن خواجہ محمد عارف رودوی عن خواجہ احمد عارف عن شاہ عبدالحق رودوی عن خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء عن شیخ شمس الدین ترک عن خواجہ علاؤ الدین صابر

عزالیہ رحمۃ اللہ علیہ

امام الطریقہ امام محمد عزالی عن شیخ ابی المعالی عن ابی القاسم قشیری عن علی وقاتی عن شیخ ابی القاسم امیر آبادی عن خواجہ شبلی عن خواجہ جنید بغدادی عزالیہ کہ کئی شاخیں ہیں ان میں سلسلہ عبیدروسیہ بہت مشہور ہے

عبیدروسیہ رحمۃ اللہ علیہ

امام الطریقہ سید عبداللہ عبیدروسیہ رحمۃ اللہ علیہ عن شیخ عمر محضار عن سید عبدالرحمن عن محمد بن علی بن علی بن علوی عن شیخ علوی بن محمد عن محمد بن علی بن شیخ ابو دیو، مفرجی عن شیخ ابی العزراء عن علی ابن خرمیم عن قاضی ابوبکر بن العربی اللاندسی

الاشبیلی عن امام محمد غزالی
عقہ قادریہ سلطہ

یہ سلسلہ حضرت غوث الاعظم سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی کے اسم
مبارک عبد القادر کی نسبت سے قادریہ مشہور ہوگا

امام الطریقہ حضرت غوث الاعظم عن شیخ احمد اسود بنوری عن خواجہ ممشاد
علو بنوری عن شیخ ابی العباس نہاوندی عن خواجہ ابی عبد اللہ خفیف عن شیخ احمد
بن حسن عن خواجہ جنید بغدادی

دیگر

حضرت غوث الاعظم عن سید ابی صالح عن سید موسیٰ جنگی دوست عن
سید عبد اللہ جبلی عن سید یحییٰ زاید عن سید موسیٰ مورت عن سید دادو مورت
عن سید موسیٰ الجون عن سید عبد اللہ محض عن امام حسن مثنی عن حضرت امام حسن بن
علی

حضرت غوث الاعظم نے بہت بزرگوں سے اجازت اور فیض حاصل کیا ہے
اسلئے آپ کا سلسلہ بہت طریقوں سے ہے اس سلسلہ کی زیادہ مستند شاخیں
یہ ہیں اکبریہ سلطہ

امام الطریقہ شیخ محی الدین اکبر ابن عربی سلطہ عن شیخ جمال الدین یونس
عن حضرت غوث الاعظم
شعرا نیہ سلطہ

امام اللہ لیقہ امام عبد الوہاب شعرائی سلطہ عن امام جلال الدین سیوطی
عن شیخ کمال الدین عن شیخ شمس الدین حریری عن شیخ عمر بن الحسین عن شیخ
احمد بن ابراہیم عن شیخ محی الدین اکبر ابن عربی
قمیصیہ سلطہ

امام الطریقہ سید قمیصی الاعظم سلطہ عن سید البیاس مغربی عن سید عبد الحق
مغربی عن سید مغربی عن سید احمد قدسی عن سید عبد القادر رادویسی عن سید
عبد الوہاب عن سید موسیٰ عن سید یحییٰ زاید عن زین الدین عن سید عبد الرزاق

عن سید غوث الاعظم

۵ کبرویہ سلسلہ

امام الطریقہ سید نجم الدین کبریٰ ^{رحمۃ اللہ علیہ} عن شیخ ابو بکر نساج عن خواجہ ابی الفاسم
گورگانی عن شیخ ابی عثمان مغربی عن شیخ علی کاتب عن شیخ علی رودباری عن خواجہ
جنید بغدادی

رومیہ سلسلہ

امام الطریقہ مولانا جلال الدین رومی ^{رحمۃ اللہ علیہ} عن شیخ بہاؤ الدین عن سید نجم الدین
کبریٰ (اس سلسلہ کو فارسیہ بھی کہتے ہیں،
مولویہ قلندر یہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی ^{رحمۃ اللہ علیہ} عن مولانا روم
قلندر صاحب کا سلسلہ اس طرح بھی ہے

قلندر بوعلی شاہ عن شہاب الدین عن شیخ امام الدین ابدال عن شیخ سید
الدین غزلوی عن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
فردوسیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ رکن الدین فردوسی ^{رحمۃ اللہ علیہ} عن شیخ بہاؤ الدین سمرقندی عن سید
نجم الدین کبریٰ
پہلوانیہ سلسلہ

امام الطریقہ امیر کبیر سید علی ہمدانی عن شیخ شرف الدین خرقانی عن شیخ نور
الدین عبدالرحمن اسفہرائینی ^{رحمۃ اللہ علیہ} عن شیخ جمال الدین احمد خورقانی عن شیخ رضی الدین عسلی
عن سید نجم الدین کبریٰ
مطاشطاریہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ عبد شطاری ^{رحمۃ اللہ علیہ} عن شیخ محمد عارف عن شیخ محمد عاشق عن
شیخ خداقلی ماوراء النہری عن خواجہ یار محمد بظامی

دیگر

امام الطریقہ شیخ عبداللہ شطاری عن شیخ منصور بظامی عن خواجہ جنید

بغدادی یہ سلسلہ غالباً سلسلہ اولیہ سے ہو گا کیونکہ خواجہ جنید اور شیخ عبداللہ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور زمانہ سارے تین صدی کا ہے اس عرصہ میں ایک واسطہ ممکن نہیں

۷۳۳ھ

امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ضیاء الدین عن وحید الدین عن شیخ اخی فرخ زنجانی عن ابی العباس انہا وندی عن عبداللہ بن حنیف عن شیخ ادیم عن خواجہ جنید بغدادی دیگر

خواجہ جنید بغدادی عن شیخ موی سقعی عن شیخ معروف کرخی عن شیخ داؤد طائی عن شیخ حبیب غمی عن امام حسن عن حضرت علی۔

سہروردیہ کی بھی شاخیں ہیں ان میں زیادہ مشہور حمید یہ ہے جو قاضی حمید الدین ناگوری سلسلہ کبیرت منسوب ہے بعض اسکو سلسلہ مصوفیہ کے نام سے بھی لکھتے ہیں اکثر کا قول ہے کہ سلسلہ مصوفیہ صوفی حمید الدین ناگوری خلیفہ خواجہ اجیری کے سلسلہ کا نام ہے سہروردیہ کی ایک شاخ بہاؤ الدین نجانیہ بھی ہے بہاؤ الدین خواجہ بہاؤ الدین ذکر یا المتالی کا سلسلہ مگر نجانیہ کے متعلق تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ کس زنجانی بزرگ سے ہے شاذلیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ ابوالحسن شاذلی سلسلہ عن عبدالسلام ابن مشیش عن عبدالرحمن بن زیات مدنی عن شیخ تقی الدین عن فخر الدین عن ابی الحسن علی عن شیخ تاج الدین عن شیخ شمس الدین عن خواجہ جنید بغدادی

۷۹۱ھ

خواجہ بہاؤ الدین کھوایہ بانی اور پھول بوٹے بنانے کا پیشہ کرتے تھے اس لئے لوگ ان کو نقشبند کہتے تھے ان کی نسبت سے یہ خاندان مشہور ہوا ہے امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سلسلہ عن امیر سید طلال حسین عن شیخ محمد بابا سماسی عن علی رامینی عن شیخ ابوالعزیز غزنوی عن خواجہ عارف دیوگری عن خواجہ عبدالخالق غجدوانی عن شیخ یوسف ہمدانی عن شیخ ابوعلی فارمدی عن امام ابی القاسم قشیری (باقی غزنیہ میں دیکھو)

دیگر

شیخ ابو علی فارمیدی عن خواجہ ابی القاسم گرگانی عن شیخ ابی الحسن خرقانی عن خواجہ
بایزید بسطامی عن امام جعفر صادق عن امام قاسم بن محمد عن حضرت سلمان فارسی صحابی
سلسلہ نقشبندیہ کی کئی شاخیں ہیں ایک شاخ یعنی مجددیہ بہت زیادہ مشہور
ہے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی سے ہے
مجددیہ سلسلہ

امام الطریقہ شیخ احمد مجدد الف ثانی سلسلہ عن خواجہ باقی باللہ عن خواجہ کلنکی
عن خواجہ درویش محمد عن شیخ زابد محمد و خشی عن خواجہ عبداللہ احرار عن مولانا یعقوب
چرخ عن علاء الدین عطار عن خواجہ بہاؤ الدین نقشبند
خاندان نقشبند کے متعلق شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے۔
”بزرگان نقشبندیہ قواعد سلوک را خود در دست کردہ اند“
سرمد کی ایک رباعی مشہور ہے

سرمد غم عشق در مندان داند
نہ خودستان و خور پسندان داند
از نقشبانیوں بسوی نقاش شدن
این نقش غریب نقشبندان داند
مولانا خواجہ عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں
نقشبندان عجب قافلہ سالار داند
کہ بر ناز رہ پیمہاں مجرم قافلہ را
حاشائے کہ بر آرم ہنر پانچ گلہ را
حاشائے کہ بر آرم ہنر پانچ گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ داند
رو بہ از جیلہ چیاں بگسلہ این سلسلہ را
مجدد صاحب کو تمام خاندانوں میں مختلف بزرگوں سے اجازت تھی
مدار یہ سلسلہ

اولیاء اللہ کے مراتب میں قطب مدار ایک مرتبہ ہے سید بدیع الدین شاہ
مدار اسی مرتبہ کے بزرگ تھے انکی نسبت سے یہ سلسلہ مدار یہ مشہور ہے
امام الطریقہ سید بدیع الدین شاہ مدار سلسلہ عن شیخ البوریح مقدس عن شیخ عبداللہ
کی عن شیخ یحییٰ الدین شامی عن خواجہ جنید بغدادی
دیگر

شاہ مدار عن سید اشرف جہانگیر سمنانی عن جہانیاں جہاں گشت شہزادہ داراشکوہ
نے سفینۃ الاولیاء میں شاہ مدار کا سلسلہ شیخ طیفور شامی کے ذریعہ رسول اکرم تک
لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اس طرح صرف پانچ چھ واسطے درمیان ہیں، میں حالانکہ یہ
مدت بہت طویل ہے گویا (۸۰۰) برس ہیں چھ آدمی ہوئے ہیں بظاہر یہ صورت صحیح
نہیں معلوم ہوتی اگر نسبت اولیہ سے اس کو تسلیم کیا جائے تو مفالغہ نہیں رہم نے شاہ
مدار کے غیر مخدوش سلسلے لکھ دیئے ہیں۔

سنو سہ ۱۳۵۶ ہجری

امام طریقہ سید احمد الشریف السنوسی و متوفی غالباً ۱۳۵۶ ہجری عن سید اعصری
عن سید احمد الزلفی عن سید ابن السنوس عن سید احمد بن ادیس عن سید عبدالوہاب
التازی عن سید عبدالغنیہ الرابع عن احمد الحنفی عن خواجہ بایزید بسطامی
اس سلسلہ میں اسمائے مشائخ کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سلسلہ اکثر مشائخ
سے نسبت اولیٰ سے قائم ہے۔

نیز شیخ سنوسی ۱۳۵۶ کو تمام سلاسل میں اجازت تھی۔ سنو سہ سلسلہ اہل نوبت کا ہے
احمد الحنفی غالباً سید خضر رومی ہیں جو خلیفہ تھے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے۔
خضر رومی کا ایک سلسلہ اس طرح بھی مذکور ہے خضر رومی عن شیخ عبدالغنیہ بنی ہونہ
عن عبداللہ علمبردار صحابی خضر رومی کی ولادت اوائل صدی پنجم ہجری میں ہوئی اسلئے
صحابی سے سلسلہ گفتار صحابی ممکن نہیں نسبت اولیہ سے تسلیم کیا جا سکتا ہے بلکہ
عبداللہ علمبردار کی صحابیت بھی کسی حدیث یا اسماء الرجال سے ثابت نہیں بعض
تصوٹ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عبداللہ علمبردار کی عمر چھ سات سو برس کی ہوئی
لیکن از روئے تنقید یہ بات صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ خضر رومی کی وفات سنو
میں ہوئی

حیدر علیہ

شیخ حیدر زادیہ ایک بزرگ ساتویں صدی ہجری کے عشرہ دوم میں تھے ان
سے ایک مرتبہ یہ کرامت سرزد ہوئی کہ انہوں نے ایک تلوار کو توڑ کر اپنی گردن
میں ڈال لیا گویا لوہا موم ہو گیا جسے یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ شیخ حیدر کس سلسلہ کے

بزرگ تھے اس سلسلہ کے لوگوں نے لوہے کے طوق پہنتے سرخ کر دیئے شیخ ابن بطوطہ سیاح نے جو انیسویں صدی عیسوی کے ربیع اول میں ہندوستان میں تھا لکھا ہے کہ اس سلسلہ کے فقیر لوہے کے طوق اور پٹریاں پہنتے ہیں ہندو فقیروں کا ایک گروہ اسی طرح لوہا پہنتا ہے۔ اہل دکن اسکو ستانول کہتے ہیں رومن کیتھک پارٹی کمریوں سے باندھتے ہیں معلوم نہیں کہ ان فقیروں نے کفار کی مشابہت کیوں اختیار کی۔

سدا سہاگ ^{۵۲} مشہد

یہ سلسلہ شیخ موسیٰ سہاگ کی طرف منسوب ہے انکو موسیٰ شاہ بھی کہتے ہیں ان کے دو طریق ہیں

۱۔ موسیٰ سہاگ عن شاہ سکندر عن شاہ جلال قلندر عن شاہ جمال مجرکن شاہ ابراہیم گرم سیل عن شیخ ابوالنجیب سہروردی ^{۵۳}

۲۔ شاہ جمال مجر عن سید جلال الدین منیر شاہ میر سرخ بخاری عن شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی عن شیخ شہاب الدین سہروردی عن شیخ ابی النجیب سہروردی

بعض بزرگوں کے سلسلے کسی خاص خصلت کی وجہ سے کسی خاص لقب سے ملقب ہوئے تھے مثلاً ایک محدث شیخ حمید تھے ان کا لقب تھا وہ حمید طویل مشہور

ہوئے ایک محدث لوطی کی کھال پہنا کرتے تھے عربی میں لوطی کو ثعلب کہتے ہیں اسلئے ثعلبی مشہور تھے جس طرح اس سلسلہ میں شاہ جمال مجر اسلئے مشہور ہوئے

کہ وہ مرتبہ تجربہ پر فائز تھے لوگوں نے یہ مطلب لکھا کہ انہوں نے نکاح نہیں کیا تھا اسلئے مجر مشہور تھے اس وجہ سے اس سلسلہ کے بعض فقراء نکاح نہیں کرتے

اور ترک سنت کر کے گنہگار ہوتے ہیں دوسرے سید جلال الدین منیر شاہ ^{۵۴} چونکہ نہایت حسین جمیل سرخ سفید رنگ کے آدمی تھے لہذا میر سرخ مشہور

تھے اس سلسلہ والوں نے اس سے یہ مطلب لیا کہ وہ سرخ لباس پہنتے تھے سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں ایک عالم تھے مولینا حسام الدین یہ بھی چونکہ

سرخ سفید رنگ کے آدمی تھے لہذا میر بھی سرخ مشہور تھے اگر یہ لقب لباس کی وجہ سے ہوتا تو یہ مولینا بھی سرخ لباس پہنتے حالانکہ علماء سرخ لباس نہیں پہنتے

مولے سہاگ ^{۵۵} میں احمد آباد گجرات میں فوت ہوئے

۱۔ تذکرہ اولیائے ہند حصہ سوم

ایک صاحب جو پرگندہ دارم پور کے باشندے تھے انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے اجداد میں ایک شخص موسیٰ بن منصور تھے جو اپنے وطن سہاگ پور کی نسبت سے موسیٰ سہاگ مشہور ہو گئے تھے اور سہروردیہ خاندان میں مرید تھے ان کے سلسلہ کے لوگوں نے سہاگ کی رعایت سے زمانہ وضع اختیار کر لی تھی سہروردیہ کا ایک گروہ ہے جو زیور وغیرہ پہنتا ہے۔ انکو دکھن میں (پوشمار موسیٰ) کہتے ہیں ڈاڑھی موچھ وغیرہ کا صفایا سہروردیہ فقراء کرتے ہیں۔

ابا بھر سرخ اور سہاگ ان تینوں لفظوں کی رعایت سے اس سلسلہ کے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ نکاح نہیں کرتے زمانہ لباس پہنتے ہیں اور چوڑیاں وغیرہ پہنتے ہیں ان سب کا لازمہ ڈاڑھی موچھ کا صفایا ہے بعض حیار اہل کوں کا صفایا کرتے ہیں اس طرح امور خلاف شرع و خلاف طریقت کے ترک ہو تے ہیں بعض بزرگ اپنے وطن کے نام پر مشہور ہوئے ہیں سید خواجہ محمد تقی حکم الدین ۵۵۰ ہجری کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ موضع حجرہ کے رہنے والے تھے شیخ فتح اللہ شیریں سنبھالی خلیفہ خواجہ سلیم چشتی ۹۹۹ھ تربت سرگرمیہ کے باشندے تھے یہ تربت کر کے مشہور تھے اسی طرح فتح خاں بن سید محمود بادلیہ اپنے وطن بادلیہ کے نام سے مشہور تھے

رسول شاہی سلسلہ

رسول شاہ کا نام عبدالرسول تھا موضع بہاولپور (نزد لور) کا باشندہ تھا اور میں بساط خانہ کی دکان کرتا تھا سلسلہ میں دکان میں خسارہ آیا اس صدمہ سے عبدالرسول کو جنون ہو گیا ڈاڑھی موچھ سرمنڈا دیا اور بڑا نکتا پھرا کرتا تھا نشے نے بھنگ وغیرہ کا عادی کر دیا ایک مولوی محمد حنیف تھے وہ مجذوب سمجھے کہ معتقد ہو گئے انہوں نے تصوف کا رنگ چڑھانا شروع کر دیا۔ اور ایک شجرہ طریقت مرتب کر لیا رسول شاہ عن شیخ داؤد عن حبیب اللہ عن شیخ اسماعیل عن تفضیٰ آفندہ عن سید عبدالرزاق عن شیخ اللہ داؤد عارف عن شاہ بندگی عن شاہ ساجن گوشہ نشین عن شاہ محمد گوشہ نشین عن خواجہ اسحاق عن خواجہ داؤد قریشی عن شاہ واجن قتال عن شیخ بہاؤ الدین عن شیخ شہاب الدین سہروردی

اگر اس شجرہ کے بزرگوں کے سوانح کی جانچ کی جائے تو غالباً کچھ بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ رسول شاہ کے پاس جو شخص مرید ہونے آتا تھا اس کو فاقہ کرایا جاتا تھا پھر اس کو سب کچھ بھنگ پلائی جاتی تھی اس قسم کے فقیر تمام امور خلاف شرع کرتے ہیں طواغی موچے منڈواتے ہیں اور شراب بھنگ چرس وغیرہ پیتے ہیں تارک صوم و صلوٰۃ ہیں اس سلسلہ کے فقیروں کو عام طور پر پند رکھتے ہیں انکے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا ہے:

” ذکر فقرا و رسول شاہی وغیرہ بیان آمد فرمود از ایشان ملاقات نہ بایا کرد بسیار کدورت حاصل میشود بلکہ ملاقات از ہنود و دنیا داران چنداں لکدر نیست“
عنوت علی شاہ قلندر بانی پتی کا قول ہے:

بعض فرقے تو ایسے شروع ہوئے جو بالکل شرع کے خلاف تھے مثلاً رسول شاہی۔ رسول شاہ کے بعد انکے معتقدین نے حنیف شاہ کو سجادہ نشین بنایا۔ اس کے بعد نذاحسین کو اسکے بعد توکل حسین کو اس کو توکل حسین معتقد بھی کہتے تھے سلسلہ ہجری میں توکل حسین کے مرنے پر رنگ علی شاہ سجادہ نشین ہوا آگے سلسلہ کو میں نے تحقیق نہیں کیا
چو کہ شاہی سلسلہ

شاہ چو کہ عن نظام الدین تارنوی عن شیخ خافون عن شیخ حسین ناگوری عن اسماعیل د اسماعیل کے بعد رسول شاہی میں دیکھو اس سلسلہ کو نظام شاہی بھی کہتے ہیں
لعل شہبازیہ سلسلہ

سید لعل شہباز عن خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی عن شیخ شہاب الدین سہروردی۔
جبلی سلسلہ

کریم علی جبلی عن شیخ محمد کشمیری یہ فقیر کوڑا پاس رکھتے ہیں اور اپنے بدن پر مار کر در یوزہ گری کرتے ہیں جبکہ آبادکن میں ہندو فقیروں کا ایک گروہ ہے وہ بعینہ یہی ہے وہاں انکو رانگا مانا جاتا ہے
قاسم شاہی سلسلہ

حاجی قاسم عن شیخ محمد کشمیری عن شیخ یعقوب صوفی کشمیری عن شیخ سلیم چشتی

علی قاسم الشاہیر وغیرہ علی ملفوظات

اس سلسلہ کے فقیر پیروں کو نگر دہنتے ہیں اور حال کھیلتے ہیں پیروں میں گھونگر دہنتے ہیں
کر کو دتے ہیں اور حال کھیلتے ہیں م
محمود شاہی سلسلہ

سید شاہ محمود نورنگ بن شاہ محمد بن سید عثمان جھولانی سہروردیہ سلسلہ
کے شیرخ میں سے تھے بعض نے قادری لکھا ہے سلسلہ میں وفات پائی پنجاب
میں جس مقام پر مدفن ہیں وہاں ایک موضع آباد ہے اس کا نام محمود بولہمی ہے
اس سلسلہ کے فقراء کمریں مومچ کی رستی باندھتے ہیں رومن کی تھک پوری
بھی کمریں رسی باندھتے ہیں۔
جھولانی شاہی سلسلہ

یہ سلسلہ شاہ عثمان جھولانی بخاری سے ہے ان کا مزار قلعہ لاہور کے اندر ہے
یہ پنج پیر مشہور ہیں۔
مادھولال حسین سلسلہ

شیخ مادھو عن شیخ حسین لاہوری عن شیخ بہلول دریائی عن شیخ لطف اللہ
عن شیخ نصیر الدین قریشی سہروردی
دولانی شاہی سلسلہ

شاہ دولہ عن سید فاخر عن لوزگا شاہ کبیر عن شیخ صدر الدین عن شیخ رکن الدین
ابی الفتح ملتانی عن شیخ صدر الدین عارون عن شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔ اس سلسلہ
کے فقیر پیشانی پر الف لکھتے ہیں اور الف اللہ والے کہلاتے ہیں جب یہ لوگ آپس
میں ملتے ہیں تو وہ بجائے سلام کے کہتا ہے عشق اللہ دوسرا جواب میں کہتا ہے
سدا عشق۔ بعض یاد اللہ بھی کہتے ہیں
خضری سلسلہ

شیخ خضر سیوستانی عن شاہ سکندر عن خواجہ جانی عن سید علی عن شیخ جمال
مجرد عن شہباز عن ابی اسحاق عن شیخ مرتضیٰ سجانی عن شیخ احمد بن مبارک عن
حضرت عزت الاعظم۔
حلاجیہ

اس فرقہ کی بنیاد چوتھی صدی ہجری میں یا اسکے کچھ بعد اس طرح قائم ہوئی کہ منصور جس کو حلاج کہتے ہیں ترمطی اور حلوی ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا اسکے بعد اسکے مریدوں نے اپنے عقائد کے موافق حلاجیہ فرقہ قائم کیا شیخ فرید الدین عطار نے ذکرۃ الاولیاء میں اسی گروہ کے متعلق لکھتے ہیں

بغداد میں ایک جماعت زندیقوں کی ہے ان کے خیال میں حلول و اتحاد ہے وہ اپنے آپ کو حلاجی کہتے ہیں اور اپنی نسبت منصور کی طرف رکھتے ہیں صاحب کتاب مشاہیر اسلام لکھتے ہیں

ان کے مریدوں نے ان کے قتل کے بعد طرح طرح کے خیالات وضع کرنے شروع کر دیئے اور زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ان کے مستقدوں میں ایک گروہ پیدا ہو گیا جو زندیق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ گروہ اکثر یا نہیں اسلام کے خلاف کرتا ہے حلول و اتحاد کے قائل ہیں

نور بخشی سنہ

کشمیر لداخ تبت بلتستان میں ایک فرقہ ہے جو نور بخشی کہلاتا ہے لداخ میں ان کا شمار چالیس ہزار ہے یہ لوگ سید نور بخشی کو امام مہدی مانتے ہیں ان کے عقائد و اعمال شیعہوں سے بہت ملتے ہیں احوط نام ایک کتاب انکی مذہبی کتاب ہے اس میں مسئلہ اتحاد و حلول وغیرہ کی تعلیم ہے اور ایسے سنجیدہ اقوال و مسائل ہیں جن کا سمجھنا بہت مشکل ہے اس فرقہ کے متعلق لکھا ہے

ایک شخص سید شمس الدین شعبی ساکن عراق تھا وہ خراسان آیا اور تقیہ کر کے اہل سنت و جماعت بنارہا آدمی قابل تھا اس نے بہت جلد سلطان حسین مرزا و ابی خراسان کے دربار میں رسائی حاصل کر لی سلطان نے اسکو سفیر بنا کر کشمیر بھیجا حسن شاہ بادشاہ کشمیر کی علالت کی وجہ سے یہ سفارت ناکام واپس گئی حسن شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا خور و مال بیٹا محمد شاہ تخت نشین ہو گیا حکومت انداز کے لاکھوں میں رہی میر شمس جب ناکام خراسان پہنچا تو سلطان حسین کو کسی طرح معلوم ہو گیا کہ میر شمس نے تقیہ کر رکھا ہے اور وہ شیعہ ہے سلطان نے اس کو اپنے ممالک محروسہ سے نکل جانے کا حکم دیا میر شمس وہاں سے کشمیر

آگیا یہاں آکر ظاہر کیا کہ میں شاہ قاسم نور ابن سید نور بخش کا خلیفہ ہوں سید نور بخش سے اہل کشمیر کو خاص عقیدت تھی اسلئے سب اسکے گرویدہ ہو گئے سلسلہ مہدائیت کے ایک بزرگ بابا اسماعیل کشمیری تھے میر شمس نے انکے ہاتھ پر تجزیہ معیت کی اسطرح کشمیر میں اسکا وقار اور بھی قائم ہو گیا بابا اسماعیل وفات پا گئے ان کا ایک مرید بابا علی بخار ریافت و مجاہدات کی وجہ سے مرجع خاص و عام ہو گیا بابا علی ناخواندہ آدمی تھا شمس نے اس سے ربط و ضبط پڑھایا اور رفتہ رفتہ اپنے خیال پر لا نا شروع کیا شمس نے ایک کتاب (احوط) نام لکھ کر ایک درخت کے تنے میں چھپا دی اور ایک سال بعد لوگوں سے کہا کہ مجھے خواب میں سید نور بخش نے کہا ہے کہ درخت کو کاٹ کر دیکھو اسمیں میرے عقائد کی کتاب ہے اس پر غصے ہونا چاہئے درخت کاٹ کر کتاب نکالی گئی اس کے موافق لوگوں کے عقائد و اعمال مقررہ کئے گئے اور یہ فرقہ نور بخشی مشہور ہوا کشمیر کے ایک بڑے قبیلہ جک کے لوگ شیعہ تھے ان کا بیان ہے کہ میر شمس شیعہ تھا لیکن کتاب احوط اسکی تصنیف نہیں ہے کسی گمراہ محد کی ہے بعض مصنفین نے ان عقائد کی اشاعت میں سید نور بخش کو شامل کیا ہے لیکن یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ سید نور بخش ایک مستند بزرگ کے خلیفہ اور صاحب علم تھے اس کے علاوہ وہ سلسلہ میں وفات پا چکے تھے اور یہ واقعہ انکی وفات کے کم بیش پچیس برس بعد کا ہے بعض مصنفین نے انکے فرزند شاہ قاسم نور کو ملوث کیا ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ شیعہ مجتہد قاضی نور اللہ شوستری نے اپنی کتاب مجالس المؤمنین میں لکھا ہے کہ بعض لوگ سید نور بخش کو امام مہدی کہتے تھے تو انکے بیٹے قاسم لوگوں کو کہتے تھے کہ تم بدنام کرتے ہو اسکے علاوہ صاحب تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ میں بدشاہ میں مشائخ نور بخشیہ سے ملا ہوں اور وہ میرے ہم درس رہے ہیں سب شریعت ظاہری سے آراستہ اور سنن نبوی سے پیراستہ تھے اور اہل سنت والجماعت سے متفق تھے اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سید نور بخش کے کچھ حالات دیئے جائیں

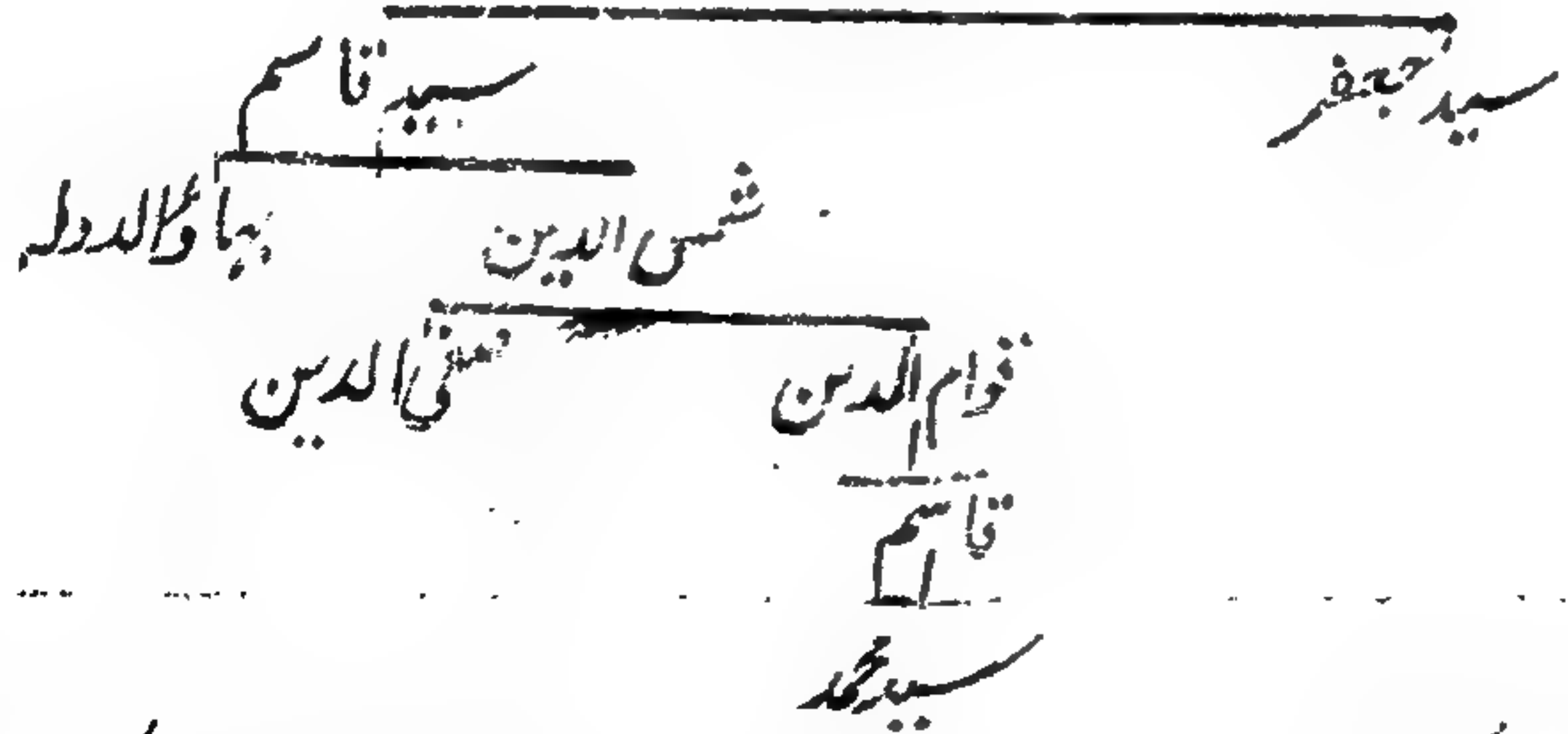
۱۷۳۳ء ہجری میں کشمیر میں سلطان شہاب الدین بادشاہ کران تھا اسی زمانہ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی تشریف لائے سلطان اور اہل کشمیر کو حضرت

سے عقیدت ہو گئی حضرت کے دستِ حق پرست پر بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اریان کے صا جنزاد سے حضرت سید محمد صاحب کے ہاتھ پر تو ایک ان میں امقدر لوگ مشرت باسلام ہوئے جسکی نظر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی یعنی کم و بیش بارہ ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا اس وجہ سے اہل کشمیر کو اس سلسلہ سے خاص عقیدت تھی اور آج تک انکی عقیدت قائم ہے

سید نور بخش

خلیج فارس کے مغربی ساحل پر الاحساء نام ایک علاقہ ہے اسکے دارالحکومت کا نام بھی الاحساء تھا محمد بن عبداللہ جنکا سلسلہ نسب سترہ واسطوں سے امام موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے قطیف میں پیدا ہوئے عبداللہ کے بیٹے محمد تھے ان کے بیٹے نور بخش تھے محمد بن عبداللہ نے شہر کابل علاقہ کہستان میں سکونت اختیار کی تھی نور بخش ۹۷ھ میں پیدا ہوئے الکام بھی محمد رکھا گیا بعد تحصیل علم خواجہ اسحاق خندان خلیفہ سید علی تہمدانی کے مرید ہوئے انکے ریا حناات مجاہدات سے خوش ہو کر انہوں نے نور بخش خطاب دیا سید نور بخش شاعر بھی تھے بعض غزلوں میں نور بخش تخلص لائے ہیں بعض میں الاحصاد کی رعایت کی ہے خواجہ اسحاق نے ۱۲۶ھ میں سید نور بخش کو خلافت عطا کی حکام کے مظالم چہرہ دستی اور خلاف شرع عمل وہ آمد دیکھ کر خواجہ اسحاق نے خندان میں شرعی حکومت قائم کرنی چاہی یہ علاقہ مرزا شاہرخ بن تیمور کے زیر حکومت تھا اور اسکی طرف سے بایزید گورنر تھا گورنر نے دونوں بزرگوں کو گرفتار کر کے مرزا شاہرخ کو اطلاع دی بادشاہ حکم دیا کہ قیدی جس جگہ ہیں قاعد کو ملیں وہیں قتل کر دیئے جائیں لیکن مولینا حکم الدین کی سفارش پر قتل کا حکم فسخ کر کے انکو ہرات طلب کیا گیا اور یہاں حصار اختیار الدین کے چاہ سپاہ میں قید کر دیا گیا چیس برس کے بعد انکو بہستان (نورستان) میں بھیجا گیا کچھ عرصہ کے بعد ابراہیم والی شیراز نے انکو رہا کر دیا یہاں سے وہ کہستان آگئے بہت لوگ انکے مرید بنے اور انکا سکہ و خطبہ جاری کر دیا گیا جب مرزا شاہرخ کو بھرپور توانا کو پیر گرفتار کرالیا یہ کسی طرح بھاگ کر خاں بھرپور گئے حکام خاں نے انکو گرفتار کر کے مرزا شاہرخ کے پاس بھیج دیا یہ چہر چاہ سپاہ میں قید کر دیئے گئے ۵۳۸ھ میں انکے بعد پھر ہرات

پہونچ گئے آخر انکو مجبور کیا گیا کہ دعویٰ خلافت سے توبہ کریں انہوں نے توبہ کی سزا
 میں رلا کئے گئے اور انکو اجازت دیدی گئی کہ علوم رسمی کا درس دیا کریں لیکن سیاہ
 دستار پہ علمائے مخصوص تھی نہ باندھیں اور عام لوگوں کو بیع نہ کریں کچھ عرصہ کے
 بعد مرزا شاہ رخ کو پھر ان سے خطرہ پیدا ہوا لہذا پھر ان کو گرفتار کر کے تیریز بھیج دیا
 اور حکم دیا کہ زانی تیریز انکو روم پہونچا دے لیکن تیریز پہونچ کر یہ رلا کر دیئے گئے یہ
 دہاں کے شیربان ہوتے ہوئے گیلان پہونچے شہدہ میں مرزا شاہ رخ کے وفات
 پائی پھر ان سے کسی نے تعرض نہ کیا سید نور بخش نے اسے میں سکونت اختیار کی
 شہر آں انکے بہت سے مرید جمع ہو گئے اور علیحدہ ایک گاؤں آباد کیا گیا ۹۹ھ میں سید
 نور بخش نے وفات پائی ایک کتاب سلسلہ الذہب نام انکی تصنیف سے مشہور ہے
 انکے دو بیٹے تھے ایک سید جعفر دوسرے سید قاسم نور بخش سید
 جعفر عربستان چلے گئے اور وہیں عبادت الہی میں عمر بسر کر دی سید قاسم، انور باب
 کے جانشین ہوئے سلطان حسین والئی ہرات شہدہ میں انکا محنت نہ ہو گیا اور شہر کو
 بھی انکا مرید ہو گیا شہدہ میں شاہ اسماعیل صفوی نے جب تخت ایران پر قبضہ کیا تو ان کو
 جاگیر دی شاہ قاسم کے ایک بیٹے کا نام بہاؤ الدولہ تھا
 شجرہ نسب خاندان نور بخش یہ
 نور بخش



قوام الدین نے ایک قلعہ بنوایا اور اسمیں اپنے بہت سے مریدوں کو جمع کیا شاہ
 شہما سید صفوی والئی ایران ۹۳۲ھ کو اسے خطرہ ہوا اس زمانہ میں قوام الدین نے
 ایک شاعر کو قتل کر دیا تھا شہما سید نے اسی جرم میں انکو گرفتار کر کے قزوین میں قید کر دیا آخر
 اسی قید میں انتقال کیا۔

سید نور بخش کے ایک مرید اور خلیفہ شیخ شمس الدین محمد جیلانی لاہی المتخلص اسیری
تھے انہوں نے کتاب گلشن راز کی شرح لکھی تھی
عارف شاہی

ایک گروہ نقراء کا عارف شاعری مشہور ہے سید عارف شاہ کے بعد اس گروہ
کے سلسلہ کا پتہ نہیں چلتا۔ اسی گروہ کے متعلق شہزادہ احمد اختر چشتی بنیرہ بہار شاہ
ظفر بادشاہ دہلی لکھتے ہیں

ایک گروہ عارف شاہی مشہور ہے اس گروہ میں بہت لوگ شامل ہیں یہ فقیر
ضلع میرٹھ، مظفر نگر اور بجنور میں بکثرت ہیں کہ سید عارف شاہ ثناء و عشری
موضع سہنپور ضلع بجنور کے ساکن تھے انہوں نے پہلے تو مسلمان جوگیوں کی اصلاح کی بعد
میں اور لوگ بھی شامل ہو گئے مگر یہ نہیں معلوم ہر سنا کہ عارف شاہ کو خرقہ و درویشی میں
خاندان سے پیو بچا اور کیونکر پیو بچا یا کس فقیر کے قائل ہوئے جو یہی فقیر اس گروہ کے
کھتے ہیں آگے لاء علمی ظاہر کرتے ہیں ان کی قبر درگاہ علی جی نورج دہلی میں ہے وہاں کے
لوگ اسے جٹے مٹے والے کی درگاہ کہتے ہیں۔

عارف شاہ کی قبر پختہ ہے جس پر گنبد بنا ہوا ہے اور اس کا بھی سہنپور میں
بھی ان کی قبر ہے وہاں عرس بھی ہوتا ہے سجادہ اور خدام دہلی سے آتے ہیں جلیا اور بھتیفت
یہ سہنپور راتھ طور کے رہتے ہیں۔ سے جتہ سبیل پر ہے چرنکہ والی خاندان قاضیان میں
میرے عزیز ہیں اسنے بچپن سے میرا دلیانا جانا ہے میں بارہا عرس میں گیا ہوں۔
اور عارف شاہی فقیروں اور ان کے پیاروں سے ملا ہوں سجادہ نشین کا مذہب سب
شیعہ ہے فقراء کے بھی اکثر عتاکر ہیں یہ فقیر، غار و رزہ وغیرہ تمام احکامات شرعی
کے تارک ہیں اور ناخواند، ہیں صورت، سیرت میں خلافت شرع میں قوالی بلج
رنگ اور گانا بجانا انکے مشاغل ہیں۔

ستھ شاہی

یہ فقیروں کا ایک گروہ ہے اس میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور ہندو بھی ستھ انام
ایک شخص گرو نانک کا مرید تھا اس سے یہ سلسلہ چلا یہ لوگ ڈنڈے بجا کر گا کر
بھیک مانگتے ہیں گرو نانک سکھ مذہب کے پہلے گرو تھے انہوں نے سکھ مذہب کی قیادت کی۔
لے تذکرۃ الفقراء مصنفہ شاہزادہ احمد اختر چشتی بنیرہ بہار شاہ علیہ السلام مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ و شکر آباد

بعض نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان تھے مہندو کہتے ہیں ہندو تھے ۱۵۳ھ میں
انتقال کیا گرو نانک کے کلام میں تو جہد بھی ہے اور قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ
کی طرح بھی بابا فرید الدین گنج شکر کی تعریف بھی ہے اس لئے بعض نے لکھا ہے کہ بابا صاحب
کے مرید تھے لیکن بابا صاحب اور ان کے درمیان کسی حد یاں نہیں یعنی گرو
نانک دسویں صدی ہجری میں ہوٹا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بابا صاحب سے ان کو
عقیدت ہوگئی شاید بابا صاحب کے سلسلہ کے کسی درویش کی بیعت کی ہو

اسے نانک کا بنایا جو ایہ ایک معرہ ہے جس سے عدد اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۹۲) نکلتا ہے

بیوٹام سرلیٹھو کا اور جو گن کر لو وائے

دعوتِ ولادت اور یکاچہ گن کر لو اور بہت بھاگ بھاڑ

باقی بچے کو نوٹس کر لیا اور اس میں درود اللہ

گرو نانک یو کہیں نہ رشتے میں نام محمد پاؤ

یعنی چیز الاؤ۔ تدار تفریق کرو۔ بست بستی۔ ہیاگ تقسیم

یعنی کسی چیز کے نام کے عدد نکالو اسکو چار میں ضرب دو حاصل ضرب میں سے

کو لگاؤ تفریق کرو۔ حاصل تفریق کو پانچ ہیں ضرب دو حاصل ضرب کو بیس سے تقسیم کرو۔

باقی جو بچے اسکو نو؟ میں ضرب دو حاصل ضرب میں دو جمع کروالکا حاصل (۲۹) ہوگا

مثال: پیل: ۲۰ + ۱۰ = ۳۰ = ۳ × ۳۰ = ۳ × ۱۰۰ - ۲ - ۱۰۸ = ۸۲. ۳۳۰ = ۳۱ × ۱۰ + ۲۰

باق = 90 + 7 = 97

دوسری مثال = قلم = ۱۰۰ + ۳۰ + ۲۰ = ۱۵۰ = ۴ × ۳۷.۵ = ۱۵۰

$$P_9 = 0.4721 = 47.21\%$$
$$Y \cdot \sqrt{F} \cdot 9.$$

129

19. 19. 01.

باقی ۹۲ = ۲ + ۹۰ = ۹۸۱

نعمت اللہ شاہی رحمۃ اللہ علیہ

اس گروہ کے فقیر نعمت اللہ شاہی کہلاتے ہیں لو کی تاج اوٹھتے ہیں یہ سلسلہ

حضرت نعمت اللہ ولی کا ہے

سید شاہی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد حضوری امام نو سے کاظم کی نسل سے تھے اصل وطن غور تھا لاہور میں

اگر معین ہوئے اپنے باپ کے مرید تھے شرف الدین العارفین انکا نام تھا ان کا گروہ

سید شاہی مشہور ہے سلسلہ نسب اس طرح ہے شرف الدین عن سید یعقوب

عن سید عبداللہ علی عن سید احمد عن سید احمد عن شاہ ابی الفرج عن سید

عبدالوہاب عن حضرت غوث اذاعظم

جو سلسلے جس جس ملک میں زیادہ مشہور و مقبول ہیں انکی فہرست حسب ذیل

ہے سلسلہ ملک

پشتون ہندوستان

قادر یہ عرب ہندوستان

نقشبندیہ عرب ہند، ماوراء النہر، افغانستان

سہروردیہ توران و ہندوستان

ہمدانیہ کشمیر

شاذلیہ مصر و سوڈان

بدویہ عرب

شہیدیہ ہندوستان

رفاعیہ حیدر آباد و کون

ماہندیہ ہندوستان

باقی سلاسل متفرق طور پر مختلف ممالک میں ہیں حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی

مہاجر مدنی و حضرت حاجی امداد اللہ مساجر مکی کی وجہ سے تمام سلاسل تمام ممالک

میں پہنچ گئے کیونکہ ان دونوں بزرگوں کے معتقدین سے شاید ہی کوئی

خطہ دریا خالی رہا ہو۔

سلسلۃ الذہب

جس طرح حضرات مجددین نے سلسلہ روایت حدیث کے ایک سلسلہ کا نام سلسلۃ الذہب قرار دیا ہے اسی طرح اہل تصوف ہیں بھی ہے مجھے یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ اس خطاب کی ابتدا کس بزرگ نے کی بعض بزرگوں نے سلسلہ قادریہ مصیبہ کو سلسلۃ الذہب کہا ہے بعض نے سلسلہ مکرخیہ کو قرار دیا ہے سلسلہ کرخیہ حضرت معروف کرخی سلسلہ کی نسبت سے مشہور ہوتا

مکرخیہ سلسلہ

شیخ معروف کرخی سلسلہ عن امام علی رضا عن امام موسیٰ کاظم عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام حسین شہید کربلا عن حضرت علی اس کا نام سلسلۃ الذہب رکھنے کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ ان سلاسل میں سادات عظام اور ائمہ اہلبیت کی تعداد زیادہ ہے چونکہ بزرگان متقدمین میں سے ایک ایک بزرگ نے ہر ت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا ہے یہاں تک کہ بعض اولیاء اللہ کے مشائخ کی تعداد سو تک پہنچی ہے اسلئے ایک ہی سلسلہ سے پیسوں طریقوں سے سلسلہ الذہب مرتب ہو سکتا ہے جنکی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ائمہ اہلبیت اور سادات عظام کی وجہ سے سلسلۃ الذہب قرار دیا گیا ہے راقم سطور کے والد صاحب نے ایک سلسلہ مرتب کیا ہے اپنی کتاب مصباح العرفان میں لکھا ہے وہ اس لقب کا زیادہ مستحق ہے۔

مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری عن سید احمد عن سید جلال الدین عن سید علی عن سید محمود عن سید محمود عن سید احمد عن سید عبد اللہ عن سید علی عن سید مرتضیٰ جعفری عن امام محمد تقی عن امام محمد تقی عن علی رضا رائے سلسلہ کرخیہ

اعظم السلاسل

راقم السطور کے والد نے ایک نہایت صحیح سلسلہ حضرت امام اعظم کی نسبت سے مرتب کیا تھا اس کا نام اعظم السلاسل ہے

شیخ احمد مجدد الف ثانی عن شیخ عبد الاحد عن شیخ رکن الدین عن خواجہ عبد القدوس گنگوہی عن شیخ درویش محمد عن سید بدھن بھراچی عن سید اجل عن شیخ بدیع الدین شاہ

مدار عن محمد بن سید شرف جہانگیر سمنانی عن خواجہ بہاؤ الدین نقشبند عن شیخ سلطان
الدین عن شیخ احمد مولینا عن بابا اکمال حیدری عن سید نجم الدین کبریٰ عن شیخ البرقانی
سہروردی عن حضرت غوث الاعظم عن شیخ احمد اسودہ شوری عن شیخ نمشاو علوی ندوی
عن شیخ ابو العباس بہارندی عن شیخ عبد اللہ محمد بن حنیف عن شیخ بہار احمد حسن الخراسانی
عن خواجہ حبیب بن عبدی عن شیخ ابی سعید الخزاز عن شیخ بشر عافی عن شیخ ابی رجاہ اعطاء
عن خواجہ مفیصل بن عیاض عن امام اعظم عن امام جعفر صادق عن امام محمد باقر عن امام بن
العابدین عن امام حسین شہید کربلا عن امام حسن عن حضرت علی عن حضرت عثمان عن حضرت
عمر عن حضرت ابی بکر عن حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

زنجانیہ

میرے خاندان میں بھی سلسلہ طریقت جاری رہا ہے جو جہانگیر بادشاہ کے عہد میں
عبدالشہید کی وفات کے بعد سلسلہ دوہو گیا اور ایک صورت سے اب تک جاری ہے
کیونکہ قاضی صاحب پیر صحبت تھے خواجہ نظام الدین بلخی کے خواجہ نظام الدین بلخی
کا سلسلہ اس طرح ہے خواجہ نظام الدین عن خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء عن شیخ شمس
الدین ترک عن خواجہ علاؤ الدین صابر آگے سلسلہ چشتیہ صابریہ دیکھو خواجہ نظام الدین
سے آگے یہ سلسلہ اسی طرح ہے حاجی امداد اللہ سہاجر کی عن شیخ عبدالباری عن شیخ عبداللہ
عن شیخ عضد الدین عن شاہ محمد کی عن شاہ محمدی عن شیخ محمد اللہ آبادی عن شیخ
ابی سعید گنگوہی عن خواجہ نظام الدین بلخی حضرت حاجی امداد اللہ کو چشتیہ، صابریہ، نظامیہ،
مداریہ، قلندریہ، سلامتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ وغیرہ تمام سلسلے
پہنچے ہیں جنکی تفصیل شاہ ولی اللہ کی تصانیف و حاجی صاحب کی تصانیف
نہایت القلوب و راقم سطور کے والد ماجد کی کتاب مصباح العرفان میں ہے ان جامع
سلسلے میں ایک سلسلہ حضرت حاجی صاحب کا یہ ہے حاجی امداد اللہ عن شیخ نور محمد

حاشا نقیبہ خواجہ نظام الدین بلخی سے ہندوستان میں بہت سلسلے جاری ہیں ایک مشہور سلسلہ اس طرح ہے
مولانا احمد حسن مراد آبادی زونیتا صاحب زادگان مولانا محمد حسن صاحب و مولانا مظہر حسن صاحب سے راقم سطور
کے والد نے عربی کی تحصیل کی عن سید امانت عن سید جانک عن سید اعظم عن میر سالم عن میراں بیگم عن شاہ ابوالعالی
عن شیخ راؤر عن شیخ صلاح عن شیخ ابی سعید عن خواجہ نظام الدین بلخی میرے رشتے کے بھائی مولوی محمد حسین صاحب
طیب خاں پیراچہ گویا مولانا احمد حسن کے مرید تھے لیکن مولانا کے بعد یہ میاں انگارہ شاہ کے سلسلے میں
داخل ہو گئے گو الیاء میں ان کا تراز ہے وہ ان کا عرس وغیرہ ہوتا ہے

عن سید احمد شہید عن شاہ عبدالعزیز عن شاہ عبدالرحیم عن سید عبداللہ عن سید آدم بنوری
عن حضرت مجدد الف ثانی عن قاضی عبدالشہید قاضی عبدالشہید سے اوپر یہ میرا خاندانی سلسلہ
کسی نسبت سے موسوم و مذکور نہیں چونکہ ہندوستان میں میرے بزرگ قاضی حسن زنجانی اور
سے تشریف لائے تھے اسلئے میں اس سلسلہ کو زنجانیہ ہی کے نام سے موسوم کر کے
لکھتا ہوں امام قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت پائی حضرت سلمان فارسی
صحابی اور اپنے نانا امام جعفر صادق سے یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل امام قاسم کی اولاد میں
قاضی عبدالشہید تک قائم رہا۔

قاضی عبدالشہید عن قاضی تاج الدین عن قاضی عبدالرحمن عن قاضی حسن زنجانی
عن محمد بن شاہ عبدالباری متوکل زنجانی عن شیخ ابی محمد جلال الدین نقیبہ عن شیخ احمد
عن شیخ ابی الوفا اکمل الدین عن شیخ عبدالقادر عن شیخ عبدالعلی عن شیخ ابی الفضل عبدالرحیم
عن شیخ عبدالکریم عن شیخ ابی القاسم عن شیخ ابی یوسف عن شیخ ابی المنصور عبدالحکیم
دیہی قاضی عبدالشہید کا شجرہ نسب ہے، ابی المنصور عبدالحکیم شاگرد اور خلیفہ تھے
امام سعد زنجانی کے امام سعد کا ذکر امام ذہبی شکہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ
میں کیا ہے۔ سعد بن علی بن محمد بن الحسین الزنجانی امام سعد شاگرد تھے امام ابی عبداللہ
محمد بن الفضل بن لطیف بغدادی کے اور امام ابوالمنظر منصور بن عبدالجبار سمعانی ان
کے شاگرد تھے محدث خطیب بغدادی اگرچہ عمر میں ان سے بڑے تھے مگر انہوں نے
بھی ان سے حدیث حاصل کی امام ذہبی نے ان کے متعلق امام محمد بن طاہر کا قول
نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے زنجانی جیسا نہیں دیکھا انہوں نے
سکھ مجری میں وفات پائی۔

امام سعد نے حدیث میں ایک مسند بھی تصنیف کیا تھا۔ امام سعد نے اپنے
باپ سے خلافت پائی تھی ان کا سلسلہ طریقت یہ ہے سعد عن علی عن محمد بن حسین
عن احمد عن ابی الحسین عن محمد بن احمد عن امام قاسم محمد بن حضرت ابی بکر صدیق
بزرگ امام قاسم نے خلافت پائی اپنے نانا امام جعفر صادق سے اور حضرت سلمان
فارسی صحابی سے

امام سعد کا سلسلہ نسب بھی امام قاسم تک یہی ہے

تاریخ حدیث مصنف عبدالعزیز دارم

ابو المنصور عبد الحکیم اور امام سعد کا سلسلہ نسب احمد بن ابوالطیب میں اس طرح مل جاتا ہے

احمد بن ابوالحسن

ابی بکر
ابو محمد
عبد اللہ
عمر الحکیم

حنین
محمد
علی
سعد

عبد العلی کو عالم رویا میں اپنی طرف سے شیخ اخی فرخ زنجانی نے مجاز طریقت کیا شیخ کا سلسلہ طریقت یہ ہے

خواجہ اخی فرخ زنجانی عن خواجہ ابی العباس نہادندی عن شیخ ادیم عن خواجہ حنفید

بغدادی

قاضی عبد الشہید عربی کے شاعر تھے انہوں دس جلدوں میں قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی اسکا نام بیان القرآن تھا جب اکبر بادشاہ نے اپنی پیغمبری کا سکہ جمانا چاہا تو اکثر علماء نے مخالفت کی قاضی عبد الشہید نے بھی تقریریں بادشاہ نے نصرت جاگیر و منصب و لوہنت و نشان و نقارہ ضبط کر لیا لیکن انہوں نے اس سلسلہ کو ترک نہ کیا مستلمہ میں وفات پائی سر حلقہ چشتیاں خواجہ نظام الدین بلخی نے بھی ان سے فیض حاصل کیا اور یہ انکے پیر صحبت تھے اس طرح سلاسل چشتیہ میں بھی الکافیضان ہے۔

قاضی عبد الشہید کے بعد خاندان میں سلسلہ طریقت نہیں رہا انکے بعد راقم سطور تک سلسلہ نسب اس طرح ہے عبد الصمد بن ظہور الحسن بن مولوی محی الدین بن قاضی علی احمد بن قاضی جلال الدین بن قاضی ابین الدین بن قاضی غلام علی بن ضیاء الدولہ عماد الملک ثابت جنگ قاضی بدر عالم بن قاضی کمال الدین بن قاضی عبد الشہید

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امر دہوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت حافظ عبد الرحمن پنجابی سراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت شیخ عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت سید عبد الصمد بنگالی رحمۃ اللہ علیہ نے سلاسل طریقت میں خالص راقم سطور کے والد ماجد کو مجاز طریقت فرمایا ہے

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امر دہوی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام سلاسل

میں اجازت تھی حضرت حاجی امداد اللہ اور شاہ عبد الغنی مہاجر مدنی سے حاجی صاحب کا
سلسلہ لکھا جا چکا ہے شاہ عبد الغنی کا سلسلہ اس طرح ہے۔

۱۔ شاہ عبد الغنی عن شاہ ابی سعید دہلوی عن شاہ عبد اللہ غلام علی عن مرزا
منظر خان جاناں شہید عن شیخ نور محمد بدایونی عن شاہ محمد حسن عن شیخ سیف الدین عن
خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی عن حضرت محمد والف ثانی

۲۔ حضرت حافظ عبد الرحمن بخاری مراد آبادی کو تمام سلاسل میں اجازت تھی
حاجی امداد اللہ اور سائیں توکل شاہ اہلوی سے۔

۳۔ سائیں صاحب کا سلسلہ اس طرح ہے۔ سائیں توکل شاہ عن حاجی قادر بخش
عن حاجی محمود جالندھری عن شیخ محمد شریف قندھاری عن شاہ ابی سعید دہلوی
عن شاہ عبد اللہ غلام علی

۴۔ شیخ عبد الہادی بخاری مقیم مکہ معظمہ حیدر آباد تشریف لائے تھے انہوں
نے حضرت حاجی امداد اللہ کے سلاسل میں والد ماجد سے اجازت چاہی تھی جو مکہ
بزرگ باوقات اور پابند سنت اور مفسر قرآن تھے کئی مہینے سے ان کے پاس مقیم تھے
اسلئے انہوں نے انکو اجازت دیدی تھی اور انہوں نے والد صاحب کو سلسلہ پیش کیا
میں اجازت دی تھی

سلسلہ پیش کیا ہے

شیخ عبد الہادی بخاری عن مولانا محمد یعقوب مکی عن شاہ نیاز احمد دہلوی
عن مولانا فخر الدین دہلوی عن خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی عن شاہ حکیم اللہ
جہاں آبادی عن شیخ یحیی مدنی عن شیخ محمد عن شیخ حسین عن شیخ جمال الدین عن شیخ
راجن عن شیخ علم الدین عن شیخ سراج الدین عن خواجہ کمال الدین عن شاہ نصیر
الدین چراغ دہلوی۔

شاہ نیاز احمد صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک شاہ نظام الدین صاحب
یہ سرپرست لیسے بال رکھتے تھے اکثر عورتوں کی طرح بالوں کا جوڑا باندھتے تھے گانا سنتے تھے
اور دیگر امور سنت و شرع کے پابند نہ تھے دوسرے شاہ نصیر الدین بدایونی ہیں
بہت تھے سرخ کپڑے پہنتے تھے اور زیور بھی امور سنت و شرع کے پابند نہ تھے دونوں

صاحبزادہ نہایت تکلف کی امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور نہایت نازک اور نفیس مزاج اور صاحب دماغ تھے شاہ نصیر الدین صاحب کا جب انتقال ہوا تو ان کو غسل کر سرخ لباس اور زیورات پینا کر حصہ عہدی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا مولانا فخر الدین کے خلفاء میں ایک کا نام میاں برہان الدین عرف ریلے شاہ کا بھی تھا وہ بہت مشہور تھے مجھے ان کے حالات تحقیق نہ ہو سکے ان کے مرید و خلیفہ میاں غلام فخر الدین عرف انگارہ شاہ صاحب تھے یہ سرخ لباس و زیورات پہنتے تھے گانا بہت بہت ملتے تھے شرعی امور کے پابند نہ تھے راقم سطور کے رشتے کے ایک بھائی ہوی محمد حسین صاحب طبیب خاص مہاراجہ گوالیار بھی انکے خلیفہ تھے مگر وہ عالمانہ وضع رکھتے تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے گانا سنتے تھے اور عرس میں شریک ہوتے تھے گوالیار میں انکا مزار ہے عرس وغیرہ ہوتا ہے ان کے ایک مرید سید اکبر حسین عریب نے ان کا شجرہ طریقت نظم کیا تھا

بیمہ نیز شیخ عبداللہادی صاحب نے والد صاحب کو سلسلہ سنوسیہ میں حجاز کیا تھا شیخ صاحب خود حضرت سنوسی سے حجاز تھے سنوسی سلسلہ لکھا جا چکا ہے

حد ۱۲۵۰ میں والد صاحب کی ملکیت میں ایک بزرگ سید عبدالصبور بنگالی سے ملاقات ہوئی اور ایک ہفتہ تک ان کی صحبت کا شرف حاصل رہا انہوں نے سلسلہ قادریہ میں حجاز فرمایا اور اپنا شجرہ طریقت عطا فرمایا سید عبد الصبور عن شیخ داد بخش بنگالی عن شاہ بولن شاہ عن غلام احمد عن حافظ محمد امین عن شاہ بلاقی عن سید شاہ شاہ بولن میرے وطن سیوہار کے رہنے والے تھے شاہ بلاقی کی والد سے تھے میرے جد امجد قاضی علی احمد میرے والد کے نانا قاضی سید امام علی سہیدی، میرے دادا اور ان کے بھائی شاہ صاحب سے بیعت تھے بنگالیہ ۱۵۵۰ کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہو گیا تو معاندین کفار نے انگریزوں کو یاد کرایا کہ شاہ صاحب نے باغیوں کی مدد کی تھی انگریزوں نے شاہ صاحب کی جائیداد ضبط کر لی اور انکو رنگون جلا وطن کر دیا وہیں ۱۲۵۰ میں وفات پائی رنگون کے پاس موضع گین سے وہاں آپکا مزار ہے یہ قریب عالم صاحب کی زرگاہ مشہور ہے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب تابع سنت تھے مروجہ بدعات سے نفور تھے سید بارہ کے

محمد باقر عن سید احمد عن سید انبیا عن سید کبیر عن سید قطب الدین عن سید محمد علی عن
سید بہاؤ الدین کرخی عن سید محمود عن سید عبد الواسع عن سید عبد العزیز عن سید عبد اللہ
عن سید ابراہیم عن سید اسماعیل عن سید بہاؤ الحق عن سید ابوالعافی عن سید احمد عن
محمد موسیٰ عن سید محمد حسن فانی عن سید محمد الدین عن سید ابوصالح عن سید عبد الرزاق
عن حضرت عوث الاعظم۔

عہد والد صاحب کو عجاز کیا سلسلہ قلندر یہ مداریہ میں ایک بزرگ محمد امین نام نے
ان سے انہیں بہت فائدہ پہونچا لہذا ان ہی سلسلوں کو اختیار کر لیا مگر انہوں نے
جو شجرہ دیا تھا وہ کم ہو گیا مگر یہ سلاسل حاجی امداد اللہ کے سلسلہ میں بھی شامل
ہیں اور والد صاحب حضرت کے کئی خلفاء کی طرف سے ان کے سلسلہ میں مجاز
تھے۔

والد صاحب سے اجازت لی تھی تمام سلاسل میں شیخ عبد الہادی بخاری بہاجر
کئی نے اور عبد الکریم مدنی نے (از اولاد شاہ عبدالغنی بہاجر مدنی)
شجرات گویا ایک تاریخی یادداشتیں ہیں اگر صاحب سلسلہ کے عقائد صحیح
ہیں اعمال صالح ہیں منبع سنت ہے تو یہ نسبت بہت فائدہ پہونچانے والی ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱ چلا ہے شاہ صاحب کی قسم کھایا کرتے تھے اس قسم کے سوا کسی
قسم کا اعتبار نہ کرتے تھے اور شیخ کمال اجواب حدیثی کہلاتے ہیں، وہ کسی مولوی کے کہنے پر
کسی مسئلہ کو نہ مانتے تھے جب تک کہ شاہ صاحب نہ فرما دیں راقم سطور کے چچا مولوی محمد حسین غرق
نے پیر باغی لکھ کر شاہ صاحب کے حضور میں پیش کی تھی شیخ سید مغل کا پیو ہے تقی نے مرے مرشد خدا گاہ
اور کلاوں کی قوم کا ہے رسول + اور جلاہوں کی قوم کا اللہ + شاہ صاحب زیاعی پر بھکر مسکرائے اور
دو دن قوموں کو تبلیغ کی شاہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے شاہ بولن بن کریم اللہ بن شاہ باقی
شاہ صاحب نے سلسلہ اپنے ناموں شاہ غلام احمد سے حاصل کیا صاحب الوار العارفین نے
شاہ صاحب کے متعلق لکھا ہے (موطش فقہیہ سہوارہ لود) صحیح نام سیوارہ ہے بعض نے سہوارہ
بھی لکھا ہے سوارہ غلط ہے (غرق) چیٹ گیا جب سے وطن بچے سے میرا سیوارہ
تیم فرقت سے رفیق کے سوا کون سا پارہ + چٹاں شہد مورو حسین اشارہ
کر شاہ جاگیر دادش سیوارہ۔

اور اگر اسکے خلاف ہوتا ہے تو ایک دو نہیں اگر ستر ہزار مشائخ نے بھی خرقة عطا کیا اور
مجاز گردانا تو بھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیز سے نیست۔ البسا بھی ہوتا ہے کہ مریدوں کی
صلاحیت دیکھ کر بزرگ مجاز بنا دیتے ہیں لیکن ترک اتباع سنت سے وہ صلاحیت
بھی معدوم ہو جاتی ہے۔

شجرہ جملہ خاتواؤں کے طریقت

بزرگان متقدمین میں سے ہر بزرگ نے بہت سے شیوخ سے فیض حاصل کیا
ہے اسلئے شجرات بھی مختلف طریقوں سے مرتب ہو سکتے ہیں کتاب مصباح العرفان
میں شجرات کے مختلف طریقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض سلاسل منقرض ہیں یعنی شیوخ کی ملاقات بعض شیوخ سے ثابت نہیں
ان کا فیضان نسبت اولیہ سے تسلیم کیا جا سکتا ہے جیسے مروجہ شجرہ چشتیہ میں امام
حسن بصری کا شیخ حضرت علی کو قرار دیا گیا ہے محدثین کے ایک گروہ کو ان کے ملاقات سے
سے انکار ہے مروجہ شجرہ نقشبندیہ میں خواجہ ابوالحسن خرقانی کا شیخ خواجہ بابریہ
بطامی کو قرار دیا گیا ہے حالانکہ دونوں بزرگوں کے درمیان اس قدر زمانہ طویل
ہے کہ لقائے صوری کا امکان نہیں ہر سلسلہ کی بعض بعض صورتیں ہم ناکہ چکے ہیں اب
شجرہ ذیل اس طرح مرتب کیا گیا ہے جس میں القراض کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا
اصلی خاندان سے یہی ہیں۔ باقی انکی شاخیں ہیں۔ اسلئے سب کی تفصیل کی ضرورت
نہیں سلاسل مذکورہ بالا سے معلوم ہو سکتا ہے۔

خواجہ جنید بغدادی عن شیخ ابی سعید الخزاز عن خواجہ بشر حافی عن شیخ رجا
العطاء عن خواجہ فضیل بن عیاض عن امام اعظم ابو حنیفہ کوفی عن امام جعفر صادق
عن امام محمد باقر عن امام زین العابدین عن امام سلیمان عن امام حسن عن حضرت علی
عن حضرت عثمان عن حضرت عمر عن ابی بکر الصدیق عن رسالت ابی اللہ علیہ وسلم

[illegible]

ہندوستان میں خالو اور بھائی طریقت کی نسبت

نقشبند بہرہ: اس خاندان کے نوگوں کو انتہا سذت اور پابندی شریعت کا دعویٰ ہے ان میں اہل علم بھی ہیں یہ دعویٰ الٹا ایک حد تک صحیح ہے مگر ان کے بعض سلسلوں میں بدعات کا اثر اور ظہور ہو گیا ہے

فائدہ یہ کہ بعد قادیان والے متبع شریعت سمجھے جائے ہیں
یہ ارکان اسلام کے پابند ہوتے ہیں لیکن ان میں بدعات کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے
چشمہ تبصرہ: فیصدی مثالوں سے بے علم ہیں یہ لوگ، صوفی کہلاتے ہیں

رنگے کپڑے پہنتے ہیں، لمبے بال رکھتے ہیں، اتباعِ سنت و تشریعت سے ہٹ
دور ہیں، رخص و سرود انکی عبادت ہے۔ نماز روزہ حج و زکوٰۃ کے اکثر تارک ہیں و جدہ
الہ جوڑ کے مدعی ہیں ان میں کفر و شرک تک کے رسم و رواج شائع ہو گئے ہیں انہوں نے
ہندو و عورتوں اور فقیروں سے بہت مشابہت پیدا کر لی ہے۔ علامتیہ قلعہ ربیعہ بھی

ان ہی میں شامل ہیں لیکن ان میں شاذ و نادر ہی کوئی سچا صوفی ہوتا ہے گویا ان میں ایک صوفی تھے وہ ہندوؤں کو بھی مرید کرتے تھے اور رام رام کا پاس انھیں بناتے تھے ایک صاحب زندگیوں اور کسبوں کو بھی مرید کرتے تھے اور بیعت عشاء کے وقت کے بعد کرتے تھے

ایک عجیب سلسلہ

اپریل ۱۹۵۶ء میں مجھ کو کئی دن سرگنگا رام ہسپتال لاہور میں رہنا پڑا وہاں تین خادم تھے

یوسف، رمضان، اور کرم الہی عزت خدمت علی محمد کو یہ معلوم ہو کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ تینوں عیسائی ہیں ان کے باپ دادا نے یہ مذہب قبول کیا تھا کرم الہی نے بیان کیا کہ ماں باپ نے میرا نام کرم الہی رکھا تھا مگر میرے مرشد نے خدمت علی خطاب دیا میں نے دریافت کیا کہ تمہارے مرشد کس سلسلہ کے درویش ہیں اور ان کا کیا نام ہے اس نے کہا کہ چشتیہ نظامیہ سلسلہ سے ہیں ان کا نام غلام نبی شاہ ہے انہوں نے مجھ کو یسوع یسوع کا پاس انھیں بتایا ہے۔

یہ سلسلہ یہ ہے۔ ان کی اور قادر یہ خاندان کی حالت یکساں ہے۔

رفاعیہ :- یہ فقیر حیدر آباد دکن میں ہیں بے علم اور اتباع شریعت سے دور ہیں درپوزہ گری کرتے ہیں ان کی ایک درگاہ حیدر آباد میں ہے وہاں عرس ہوتا ہے ایک عرس میں ان کے کچھ عجائب نمائی کی شہرت سنکے ہیں بھی شریک ہوؤ انھا مزار کے سامنے قوالی ہوئی پھر فقرائے اٹھ کر عجائبات دکھائے کسی نے انکے نکال کر رکھ دی اور پھر اپنی جگہ رکھ دی کسی نے پیٹ میں کسی نے سر میں چھرا پار کر یا نہ زخم ہوؤ نہ خون چلا اسی طرح ہفت ضرب دکھائیں رفاعی فقیروں کے متعلق شیخ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ جلد اول میں لکھا ہے اس کے فقیر لکھاتے ہیں اور سانپ کو چبا جاتے ہیں۔

خواجہ جہاں نے نفحات الانس میں لکھا ہے اس سلسلہ کے شیخ احمد بن الحسن رفاعی ہیں مگر ان بالوں کو نہیں جانتے اور نہ ہی ایسا کرتے تھے ہندوؤں میں کئی گروہ ہیں جو بام مارگ اور جی مارگ وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں وہ ہر

چیز کو جائز سمجھتے ہیں اور حشرات الارض کو کھا جاتے ہیں ہندوستان کی تاریخوں میں ان کا مفصل ذکر ہے

ان خاندانوں سے متعلق بعض مصنفین کی رائیں لکھتا ہوں مولوی عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے۔

چشتیہ قلندریہ علامتیہ وغیرہ فرقے کے صوفی بعض کسبیوں کو سناٹہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عشق حجازی کی منزلیں طے کر رہے ہیں اور یہ عشق حقیقی کا نہ بینہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لڑکوں اور عورتوں کو دیکھنے صانع کی عظمت نشان پر نظر کرتے ہیں

جی چاہتا ہے صنعت صانع پر مٹا دے بت کو بھٹاکے سامنے یاد خدا کروں شیخ ابن بطوطہ نے سفرنامہ کی جلد دوم میں لکھا ہے۔

ہندوستان میں بعض صوفیوں نے جوگیوں کی صحبت اختیار کی اور انکے بعض اعمال اختیار کیے

صاحب خزانہ المرام فرقہ قلندریہ کے متعلق لکھتے ہیں علیہ

”قلندریہ یہ فرقہ فرانسس سے تجاوز نہیں کرتا مگر اس زمانہ میں ایک فرقہ نے اپنا نام قلندریہ رکھا ہے لیکن اس نے اسلام کو اپنی گردن سے لگا لایا ہے اور خالی سے وہ قلندریہ کے اوصاف سے بس نام قلندریہ ان کا عاریت ہے اور فرقہ شعر جو ایک طائفہ زنادقہ کا ہے ان سے تقرب میں“

”قلندریہ کی رہنمائی وضع اور خلافت شرع عمل چوتھی صدی سے جاری ہوئی اور دمشق سے اسکا رواج سندھ میں ہوا“

قلندریہ سلسلہ کے تمام بزرگ پابند شرع ہونے لگے شاہ محمد کاظم قلندر کے متعلق لکھا ہے آپ کا طریقہ ظاہری و باطنی موافق کتاب و سنت تھا قلندر اس زمانے میں رخصتوں کا صفا پا کرتے ہیں یہ طریقہ قدما کے خلاف ہے

اس غلط طرز کے رائج ہونے کی وجہ صاحب اصول المقصود نے لکھی ہے ”حضرت شاہ عبدالعزیز کی کہ مخاطب بہ قلندر بود بسبب کبر سنی موہباشی سے“

بجائے اور انہیں جہت خلق حبیہ را صورت قلندریہ نامیدند ہر کہ انہیں سلسلہ باشند
عنہ نوز المرام ص ۵۵۵ عنہ نفحات العنبر یہ عنہ الفاس قلندریہ اصح المطالع عنہ البیہم لکھنؤ و مستمر
عنہ نفحات العنبر یہ ص ۵۵۵

وہ خلق میخائیل بعد حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر ریچ کے ان پیروان ابن سلسلہ
خلق نہ نمود

اور جن بزرگوں نے اس طریق کو اختیار کر لیا تھا بعد میں توبہ کی اور دارطریقی بھی رکھی۔
سید نجم قلندر مدت العمر بے ریش و برکت رہے آخر عمر سے پندرہ برس کچھ
دارطریقی رکھ لی۔

مولانا سجنی قلندر مرید بوعلی شاہ قلندر نے مرنے سے ایک ماہ قبل دارطریقی رکھ
لی تھی اکثر بے علم و نادان قہقہہ ایک بزرگ کے اس شعر سے اپنے خلاف شرع اعمال کی
سند بکھرتے ہیں

صنوارہ قلندر سزاوار منہ سائی کہ دہ از دور دیدم رہ اسم پارسائی
اول تو شعر سے شاعر کو ایسے مضمون سے غرض نہیں ہوتی کیونکہ وہ مسائل بیان
نہیں کرتا یوں اتفاقی طور پر کوئی مسئلہ آجائے تو آجائے

رہ و رسم پار سائی سے مطلب زہد خشک ہے یعنی آدمی صرف بظاہر پار سائی و شریعت
جو یہ بھی بہت اچھا ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ اسکے دل میں خدا اور رسول کی محبت
ہو قلندر اسی پر زور دیتے ہیں یہ ہے مطلب اس شعر کا کہ پار سائی کے دُور و از راہ سے
آدمی بہت دیر میں کامیاب ہوتا ہے اور راہ محبت میں جلد کامیاب ہو جاتا ہے

ملا متید یہ صوفیائے کرام کا ایک گروہ تھا اسمیں قسیم کے صوفی تھے ایک وہ
جو ہر حکم شریعت و سنت کو بغیر کسی خوف و طمع و تشنگ کے انجام دیتے تھے اسلئے
انکی بعض باتوں پر نادان قہقہہ انکو ملامت کرتے تھے دوسرا گروہ وہ تھا جو واجب و
فریض کو بالاعلان ادا کرتا تھا اور نوافل وغیرہ عبادات کو اخفا کے ساتھ بجا لاتا تھا اور
بظاہر کوئی ایسا امر مباح اختیار کر لیتا تھا جس سے بظاہر لوگ ان کو بزرگ و مقدس نہ
جانتے جیسے بازار میں کسی دکاندار سے ملاقات پیدا کر لی اسکی دکان پر بیٹھنے لگے لوگوں
سے مہذب مذاق کرنے لگے یہ تمام امور اپنے اخفا کے حال کیلئے تھے۔

ایسے ہی بزرگوں کے متعلق سعدی شیرازی نے فرمایا ہے۔

جو نیست المقدس در دین پر تاب را کردہ دیوار بر سر دل خراب

ملا متید کے متعلق شیخ اکبر نے لکھا ہے

علم نقیحات انہی بہ صلا ۱۰ نقیحات انہی بہ صلا ۱۰ ملا متید کے متعلق شیخ اکبر نے فرمایا ہے

”الوکر اولیاء ملا متی کے سرور تھے اور ملا متی مطالب یہ ہے کہ سوائے صلوات
خمسہ کے اور کچھ نہ پڑھتا ہو عام مومنین جو فرض ادا کرتے ہیں عبادت میں مسکینوں
سے ممتاز نہ ہو اور بازار میں لوگوں کی طرح آمد و رفت کرتا ہو سب سے معمولی باتیں
کرتا ہو مگر دل سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو ایک چشم زدن بھی مالک سے غافل نہ ہو۔
یہ اس کی طبیعت اور سلطنت کی ہوس نہ رکھتا ہو۔

شہزادہ دارا شکوہ لکھتے ہیں

”بعضے در زمرہ ملا متیہ خود را منسلک دارند تا کہ ایشان را نشا سندن چیزے
کہ خلاف شرع باشند“

صاحب نوز المرام لکھتے ہیں

ملا متیہ وہ سالکین ہیں جنہوں نے بہت کوشش کی غایت درجہ اخلاص میں
اور محافظت کی قائمہ صدق ہیں اور واجب کیا اپنے نفسوں پر پردہ پوشی رکھنا
طاعت کا اور اخفائیکوں کا چشم خلق سے باوجود یکہ انہوں نے کوئی دقیقہ اعمال
فرائض اور نوافل سے گزر نہیں کیا مشرب الکافایت کرتا ہے عبادت میں معنی
اخلاص کو انکو اس امر میں لذت ہے کہ انکی عبادت اور احوال پر سوائے خدا
کے کوئی مطلع نہ ہو

خواجہ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں

”گمراہوں کے ایک گروہ نے مشہور کر رکھا ہے اپنے ٹیٹس ملا متیہ اور لباس
صوفیوں کا پہن رکھا ہے تاکہ ان کا شمار صوفیوں میں ہو حالانکہ انہیں صوفیہ
سے کوئی لگاؤ نہیں بلکہ یہ لوگ دھوکے اور گمراہی میں پڑے ہیں اور صوفیہ کا لباس
کبھی اپنے بچاؤ کے لئے اور کبھی کسی دعویٰ کے ساتھ پہنتے ہیں اور اہل اباحت کی
راہ چلتے ہیں یا

حضرت خواجہ عبدالرحمن جامی فرماتے ہیں

اما ملا متیہ جماعتے باشند کہ در رعایت معنی اخلاص و محافظت قاعدہ صدق
و اعتدال میں غایت جہد مبذول دارند و ذرا اعتدال طاعات و کثرت جزات از نظر خلق
مبالغت واجب را خندہ پیچ و تہقیر از سواد اعمال گمراہان نہ گزاردند و تمسک جمیع فرائض
عنه سفینۃ الادیان و نوز المرام فی لطائف الایمان کے کرام صفہ و کن پویشی شکر و تحری

و نوافل از لوازم شمرند و مشرب ایشان در کل اوقات تحقیق معنی اخلاص بود و لذتِ شان در تفریقِ بہ اعمال و احوال ایشان و چنان کہ غاصی از ظہورِ محفیت بر عذر بود ایشان از ظہورِ طاعت کہ منظم و بہ با شد حذر کنند تا قاعدہ اخلاص خلل نہ پذیرد۔

حضرت داتا گنج بخش پیر علی جوہری فرماتے ہیں ^{علہ}
 جو شخص خلاف شرع کوئی کام کرے اور کہے کہ میں ملامتیہ ہوں اسکا یہ نقص گمراہی ہے اور گناہ ہے۔

خلافتِ شرع و رویشوں کے متعلق حاجی امداد اللہ چشتی فرماتے ہیں ^{علہ}
 "از رویشِ خلافتِ شرع کہ بر دقتِ سنتِ رسول اللہ بنا شد و در ماند اگر چہ از کرمات و خرق عمارت لظہور را بد و با سمان پر و از دے
 سلسلہ ملامتیہ کے بانی خواجہ حمد دول قصار رحمۃ اللہ علیہ ^{علہ} نے اپنے سلسلہ کی خود یہ تعریف فرمائی ہے ^{علہ}

"و ملامتیہ گروہ بود کہ کسی نہ پئے حرمتے کارے نہ کنند تا اور ملامت کنند ملامت اں بود کہ در کار حق سبحانہ تعالیٰ از و خلق پاک ندارد۔
 اچکل چشتیہ، نداریہ، قلندریہ، ملامتیہ وغیرہ کے رویشوں نے جس سلسلہ اختیار کر رکھا ہے وہ بالکل خلاف سنت اور مخالف شرع شریف ہے اول تو یہ لوگ اکثر بے علم ہیں و دوم یہ کہ سلسلہ طریقت کو انہوں نے وراثتاً اختیار کیا ہے اکثر اسی پر انکی عزت اور گرا اوقات کا مدار ہے اسراء اور عوام کو راضی رکھنا بغیر کسی رکاوٹ کے ان کا مطمح نظر ہے اسلئے یہ تمام عقائد و اعمال میں شریعت کے خلاف ہیں عبارت سے اسلئے بچتے ہیں کہ ان کا خیال ہے جب آدمی خاصا خاص سے ہو جاتا ہے تو اسکو کس محنت و مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی اور ایسے آدمی پر کوئی پابندی اور قانون عام نہ ہو تا وہ آزاد ہے جو چاہے کرے اس کو سب کچھ جائز ہے۔

یہ لوگ عورتیں اور اسرار میں رکھتے ہیں رقص و سرور میں مشغول رہتے ہیں بعض منشیات کے بھی عادی ہوتے ہیں ان کے اعمال و افعال بعض غیر مسلم فرقوں سے ملتے ہیں اور زیادہ تر یہ فرقہ اباحیہ سے متعلق ہے

مے ترجمہ کشف المحجوب ص ۵۵ علی ضیاء القلوب ص ۵۵ صفحہ ۱۵۵ از حدیث قصار

تیسری صدی ہجری کے آخر میں ایک شخص علی بن فضل نام سے ایک فرقہ بنایا تھا اس کی تفصیل باب الثنات میں کی جائے گی اسکا ایک عقیدہ یہ تھا کہ حرام و حلال کی پابندی کی ضرورت نہیں نہ عبادت و ریاضات کی ضرورت ہے اس فرقے کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے

یہ لوگ کمال اس میں سمجھتے ہیں کہ گائیں بجائیں، وجد و حال کریں، رویں بے ہوش ہو جائیں اور مرجائیں لیکن یہ تمام امور خلاف شرع شریف ہیں فرقہ جلولیہ اور فرقہ جبرہ کے لوگوں کی یہی حالت تھی ان تمام فرقوں کو بالاتفاق کا فرقہ قرار دیا گیا ہے۔

الباب الرابع فی الرجال

اور یہاں عظام کے حالات میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں خواہ عام تذکروں کے طور پر خواہ کسی بزرگ کی سوانح عمری کے طور پر یا تصوف اور تعلیمات کے متعلق خوش اعتقادوں نے ان میں اس قدر غلو کیا ہے کہ جس کو عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی نہ وہ علم و تاریخ کے معیار پر صحیح اثر دیتے ہیں، حضرات صوفیائے کرام نے مسلمانوں کی دینی اور دنیوی ترقی میں بے حد جدوجہد کی ہے تبلیغ کے لئے انہوں نے غیر مالوس ممالک کے سفر کئے، جہاد میں شرکت کی اور سلاطین کو خلاف شرع امور پر روکتے ٹوکتے رہے۔ قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے تصنیف و تالیف کرتے رہے لیکن اگر آج ان بزرگوں کے تذکروں کو دیکھا جائے تو ان امور کا کہیں ذکر نہیں کثرت کرامات کے بیان سے مجلدات پر ہیں، کتب حدیث و تفسیر و فقہ و تاریخ کی چھان بین کرنے سے ان کی خدمات جلیانہ کا پتہ چلتا ہے ورنہ اہل تصوف نے تو بے حد و نہایت سلسلہ کثرت کرامات کے سوا کچھ نہیں لکھا،

”نشئی محمد دین فوق لکھتے ہیں

”صوفیائے کرام کے تاریخی اور صحیح حالات بہت کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے متعلق جیسے کچھ واقعات پیش آتے رہے اور جو کچھ ان سے کمالات ظاہر ہونے رہے مریدوں اور خوش اعتقادوں نے ان کو نمک مرچ لگا کر پیش کیا“

بعض بعض بزرگوں کے متعلق ایسی ایسی رہنمائیوں و عبادات لکھی ہیں جو شرع اور عقل دونوں کے خلاف ہیں مثلاً کسی جائز چیز کو کھانا پینا چھوڑ دینا، روزے پر روزے رکھنا اور کسی عضو کا بے کار کر لینا اور اگر نماز و عبادت کا ذکر کیا ہے تو ایسا بڑھا دیا ہے کہ کسی طرح بھی ثابت نہ ہو سکے۔ مثلاً بعض بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ رات میں ہزار رکعات پڑھتے تھے اگر ان کی نماز صرف اٹھابیس تھی ہوتی تھی تب تو ممکن ہے ورنہ اگر عبادت کے ساتھ بھی نماز پڑھی جائے تو ایک منٹ میں ایک رکعت ہوتی ہے تو ہزار رکعتیں ہزار منٹ میں ہوئیں جن کے پونے سترہ گھنٹے ہوتے ہیں، اس قدر طویل رات کہیں نہیں ہوتی۔ ایسے غلو کا یہ نتیجہ ہوتا کہ بعض محققین کو بعض بزرگوں کے وجود ہی سے انکار ہو گیا۔ اویس قرنی کے متعلق اسماء الرجال کے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس نام کا کوئی تابعی نہیں ہوا شیخ ابراہیم ادھم کے قصبے کو بعض نے گوتم بدھ کے قصے سے ماخوذ بتایا ہے۔ منصور کا معاملہ ایسا ہے جو کسی طرح آج تک سلجھ ہی نہ سکا، سرمد کے واقعات ایک گورکھ دھند اپنے ہوئے ہیں۔ میں اس کتاب میں چند بزرگوں کے حالات بقدر تعارف لکھوں گا اور جن کے متعلق کچھ اختلافات ہیں وہاں تفصیل سے اپنی تحقیقات پیش کروں گا، اس سلسلہ میں بعض صوفیائے کرام کی سیاسی تبلیغی، علمی خدمات اور بعض تصرفات و کرامات کا بھی ذکر ہوگا

میرا یہ عقیدہ ہے جس کو میں نے گزشتہ ابواب میں ثابت کیا ہے کہ تصوف عین اسلام ہے اور انبیاء و رسل، صحابہ، و ائمہ سب صوفی تھے۔ اس لئے باب الرجال میں اول حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و بعض دیگر صحابہ و ائمہ مجتہدین کا ذکر ہونا چاہیے ان حضرات کے متعلق ضخیم کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں اس باب میں بخیالاً ترتیب چند سطور پر اکتفاء کیا جائے گا۔

حضور خانم انیس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب اسلم گرامی تھا آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نامی آمنہ تھا۔ خاندان قریش سے تھے مکہ وطن تھا، شہرہ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، اس زمانے میں

دنیا پر جہالت و ضلالت کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ جب آپ کا سن شریف چالیس کو پہنچا تو رب العزت نے اصلاح خلق کے لئے آپ کو مبعوث برسات فرمایا آپ نے نہایت عزم و استقلال سے فرائض رسالت کو انجام دینا شروع کیا بارہ برس کے بعد آپ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور تیسرے سال کی عمر میں سلمہ ہجری کو مدینہ میں وفات پائی

وامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین ہزار تو ز دامن گلہ وارد
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام، ابوبکر کنیت، صدیق عتیق لقب، آپ سب سے پہلے تیس سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ رسول کریم کے یار غار اور عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر و احد و بیعت رضوان سے تھے آپ اصحاب رسول کریم میں ہر طرح سب سے افضل تھے۔ اس لئے حضور کی وفات کے بعد ۴۴ ربيع الاول یوم شنبہ سلمہ ہجری میں آپ حاشین و خلیفہ رسول منتخب ہوئے ۲۲ جمادی الثانی شب شنبہ میں بچھڑے سال سلمہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی ولادت مکہ میں ہوئی وفات مدینہ میں پائی حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔

”حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ“

عمر بن الخطاب نام، ابو حفص کنیت، فاروق لقب، مدینہ کو ہجرت کی ہجرت سے چالیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے حضرت ابوبکر کے بعد سلمہ ہجری میں خلیفہ ہوئے یکم محرم سلمہ ہجری کو مدینہ میں شہید ہوئے۔ حضرت ابوبکر کے پہلو میں دفن ہوئے۔

دیکھو تو رفاقت یہ ابوبکر و عمر کی
چھوڑا پس مرگ بھی پہلوئے محمد
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان بن عفان نام ابو عبد اللہ و ابو عمر کنیت ذوالنورین رضی اللہ عنہ، مکہ میں پیدا ہوئے سلمہ ہجری میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے سلمہ ہجری میں مدینہ میں شہید ہوئے بقیع میں دفن ہوئے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ

علی ابن ابی طالب نام، ابو الحسن کنیت، حیدر لقب مکہ میں پیدا ہوئے
رسول اکرم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے حضرت عثمان کے بعد سلسلہ ہجری میں خلیفہ
ہوئے سلسلہ میں کوفہ میں شہید ہوئے ان کا مزار نجف اشرف میں مشہور ہے لیکن
محققین و محدثین و مؤرخین نے تحقیق کے ساتھ لکھا ہے کہ ایک شہر کوفہ میں دفن ہوئے
نجف میں جو قبر حضرت علی کی مشہور ہے وہ مغیرہ بن شعبہ کی ہے
یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یزید کی ولی عہدی کی تحریک
اول اول انہوں نے ہی کی تھی۔

”حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ“

حسن بن علی نام، ابو محمد کنیت، سید و نقی لقب رسول اکرم کے نواسے تھے
سلسلہ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے سلسلہ میں حضرت علی کے بعد خلیفہ ہوئے چھ
مہینے کے بعد خلافت سے دست بردار ہو گئے سلسلہ کو مدینہ میں وفات پائی۔
”حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ“

حسین بن علی نام عبد اللہ کنیت، سید و شہید لقب، رسول اکرم کے نواسے
تھے سلسلہ ہجری کو پیدا ہوئے سلسلہ کو کربلا میں شہید ہوئے۔
”بابا رتن صحابی“

شیعہ فرقے کے مبلغین نے اہل فن کی تصانیف و تحریف کرنے میں اور
بزرگوں کے حالات کو مسخ کرنے میں جو جو کارستانیوں کی ہیں ان کا بیان مع ثبوت
اس کتاب کے اکثر بیانات میں بھگن بزرگوں کے حالات کو مسخ کیا گیا ہے ان
میں ایک بابا رتن صحابی بھی ہیں۔

بابا رتن کا نام رتن سنگھ تھا، سلسلہ نسب یہ ہے رتن سنگھ بن ساہو شہیرا
بن جنک دیو بن مندی بن کرپار۔

ہندوؤں کا ایک قوم چوہان ہے جس کی اصل چھوہان ہے ان میں ایک خانہ
ہے اس کا نام (تسیرا) ہے بابا رتن اسی شانندان سے تھے ان کا اصل وطن برصغیر
ترندی مشعل قبیلہ ریڑھیہ ضلع بجنور تھا بابا رتن مقام جیورہ ضلع علی گڑھ کے راجہ
کے وزیر تھے یہ رات کے وقت موسم گرما میں اپنے محل کی چھت پر بیٹھے تھے کہ انہوں
نے ابن کثیر البدایہ و النہایہ علیہ ابن کثیر روایت خطیب بغدادی

نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے اس حیرت انگیز واقعہ کی جب انہوں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ پیغمبر عرب نے یہ معجزہ دکھایا ہے یہ معتقد ہو گئے اور عرب جا کر مشرف باسلام ہوئے پھر عرصہ کے بعد وطن واپس آئے اور موضع کھاوڑی متصل اعظم پور آباد ضلع مراد آباد میں سکونت اختیار کی اور ریافت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے شہداء میں وفات پائی ان کا مزار اسی موضع میں زیارت گاہ خلّاتی ہے ہندوستان میں ایک بزرگ حاجی رتن نام بھی گذرے ہیں جو خواجہ اجمیری کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے تھے ان کے حالات ہم علیحدہ لکھیں گے ایک نام ہونے کی وجہ سے حالات میں التباس ہو گیا ہے

امام ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے رتن کو کذاب و دجال لکھا ہے اور اپنی کتاب میزان کے علاوہ ایک علیحدہ رسالہ کسر وثن رتن و رتن کے بت کی شکست لکھا ہے امام موصوف کی بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رتن کو کذاب سمجھتے ہیں اور بعض عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ خیال ہے کہ زنادقہ نے ایک فرضی نام گھڑ کر موضوع حدیثیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں

امام ذہبی کی تحقیقات ان روایات اور ردایوں پر مبنی ہے جو رتن کی طرف منسوب ہیں ایک روایت میں ہے کہ رتن نے بیان کیا۔

”میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ملک شام میں ہوں میں نئے دین کی تلاش میں شام گیا وہ سب عیسائی تھے میں عیسائی ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد میں نے رسول کریم کا حال سنا اور میں مدینہ جا کر مشرف باسلام ہوا حضور نے میرے لئے طول عمری کی دعا فرمائی، پھر میں حضور کے ساتھ جنگ یثرب میں شریک ہوا پھر حضور سے اجازت لے کر وطن چلا آیا۔

عبدالوہاب بن اسماعیل صوفی نے بیان کیا ہے کہ محدثہ سجری میں شیراز میں مجھے ایک بوڑھا ملا اس نے اپنا نام محمود بتایا اور کہا کہ میں بابا رتن کا بیٹا ہوں اس نے بیان کیا،

میرے والد نے شق القمر کا معجزہ دیکھا تھا یہی سبب مدینہ منورہ جانے کا ہوا میرے والد خندق کھودنے میں رسول کریم کے ساتھ تھے میرے والد حجاز گئے ملاحظہ میزان الاعتدال جلد اول مطبوعہ مصر ص ۳۳۳ لسان المیزان ابن حجر جلد دوم صفحہ ۱۵۱ السیغہ الادبی

توان کی عمر سولہ سال کی تھی اس کے بعد وہ چھ سو تیس سال زندہ رہے ۶۱۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

رتن کے متعلق جو چند ایک روایات ہیں ان میں بے حد تضاد ہے اور تاریخی حقائق سے کوئی بھی صحیح ثابت نہیں ہوتی ان تمام حدیثوں کا مرکز موسیٰ بن جعفر موفی ہے جس کے متعلق امام ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ اس جاہل کی وضع کردہ ہیں۔

در حقیقت محمود حسن نے اپنے آپ کو رتن کا بیٹا کہا اور موسیٰ بن دوؤن شیعہ فرقوں کے مبلغ تھے انہوں نے اس ذریعہ میں رخنہ انداز ہی کر کے کلمہ خیال قائم کیا اور بیچارے رتن کو خواہ مخواہ بدنام کیا سندرجہ ذیل روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیعوں اور جاہل صحابیوں کی کارستانی ہے۔

(۱) جو شخص میرے بچے حسین کے عم میں اس کی شہادت کے دن روسے گا وہ قیامت کے دن ابوالعزم مجیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(۲) رسولی محرم کو روٹا قیامت کے دن روشنی ہے۔

(۳) رتن نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ کی شادی کے دن ہم مدینہ میں تھے ہم تمام اعیانہ رات بھر گاتے چلتے تھے صبح کو رسول کریم سے کہا تو آپ نے دعا دی ہے۔

الشری امام ذہبی نے جن واقعات اور روایات کو دیکھا اور سنا ان پر لفظی کر کے رائے قائم کر دی ان کے ہم عصر علامہ صفدی نے ان کی تردید کی ہے فاضل القضاۃ محمد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے اول رتن کے خلاف لکھا بعد میں صیب نے ہندوستان آئے تو انہوں نے رجوع کیا اور لکھا کہ میں نے ہندوستان میں رتن کے متعلق تو اتر کے ساتھ سنا ہے۔

ہندوستان میں غالباً مولانا غلامرضا حسن گیلانی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں رتن پر مضمون لکھا جو بالاقساط ۱۳۳۷ھ ہجری میں رسالہ الرشید دیوبند میں شائع ہوا مولانا کی تمام تحقیقات صرف امام ذہبی کی تصانیف پر مبنی ہیں۔

رتن ایک ہندی نژاد شخص تھے ان کے متعلق حقیقات ہندوستان میں کوئی چاہئے کسی لوگوں کی منسوب کردہ روایات پر اعتقاد بغیر تحقیقات کے کرنا مناسب غلط نسانہ ایضاً غلط لسان امیران سے نسانہ امیران

نہ تھا اور ہندوستان میں بھی تحقیقات چھوٹی جماعت کے لوگوں کی نہ ہونی چاہئے تھی اول
تو ہندوستان میں تاریخ اور سوانح لکھنے کا رواج ہی نہ تھا میں نے اپنی کسی تصنیف
میں رتن کا نام ضرور لکھا ہے اور ان کی صحابیت کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اس کے
متعلق مجھے کسی قسم کی تحقیقات کا خیال نہ ہوا تھا اس زمانہ میں ایک ادبی کتاب کی
تالیف کے سلسلہ میں کچھ تحقیقات کی ضرورت پیش آئی تو ہندوستان کے چھوٹے
چھوٹے گروہوں ذات پات والوں اور جوگیوں سے جو روایات سنیں تو ان سے اس
امر کی تصدیق ہوئی کہ بابا رتن صحابی تھے چونکہ اور بزرگوں نے بھی ان کی ستائش کی
ہے اس لئے ہمیں خواہ مخواہ بدگمانی کرنے کی ضرورت نہیں ان روایات میں سے
جو حالات صحیح معلوم ہوئے اسی قدر میں نے لکھ دیئے رتن سے کوئی روایت نہیں
یعنی رتن پر کسی مسئلہ یا عقیدے کا مدار نہیں اس لئے ہم کو انکار کی ضرورت
نہیں پھر جب کہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ان کے حالات و روایات بیان کر نیوالے
صوفی اور شیعہ ہیں تو صرف صحیح حالات لینے چاہئیں اور خواہ مخواہ ایک بزرگ
ہستی کا انکار نہ کرنا چاہئے ہندوؤں کی روایتوں اور شیعوں کی کارستانیوں میں
بابا رتن صحابی اور حاجی رتن کے حالات خلط ملط ہو گئے ہیں مختلف مقامات،
مختلف گروہوں اور مختلف کتابوں سے چھ مہینے تحقیقات کرنے کے بعد جس نتیجہ
پر پہنچا ہوں درج کرتا ہوں حاجی رتن کے متعلق جو معلومات مجھے حاصل ہوئی ہیں وہ
اسی کتاب میں علیحدہ لکھی جائیں گی یہاں یہ امر قابل اظہار ہے کہ آئین اکبری میں
بابا رتن ... ترندی کی کنیت ابو الرضا لکھی ہے، ابو الرضا کنیت بھی شیعہ مبلغوں
کی گھڑی ہوئی ہے مولینا مناظر احسن صاحب (بن نصیر) اور ترندی ان الفاظ پر بھی
اعتراض کرتے ہیں اور یہ اعتراض الکا صحیح ہے لیکن اگر وہ تحقیق کرتے تو ان کو معلوم
ہو جاتا کہ نصیر نہیں (تسیرا) اور ترندی نہیں (ترمذی) ہے یہ کاتبوں کا تصرف
معلوم ہوتا ہے اب رہا بابا رتن کا ۶۳۲ھ میں وفات پانا سو صحیح نہیں کیونکہ یہ
حاجی رتن ساکن بھنڈہ کا سال وفات ہے بابا رتن کی تعریف امام ابن حجر عسقلانی
قاضی محمد الدین فیردز آباری خواجہ علاء الدولہ سمنانی اور خواجہ محمد پارسانے کی
ہے ابو الفقل نے آئین اکبری میں لکھا ہے۔

”شیخ ابن حجر عسقلانی و مجد الدین فیروز آبادی و علاؤ الدولہ سمنانی و خواجہ محمد ہاشم

پذیرندہ و ستائش گزار۔“

اصل یہ ہے کہ تحقیقات کی جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ظاہر و باطن المعروف گوگا پیر اور تھے بابا رتن صحابی اور تھے اور حاجی رتن اور تھے نگران سب کے حالات اس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں کہ صحیح نتیجہ پر پہنچنا دشوار ہے میں نے ایک ادبی کتاب کے سلسلہ میں گوگا پیر کے متعلق تحقیقات کی اور مختلف مقامات مختلف کتابوں قدیم ربانی روایتوں اور کتبوں سے حالات اخذ کئے ہیں شدید جدوجہد کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ بابا رتن صحابی اور ہیں حاجی رتن دوسرے شخص ہیں شیخ مجد الدین فیروز آبادی نے جو کچھ لکھا ہے وہ حاجی رتن کے متعلق ہے کیونکہ انہوں نے بھٹنڈہ کے لوگوں سے حالات سنے اور بھٹنڈہ حاجی رتن کا مدفن ہے بابا رتن کے متعلق کوئی واضح تحریری شہادت نہیں ہے اپنے عقائد کی اشاعت کے لئے شیعہ مذہب کے مبلغوں نے روایات وضع کیں اور بابا رتن کی عمر قریب سات سو برس کے قرار دے کر ان کا سن وفات وہ قرار دیا جو حاجی رتن کا سن وفات ہے۔

ابوالفضل نے آئین اکبری جلد سوم میں رتن کے متعلق لکھا ہے

”بابا رتن پور نصیر ترمذی، کنیت ابوالرضا“

مولانا مناظر احسن صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ

”ابوالفضل تاریخ سے کورائفا“

مولانا لفظ نصیر اور ترمذی (پور برہم ہو گئے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ ابوالفضل کی غلطی نہیں بلکہ کاتب کی غلطی ہے بابا رتن (نصیر) خاندان سے تھے جس کا کاتب لے نصیر اور موضع ترمذی کے رہنے والے تھے جس کو کاتب نے ترمذی لکھ دیا ابوالفضل کی یہ خطہ ضرور ہے کہ جب اس نے بابا رتن سے متعلق لکھا تھا تو اس کو پوری تحقیقات کرنی چاہئے تھی اگر وہ ایسا کرتا تو اس قریب زمانے میں یہ معاملہ آسانی کے ساتھ صاف ہو جاتا، مولانا کی مندرجہ ذیل عبارت کو بڑھ کر بہت افسوس ہوا جو انہوں نے اپنے مضمون میں ابوالفضل کے متعلق لکھی ہے، اس روایت کا بیان کرنے والا اکبر کے دربار کا وہ منشی ہے جس پر مذاقت پروری سے زیادہ

کذب، فروشی کا گمان غالب ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو الفضل عرصہ دراز تک اسی حالت میں رہا مگر کفر میں اس کا تاثر ہو کر حج کو جانا اور اسی راستہ میں مقتول ہونا ثابت ہے، کیا مولینا کے نزدیک گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی یا توبہ کرنے کے بعد بھی وہ شخص اسی خطا کا مستحق رہتا ہے اگر اس طرح نکھتے تو اچھا تھا۔

ابو الفضل کا یہ بیان اس زمانے کا ہے جبکہ اس پر صداقت کا گمان نہیں ہو سکتا تھا۔

ابو الفضل کیا کرتا رہی اور ابن حجر نے نصر اور ترمذی ہی لکھا ہے البتہ ترمذی کا ملا و صحیح لکھا ہے علیہ

”حضرت عمرو بن عبد البر بن رحمۃ اللہ علیہ“

عمرو بن عبد العزیز نام ابو حفص کنیت، مروان بن حکم کے پوتے تھے، عاصم بن حضرت عمر کے نواسے تھے، بڑے محدث، مجتہد اور فقیہ تھے۔ امت رسول میں یہ پہلے مجدد تسلیم کئے گئے ہیں سنیہ کو مدینہ میں پیدا ہوئے سنیہ میں خلیفہ ہوئے

اور مسئلہ میں وفات پائی

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

نعمان بن ثابت نام ابو حنیفہ کنیت، امام اعظم لقب سنیہ میں پیدا ہوئے آپ

تابعین میں سے تھے مسئلہ میں وفات پائی

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مالک بن انس نام ابو عبد اللہ کنیت، امام دار الهجرة و امیر المومنین فی الحدیث

الحدیث، سنیہ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے تھے مسئلہ میں وفات پائی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ

ابو عبد اللہ کنیت محمد بن ادریس نام سنیہ میں پیدا ہوئے سنیہ میں

وفات پائی، امت محمدیہ میں دو سرے مجدد اعظم گئے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد بن حنبل نام سنیہ کو بغداد میں پیدا ہوئے سنیہ میں وفات پائی۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

اویس بن عامر ناگہ قبیلہ مراد سے تھے، مومنہ قرنی علاقہ یمن کے باشندے تھے۔
رسول اکرم کے عہد میں مشرف باسلام ہوئے مگر اپنی معذور والدہ کی خدمت گزاری
کی وجہ سے "افردہ بار رسالت" نہ ہو سکے اس لئے ان کا صحابہ میں شمار نہیں البتہ
ربہائی تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ خیر التابعین لقب ہے۔ سلسلہ جو ہیں وفات
پائی۔

چونکہ ان کو رسول اکرم سے نقلے صوری کا شرف حاصل نہیں پھر بھی انہوں
نے حضور کی روحانیت سے کسب فیض کیا لہذا جس کسی بزرگ کو بزرگان منتقدین میں
سے کسی بزرگ کی روحانیت سے فیض ہوتا ہے اس کو نسبت اویسیہ کہتے ہیں، بعض علماء
اسماء الرجال کو ان کے وجود ہی سے انکار ہے بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمر ان سے
ملے بعض نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی۔ امام مالک کو ان کے وجود
سے انکار ہے لیکن صحیح مسلم میں جو روایت اشیر بن جابر کی بنی طریق سے ہے
ان کے وجود کی قوی دلیل ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ان کو مجروح قرار
دیا ہے۔

خواجہ ابو حازم سنہ ۹۰

مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے، تابعی تھے بہت سے صحابہ سے ملے تھے سنہ
میں وفات پائی
صوفی ابوالثم سنہ ۱۶۱

بغداد کے رہنے والے تھے، شیخ ابی عبد اللہ البیہقی کے اصحاب ہیں۔ سے تھے،
ابوالثم زاہد مشہور تھے، حافظ ابوالفیم "غیاثی سند" نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں ان
کے متعلق لکھا ہے "ابو ہاشم من قولہما زہاد بغداد" اور دوسری روایت
میں ہے "ابو ہاشم الزہاد"۔

محدث خطیب بغدادی نے بھی اپنی تاریخ کی چورسوں میں جلد میں ان روایات
کا ذکر کیا ہے۔

اسلام میں ابوالثم پہلے شخص ہیں جن کو لوگوں نے صوفی کے لقب سے پکارا،

امام سفیان ثوری بھی ان کی صحبت میں پہنچے تھے

شیخ ابراہیم بن ادہم سلامہ

ابراہیم بن ادہم بن منصور بن زید بن جابر تمیمی عجلی ان کے حالات نظم و نثر کی چوبیس کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۱) کتاب اختیار الریق لطلاب الطريق لابن العباس شہاب الدین احمد بن

سلامہ (قلمی)

(۲) سرآة الاسرار (قلمی) (۳) تذکرة الاولیاء (۴) نفحات الانس (۵) وفات الوفیات

مطبوعہ بولاق ۱۲۳۸ھ ہجری ۱۸۲۱ء الرسالة العشریہ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۹ھ (۶) سفینۃ الاولیاء

(۸) ولی اللہ ادہم دکنب خانہ گوتھامیں ہے اور نظم میں ہے (۹) قصہ ابراہیم ادہم عربی

دکنب خانہ برلن (۱۰) کتاب درویش مصنف حسن رومی یہ ترکی زبان میں ہے (۱۱)

سیرۃ السلطان ابراہیم ادہم مصنف درویش حسن رومی (۱۲) گلزار ابراہیم (۱۳) مختصر قصہ

ابراہیم ادہم ملائی زبان میں اس کا ترجمہ ہے۔ ہولینڈی زبان میں ڈاکٹر ہیلا نڈرنے

ترجمہ کیا (۱۴) قصہ ابراہیم ادہم طویل ملائی زبان میں ہے (۱۵) قصہ ابراہیم ادہم

ملاطینی ہے (۱۶) عربی کتاب شیخ ابو بکر حفصی (۱۷) بستان السلاطین (۱۸) قصہ ابراہیم

ادہم دجاوی زبان میں ہے (۱۹) قصہ ابراہیم ادہم سوئڈہ زبان میں (۲۰) طبقات

الصوفیہ شیخ ابو عبد الرحمن السامی (قلمی) (۲۱) حلیۃ الاولیاء محدث ابو نعیم اصفہانی -

(۲۲) کشف المحجوب - (۲۳) طبقات الکبریٰ شعرائی (۲۴) معجم البلدان اور بہت سے

سے چھوٹے چھوٹے رسالوں اور تذکروں میں ان کا ذکر ہے بعض یورپین ڈاکٹروں

یعنی نکلسن وغیرہ نے ان پر مقالے لکھے ہیں ڈاکٹر ہیلا نڈرنے اپنی کتاب میں لکھا ہے

کہ یہ ملک عراق کے بادشاہ تھے۔ ملائی زبان کے قصہ ابراہیم ادہم سے انہوں نے

استدلال کیا۔ دیگر متقدمین و متأخرین مصنفین نے بھی ان کو بادشاہ لکھا ہے مگر بلخ

اور عراق کی تاریخوں میں ان کا کہیں نام نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت بلخ

کے ماتحت رئیسوں میں سے ہوں گے۔ بعض یورپین مصنفین گوتھے وغیرہ

نے لکھا ہے کہ ابراہیم ادہم کا قصہ گوتھ بدھ کے قصہ سے ماخوذ ہے کیونکہ اس

قصہ میں اسلامی تصوف کی بہ نسبت ہندی و سریانی تصوف کے خصائص زیادہ

پائے جاتے ہیں۔ ان کے مقام دفن میں بھی اختلاف ہے۔ معجم البلدان میں قلعہ سوتقین بلا دروم اور اختیار الرفیق میں شہر معور اور مرآۃ الاسرار میں شام نزد مزار لوط علیہ السلام لکھا ہے۔ بعض نے بغداد نزد مزار امام احمد بن حنبل لکھا ہے۔ سو قیات میں بھی اختلاف ہے ۱۶۱ء سے ۱۸۷ء تک مختلف سنیں بیان کئے گئے ہیں۔ اختیار الرفیق و نفحات الانس میں ۱۱۱۱ء ہے اور مرآۃ الاسرار میں ۱۱۶۱ء ۱۱۷۱ء اور ۱۱۸۱ء لکھا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم زمانہ قیام مکہ معظمہ میں جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کر کے گزر اوقات کرتے تھے انہوں نے بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا تھا شجرات میں خواجہ فیض بن عیاض ان کے مرشد لکھے جاتے ہیں اور ان سے بہت سے بزرگوں نے فیض حاصل کیا ان میں خواجہ حذیفہ مرعشی بھی ہیں۔

خواجہ جنید بغدادی ۲۹۷ھ

خواجہ جنید بغدادی کے ماموں شیخ سری سقطی اولیائے کبار میں سے تھے جنید نے ان سے بیعت کی در خواست کی سری سقطی نے فرمایا کہ جب تک تم علم کی تحصیل نہ کر لو گے میں تم کو بیعت نہیں کروں گا چنانچہ یہ تحصیل علم میں مشغول ہو گئے اور بڑے فاضل اجل ہو گئے، شیخ نے ان کو بیعت کر کے اپنا خلیفہ مقرر کیا یہ تمام سلسلوں کے سر حلقہ ہیں ۲۹۷ھ میں وفات پائی ان کے مریدوں میں خواجہ شبلی زیادہ مشہور ہوئے شہر اور راسکوه نے سفینۃ الاولیاء میں ان کے ذکر میں لکھا ہے۔

”مشائخ جمع سلسلہا نسبت بالیشان و درست می کنند و منسوبان ایشان را جنید می خوانند و ازین جهت ایشان را سید الطائفہ امام ائمہ گویند سخن ایشان در طریقت حجت و بیچ کس از مشائخ متقدمین و متاخرین بر ظاہر و باطن ایشان انگشت نواست نہاد مقبول سمہ بودند“

خواجہ عبداللہ حصہ ۱۳۷۷ھ نے فرمایا ہے کہ پانچ پیر قابل تقلید ہیں ان پانچ میں ایک خواجہ جنید بھی ہیں شیخ فرید الدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں ان کے متعلق لکھا ہے

”ابتداء سے حال سے آخر تک سب فرقوں کے نزدیک مقبول، محمود اور پسند رہے۔ سب آپ کی امامت پر متفق تھے، آپ کا قول طریقت میں مقبول ہے اور

سب رماؤں میں پسندیدہ رہا ہے کوئی آدمی آپ کے ظاہر و باطن پر نکتہ چینی اور اعتراض نہیں کر سکتا۔ آپ اہل تصوف کے پیشوا تھے آپ کو سید الطائفہ اور لسان القوم سے مخاطب کیا گیا ہے طاؤس العلماء اور سلطان المحققین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ شریعت، طریقت اور حقیقت میں انتہائی درجہ کو پہنچے ہوئے تھے۔ زیادہ میں بے نظیر گزرتے ہیں اور طریقت میں مجتہد تھے۔

منصور حلاج رحمہ اللہ

حلاج کے متعلق جس قدر روایات ہیں ان میں بے حد اختلاف ہے اور اسی قسم کی باتیں ہیں جن پر شدید اعتراضات اور قوی شبہات وارد ہوتے ہیں۔ حلاج کا تمام قصہ قرامطہ کی جعل سازوں سے بھرا ہوا ہے اور اس میں اس درجہ جعل و تلبیس ہے کہ کام لیا گیا ہے کہ اب صحیح واقعہ کا پتہ چلنا ممکن نہیں اس کی وجہ سے جو کچھ ابھی پھیل گئی ہے اس کا انسداد نہی کے سوا کسی سے ممکن نہیں بڑے بڑے علماء بھی ان واقعات کی قریب کاروں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ حلاج کے واقعہ کو بعض اہل سنت نے بے خبری میں صحیح جانا، بعض نے حسن ظن کے غلبہ سے تاویل میں لیں، بعض نے تاریخ و قصص اور شاعری کی روشنی کے لئے اختیار کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ متاخرین نے منصور کو ولی کامل سمجھ لیا اور روایات مشہورہ کو عقیدہ بنا لیا حسین بن منصور حلاج بیضا کا رہنے والا تھا اس کا دادا آتش پرست تھا اس کا نانا بھی تھا جو ساحر و شعبدہ باز تھا یہ عبداللہ بن ابی بلک کوئی مشہور ساحر کا شاگرد تھا عبداللہ ابو خالد کابلی ساحر کا شاگرد تھا وہ ذرتائی تھا۔ ساحر کا شاگرد تھا وہ سماج بخت جارج بن سوید تمیمی ساحر مغرب و مدعیہ نبوت کا شاگرد تھا۔

حسین بن منصور حلاج اس وجہ سے مشہور ہوا کہ ایک حلاج سے اس کا بچہ ارتباط تھا دونوں ایک جان و قالب تھے وہ نہ یہ خود حلاج نہ تھا حسین بن منصور حلاج نہ موت کا اظہار کرتا نہ کرامات دکھاتا نہ کشف کر کے حالات بتاتا، گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے گرمیوں میں پیدا کرتا، غیب سے روپیہ منگاتا اس روپیہ پر کندہ ہوتا تھا "قل ھو اللہ احد" ان کا نام اس درجہ قدرت اللہ رکھا تھا۔ بعض اس کو ولی سمجھتے تھے بعض شعبدہ باز اور ساحر کہتے تھے۔ اہل

حلاج اور اس کے واقعہ کے متعلق چند ایک روایات ہیں، اب میں ان کو نقل کر کے ان پر جو شبہات میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں لکھتا ہوں

(۱) امام الحرمین جوینی نے کتاب التنازع فی اہول الدین میں لکھا ہے: "نہیں آدمیوں نے باہم صلاح کی کہ سلطنت اسلام کو الٹ دیا جائے، نساد برپا کر دیا جائے اور لوگوں کو تالیف قلوب کے ذریعہ متحد کیا جائے، ایک ابوطاہر سلیمان بن سعید حسن شیبالی رئیس قرامطہ دوسرا حکیم ابن مقفع تیسرا منصور حلاج، اول الذکر نے ممالک احیاء میں دوسرے نے ممالک ترک میں اور حلاج نے بغداد میں کام شروع کیا۔"

میرے نزدیک اس روایت میں یہ غلطی ہے کہ منصور کو ابن مقفع کا ہم عصر قرار دیا گیا ہے لیکن ابن مقفع اور منصور کے درمیان ڈیڑھ صدی کا فاصلہ ہے ابن مقفع کا ۶۹ھ میں خاتمہ ہو چکا تھا اور منصور کو ۳۲۰ھ میں سولی دی گئی تھی

(۲) تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ خواجہ جنید نے منصور کے قتل کا فتویٰ دیا اس روایت میں غلطی

ہے کہ حضرت جنید منصور کے قتل سے بارہ سال قبل وفات پا چکے تھے ہم نے اس پر باب الکشف میں بحث کی ہے۔

اس امام بیہوشی نے تاریخ الخلفاء میں اور امام ذہبی نے طبقات دول اسلام میں ۹۰ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلیفہ مقتدر عباسی کے عہد میں حسین بن منصور حلاج کو تشہیر کیا گیا اور منادی کرائی گئی کہ یہ قرامطہ کا داعی ہے وہ ۹۰ھ میں قتل کیا گیا لوگوں میں یہ بھی مشہور ہوا کہ یہ الوہیت کا مدعی ہے اور حلال کا بھی قائل ہے

اس روایت پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ تشہیر و قتل میں آٹھ سال کا فرق کیوں ہوا؟ بعض اس کو دلی جانتے تھے، بعض شعبدہ باز اور ساحر، بعض لوگوں نے اس کو خدا بھی کہا۔ جب خالد وزیر خلیفہ مقتدر عباسی کو خبر ہوئی تو اس نے لوگوں کو بلا کر دربارت کیا، ایک جماعت نے اقرار کیا کہ ہم اس کو خدا سمجھتے ہیں حلاج نے انکار کیا اور کہا میں بندہ ہوں اور عبادت کرتا ہوں وزیر نے قاضی ابوبکر وغیرہ فقہاء سے اس کے قتل کا فتویٰ طلب کیا، علماء نے کہا جب تک ہمارے نزدیک اس کا جرم ثابت نہ ہو ہم فتویٰ نہیں دے سکتے۔ ایک شخص نے

خبر دی کہ بصرہ میں کچھ لوگ حلاج کے اصحاب میں سے ہیں جو اس کی خدائی کی تبلیغ کرتے ہیں میں ان کو جانتا ہوں میں بھی انہی میں سے تھا جب مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ ساحر ہے تو میں نے تو بہ کر لی، ایک لڑکی نے بیان کیا کہ مجھ سے حلاج نے کہا کہ وہ آسمان کا خدا ہے اور میں اس کا خدا ہوں۔ حلاج نے اپنے مذہب کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی تھی، وزیر نے اصحاب حلاج کو تلاش کرایا تو بنین، شخص، حمید، سمیری اور محمد بن علی صیانی ایک گھر میں چھپے ہوئے ملے اور ایک کتاب بھی ملی جو سونے سے لکھی ہوئی اور ریشم میں لپیٹی ہوئی تھی اس میں کچھ رمز و کنایات ہیں لکھا ہوا تھا مبلغین اور اصحاب حلاج کے اسماء تھے ایک وردی پر لکھا ہوا تھا کہ جو شخص حج کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ اپنے گھر کی ایک کڑھی کو صاف کر کے عرفہ کے دن اس کا طواف کر کے کچھ خیرات کر دے اس کا حج ہو جائے گا دیہ ترمذی کا سا عقیدہ ہے، وزیر نے یہ کتاب قاضی کو دکھائی قاضی نے حلاج سے دریافت کیا کہ یہ تو نے کہاں لکھا دیکھا، حلاج نے کہا حسن بصری کی کتاب اخلاص میں قاضی نے کہا اس کتاب کو مکہ میں میں نے خود دیکھا ہے اس میں یہ نہیں لکھا اس پر وزیر نے حلاج کے قتل کا فتویٰ لکھا یا حلاج نے کہا، مجھے قتل نہ کرو میں مسلمان ہوں میرا مذہب سنت ہے اور اس کے متعلق میری تصانیف ہیں مگر وزیر نے خلیفہ سے اجازت لے کر حلاج کو قتل کرادیا

اس روایت میں یہ چند شبہات پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ جس جماعت نے حلاج کے خدا ہونے کا عقیدہ ظاہر کیا تھا وہ گرفتاری اور قتل سے کیوں متشنی رہی دوسرے یہ کہ کتاب میں جن مبلغین کے نام لکھے تھے ان کی گرفتاری و قتل وغیرہ کا اس روایت میں کچھ ذکر نہیں، تیسری یہ کہ جب حلاج نے کہا میں مسلمان ہوں، بندہ ہوں، اہل سنت ہوں عبادت گزار ہوں اور مذہب اہل سنت کے متعلق میری تصانیف ہیں تو کسی ایسی کتاب کی تصنیف سے صاف انکار نہیں کیا گیا پھر کس جرم پر فتویٰ دیا گیا، چوتھے یہ کہ کتاب میں صرت حج کا ذکر لکھا تھا، الوہیت کا دعویٰ یا انا الحق وغیرہ کا کچھ ذکر نہیں تھا۔ اور وجہ قتل انا الحق مشہور ہے۔

(۵) علامہ محمد لطفی جمعہ وکیل مصر نے اخبار المبلغ مصر میں حلاج کے متعلق

اپنی تحقیقات شائع کرائی تھی اس کا ترجمہ ہفتہ وار اخبار ہند کلکتہ نے مارچ ۱۹۳۵ء میں شائع کیا جو درج ذیل ہے

”خلیفہ ابو الفضل جعفر المقتدر باللہ عباسی جس کا عہد حکومت سنہ ۳۳۳ ہجری کو ختم ہوا مثل شاہ شطرنج تھا یہ دو مرتبہ معزول کیا گیا۔ آخر قتل کیا گیا خلیفہ کا وزیر حامد بن عباس سب پر حاوی تھا، وہ چاہتا تھا کہ ملک میں اس کے سوا خلیفہ پر کسی کا اقتدار نہ ہو، مشہور حلاج صوفی تھا بہت لوگ اس کے مرید تھے یہ بغداد میں رہتا تھا اس کی بہت سی کرامتیں مشہور تھیں، مفسر تشواری داروغہ محلات شاہی بھی اس کا مرید تھا خلیفہ بیمار ہوا مفسر تشواری نے خلیفہ سے کہا کہ اگر حلاج سے آپ رجوع کریں تو آرام ہو جائے گا خلیفہ نے حلاج کو بلایا حلاج کے عمل سے خلیفہ کو صحت ہو گئی پھر خلیفہ کی ماں بیمار ہو گئی وہ بھی حلاج کے عمل سے اچھی ہو گئی خلیفہ کو حلاج سے عقیدت ہو گئی، خلیفہ نے حلاج کو اپنے محل میں رکھ لیا وزیر حامد جس کو مسعودی، ابن خلدون ابن اثیر، خیالی، یاقوت اور تمام مورخین نے ظالم لکھا ہے، کو ظلم کرنے میں لطف آتا تھا اور وہ سخت حاسد تھا کسی کا عروج نہ دیکھ سکتا تھا وہ خلیفہ پر اس قدر حاوی تھا کہ اس نے خلیفہ کی سب سے بڑی مغلا نی ام موسیٰ کو گالیاں دیں اور خلیفہ کچھ نہ کر سکا وزیر حلاج کے عروج کو دیکھ کر جھل گیا اور اس کے گرنے کی فکر میں لگ گیا ایک شخص عباسی نام اور دو سرا بوعلی ہارون بن عبد العزیز بھی محض حسد کی بنا پر حلاج کے مخالف ہو گئے انہوں نے حلاج کے خلاف کوئی تداریک کارگر ہوتے نہ دیکھی سوائے اس کے کہ حلاج پر کوئی شرعی الزام لگایا جائے انہوں نے وزیر سے سازش کر کے یہ مشہور کیا کہ حلاج خدا ہونے کا مدعی ہے، محمد بن علی قناعی کی پرستش کرتا ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادت کی ترغیب دیتا ہے اسی طرح ایک ماشی شخص کے متعلق کہا گیا کہ وہ کہتا ہے حلاج خدا ہے اور میں اس کا پیغمبر ہوں، ان خبروں کو پھیل کر وزیر نے خلیفہ سے کہا کہ حلاج کو میرے حوالہ کیجئے تاکہ اس کے مقدمہ کی تحقیقات کی جائے خلیفہ وزیر سے دتا تھا باورِ ناخوانستہ حوالے کر دیا، مفسر تشواری نے خلیفہ سے بہت کہا کہ حلاج کو وزیر کے حوالے نہ کرے مگر خلیفہ نے وزیر کے خوف سے نہ مانا، وزیر نے ایک جماعت سے اقرار کرایا کہ وہ حلاج

کے مرید ہیں اور حلاج کو خدا جانتے ہیں ان لوگوں نے یہ شہادت دی، لیکن حلاج نے کہا میں ان میں سے کسی سے واقف نہیں ہوں میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ربوبیت یا الوہیت یا نبوت کا دعویٰ کروں، میں ایک معمولی آدمی ہوں خدا کی عبادت کرتا ہوں اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔ وزیر نے قاضی ابو عمرو ابو جعفر بہلول اور دیگر علماء سے کہا کہ لوگ گواہی دیتے ہیں کہ حلاج خدائی کا مدعی ہے لہذا اس کے قتل کا فتویٰ دیا جائے، علماء نے کہا جب تک حلاج ہمارے سامنے دعویٰ نہ کرے ہم فتویٰ نہیں دے سکتے کیونکہ گواہوں کی تکذیب کرتا ہے اور الوہیت کے دعوے سے انکار کرتا ہے، اب وزیر نے حلاج کو ہد نام کرنے اور عام لوگوں کو اس کی طرف سے برا بکھتا کرنے کی یہ تدبیر کی کہ ایک عورت حیدرہ بنت سمیری سے یہ بیان کرایا کہ حلاج نے اس سے کہا کہ اگر تیرا شوہر تیرے ساتھ بڑا سداک کرے جو ہنشا پور میں ہے تو نوروزہ رکھنا اور شام کو چھت پر چڑھ کر افطار کرنا اور میرا تصور کر کے مجھ سے اس کی شکایت کرنا میں تجھے دیکھ لوں گا اور تیری فریاد سن لوں گا، اس عورت کے بیان سے وزیر کا مقصد یہ تھا کہ ثابت کیا جائے کہ حلاج حاضر و ناظر ہونے کا مدعی ہے، اس عورت نے یہ بھی کہا کہ ایک رات حلاج میرے پاس بستر پر آیا میں نے اس کو چمڑک دیا اور حلاج کی لڑکی نے مجھ سے کہا کہ میرے باپ کو مسجدہ کر میں نے کہا مسجدہ خدا کے سوا کسی کو نہ چاہئے حلاج نے کہا ایک خدا آسمان پر ہے ایک زمین پر ہے اس کے بعد وزیر نے حلاج کو قید کر دیا پھر اس کو الطین نام قید خانہ میں منتقل کر دیا یہ زمین کے نیچے ایک تہ خانہ میں تھا جہاں نہ ہوا آتی تھی نہ روشنی، حلاج کے پیروں میں تیرہ بیڑیاں ڈالی گئی تھیں جو ٹخنوں سے لپکر گھٹنوں تک پہنچ گئی تھیں حلاج کے ساتھ اس کا پندرہ سالہ لڑکا احمد بھی قید کیا گیا تھا حلاج قید خانہ میں روزانہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھتا تھا، شیخ عبداللہ خفیف کا بیان ہے کہ پھر قید خانہ میں حلاج سے ملنے گیا تو اس کا لڑکا مجھ کو ملا میں نے اس سے دریافت کیا، شیخ کہاں ہیں؟ اس نے قید خانہ کے دوسرے حصے کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ وہاں چند بد معاش قید ہیں شیخ ان کے پاس جاتے ہیں ان کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں وہ ان کے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں، اسی عرصہ میں منصور حلاج آگیا،

وہ جسین آدمی تھا میں نے اس سے باتیں کیں، موقع پا کر حلاج فید خانہ سے بھاگ کر صوبہ
 اواز کے صدر مقام سوس میں پہنچا اور ایک یہودی کے گھر جا کر چھپا، وزیر نے جگہ جگہ
 تلاش کر لیا آخر حلاج گرفتار ہو گیا، گرفتار کرنے والوں نے پوچھا تو حلاج ہے حلاج نے کہا
 میں نے کسی حلاج کا نام بھی نہیں سنا، مگر انہوں نے چھوڑا، وہاں سے پابجواں بغداد
 لایا گیا اور فید کر دیا گیا ۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۱۷ کو پھر اس پر مقدمہ چلا گیا اور حلاج پر
 تشدد کیا گیا وزیر نے حلاج سے کہا کیا یہ سچ نہیں کہ تو نے پہلے مہدی ہونے کا دعویٰ
 کیا تھا اور اب خدا ہونے کا مدعی ہے؟ حلاج نے کہا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ میں بھلا
 کچھ نہ کہتا ہوں، الوہیت کا دعویٰ کر سکتا ہوں، میں محض ایک معمولی آدمی ہوں اللہ کی
 عبادت کرتا ہوں روزہ اور نماز، داکترانہوں اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا اسی مقدمہ
 کے دوران میں ایک دن ابو الحسن علی بن عیسیٰ نے جب حلاج کی بہت توبہ کی تو
 اس کو غصہ آگیا اور حلاج نے کہا بس اور آگے نہ بڑھنا ایک لفظ بھی منہ سے نہ
 نکلے ورنہ میں نہیں تجھ پر الٹ دوں گا علی بن عیسیٰ پیر سن کر ڈر گیا اور اس مقدمہ
 کی تحقیقات سے علیحدہ ہو گیا حلاج مقدمہ کے دوران میں کثرت سے یہ دعا پڑھتا
 تھا۔

سبحانک لا الہ الا انت عملت سوء و ظلمت نفسی فاعفونی فانہ لا یغفر
 الذنوب الا انت، یعنی پاک ہے تو اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے بدی
 کی ہے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو مجھے بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔
 وزیر بہت لاچار ہو گیا اور حلاج پر کوئی جرم ثابت نہ کر سکا تو آخر اس نے جھلا
 کر کہا کہ حلاج کی ڈاڑھی مونڈ کر خوب پیٹا جائے اور وجہ کہہ بل پر سولی باندھ کر زندہ
 لٹکا دیا جائے چنانچہ یہی کیا گیا، ایک منادی چلا کر کہتا تھا دیکھو قرامطہ کا پیغمبر یہی
 ہے کچھ دیر کے بعد حلاج کو اتار لیا گیا اور آٹھ برس سات مہینے آٹھ دن قید رکھا
 گیا پھر سنہ ۳۱۷ قیعدہ ۱۰ میں اس کو سولی دے دی گئی۔

اس تحقیقات پر یہ چند قری شبہات دار ہوتے ہیں

(۱) حلاج سماء حیدرہ کے بستر پر گیا اور اس کا بیٹی اسکے ساتھ تھی کیا ایسا کسی سخت

سے سخت بد معاش سے بھی ممکن ہے۔

(۱) حلاج کے ساتھ اس کاڑ کا کس جرم میں قید کیا گیا تھا؟

(۳) وزیر نے حلاج سے یہ کہا تھا کہ اول تو نے مہدویت کا دعویٰ کیا اب الوہیت کا مدعی ہے تو حلاج نے جواب دیا کہ میں نبوت والوہیت کا مدعی نہیں۔ امام مہدی امام ہوں گے نبی نہیں پھر یہاں نبوت کا کیا ذکر تھا؟

(۴) جب حلاج کو اس قدر بیڑیاں پہنائی گئی تھیں کہ گھٹنوں تک پہنچ گئی تھیں تو وہ دوسرے قیدیوں کے کمرے میں کیوں کر جاسکتا تھا۔

(۵) مقدمہ نو برس تک جاری رہا اس زمانہ میں مقتدر مانت میں اس قدر زمانہ کا حرف ہوتا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۶) وزراء و اسراء جس شخص کے متعلق اس قسم کی سازش کرتے تھے اس کو جلد اندہ جلد ٹھکانے لگا دیتے تھے۔

(۷) جس جماعت نے یہ اقرار کیا کہ وہ حلاج کی الوہیت کے قائل ہیں ان کی تنبیہ و سزا کا کچھ ذکر نہیں۔

(۸) منصور کے سولی پانے کی تاریخ ۲۵ ذی الحجہ ۳۲۹ ہجری ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں لیکن اس مضمون میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خواجہ عبداللہ غفین نے قید خانہ میں منصور سے ملاقات کی مگر اس زمانے میں بروئے تاریخ خواجہ صاحب خور و سال تھے ان شبہات کے علاوہ مجھے منصور پر اور شبہات بھی ہیں (۹) تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ خواجہ عبداللہ خفیف حبیب منصور کی سولی کے نیچے پہنچے تو جان بحق ہو گئے یہ بھی بروئے تاریخ غلط ہے کیونکہ خواجہ صاحب کی وفات منصور کے واقعہ سے بائیس سال کے بعد ان کے وطن شیراز میں ہوئی۔

(۱۰) منصور کے متعلق تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اس کا انا الحق کہنا اور اس پر سولی پانا دونوں غلط ہیں مولینا خواجہ جامی نے بھی نفحات الانس میں لکھا ہے۔ ”بر حلاج سخنہائے دروغ گویند و کلمات نامفہوم و ناراستت بندند و کتابہائے مجہول و جہل پر سے منسوب دارند“

(۱۱) حلاج کو بغداد میں سولی دینا بیان کیا گیا ہے لیکن حلاج کی قبر ہندوستان میں بمقام محمود بنکدہ الہی آئی آسا میں ہے اس تحقیق نے انا الحق اور بغداد اور سولی علی تجاہد لیبسا نیاں حیدر آباد دکن جلد ششم ۱۹۴۲ء

وغیرہ کی بنیادی عمارت وغیرہ چھبائی گئی تھی سب کو منہدم کر دیا۔
انا الحق کہنے والے کے متعلق اور حلاج کے متعلق ائمہ طریقت کا فتویٰ :-

شیخ اکبر فصوص الحکم میں فرماتے ہیں

” حلاج کو تجلی ذات حاصل تھی اور افراد کا مقام رکھتا تھا “

اس پر خواجہ سید محمد بن جعفر کی حسینی صاحب بحر المعانی و بحر الانساب خلیفہ

خواجہ چراغ دہلوی لکھتے ہیں

” اس کو تجلی ذات کی ہوئی تو ہرگز انا الحق نہ کہتا اس لئے کہ تجلی ذات میں محبوبیت

مٹھ جاتی ہے اور محو کو کیا معلوم، میں کون ہوں کیا ہوں “

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ جو قول شیخ اکبر کی طرف منسوب ہے وہ حضرت شیخ

کا معلوم نہیں ہوتا کسی تحریف کرنے والے کی کارستانی ہے کیونکہ حضرت شیخ بڑے

فاضل اور ولی کامل تھے وہ ایسی کمزور بات نہیں فرما سکتے تھے، خواجہ کی نے جو اعتراض

کیا ہے وہ صحیح ہے

(۲) امام شعرانی نے طبقات کبریٰ میں حضرت غوث الاعظم کا قول نقل کیا ہے کہ

” حلاج سے لغزش ہو گئی تھی اور اس زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کو سنبھال

لیتا “

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ یہ قول حضرت غوث پاک کا نہیں ہو سکتا اور نہ امام شعرانی

ایسے قول کو نقل کر سکتے تھے یہ بھی تحریف ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات کیا اپنے سلسلہ

کے بزرگوں کو ایسا ناقص اور ادنیٰ درجہ کا بتا سکتے تھے اس زمانہ میں خواجہ شبلی اور

خواجہ ابوالعباس نہاد ندی جیسے اولیائے عظام موجود تھے جنکی کمالیت و علمیت کو

تمام اولیائے کرام نے تسلیم کیا ہے اور جو حضرت غوث پاک کے سلسلہ کے امام ہیں

اور ان کے دادا پیر خواجہ ممشاد علو کے مرشدوں سے ہیں

(۳) خواجہ جامی نے نعمات الانس و لواحق الانوار میں شعرانی کا بیان لکھا ہے :-

” زیادہ تر مشائخ نے حلاج کو رو کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو تصوف سے

کوئی لگاؤ نہ تھا “

(۴) فرائد السالکین میں بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنے مرشد خواجہ قطب الدین

بختیار کاکی کا قول نقل کیا ہے

”اگر منصور حلاج کامل ہوتا تو ہرگز دوست کا بھید ظاہر نہ کرتا لیکن چونکہ کامل

نہ تھا اس واسطے دوست کے اسرار کو اس نے ظاہر کر دیا اور جان سے گیا۔“

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ یہ قول نہایت ہی کمزور ہے یہ قول حضرت بابا کا نہیں

ہو سکتا یہ بھی تحریر ہے کہ چونکہ اول تو انا الحق کہنا ثابت ہی نہیں دوسرے یہ کہ جو قول

مطلوبہ اتحاد کے عقیدہ کا نتیجہ ہے اور علماء اور صوفیاء دونوں کے نزدیک باطل

ہے وہ سیر الہی نہیں ہو سکتا ہم نے اس پر کسی دوسری جگہ بحث کی ہے۔

(۵) خواجہ علی ہجویری نے کشف المحجوب میں لکھا ہے معطاج کو صوفیائے

مناخرین نے قبول کیا ہے اور محض صوفیائے متقدمین نے اس کو مجبور کیا ہے تو

یہ اس کی بے دینی کی وجہ سے نہیں معاملہ کا ہجویر اصلی مجبور نہیں ہوتا۔“

اس بیان پر چند اعتراض وارد ہوتے ہیں اول یہ کہ اس میں کہا گیا ہے

کہ صوفیائے مناخرین نے منصور کو قبول کیا ہے۔ لیکن تذکرۃ الاولیاء میں ہے

کہ خواجہ جنید اور امام ابوالقاسم شیری نے اس کو قبول کیا ہے یہی خواجہ جامی

نے نفحات الانس میں لکھا ہے اور یہ دونوں حضرات صوفیائے متقدمین میں سے

ہیں دوسرے یہ کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر و خواجہ ابوالقاسم گرگانی و شیخ ابو علی ناری

و خواجہ ہمدانی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ منصور کے حال کے بارے میں متوقف

ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ حسین کا ان بالوں سے کیا مطلب

تھا یہ سب لوگ بھی صوفیائے متقدمین میں سے ہیں۔

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری اشک نے فرمایا ہے کہ میں حسین کو مجبور

سے قبول نہیں کرتا (۱) مشائخ سلف نے اس کو قبول نہیں کیا (۲) اس کے

قبول نہ کرنے میں دین و شرع کی رعایت ملحوظ ہے مگر میں رو بھی نہیں کرتا

اور جو اسے قبول کرتا ہے اسے پسند کرتا ہوں۔“

خواجہ انصاری بھی صوفیائے متقدمین میں سے ہیں وہ گویا ایک

طرح پر اس کو قبول کر رہے ہیں اور اس میں یہ سمجھا گیا ہے کہ مشائخ

سلف نے ان کو قبول نہیں کیا یہ صحیح نہیں۔ جنید اور ابوالقاسم بھی مشائخ

معتقدین سے ہیں

(۴) حضرت مجدداً العین ثانی نے تحریر فرمایا ہے کہ غلبہ حال سے پہلے کفر اور اسلام میں تمیز نہ کرنا جس طرح اہل شریعت کے نزدیک کفر ہے اہل حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے اگر کوئی اختلاف ہے تو غلبہ حال کی صورت میں ہے اہل شریعت ایسے مغلوب الحال کو جو کفر و اسلام میں تمیز نہ کرتا ہو کافر جانتے ہیں اور اہل حقیقت کے نزدیک وہ کافر نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ فقہاء منصور حلاج کو کافر بتاتے ہیں اور اہل حقیقت تکفیر نہیں کرتے تاہم یہ بھی اسے ناقص جانتے ہیں کاہلین میں سے ہے بخامی کہتے ہیں اختلاف حدیث

راقم سطور کو اس بیان کے الحاقی ہونے کا بھی گمان ہے کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ اہل حقیقت اس کو کافر جانتے ہیں لیکن خواجه جامی نے لکھا ہے کہ اکثر مشائخ نے اس کو روک دیا ہے اور خواجه ابو یوسف جوڑی نے اس کو ساحر کہا ہے۔ سلطان المشائخ نے مردود کیا ہے۔ حضرات اہل حقیقت نہ تھے حلاج کے خلاف

لفات اللہ میں خواجه جامی نے تحریر فرمایا ہے

”ربارہ تر مشائخ نے حلاج کو روک دیا ہے“

خواجه فرید الدین عطار تذکرۃ الاولیاء میں حلاج کے بیان میں لکھتے ہیں

”کہ وہ خواجه عمرو بن عثمان مکی کا مرید تھا“

اور خواجه عمرو مرید تھے خواجه ابو سعید خدری اور حضرت جنید کے

خواجه ابو یوسف مستند شیعہ عظیم خواجه عمرو حلاج کے پیرو تھے

حلاج کو سنا کر کہا ہے: اختیار اختیار میں ہے کہ حضرت سلطان نظام الدین

ادایاؤ سے ابن منصور حلاج کی نسبت درہافت کیا گیا تو فرمایا مردود ہے۔

حلاج کے موافق

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے خواجه جنید اور خواجه ابو القاسم قشیری منصور کی

صوفیہ حوالہ دیکھیں۔ خواجه ابو العباس عطاء اللہ شیخ عبد اللہ خفیف نے خواجه ابو القاسم

نہیر آبادی خواجه شبلی اور شیخ ابو العباس شریح اس کے ماننے والوں میں ہیں

اس بیان پر یہ اعتراض ہے کہ خواجه جنید بغدادی تو اس واقعہ سے بارہ سال پہلے وفات پا چکے تھے اور خواجه ابو العباس عطاء نے اس واقعہ سے ایک ماہ قبل وفات پائی ہے۔

ان تمام روایات و بیانات پر نظر کرنے سے یوں باتیں ثابت ہوتی ہیں۔
 (۱) منصور نے انا الحق نہیں کہا
 (۲) منصور کے قتل پر عطاء نے فتویٰ نہیں دیا بلکہ وزیر نے خلیفہ سے اجازت لے کر قتل کرایا
 (۳) ایک منصور اولیہ فرقہ کا تھا جو قتل کیا گیا۔

نہیں منصور

تذکرۃ الاولیاء میں بہت سے متضاد و غلط بیانات کے بعد لکھا ہے حلاج کو ساحر یا حلول والا جانتا تحقیق کے علاوہ ہے وہ ایک موجد تھا۔ حسین منصور حلاج ایک اور شخص تھا جس نے بلخ میں اس کی تقلید کر کے یعنی صوفی بن کر ظہور کیا تھا اور وہ مارا گیا تھا اس کا مذہب حلول تھا اور یہ منصور ولی کامل تھا شہر بغداد ملک فارس کا باشندہ تھا خواجه عمرو بن عثمان کی کامرید تھا وہ خواجه جنید اور خواجه سہیل بن عبد اللہ تستری وغیرہ کی صحبتوں میں مدتوں رہا تھا ایک حسین بن منصور محمد تھا جو محمد زکریا کا استاد اور ابو سعید قرظی کا رفیق تھا وہ ساحر تھا شہزادہ اتریشی نے ایک اور اعتراف کیا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ حلولی انہوں نے کہاں سے ہم پر ہونچائی ہیں۔

”محمی الدین منصور حلاج خلیفہ جنید بغدادی تھا وہ ایک موجد تھا“

تبصر

حسین بن منصور حلاج بغدادی حضرت شیخ عمرو بن عثمان کے مرید تھے اور سچے صوفی تھے۔ ساسد وزیر نے سیاسی وجوہ پر ان کو قتل کرایا انہوں نے انا الحق وغیرہ کچھ نہیں کہا بخراہت کرنے والوں نے منصور حلولی کے قتل کے واقعہ اور حالات کو حلاج کے واقعہ میں ملا دیا

کہیں سچے صوفی نے انا الحق نہیں کہا نہ کوئی کہہ سکتا ہے انا الحق کہنے والے
 علی تذکرۃ الفقراء ص ۱۸۱ فی شرح الطایف لکھنؤ ۱۹۹۵

کی تمام اولیائے کرام نے مخالفت کی ہے جو شخص اس قسم کے الفاظ کہے وہ مونی مانی
اور دلی کامل نہیں ہو سکتا اور اپنی شریعت اور اپنی طریقت دونوں کے نزدیک کافر
ہے

بعض اور بزرگوں کے متعلق بھی قریب قریب اس قسم کے الفاظ کہنا لکھا ہے
وہ سب دجل و فریب ہے

بہر حال معاملہ جو بحد ورجہ کا محدوش ہے تو ایسے شخص اور واقعہ کا ذکر کرنا
بھی اولی ہے اگر کسی بزرگ سے اس قسم کے کلمات کا کہنا ثابت ہو جائے تو وہ
بہر بزرگ معنوی ہے ایسے شخص کا قول و فعل لائق اعتبار و قابل تقلید نہیں بلکہ قابل
افسوس ہے کیونکہ اس کے کمال کا نقص ہے۔

خواجه شبلی رحمہ اللہ

بہمدان کے قریب ایک موضع کرخ نام تھا یہاں ایک نو مسلم ترک خاندان آباد
تھا ان کے سردار کا نام ابودلف تھا جو خلیفہ مارون الرشید کا ہم عمر تھا کسی نامعلوم وجہ
سے اس خاندان نے موضع شبہ و ترکستانی علاقہ میں جو حصہ ملک ولایت فرغانہ کے
نام سے مشہور تھا یہاں سمرقند سے آگے ایک شہر آباد تھا اس کا نام امر و شہر تھا
اس شہر کے قریب موضع شبہ تھا کو نقل سکونت کی اس خاندان کے اکثر افراد
نے میدان جنگ میں دراد شجاعت دی، اس لئے سلاطین کی طرف سے ان
ممالک کی گورنری اس خاندان کو عطا ہوئی اس خاندان میں ایک شخص تھا
جو محمد شبلی مشہور تھا اس کا اسلامی نام یونس تھا یہ خلیفہ المتوکل یا اللہ کے
عہد میں حاجب الحجاب رعرعل بیگی کے عہدہ جلیلہ یزید مرزبان تھا جس کے
بعد رکے کا پیدا ہوا جعفر ابودلف نام اور ابوبکر کنیت قرار پائی یہی خواجہ
ابوبکر شبلی کے نام سے مشہور ہے

خواجہ شبلی کا خاندان مالکی مذہب رکھتا تھا خواجہ کو مرطی نام مالک حفظ یاد
مقی انہوں نے تیس برس حدیث، فقہ اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی جب فارغ
التحصیل ہوئے تو خلیفہ نے ان کو نہادند کا گورنر مقرر کر دیا
خلیفہ المعتز بالله رحمہ اللہ نے کسی خوشی کے سلسلہ میں ایک دربار منعقد

کیا اس زمانہ میں مسیحی مصلحتیوں کی جس کوایب سامرہ کہتے ہیں بغداد کے قریب
 دارالسلطنت تھا، تمام صوبجات کے گورنر حاضر دربار تھے سب کو خلعت عطا
 ہوئے سب خلعت پہنے ہوئے خلیفہ کے تخت کے روبرو ہو کر بیٹھے تھے
 کہ اتفاقاً ایک گورنر کو چھٹیک ائی زور ناک سے ریزش ٹپکنے کو ہوئی وہاں
 اس کے پاس نہ تھا مجبوراً اس نے خلعت کئے دامن سے ریزش کو صاف
 کر دیا یہ امر خلیفہ کو ناگوار ہوا اور کہا کہ اس نے ہمارے خلعت کی تکرار کی لہذا
 فوراً خلعت اتار دیا گیا اور اس کو معزول کر کے بہت بے عزتی کے ساتھ
 دربار سے لکھوا دیا گیا اس واقعہ سے شبلی گورنر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا کے
 ایک حکمران کے خلعت کی ذرا سی بے حرمتی کرنے کی اس قدر سخت سزا ہے
 تو جو شخص خداوند و الملائکے عطا کردہ خلعت و حیات کی بے حرمتی کرے
 اور اس کو اعمال بد کی نجاست سے اکوڑ کرے اس کو کسی قدر سزا ملے
 گی یہ خیال بجلی کی طرح شبلی کے دل و دماغ میں گوندا گیا اسی وقت گورنری
 سے استعفا دے دیا اور مرشد کامل کی تلامش میں سامرہ سے بغداد آئے
 یہاں حضرت شیخ خیر الساج کی زیادہ شہرت تھی انہیں کے پاس پہنچے
 شیخ نے اول ان سے توبہ کرائی پھر ان کو خواجہ حنیف کی خدمت میں بھیج دیا
 جب یہ خواجہ کے پاس پہنچے تو عرض کی لوگوں نے آپ کے پاس گھر
 مراد کا پتہ دیا ہے آپ مفت عطا فرمائیں گے یا قیمت لیں گے؟ خواجہ
 نے فرمایا اگر میں فروخت کرنا چاہوں تو تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے
 مفت دوں تو تم کو اس کی قدر نہ ہوگی اگر جوان مردوں کی طرح اس بھرے
 پادیاں میں غوطہ لگاؤ اور صبر کے ساتھ انتظار کرو تو گورنر مراد کا پتہ آجائے
 گا اس کے بعد خواجہ نے فرمایا کہ نہاوند کے گورنر نے یہ ہو رہا ہے کہ عالم
 تمہاری گردن پر ہیں ان کو اور ان کے یا معافی حاصل کر کے اور مرشد کے
 حکم سے یہ نہاوند پہنچے کسی کا حق ادا کیا کسی سے معاف کرالیا ایک شخص
 کا ایک درہم ان کے ذمہ واجب تھا اس کا کچھ پتہ نہ چلا یہ ہمیشہ اس
 کے نام پر خیر خیرات کرتے رہے اور ہمیشہ خائف و لرزان رہے خواجہ حنیف

تھے ان کو خائفانہ کے درویشوں کی خدمت پر مامور کروایا یہ نہایت تنہا رہی تھی
 خدمات مفروضہ کو ادا کرنے کے لیے خواجہ نے ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا
 کیا کہ تمہارا جسے نزدیک تمہارا ہے نفس کا کیا مرتبہ ہے؟ انہوں نے کہا
 میں سب سے ذلیل ہوں خواجہ بہت خوش ہوئے اور کہا اب تمہارا
 ایمان درست ہوگا۔ ایک مرتبہ خواجہ نے ان سے دریافت کیا تم خدا کو کس
 طرح یاد کرتے ہو؟ اس طرح کہ ہم میں اس کے یاد کرنے کی قابلیت
 ہے اور نہ اس ذکر کی صلاحیت ہے انہوں نے عرض کیا میں بحیثیت مجاز
 ہوں کہ اس قدر یاد کرتا ہوں کہ وہ بہ حیثیت حقیقت خود ہی میری طرف متوجہ
 کرتا ہے (آیت کریمہ فاذا رونی اذکرکم کا بھی یہی ارشاد ہے) خواجہ حنیفہ بہ جواب
 سن کر پھر تک گئے، حضرت حنیفہ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ رسول کریم
 نے شبلی کی پیشانی پر ہاتھ دیا صبح کو شبلی سے دریافت کیا کہ تم کیا عمل کرتے
 تھے جس سے یہ مرتبہ حاصل ہوا؟ شبلی نے کہا میں بعد نماز مغرب دو نفل پڑھتا
 ہوں۔ اور ان میں اکثر یہ آیت پڑھتا ہوں (لقد جاءكم رسول من انفسكم) شبلی
 شبلی چھ ماہ ہوئے مر رہے تھے ان کو دارالشفا میں داخل کر دیا علی بن عیسیٰ وغیرہ
 کو جب ان کی علالت کی خبر ہوئی تو اس نے خلیفۃ المقتدر باللہ سے ذکر کیا
 وزیر اور بادشاہ دونوں عیادت کے لئے آئے، خلیفہ نے اپنے طبیب خاص
 کو جو عیسائی تھا ان کے علاج پر مامور کیا، طبیب ان کے حالات دیکھ کر متفق
 ہو گیا جب یہ صحت یاب ہو گئے تو ایک دن طبیب نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا
 کہ آپ کے علاج کے لئے میرے بدن کے گوشت کی ضرورت ہے تو میں
 اپنے بدن کا گوشت کاٹ کر دیتا حضرت شبلی نے فرمایا یہ باتیں میری دوا
 نہیں ہیں میری دوا اور یہی ہے طبیب نے کہا وہ کیا؟ فرمایا تو مشرف
 باسلام ہو جا طبیب فوراً مسلمان ہو گیا خلیفہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو
 کہا ہم نے مرینی کے پاس طبیب کو بھیجا تھا یہ کیا خبر تھی کہ طبیب کے
 پاس مرینی جا رہے تھے

جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو جمعہ کے دن شرکت جماعت

کے لئے اکو بیسوں کے سہارے سے گئے جبکہ وقت اخیر پہنچا آپ نے فرمایا وضو کراؤ خادم نے وضو کرایا اس نے دائرہ میں خلل نہ کیا تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خلل کرایا کہ آخر وقت تک یہ سنت ترک نہ ہو۔ ۲۳۷
ہیں وفات پائی خواجہ شبلی عمری کے زبردست شاعر تھے خواجہ ابو علی دقاق وغیرہ بہت سے اولیاء اللہ ان کے مرید تھے۔
”خواجہ ابوالحسنی ۳۳۵“

قصیدہ چشت کے رہنے والے تھے خواجہ ابوالحسنی شامی کے مرید تھے ۳۳۷
۳۳۷ میں پیدا ہوئے ۳۵۰ میں اپنے وطن میں وفات پائی قبر چشت میں ہے انہیں کی نسبت سے خاندان چشتیہ مشہور ہے۔

”خواجہ ابوالنور سراج ۳۳۸“

عبداللہ بن علی نام ابوالنور کنیت لقب طاؤس الفکر و طووس کے رہنے والے تھے خواجہ ابو محمد مرتضیٰ کے مرید تھے خواجہ عثمان اور تمام بزرگوں نے ان کی تعریف کی ہے کتاب الملیح ان کی تصنیف ہے مشہور ہے خواجہ سری سقطی اور خواجہ سہیل تستری سے بھی انہوں نے ملقات کی۔

خواجہ ابو عبداللہ خفیف ۳۳۸

محمد نام شہزادگان شیراز میں سے تھے ۳۳۸ میں پیدا ہوئے بعد تحصیل علم شیخ ادہم ۳۴۰ مرید خواجہ جنید کے مرید ہوئے شافعی المذہب تھے تصوف میں صاحب تصنیف تھے سلسلہ خفیفہ ان میں کمی قربت و سوسہات میلانی اسلام میں خاص طور پر ان کا نام آتا ہے سہیل میں ۳۴۰ مرید تھے پائی خواجہ ابوالحسن بن ہذاوندی ان کے خلیفہ تھے

داتا گنج بخش ۳۶۵

علی بن عثمان نام کنیت ابو حسن موصوف ہجویر (قریب غزنہ) کے باشندہ تھے شیخ ابو الفضل بن عثمانی مرید شیخ نصیری بن خواجہ شبلی کے خلیفہ تھے مرشد کے حکم سے تبلیغ اسلام کے لئے قندھار آئے سہیل میں وفات

پانی اہل پنجاب ان کو راتا گئے بخش کہتے ہیں

امام قشیری ^{۵۶۳}

عبد الکرم بن ہواندن نام شیخ ابو علی وفاق کے خلیفہ تھے خواجہ ابو علی نادر علی
ان کے خلیفہ تھے ^{۵۶۴} وفات پانی

عبد الملک نام ضیاء الدین اقیب، ابو المعالی کنیت اور امام الحرمین خطاب
مخفا، موضع جفریدہ (متصل نیشاپور) میں ^{۵۶۵} سالک بن پیدا ہوئے مشاہیر علماء
اور صوفیاء سے علم ظاہر و باطن حاصل کر کے مکہ معظمہ میں درس قائم کیا
پھر مدینہ منورہ میں آکر سلسلہ درس جاری کیا اس لئے امام الحرمین مشہور
ہوئے۔ وزیر نظام الملک محقق طوسی نے نیشاپور میں ایک مدرسہ قائم کیا
مخفا جس کو مدرسہ نظامیہ کہتے تھے اس نے امام الحرمین کو بلا کر اس کا صدر
مدرس بنایا ^{۵۶۶} سالک بن یہیں وفات پائی امام صاحب صوفیائے کبار اور
علمائے کرام ہیں سے تھے آپ کی تصنیف بہت سی کتابیں ہیں
حضرت عنوت الاعظم ^{۵۶۷}

عبد القادر نام محی الدین لقب آپ کا پوری سلسلہ حضرت امام حسن سے
اور نادر سلسلہ امام حسین سے ملتا ہے ^{۵۶۸} سالک بن موضع جیلان (لوز
طبرستان) میں پیدا ہوئے، اعجازہ سال کی عمر میں بغداد آئے اور علم
حاصل کیا۔ بہت سے مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ خواجہ ابو سعید خرمزی
سے فرقہ خلافت پایا۔ جنہی مذہب تھے، فتوح العقب وغیرہ کئی کتابیں
آپ کی تصنیف ہیں۔ چونکہ عبد القادر نام مخفا اس لئے آپ کا سلسلہ قادریہ
مشہور ہوا ^{۵۶۹} سالک کو بغداد میں وفات پائی، عنوت، ولایت کا ایک مرتبہ
ہے گویا حکومت باطنی کا ایک عہدہ ہے چونکہ آپ اس کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز
تھے اس لئے عنوت الاعظم مشہور ہوئے اہل بدعت اس لقب کو لغوی معنی
پر سمجھنے لگے

خواجہ عطار ^{۵۷۰}

محمد بن ابی بکر ابراہیم نام، فرید الدین لقب، نیشاپور کے قریب ایک

موضع میں پیدا ہوئے، عطاری کی دکان کرتے تھے اس وقت مشہور ہوئے،
حنبلی المذہب تھے۔ خواجه محمد الدین بغدادی کے مرید تھے۔ ان کی تصانیف
کی تعداد میں اختلاف ہے، بڑے بھائی مصنف اور شاعر تھے ایک سنی
بوس کی عمر تھی مائتالیوں نے ان کو شہید کر دیا۔

خواجه شہاب الدین سمرودی رحمہ

خواجه شہاب الدین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے،
درخان عراقی عجم، ان کے خاندان کا وطن تھا سنیہ میں پیدا ہوئے موضع سمرود
عراق عجم میں سکونت اختیار کی اپنے چچا شیخ وحید الدین سے خرقہ خلافت پایا شافعی
المذہب تھے چند کتابیں ان کی تصنیف سے ہیں، سلسلہ سمرودیہ ان کی نسبت
سے مشہور ہے شیخ سعدی ان کے خلفاء سے تھے، علما سے صاحب سے ان کی
مخالفت ہو گئی ان کے فتویٰ پر سلطان حلب الغازی بن سلطان ملاح
الدین نے ان کو قتل کر دیا یہ واقعہ ۷۱۵ھ ہجری کا ہے

خواجه سلطان الہند اجیری رحمہ

معین الدین بن غیاث الدین نام، آپ حسن الحبیبی سادات سے ہیں
۷۳۵ھ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی ۷۵۵ھ میں والد ماجد
کی وفات کے بعد بخارا پہنچ کر مولانا حام الدین سے تکمیل علم کی اس زمانہ
میں شیخ عثمان فاروقی کی بہت شہرت تھی یہ نامدن قریب نیشاپور پہنچ
کر ان سے بیعت ہوئے چند ماہ بعد پیر کے ساتھ سفر حجاز کو گئے واپسی پر
بغداد، ہمدان اور اصفہان وغیرہ بہت سے مقامات کی سیر کرتے ہوئے
غزنی پہنچے پھر میر و مرشا کے حکم سے بخرمین تبلیغ اسلام ہندوستان کی طرف
 روانہ ہوئے۔ ظہر پہنچ کر داتا گنج بخش اور شیخ حسن زنجانی کے مزارات سے
فیض حاصل کیا وہاں سے دہلی آئے ۷۹۱ھ میں اجیر پہنچ کر قیام فرمایا
بہت سے لوگ آپ کے دست حق پرست پر مشرت باسلام ہوئے آپ
کے خلفاء کی تعداد ۲۴ بیان کی گئی ہے ان میں زیادہ مشہور خواجه قطب
الدین بختیار کاکی اور عوفی حمید الدین ناگوری ہیں خواجه صاحب نے ۸۳۵ھ

میں وفات پائی ۹۱۹ھ میں لوگوں کی نشان دہی سے آپ کے مزار کا نشان
 بنایا گیا ۹۹۹ھ میں اکبر بادشاہ نے عمارت بنوائی
 شیخ اکبر ابن عربی ۷۳۱ھ

محمد نام کنیت ابو عبد اللہ والوبکر لقب محی الدین اکبر و ابن عربی ۷۳۱ھ
 میں ہسپانیہ کے شہر مرلیبیہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ علی بن محمد مشہور
 بزرگ تھے ظاہری المذہب تھے شیخ اکبر نے ابو العباس احمد بن محمد الحریف
 سے اپنے وطن میں اور شیخ ابوبکر بن خلف و شیخ ابوالحسن بن بدیل سے اشبیلیہ
 میں علم قرآن و فقہ و تفسیر و حدیث کی تحصیل کی شیخ ابن بشکوال و شیخ ابن یزید
 و شیخ ابن عساکر و شیخ ابن جوزی مشہور محدثین سے بھی سند حدیث حاصل
 کی۔ ابن رشد قرطبی سے فلسفہ حاصل کیا شیخ ابومدین الشیب المخری مراکش
 سے مرید ہوئے ۷۹۵ھ مکہ معظمہ پہنچے یہاں حافظ جمال الدین ابو محمد یونس
 بن یحیی العباس القصار و خلیفہ غوث پاک، سے مرید ہوئے پھر مصر و شام
 وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے ۸۱۱ھ میں دمشق پہنچ کر قیام کیا اور قزوین
 پہنچ کر نکاح کیا ۸۳۸ھ میں وفات پائی شیخ کثیر التصانیف تھے ان کی تصانیف
 کی تعداد دس اختلاف ہے چونکہ ان کی تصانیف میں تحریف بہت کی گئی
 ہے اس لیے ان پر بڑے بڑے محدثین و اولیائے کرام نے اعتراض کئے ہیں
 ان کی کتاب فصوص الحکم کی ۲۷۰۰ شرحیں لکھی گئی ہیں، شارحین میں یاد
 مشہور مولانا جامی، خواجہ یار ساد اور امیر کبیر سید علی ہمدانی ہیں شیخ کی
 تنزیہ ہیں یعنی ان پر جو اعتراضات و انتہائات ہیں ان کی تردید میں
 کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان معنی میں امام سیوطی و امام شعرائی
 امام یافعی، امام حافظ ابن حجر عسقلانی بھی ہیں ہندوستان میں علماء
 و صوفیائے حال میں مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی ان کی تنزیہ میں
 ایک رسالہ لکھا ہے۔

”شیخ شمس تبریز (رحمۃ اللہ علیہ) کے بعد“

شمس الدین بن علاؤ الدین نام، تبریز اصل وطن تھا، ان کا خاندان

اسماعیلیہ متقا مگر یہ خود توبہ کر کے اہل سنت والجماعت ہو گئے اور اپنے وطن
 میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر ہاباکمال جندی کے مرید ہو گئے ازالہ بندہ بن
 کر بسر اوقات کرتے تھے اور اسی صنعت و تجارت کے سلسلہ میں سیاحت
 کرنے کے لئے نکلے اسی سوداگری کے سلسلہ میں سلاطین میں تو نبیہ پور پہنچے
 اور برج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہو گئے۔ لوگ ان کی طرف رجوع ہوتے
 شہرت سن کر مولانا روم بھی ملنے گئے، مولانا کے حریذ خاص سید سالار نے
 اپنی کتاب میں مولانا اور شمس تبریزی کی ملاقات کا بس اس قدر ذکر کیا
 ہے یہی قابل اعتبار ہے بعد کی کتابوں میں اس کی ملاقات کا قصہ بنا کر
 لوگوں نے مختلف طور پر بیان کیا ہے اس پر یقین کرنا مشکل ہے شمس کی
 ملاقات کا مولانا پر ایسا اثر ہوا کہ دس و تدریس چھوڑ کر ریاضت و محاہدات
 میں مشغول ہو گئے لوگوں کو یہ امر ناگوار گزرا اور اس پر اس قدر برہمی پیدا
 ہوئی کہ شمس کو خوف ہوا کہ کوئی ہنگامہ برپا نہ ہو جائے اس لئے شمس نے
 سے دمشق چلے گئے کچھ دنوں کے بعد شمس نے مولانا کو خط لکھا مولانا نے
 جواب میں اپنے صاحبزادے سلطان ولد کو معہ چند عمائد اور ایک ہزار اشرفی
 کے بھیجا اور تاکید کی کہ شمس کو لے کر آئیں یہ قافلہ دمشق پہنچ کر شمس
 سے ملا شمس نے اشرفیوں کو دیکھ کر کہا کہ ان ریہوں کی ضرورت نہیں مولانا
 کا خط کافی ہے چند روز کے بعد شمس اس قافلہ کے ساتھ قونیہ آئے مولانا
 اور دیگر عمائد شہر نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا، کچھ دنوں کے بعد
 شمس نے مولانا کی کنیز کیمیا نام سے عقد کر لیا اس سے شمس اور مولانا
 کے صاحبزادے علاؤ الدین چلیپی میں رنجش ہو گئی، علاؤ الدین کے ساتھ کچھ
 اور لوگ بھی شریک ہو گئے، اس برہمی سے شمس اس درجہ مجبور ہوئے کہ
 دمشقاً غائب ہو گئے پھر کچھ پتہ چلا یہ واقعہ سلاطین کا ہے سید سالار نے
 اس قدر بیان کیا ہے، بعد والوں میں سے بعض نے لکھا ہے کہ شمس ناراض
 ہو کر تبریز چلے گئے وہاں سے پھر مولانا ان کو راضی کر کے لے آئے کتاب جو لہر
 مفیدہ میں ہے کہ شمس کو علاؤ الدین کی رنجش کی وجہ سے مولانا کے بعض پیروں

نے قتل کر دیا، لغوات الانس میں ہے کہ خود علاؤ الدین نے قتل کیا عام طور پر مشہور ہے کہ شمس نے بھی ابا الحسن کہا تھا، اس پر یاد شاہ وقت نے ان کی زندہ کی کھال کھجوا کر اس میں بھروسہ بھر دیا تھا، بعض نے لکھا ہے کہ شمس نے زخم باز خانی اکبر کو مردہ زندہ کیا تھا، اس پر یاد شاہ نے کھال کھجوا دی۔

مقتان میں ان کا مزار ہے، صحیح وہی ہے جو سپہ سالار نے لکھا ہے کہ شمس رملہ شہر ہو گئے پھر کچھ پتہ نہ چلا۔

شمس تبریز کے نام سے ایک دیوان ہے، صاحب ریاض العارفین نے لکھا ہے کہ مولانا نے شمس کے نام سے دیوان تصنیف کیا، ایک کلیات بھی شمس تبریزی کی ہے اس میں دیوان کے علاوہ قصائد بھی ہیں ان قصائد میں ایسے شعراء ہیں جو فرقہ اسمعیلیہ کے عقائد کے موافق اور اہل سنت کے خلاف ہیں، مفسر محمد الہی ثوقی لکھتے ہیں

”ایک کلیات اور ایک دیوان شمس تبریز کی تصنیف ہے شمس تبریز کے نام سے جو دیوان مشہور ہے وہ حضرت شمس تبریز کی تصنیف نہیں ہے یہ ایک فاضل غلطی ہے اور افسوس ہے کہ بدت سے چلی آتی ہے۔“

شمس تبریز کو بابا کمال جندی کا مرید لکھا ہے لیکن مجھے باوجود تلاشیں لیا جوار جندی، لقب سے کسی بزرگ کا پتہ نہیں چلا، بابا کمال جندی کا ذکر ہے لیکن شمس سے ڈیرہ جندی بعد گزرے ہیں شمس تبریز کا صحیح سلسلہ بیعت اس طرح ہے

شمس تبریز شیخ رکن الدین سخا سی عن شیخ قطب الدین ابهری عن ابوالخیر عبد القادر سرمدی
”شمس تبریز ملتانی“

اسماعیلیہ فرقے کے بدت سے داعی ہندوستان آئے ان میں زیادہ مشہور یہ حضرت ابی پیر نور الدین گورکانی کا مزار ساری میں ہے (پیر محمد بن ابی پیر) ان کا مزار اوج میں ہے، پیر حسن کبیر دکن کا مزار بھاؤ پور میں ہے، پیر تاج الدین دکن کا مزار سندھ میں ہے، پیر شمس تبریز ان کا مزار ملتان میں ہے۔

فاطمی و عورت اسلام کے صلہ پر ہے نزاریوں کے بہت سے داعی
ہندوستان میں آئے جن میں پیر شمس الدین تبریز بھی تھے شمس تبریز بھی ان کو کہا
جاتا ہے ملتان میں ان کا مزار ہے عوام ان غلطی سے حضرت مولانا رومی کا مرشد بھی
تصور کرتے ہیں

غالباً نور الدین کا لقب سید سعادت بھی تھا ان کو عام طور پر نور کہتے تھے پیر
صدر الدین وغیرہ سے کئی صدی قبل آئے تھے اسی سلسلہ میں عبدالوہاب بن
اسماعیل ہونی اور محمود بھی تھے یہ ساتویں صدی ہجری میں گزرے ہیں۔

پیر صدر الدین

یہ پیر شمس کے ہمراہ آیا تھا اس نے کھاروں اور سناروں کو مسلمان کر کے
شمس مت بنایا جس قدر آغا خانی خوجے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے
مسلمان ہو کر اسماعیلی بنے صدر الدین نے اپنا ایک نام ہندوستانی بھی رکھا تھا اور
یہ عقیدہ قائم کیا تھا کہ حضرت علی و شفو کے دسویں اوتار تھے وہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو برہما اور آدم علیہ السلام کو شیو کہتا تھا اس کی تہذیب ایک
کتاب و سار تا نام سے یہ خوجیوں میں مقدس سمجھی جاتی ہے

امام الدین

سلسلہ میں ادھر پنجاب میں آیا وہاں سے گجرات پہونچا اس نے اپنا
فرقہ علیحدہ بنایا امام شاہی نام رکھا اس کا سجادہ نشین ایک ہندو مہنت تھا
اس کے متقدم جو بظاہر مسلمان ہیں ان کو مومن کہتے ہیں اور جو بظاہر ہندو اور
بہ باطن مسلمان ان کو گیتی کہتے ہیں اس فرقہ کو مہنت پنتھی بھی کہتے ہیں اس کے
مرشد موزعہ شاہ نے ایک کتاب تہذیب کی تھی اس کا نام سیدہ بنتی ہے۔
خواجہ گنج شکر سلسلہ

مسعود بن سلیمان کا بی نام، فرید الدین شکر گنج لقب مودعہ کوئی مال
و متعلیٰ پاکپشن پنجاب میں پیدا ہوئے، بعد تھمیل علم خواجہ قطب الدین بختیار
کاکلی کے سرید ہوئے، ایک مرتبہ اپنے مرشد کے ساتھ یہ اپنے دادا پیر خواجہ جہیری
کی خدمت میں حاضر ہوئے، خواجہ صاحب نے ان کو دیکھ کر خواجہ قطب الدین

سے فرمایا

”قطب الدین بسیار شہباز بلند پرواز بدست آوردی“
 ۶۶۶ھ کو پاکپٹن میں وفات پائی، سلطان نظام الدین اولیاء اور خواجہ
 علاؤ الدین صابر کلیری ان کے خلیفہ تھے خواجہ گنج شکر اردو زبان کے سب
 سے پہلے شاعر تھے۔

قاضی حمید الدین ناگوری ۶۷۸ھ

قاضی حمید الدین بن قاضی عطاء اللہ ناگوری خواجہ شہاب الدین بہروردی
 کے خلیفہ تھے

خواجہ صابر ۶۷۹ھ

علی احمد علاؤ الدین سید عبدالرحیم بن عبدالسلام نام وہ حضرت غوث پاک
 کے پر پوتے تھے ان کی والدہ ماجدہ عرف بی بی خاتون حبیبہ خواجہ گنج شکر کی بہن تھیں
 ۵۸۵ھ میں پیدا ہوئے، بعد تحصیل علم ۶۸۵ھ میں اپنے ماموں خواجہ گنج شکر کے
 پاس پہنچے ۶۸۵ھ میں ان کا عقد ہوا ۶۸۵ھ میں خواجہ گنج شکر کے مرید ہوئے
 ۷۸۵ھ میں خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے ۷۸۵ھ میں وفات پائی خواجہ
 شمس الدین ترک ان کے خلیفہ تھے سلسلہ چشتیہ صابریہ ان کی نسبت سے مشہور
 ہے، کلید متصل رکھی، میں الکا مزار ہے، بعض مصنفین نے اس امر سے انکار
 کیا ہے کہ وہ خواجہ گنج شکر کے مرید اور خلیفہ تھے شاہ خلیل الرحمن جمالی سہروردی
 نے اپنی کتاب آئینہ حقیقت نمایں سورے سے ان کے وجود ہی کا انکار کیا ہے لیکن
 خواجہ گنج شکر مکتوب سر الصبوت نام میں ان کے بیعت ہونے کا ذکر ہے اور خواجہ
 ابوالقاسم گرگانی نے اپنی تاریخ طرب نامہ اور خواجہ اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے
 مکتوب میں لکھا ہے کہ خواجہ گنج شکر کے خلیفہ تھے

مولانا روم

محمد نام، جلال الدین لقب، عرت مولانا روم، ان کا سلسلہ نسب حضرت
 ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے ان کے والد کا نام محمد اور لقب بہاؤ الدین
 تھا ان کے دادا کا نام بھی محمد تھا اور لقب حسین تھا، وطن بلخ تھا۔

حسین بڑے صوفی اور مشہور فرید گتھے ان کی شادی محمد خوارزم شاہ خراسان کی بیٹی سے ہوئی تھی شہزادی کے بطون سے بہاؤ الدین پیدا ہوئے۔ بہاؤ الدین ننہیاں کی وجہ سے اکثر خراسان میں رہتے تھے کبھی کبھی بلخ آجاتے تھے بہاؤ الدین کی شادی کے بعد سلسلہ میں مولینا پیدا ہوئے، بہاؤ الدین کی وجہ سے سلسلہ میں خراسان سے نیشاپور آگئے یہاں خواجہ فرید الدین عطار ان سے ملنے آئے نیشاپور سے بغداد آئے اور کچھ دنوں قیام کر کے حجاز چلے گئے وہاں سے شام ہوتے ہوئے زنجان آئے وہاں سے آقہ پوینچ کر ایک سال قیام کیا

وہاں سے لارندہ آئے، یہاں سات برس ٹھہرے یہیں اٹھارہ برس کی عمر میں مولینا کی شادی ہوئی اور یہیں سلسلہ میں مولینا کے صاحبزادے سلطان ولد پیدا ہوئے۔ پھر بہاؤ الدین لارندہ سے قزوین آئے اور یہیں ۷۲۸ھ میں وفات پائی مولینا نے اپنے والد اور ان کے مرید سید برہان الدین سے علم حاصل کیا سلسلہ میں مولانا حلب چلے آئے اور مدرسہ حلاویہ میں داخل ہو کر تحصیل علم کرنے لگے وہاں سے دمشق آکر تکمیل علوم کی مولینا چالیس برس کی عمر تک تحصیل علم میں مشغول رہے، مولینا کی مثنوی مشہور ہے چھ دفتر نو ضرور مولینا کے ہیں۔ سنا تو میں کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مولانا کی تصنیف ہے بعض کہتے ہیں کسی اور شخص نے لکھ کر مولینا کے نام سے مشہور کیا ہے تحریف و تخریب سے کوئی دفتر خالی نہیں۔ مولینا کے

نام سے ایک دیوان بھی مشہور ہے لیکن مولینا کا مرید خاص سپہ سالار ان کی تصانیف میں اس دیوان کا ذکر نہیں کرتا مولینا کو شمس تبریز سے محبت اور عقیدت تھی شمس تبریز مدت تک مولینا کے پاس رہے ان کے متعلق بہت سی بے سرو پا باتیں مشہور ہیں صحیح اسی قدر ہے جو سپہ سالار نے لکھا ہے جس کا ذکر ہم شمس تبریز کے بیان میں کر چکے ہیں مولینا نے سلسلہ میں وفات پائی۔

سید جلال الدین سرخ سلسلہ

سید جلال الدین نام ابوالموید سید علی کے فرزند تھے ان کی دائرہ شاہ محمودی

تو ان کی بیٹی تھی سید جلال الدین نہایت حسین اور سرخ سفید رنگ کے آدمی
 تھے، حیرت غالب تھی اس لئے جلال سرخ مشہور ہوئے ۷۵۰ھ بمقام انج پنجاب
 میں پیدا ہوئے، ان کے لقب بہت سے ہیں، شبیر شاہ، پیر سرخ، شریف اللہ
 ابوالہرکات، ابوالحد، سید بزرگ، مخدوم اعظم، جلال اکبر، عظیم اللہ، جلال سرخ،
 خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے ۷۹۰ھ میں انج میں وفات
 پائی۔

امام بیضاوی ۷۹۰ھ

ابو سعید ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی۔ شافعی مذہب تھے شبیراز کے
 کے قاضی تھے۔ آخر ترک دنیا کر کے شیخ محمد بن محمد تختانی کی خدمت میں رہے۔
 اور مرشد کے حکم سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو بہت مشہور و مقبول ہے ۸۰۰ھ میں
 وفات پائی۔

سلطان المشائخ ۸۰۰ھ

محمد بن احمد سید بخاری نام، لقب نظام الدین، سلطان المشائخ اور محبوب
 الہی، ۸۰۰ھ میں بدایوں میں پیدا ہوئے چودہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ
 ہوئے ۸۰۰ھ میں دہلی آئے ۸۰۰ھ میں بابا فرید شکر گنج سے مرید ہوئے ۸۰۰ھ میں
 خلافت پائی ۸۰۰ھ میں وفات پائی، سلسلہ چشتیہ نظامیہ انہیں کی نسبت سے
 مشہور ہے ان کا مزار موضع غیاث پور (متصل دہلی) میں ہے اب اس کا نام ہی
 نظام الدین اڑیا ہو گیا ہے یہی نام ریلوے اسٹیشن پر لکھا ہے
 سلطان المشائخ کے متعلق لکھا ہے۔

”چوں عمر عزیز سلطان المشائخ بہ ہشتاد کشید ہر اسکو پنج وقت نماز یہ جہت
 جماعت خانہ کہ عمارتیں زلیس رفیع است فرد آدمی“

حضرت خواجہ شبیر الدین چراغ دہلوی ان کے خلفاء میں زیادہ مشہور ہیں
 خواجہ چراغ دہلوی ۸۰۰ھ

شبیر الدین بن سید محی بن سید عبداللطیف نام چراغ دہلوی، لقب سید
 عبداللطیف ہندوستان میں آکر لاہور میں مقیم ہوئے یہاں سید محی پیدا ہوئے

سید بکلی آخر میں افروجہ گئے یہاں فقیر الدین پیرا پوٹے کے چچا پیرا پوٹے کے
 خورے کو توڑ لی آئے اور سلطان المشائخ کے مزید پوٹے کے سلطان المشائخ شیخ
 شمس الدین کے ذریعہ مزید پوٹے کوئی اثر یا عورت نہ ہوئی تھی، لیکن خورے میں پیرا پوٹے
 کو لکھنے کے بعد یہ ناچار ہوئے سلطان المشائخ میں کثرت ملے تھے فقیر الدین شیخ کتبہ
 کے مسجد میں وفات پائی۔ وہابی کے قریب مزار ہے یہ مقام اسے چاروں طرف
 کے نام سے مشہور ہے۔

شاہ تریانی رحمۃ اللہ علیہ

اسلم الدین نام خلیفہ خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی (مزید خواجہ صاحب)
 ان کے پیر نے مکرر بانی خطاب دیا، کثرت استعمال سے مکرر پانی ہو گیا
 میں وفات پائی مزار لاہور میں ہے۔
 سلطان التارکین کے شاہ شمس الدین نے وفات پائی
 شیخ حمید الدین ناگوری، خلیفہ خواجہ حمیری خواجہ صاحب نے انہیں
 سلطان التارکین کے خطاب دیا۔

محمد بن محمد البخاری نام بہاؤ الدین لقب محرم شمس الدین بمقام فقیران
 پیدا ہوئے، جنہیں اللہ عز و جل نے ان کا ہمیشہ کھواب بانی اور پھول پوٹے بنانا تھا اس
 لئے لقب شمس الدین مشہور ہے، خواجہ محمد بانی خراسانی اور خواجہ امیر سید کمال کے مزید پوٹے شیخ
 الاول شمس الدین وفات پائی مزار تھان میں قمر عارفان کے قریب ہے ان کی نسبت
 سے خاندان نقشبندیہ مشہور ہے خواجہ محمد بانی خراسانی اور خواجہ علاؤ الدین عطاران کے
 خلفاء ہیں اس کے مشہور ترین شاہ شمس الدین

نور الدین نعمت اللہ بن سید عبد اللہ بن ابوبکر نام سترہ واسطوں سے ان کا نسب
 امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے شمس الدین بکران میں پیدا ہوئے۔ شیخ زکریا الدین شیرازی
 شیخ شمس الدین بن سید جلال الدین خوارزمی اور قاضی عہد الدین سے تحصیل علم کی۔
 امام عبد اللہ ناصفی سے چوبیس سال کی عمر میں مرید ہوئے ۷۳۲ھ میں ماہان میں وفات
 علیہ امام عبد اللہ ناصفی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ مرید تھے وہابی اگر خواجہ چرخ زبوری سے فیض حاصل
 کیا اور تمام خاندانوں میں اجازت پائی

پائی جذت الفردوس تاریخ وفات ہے، ایک مصنف نے سن وفات ۱۲۳۷
 مادہ وفات ر عارف اسرار وجود لکھی ہے سلطان احمد یحییٰ دکنی ان کا مزید تھا اس نے
 اپنے آدمی بھیج کر تزار و گنبد تعمیر کرایا، ان کی قبر لہلہ علاقہ کشمیر میں جس سے جو یقیناً
 مصنفی ہے ان کی تصنیف سے تین سو کتابیں مشہور ہیں جن کو ایرانیوں نے
 ان کی وفات سے عرصہ دراز کے بعد مرتب کیا ان میں ایک دیوان بھی ہے اس
 میں بارہ ہزار اشعار ہیں پہلا شعر یہ ہے

خوش بگو اے یار بسم اللہ بگو ہر چہ جوئی بسم اللہ بخو

(منقول از تاریخ یزدونگارستان کشمیر و غبرہ و غبرہ ۱۲۵۰)

شاہ محمد غوث سنہ ۸۹۷ھ

حمید الدین محیر نام، غوث نقب سید قیام الدین ابن سید معین الدین قنجا
 جوہوری کے فرزند تھے ان کا خاندانی سلسلہ سادات نیشاپور سے تھا جوہوری سے ان کے
 والد نے نقل سکونت گوالیار کی طرف کی۔

شاہ محمد غوث نے بعد تحصیل علم بابا حضور شاہ ظہور الحق اور حاجی حضور
 عرف حمید و بزرگوں سے تحصیل علم باطن کی اور خاندان شطاریہ میں خلافت حاصل
 کی، حاجی حمید خلیفہ تھے شیخ مازن کے، وہ خلیفہ تھے شیخ عبداللہ شطاری کے۔

شاہ غوث متبحر فاضل اور شیخ کامل تھے ان کی تصنیفات میں کچھ لہجات
 وغیرہ چند کتابیں خاص طور پر مشہور ہیں، شاہ غوث کے عملیات مشہور ہیں اور اس
 فن میں ان کی تصانیف بھی ہیں مگر کوئی تصنیف تحریف سے خالی نہیں دکنی کتابیں
 تصنیف کرنے والوں نے خود تصنیف کر کے ان کے نام سے مشہور کر دی ہیں۔
 ہمالیوں بادشاہ ان کا مرید تھا اکبر بادشاہ بھی معتقد تھا یہ اکبر کے پاس آکر وہیں
 آئے تھے یہیں وفات پائی لیکن ان کے ورثہ تلاش اپنے وطن گوالیار کرے
 گئے وہیں دفن ہوئے۔

اسی برس کی عمر میں سنہ ۹۰۷ھ ہجری میں انتقال کیا، شاہ صاحب کے

بارہ بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام عبداللہ عرف بڑے صاحب

تھا۔

تاریخ یزدونگارستان کشمیر و غبرہ قاضی ظہور الحق ناظم سیدنا

شاہ وحید الدین گجراتی ان کے خلیفہ تھے خواجہ خاتون گوالباری اور شیخ
حمید سنبھالی ان کے مریدوں میں سے تھے۔ شیخ منور چشتی راگرہ، خلیفہ خواجہ خاتون
مشہور بزرگوں میں سے تھے، ان کے عہد میں ایک مصنوعی ولی مشہور ہوا
نظا اس کا لقب خواجہ کمال بیابانی تھا یہ لوگوں کو کرامت دکھاتا تھا آخر اکبر بادشاہ
کو اس کے مکر کا حال معلوم ہو گیا، بادشاہ نے اس کو دریا میں ڈھکے جانے
کی سزا دی، اس کے بیٹے نے بھکر پہنچ کر مکر کا حال پھیلایا اور اپنے آپ کو کمال
مشہور کیا۔

خواجہ جامی رحمہ

عبدالرحمن نام، نور الدین لقب، اعظمیان کے محلہ دشت کے رہنے والے
تھے لیکن ان کی ولادت قریب کے موضع جام میں سلسلہ کو ہوئی وہ شراحبہ
عبداللہ احرار کے خلیفہ تھے ان کی تصانیف کی تعداد (۱۴) ہے سلسلہ میں وفات
پائی۔

نام سید علی رحمہ

عبدالرحمان بن ابوبکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام ابوالفضل کنیت
جلال الدین لقب، اسید ط (علاقہ بصرہ) کے رہنے والے تھے سلسلہ میں پیدا ہوئے۔
شیخ الاسلام علم الدین بلقینی اور بہت سے ائمہ سے علم ظاہری و باطنی حاصل کیا
ان کی تصانیف کی تعداد پانسو ہے ان میں (۱۹) کتابیں حدیث کے متعلق ہیں
وہ قرآن مجید کی تفسیر ہیں ایک کا نام التقان اور دوسری کا نام درمنثور ہے
اہل بیتؑ کی بڑی محنت اور تلاش سے حدیث کا ذخیرہ جمع کیا مگر صرف جمع کرنے
سے غرض رکھی۔ حدیثوں کی بائج نہیں کی اسلئے ان کو طالب الدلیل رائد پیر ہے
لکڑیاں جمع کرنے والا، کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت ان کا مسلمانوں پر یہ بہت بڑا
امان ہے کہ ہر قسم کی تدلیس جمع کر دیں ان کی روایات کو جانچ کے بعد
کہا جاتا ہے ان کی تصانیف میں تحریف بھی ہوئی ہے سلسلہ میں وفات
پائی۔

”خواجہ غضب الدین بینارل“

میں پیدا ہوئے۔ ہاؤز اور دانا لینا تھے لیکن قلابت الیشار و شرفقا
 کہ شہید کچھ مثل چشم و بیک کے بیان کر دیتے تھے اس لئے یہنا دل مشہور تھے
 ذکر غوثیہ کے عارف تھے اس لئے سراندا بھی کہتے تھے یعنی بوقت ذکر ہر جسم نے
 علیحدہ ہوجانا تھا ان کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے خواجہ قطب الدین چناور
 عن سید نجم الدین قلندر عن سید شہریدی عن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ
 وفات پائی جون پور میں ہزار چھ سو پچاس و چالیس
 امام شعرانی رحمہ

عبدالوہاب بن احمد شعرانی نام محمد بن حنفیہ کی نسل سے تھے مشافعی المذہب
 تھے، ان کا سین ولادت تحقیق نہیں ہو سکا، ایک حدیث کی عمر میں تحصیل علم کے لئے
 مصر گئے اور بہت سے شیوخ سے مشایخ بنے، ان میں الدین، امام جامع عمری، شیخ
 شمس الدین الدخلی، شیخ نور الدین المصطفیٰ، شیخ نور الدین البخاری، ملا علی الجہمی، شیخ
 علی القسطلانی، قاضی زکریا، شیخ شہاب الدین آمل وغیرہ سے علم حاصل کیا اور امام
 سیوطی سے فیض باطنی حاصل کیا، سند میں وفات پائی، کثیر التصانیف تھے ان کی
 تصانیف میں لمواقع اللوار اور کبریت احمد زبادہ مشہور ہیں

شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ
 سلیم نام تھا، شیخ سلیم مشہور ہیں، ان کے والد کا نام بہاؤ الدین اور والدہ کا
 بی بی احمد تھا، خواجہ گنج شکر کی نسل سے تھے بقول اکثر متورخین سلیمہ میں اول قول
 بعض سلسلہ میں بمقام فتح پور سیکری صلیح اگرہ پیدا ہوئے بچپن میں یتیم ہو گئے تھے
 ان کے بڑے بھائی شیخ موسیٰ نے ان کی پرورش اور تربیت کی اور خرقہ خلافت
 عطا کر کے بعد ازاں وہ عازم حرمین الشریفین ہوئے وہاں خواجہ ابراہیم چشتی سے
 خرقہ پایا، کئی سال حرمین میں مقیم رہے عرب و عجم کے بہت سے بزرگوں
 نے ان سے فیض اور خرقہ خلافت پایا، منجملہ ان کے شیخ رجب علی ستولی روضہ
 منورہ مدینہ شریف بھی تھے پھر ہندوستان آکر اصلاح خلق میں مشغول ہو گئے
 اور بہت سے بزرگوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ منجملہ ان کے شیخ یعقوب
 کشمیری بھی تھے اکبر بادشاہ کا بیٹا جہانگیر بادشاہ ان کی دعا سے پیدا ہوا۔ اسی وجہ سے

ان کا نام سلیم رکھا گیا، کبر اور جاناگیر کو ان کے لیے کمال عقیدت تھی، ۹۷۹ھ میں وفات
پائی، کبر اور شاہ نے مقبرہ تعمیر کرایا،
سلسلہ طریقت
شیخ سلیم چشتی، شیخ ابو علی غنی، شیخ بہاؤ الدین غنی، شیخ بدر الدین غنی، شیخ سلیمان
غنی، شیخ آدم غنی، شیخ معروف غنی، شیخ ابو ذر غنی، شیخ بدر الدین سلیمان غنی، خواجہ شیخ فرید
الدین گنج شکر ان کے دو مرید تھے، مرشد خواجہ ابراہیم چشتی کا سلسلہ یہ ہے، خواجہ ابراہیم
غنی، شیخ محمد غنی، شیخ احمد غنی، شیخ ابوالسجاد غنی، شیخ محمد غنی، خواجہ فضل بن عیاض غنی
خواجہ ابراہیم ان کا یہی سلسلہ نسب ہے، ان کو ابراہیم شامی اور ابراہیم عرب بھی کہتے

تھے،
کبیر سلسلہ
یہ کبیر جوڑا ہے مشہور ہیں، شیخ تقی جانک کے مرید تھے، یہ بھی جوڑا ہے، اور
شیخ سلیم چشتی کے خلیفہ تھے، موضع گور (نزد گور پور) میں وفات پائی، ایک بھٹان
بجلی خاں نام ان کا مرید تھا اس نے مزار تعمیر کرایا، گور و نانک ان کے معتقدین
ہیں،

بعض کا خیال ہے کہ یہ وہی کبیر ہیں جن کو ہندو کبیر داس کہتے ہیں اور ہندو
مذہب کی ایک شاخ کبیر بھی ان کی طرف منسوب ہے اور راجہ بابا ٹرسن والی
بنارس نے بنارس میں ان پھولوں پر ایک ہندو تعمیر کرایا جس کو کبیر جوڑا کہتے ہیں،
ہندو کہتے ہیں کہ یہ ایک برہمن کی لڑکی کے فرزند تھے، ایک مسلمان جو لاپے لے ان کو
پرورش کر لیا تھا اور راجا متد کے چیلے تھے، میرٹھ خیال میں کبیر جوڑا اور کبیر داس دو
علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں چونکہ یہاں گور و نانک کا ذکر آیا ہے اس لیے ان کے متعلق
بھی کچھ تفصیل کی ضرورت ہے، ہندو گور و نانک کو ہندو مانتے ہیں اور یہ سناہ مذہب
کے بانی سمجھے جاتے ہیں، بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہ مسلمان تھے اور کبیر
جوڑا کے مرید تھے اس خیال کو اس امر سے تقویت ہوتی ہے کہ گرو صاحب
نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی طرح کی ہے اور ان کے کلام
میں توحید کی تعلیم ہے اور سناہ مذہب کی کتاب گرنٹھ میں بابا فرید الدین گنج
شہ رسالہ شیخ الاسلام حصہ اول صفحہ ۱۷ مطبوعہ امر پورس میں ایک مندرجہ آگے

شکر اور شیخ علیم کے دوست بھی شامل ہیں اور ان دونوں بزرگوں سے سکھوں کو عقیدت ہے۔ بابا فرید الدین سے عقیدت کی نئی وجہ ہیں اول یہ کہ کبیر جولاہا جن کو ان کا مرشد کہا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے لکھا ہے وہ ہشتیمہ سلسلہ میں تھے دوسرے یہ کہ صاحب قاموس المشائیر نے لکھا ہے کہ گرو صاحب نے شیخ حسن درویش سے بھی فیض حاصل کیا ہے شیخ حسن محمد بھی چشتی تھے، ان کا سلسلہ طریقت اس طرح بابا فرید سے ملتا ہے حسن محمد عن شیخ جمال الدین عرف چمن عن شیخ محمود داجن عن شیخ علیم الدین عن شیخ سراج الدین عن شیخ کمال الدین عن شواہد نصیر الدین دہلوی عن سلطان المشاہد نظام الدین عن بابا فرید الدین گنج شکر

شیخ علیم الدین جن کا کلام گرتھ صاحب میں شامل ہے شیخ علیم الدین جالندھری ہیں ان کا سلسلہ طریقت بابا فرید تک اس طرح پہنچتا ہے شیخ علیم الدین عن شیخ محمد سعید عرف میراں بیگ عن شاہ ابوالدین عن شیخ محمد صادق عن شیخ ابی سعید عن شیخ نظام الدین بلخی عن شیخ جلال الدین تھا پور عن شیخ شمس الدین ترک عن شیخ علاؤ الدین صاحب عن بابا فرید الدین

بعض کا خیال ہے کہ گرو صاحب نے حسن بوداہ مجذوب سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔

دادھو لال حسین ستلہ

حسین نام لاہور کے رہنے والے تھے ان کے دادا دکس رائے نام بہاول بادشاہ کے عہد حکومت میں مسلمان ہوئے وہ حسین شاہ بہلول قادری کے مرید تھے ایک ہندو لڑکے مادھو نام پر عاشق ہو گئے بے خود ہو گئے یا مجذوب ہو گئے اس لئے دادھو لال حسین مشہور ہوئے ستلہ جہڑی میں وفات پائی ان کا مزار لاہور میں موضع باغہا پورہ کے قریب شالافار باغ کے راستے میں ہے بڑی دھوم دھام کا عرس ہوتا ہے

سعید محمد ستلہ

سیار محمد سعید جو پوری عن شیخ دانیال عن راجے حامد شاہ عن حاتم الدین مکی پوری عن لہر الدین قطب عالم بنگالی عن شیخ علاؤ الدین انہوں نے مہدویست

کا دعویٰ کیا تھا، چنانچہ ہمدوی مذہب حیدر آباد دکن اور پالمن پور وغیرہ میں جاری ہے مگر صحیح روایت یہ ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر تائب ہو گئے تھے

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

احمد نام، بدرالدین لقب، ابوالبرکات کنیت، سلسلہ بمقام مہرند لائب سرہند مشہور ہے، پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی پھر اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد چشتی رخیلفہ خواجہ عبدالقدوس گنگوہی، سے علم حاصل کیا سب لکھو گئے وہاں مولانا کمال الدین کشمیری سے علم معقول پڑھا حدیث خواجہ عمیر بن کشمیری سے حاصل کی سترہ برس کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو کر اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے اور ان سے سلسلہ چشتیہ قادریہ میں خلافت حاصل کی ان کا والد سلسلہ قادریہ شاہ کمال کینٹھلی کے مرید تھے باپ کی وفات کے بعد فریضہ حج ادا کرنے کیلئے چلے راستہ میں دہلی میں خواجہ باقی باللہ سے مرید ہوئے خواجہ صاحب نے ان کے متعلق اپنے ایک دوست کو خط لکھا،

شیخ احمد نام روایت از سرہند کثیر العلم وقوی العلم روزے چند فقیرا و نشیت و برخاست کرو عجائب بسیار از و مشاہدہ نمودم ہاں ماند کہ چہ لے شود کہ عالمیان از روشن شوند

جب انہوں نے بدعات مردہ پر سختی سے واروگیر کی تو ایک امیر نے جہانگیر بادشاہ سے کہا کہ عجیب نہیں یہ شخص خروج کرے بادشاہ نے ان کو طلب کیا یہ گئے لیکن حسب رواج دربار سجدہ نہ کیا بادشاہ نے برہم ہو کر ان کو تید کر دیا آخر ان کے کمالات باطنی پر آگاہ ہو کر چھ مہینے کے بعد راکر دیا سلسلہ میں وفات پائی فرار سرہند میں ہے اولیاء اللہ کے جو مراتب و درجات ہیں ان میں مجدد بہت بڑا مرتبہ ہے انہوں نے اپنے فرزند ثالث خواجہ معصوم الملقب بہ عروۃ الوثقی کو اپنا جانشین قرار دیا تھا خاندان مجددیہ انہیں کی نسبت سے

مشہور ہے

شیخ سرہند سلسلہ

ہر ملک کے حالات اشیاء ملک ہوتا ہے ہنگال کے جزائر میں مولوی عبدالوہاب
 نے لکھے ہیں ہر ملک کے حالات اشیاء ملک ہوتا ہے ہنگال کے جزائر میں مولوی عبدالوہاب
 ولسٹان ہذا میں ہر ملک کا ذکر ہے اس کا مصنف مسئلہ کو دیکھ میں محمد
 سرمد سے ملا تھا۔ طاہر نصیر آبادی کے تذکرہ میں بھی محمد کا ذکر ہے یہ تذکرہ سرمد
 کے قتل سے بارہ سترہ سال بعد لکھا گیا ہے اس میں قتل کا واقعہ مذکور ہے
 تذکرہ سرمد اور انجمن مصنف شہر خان مولوی مسئلہ میں بھی ان کا ذکر ہے یہ
 تذکرہ سرمد کے قتل سے دس سال بعد لکھا گیا ہے مصنف ہے
 میر خیر علی دہلوی کے تذکرے میں تذکرہ آتش بدہ اور ریاض العارفین
 اور اکثر الامراء میں بھی محمد کا ذکر ہے ڈاکٹر برٹن سراج نے سرمد کے برہمنہ
 اور قتل ہونے کا ذکر کیا ہے، مولوی فریدی سراج نے سرمد اور داراشکوہ کے
 تعلق کا ذکر کیا ہے، صاحب دہلیان ہذا میں سرمد کا ذکر ہے ان میں سے
 بھی لکھا ہے کہ سرمد برہمنہ رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہمدوی بدست میں ہنگلی
 عیب نہیں حضرت اشعبار بھی اخیر میں برہمنہ رہتے تھے اس سے ثابت
 ثابت ہوتا ہے کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمان نہ تھا اور خلافت اسلام اور کی اشاعت
 کرتا تھا۔ لیکن اس کے بارے میں شدید اختلاف ہے اس اختلاف کے
 بہت سے وجوہ ہیں مثلاً ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی حالت متغیر ہو
 چکی تھی۔ بدعتات اور توہم پرستی کا دور تھا اس عالم گیر خونکہ بدعتات وغیرہ کا
 استعمال کرتا تھا اور یہ امر قوم پر مشیت مسلمانوں اور ہندوؤں کے خلاف تھا
 اس لیے ہردہ امیر جو بادشاہ کی مرضی کے موافق اور مشروع اسلام کے مطابق ہوتا
 اس کے خلاف پروکھتا کیا جاتا تھا اس پر مانے میں اخبار اور ذاک تار وغیرہ
 نہ تھے کہ واقعات قریب صحیح تھے حالانکہ ان سیاست کے متعلق اس زمانہ میں
 کافی تحریر ہو چکا ہے کہ ان ذرائع سے بھی صحیح حالات تک نہیں پہنچتے اور ان پر
 پرکھنا اور حکم دینا وغیرہ کا بہت اثر ہوتا ہے مثلاً مصنف انجمن لوگ ہر عقل
 باختہ کو حسن ظن سے ولی سمجھتے تھے وہ داراشکوہ شہزادہ، ہمدوی اور ضعیف
 انجمن مسلمانوں میں اپنے بھائی عالم گیر بادشاہ کے مقابلہ میں زیادہ ہر دل عزیز

بقا اور تندرستی سے دارالشکوہ کو عفت و نیت بخشی چنانچہ دارالشکوہ میرزا کو ایک خط
 میں لکھتا ہے: "میرزا صاحب! ملازمت دارم میسر کے شود اگر من مسم اس ارادہ
 میں باطل چلاؤ اگر من نیستم چہ نقصیر میرزا الخ"۔
 میرزا نے جب عالم گیر سے دارالشکوہ کی جنگ ہوئی تھی دارالشکوہ کی اوقات
 کی پیشین گوئی بھی کی تھی جو غلط ثابت ہوئی، اس وقت سے بھی عوام کی سرور سے عذر دی تھی
 اور اس وقت سے شروع ہو کر قوم پرست مسلمان اس امر کو جو دارالشکوہ اور عالم گیر
 کے متعلق ہوا اس طرح شہرت دینے کی سعی کرتے تھے کہ جس سے عالم گیر پر
 دستم کا الزام آئے یہ تمام باتیں سیاسی اختلافات کی بنا پر تھیں، مذہب و قومیت
 سے ان کا تعلق نہ تھا کیونکہ بہت سے مسلمان بھی ہندوؤں کے ساتھ اس میں
 شریک تھے اور عالم گیر کے ساتھ بھی ہندو تھے۔

میرزا نے جو خیرین و مصنفین کے ہاتھوں ہندو اور مسلمانوں میں نفاق
 ڈالنے کا یہ سبب لایا تھا، اس لئے وہ جو کچھ بھی اور جس طرح بھی
 لکھیں کہ سکتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی میرزا کے متعلق ایک رسالہ میرزا شہید نام
 لکھا ہے۔ مولانا نے میرزا کو شہید قرار دیا ہے۔ علماء اور سلطان عالم گیر کو بہت
 برا بھلا کہا ہے مولانا جیسے متحرک فاضل اور محقق عالم کے قلم سے ایسے رسالے کا
 نکالنا تعجب انگیز ہے۔ یہ رسالہ کسی طرح بھی مولانا کے شایان شان نہیں۔

میرزا میرزا علی النسل تھے کاشان میں پیدا ہوئے جو ان کو کبر اسلام لائے
 سعید نام رکھا گیا ملا صدر الدین شیرازی اور مرزا ابوالقاسم سے علم حاصل کیا
 پھر اپنا آبائی پیشہ تجارت شروع کیا، اپنی سلسلہ میں ہندوستان میں بمقام
 شہید مقیم ہوئے یہاں ایک بقالی داروہ ابھی چند نام پر عاشق ہو گئے ابھی
 چند کے متعلق ان کے اشعار ہیں ایک شعر یہ ہے:

نمی دانم دریں چرخ کہن درخت خدائے من ابھی چند است یا غیر
 شہزادہ دارالشکوہ دلی عہد سلطنت مغلیہ ان کا معتمد ہو گیا، ان سے

علی و بین صلو کما ھو "جناب شہزادہ ولی تسلیم کرتے تو اس سے بڑھ کر کوئی
 ہو سکتا ہے سلطان اور نگ زیب عالم گیر نے سلسلہ میں ان کو قتل کر دیا اس کا
 سبب نہ کوئی سیاست تھانہ دارا شکوہ کے تعلقات تھے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو
 یہ بھی دارا شکوہ کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتار دئے جاتے لیکن یہ دارا شکوہ
 سے تین سال بعد قتل کئے گئے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس قتل کے
 وجوہ اور ہی کچھ ہوں گے۔ عالم گیر ان کے برہنہ پھرنے اور کشف و کرات
 کی لاف و گراف کی شکایت پہنچی بادشاہ نے ایک جلیل القدر امیر کو جو دہلی
 صاحب جوہر و حرمت ذی علم اور اس زمانے میں تارک الدنیا گوشتہ نشین فقیر
 تھا اس تحقیقات پر مامور کیا اس بزرگ کا نام نواب عنایت خان ابن نواب
 ظفر خان تھا ان کے متعلق خواجہ اعظم تاریخ اعظمی میں لکھتے ہیں
 "آشنا تخلص سے کروا شنائے جوئی سخن و شناویر و ریائے ہنر پروری ہو
 بکمال جوہر و سخا ابواب فیض و عطا بر روی بیگانہ و آشنا و امی کروا و خواتین
 زمانہ بعلو سے فطرت و طبیعت و طریق امتیاز سے کروا و آخر حال و آخر بجز
 و القطاع بردش تافت ترک منصب نمود و برخصت بادشاہ عصر کشمیر کدہ
 بزاویہ عزالت نشینت و دست از سہمہ بازداشت"۔
 ایسے شخص سے زیادہ اس کام کے لئے کون ہوزون ہو سکتا ہے کہ ذی
 علم صوفی تھا اور اس کی تحقیقات پر شبہ کرنا عقل سلیم سے بہت بعید ہے،
 نواب عنایت خان نے ہر مذکورہ حالات کی تحقیقات سے بعد بادشاہ
 کے حضور میں جو رپورٹ پیش کی اس کے متعلق موزخ موصوف نے لکھا
 ہے
 گو چند وقتے بادشاہ عالم پناہ ان شنائے بجز سفندانی راجرت ملاحظہ
 اوضاع و اطوار سرمد برہنہ فرستاد آشنا اور بیگانہ از معنی دلدہ این بیست
 در سبک انجم کرد و عرض آن بادشاہ انجم سپاہ رسانید
 شعر
 بر سر برہنہ کرات نہمت است کشفی کہ ثابت است و کشفی کہ ثابت

بادشاہ کمرہ کی ایک رباعی پہنچی جس سے معراج ہسمانی کا انکار ثابت ہوتا

ہے۔

”ہر کس کہ حقیقتش پیاور شد اولین تر از سپر پینا ور شد
ملا گوید کہ بر فلک شد احمد سرمد گوید فلک بہ احمد در شد“
علماء نے بھی ابھی چند والا شعر بھی پیش کیا اور ان جرائم کی فہرست و ثبوت کے ساتھ قتل بھی پیش کیا، بادشاہ نے منظوری دے دی
بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ علماء نے سرمد کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا
سرمد نے دارا شکوہ کی سلطنت کی پیشین گوئی کی تھی و پوری ہوئی نہیں،
سرمد نے کہا اس کو شہادت کے ذریعہ ابدی سلطنت مل گئی بادشاہ نے علماء
سے کہا کہ برہنگی و جہر قتل نہیں ہو سکتی علماء نے سرمد سے کہا کلمہ پڑھو اس
نے کہا لا الہ الا اللہ، علماء نے کہا آگے پڑھو سرمد نے کہا میں ابھی نفی میں مستغرق
ہوں۔

یہ حکایت دارا شکوہ کو شہید اور عالم گیر کو ظالم اور سرمد کو صوفی ثابت
کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اس تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ سرمد ولی
تھے نہ شہید ان کا قتل ان کے خلاف شرع اقوال و اعمال پر علماء کی تحریک
سے ہوا، عشق مجازی میں مبتلا تھے، سرمد کے متعلق یہ صحیح طور پر معلوم نہیں
ہوا کہ کسی کے مرید تھے یا نہیں اور کس سلسلہ سے تعلق تھا ایک رباعی ان کے
نام سے مشہور ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں مرید
تھے۔

سرمد غم عشق درد مند الی دانند نے خود منشا می و خود پسند الی دانند
از لقاں الزان بسوی نقاش شدن ایی نقش خوب نقاش الی دانند
لیکن ابھی چند والا شعر اور معراج رباعی رہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان
کا نقشبندیہ خاندان سے تعلق نہیں تھا کیونکہ مشائخ نقشبند خواہر شرعی کے
عشق سے پابند ہوتے ہیں، وہ ایسے کلمات نہیں کہہ سکتے، سرمد کا مزور دہلی
میں جامع مسجد کے سامنے ہے جو عمرہ دراز کے بعد محض قمرائیں پر بنایا گیا ہے۔

مولانا فخر الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۹۹ھ

فخر الدین ابن شاہ نظام الدین اورنگ آبادی (دکن) نام، ۱۲۶ھ ہجری میں
بمقام اورنگ آباد پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب شیخ شہاب الدین بہروردی
کے ذریعہ سے حضرت ابو بکر صدیق تک پہنچتا ہے۔

جب مولانا پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد پیر و مرشد شاہ حکیم الشیخ
آبادی تھے شاہ صاحب نے فخر الدین نام تجویز فرمایا اور آپ کے متعلق لکھا کہ
مکملین مولانا کے اپنے والد ماجد اور مولانا محمد جان اور مولانا عبد الحکیم سے علم حاصل
کیا اور آپ والد ماجد سے بیعت ہو کر خزانہ خلافت پایا علوم و بینہ کے علوہ مولانا
نے علم طب و سہ گری و غیرہ فنون بھی حاصل کئے تھے مولانا کی سولہ سال کی عمر ہی
کتاب کا ساتھ ہر سے اچھے کیا اور گھر کا بوجھ سہرا پر اس سے فرج میں ہو کر ہی
کرنی دن گھوڑے کی پشت پر گزرتا اور راستہ میں کی پشت پر سہرا ہوتا
رفتہ رفتہ فرج میں ان کے کمال باطنی کی شہرت ہو گئی چونکہ آپ حالات کو
بہت شہید رکھنا چاہتے تھے اس لیے نوکری چھوڑ کر وطن آگئے ہنسک کی کھوپڑی
کس طرح چھپ سکتی تھی یہاں بھی رجوعیات شروع ہو گئی آپ نے گھبرا کر
دہلی کا عزم کیا لیکن آپ کی جگہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہوئی تھی کہ آخر ایک رات
والہاں جد کو خواب میں دیکھا فرمایا ہے میں

شیر اقلیم فخرم بے خودی تحت روان من ۔ نہ چون فرماؤں زورم نہ چون مجھوں زبیر دم
مولانا فخر الدین کہیں فارسی میں شعر بھی کہتے تھے

بادم نرگس شہلائے تو غوغا دارد جنگ دیوانہ و دشت است تلخ واد

یہ اشارہ پاتے ہیں آپ دہلی کو چل کھڑے ہوئے یہاں پہونچ کر کچھ پھیل
میں ایک مکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے اور انجیری دروازہ کے مندرجہ میں
دار میں حذیفہ دیتے لگے یہ واقعہ ۱۲۶ھ ہجری کا ہے اگرچہ اس زمانہ میں دہلی
میں شاہ ولی اللہ صاحب کی درگاہ مرجع خائیں و عام تھی اور حضرت مرزا مظہر
خان خانان کے فیضانِ باطنی کا سمندر موجزن تھا مگر اس طرف بھی رجوعیات کثرت
سے ہوئی۔ سکھوں نے جب مسلمانوں پر مظالم کئے اور بد امنی شروع کی تو مولانا

نے بصرے دربار میں چلا کر بادشاہ سے کہا

”بہ نیتہ انہا باید پرداخت کہ فلاح دینی و دنیوی در ضمن آنست“

بادشاہ امور سلطنت سے غافل تھا، امراء آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے

نئے حکومت کا شیرازہ بکھڑا ہوا تھا یہ حالت دیکھ کر مولانا بادشاہ کے پاس تشریف

لے گئے اور فرمایا:

”سلطان عصر مبادات خود امور ملک ملک بتانی ملک دہری توجہ نشود و اختیار

محنت و مشقت تکند بند و بست بسیج و جہ سیرت نر بند و نر

بادشاہ نے جاگیر دینی جہاں بھی مولینا نے انکار فرمایا جب ادھر سے اصرار کرنے

لگا تو مولینا نے فرمایا کہ اگر آئندہ ہم سے اس قسم کی درخواست کی گئی تو ہم دہلی چھوڑ

دیں گے۔

نواب صابٹر خاں آپ کا مرید تھا اس نے چند دیہات نذر کرنے پر اسے اور

دیہاتوں پر گر گیا مگر آپ نے منظور نہ فرمایا پھر بادشاہ بھی ان کے سلسلہ میں مرید تھا

اس نے آپ کی تلمیح میں ہر تہ سے اشعار لکھے ہیں

”کوچہ فخر جہاں کی اسے طفسہ در خاک کی چٹکی بھی پس اکبر ہے“

اگر کوئی شخص کسی حاجت کے لئے عمل دریافت کرتا تو حدیث شریف کے

موافقت بتاتے جب آپ کسی کو اپنی طرف سے مجاز طریقت فرماتے تو اتباع سنت

کی شرط لگا دیتے آپ کے متعلق مناقب فخریہ میں لکھا ہے

”در امور جزوی و کلی اتباع سنت نبوی علیہ الصلوٰت والسلام واجب ہوا گاہ

بہر دین امر تاکید اکید می کردند“

۱۰ جمادی الثانی ۹۹ھ کو شہر دہلی میں وفات پائی آپ کے بہت سے

خلعہ پہنے زیادہ مشہور شہاء نور محمد سہاروی اور شاہ نیاز احمد بریلوی تھے یہ تمام

واقعات مناقب فخریہ، شجرۃ الانوار، سید الاولیاء اور فخر اللالیہ سے ماخوذ ہیں۔

الباب الخامس فی قصص الاولیاء

علیہ خلیفہ ہارون الرشید اور امام سفیان ثوری ہم بکثرت اور دوست تھے۔ جب ہارون الرشید تخت نشین ہوا تو اس کے تمام دوست، احباب، مبارک باد دینے کے لئے گئے، خلیفہ نے سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا، امام سفیان ثوری نہ گئے خلیفہ نے چند روز انتظار کر کے امام صاحب کو خط لکھا۔

از ہارون الرشید بنام برادرم سفیان برادرم تم کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں پر اپنی رحمت و اخوت قائم کیا ہے میرے اور تمہارے جو تعلقات تھے وہ بھی بدستور قائم ہیں، میرے تمام احباب میری خلافت کی مبارکباد دینے آئے ہیں ان کو انعام و اکرام دیا، افسوس ہے آپ اب تک نہیں آئے میں خود حاضر ہوتا لیکن یہ امر شان خلافت کے خلاف تھا۔

امام صاحب نے اس خط کا جواب یہ لکھا از بندہ ضعیف سفیان بنام ہارون الرشید فریفتہ درلت تم نے اپنے خط میں خود تسلیم کر لیا ہے کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کے روپیہ کو بے جا گراں بہا صلے دے کر خرچ کیا ہے اس پر بھی تم کو تسلی نہ ہوئی اور چاہتے ہو کہ ثبات میں تمہارے اسراف کی میں بھی گواہی دوں، ہارون تجھ کو کل خدا کے سامنے جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہیے تو تخت پر اجلاس کرتا ہے حیر کا لباس پہنتا ہے تیرے دروازے پر سر چوکی رہتا ہے تیرے عمال حکومت خود تو شراب پیتے ہیں اور دوسروں کو شراب پینے پر سزا دیتے ہیں خود زنا کرتے ہیں اور زانیوں کو مدد دے کر دیتے ہیں خود چوری کرتے ہیں اور چوروں کے ماتھے کاٹتے ہیں ان جرائم پر پہلے تجھ کو اور پھر تیرے عمال حکومت کو سزا ملنی چاہیے پھر اور وہ کو، ہارون وہ دن بھی آئے گا کہ تو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ تیری مشکین بند ہی ہوں گی اور تیرے ظالم عمال حکومت تیرے پیچھے ہوں گے اور تو سب کا پیشوا بن کر سب کو درندہ کی طرف لے جائیگا میں نے تیری خبر خواہی کا حق ادا کر دیا اب پھر کبھی خط نہ لکھنا،

علاء الدین الرشید اپنے وزیر فضل برہکی کے ساتھ خواجہ فضیل بن عیاض کے مکان پر گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا خواجہ سے فرمایا کون؟ فضل نے کہا امیر المؤمنین آئے ہیں خواجہ نے فرمایا یہاں کیا کام ہے ان سے کہئے تشریف لے جائیں میرے کام میں تخی نہ ہوں لیکن خلیفہ زبردستی مکان میں گھس گیا اور کہا خلیفہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائے۔

خواجہ۔ جب حضرت عمر خافہ ہوئے تو انہوں نے اپنے آپ کو بہت سی ہلاڑیاں ہیں گوارا ہوا پایا۔

خلیفہ۔ اور کچھ ارشاد ہوا۔
خواجہ۔ خدا سے ڈرتا رہ کہ اس کے حضور میں ایک دن جواب دہی کیلئے حاضر ہونا ہے جس طرح تو لوگوں کو اپنے حضور میں جواب دینے کے لئے طلب کرتا ہے قیامت کے دن تجھ سے ایک ایک آدمی کا حساب لیا جائے گا اگر کوئی برہنہ بھی کسی رات کو بھوگی سوئی ہوگی تو قیامت کے روز وہ بھی تیری دامن گیر ہوگی خلیفہ یہ سن کر کانپ اٹھا اور رونے لگا تو وزیر نے کہا وزیر۔ فضیل اب یہ سلسلہ ختم کیجئے آپ نے امیر المؤمنین کو مار ڈالا۔ خواجہ۔ میں نے نہیں مار ڈالا بلکہ تم جیسے لوگوں نے اس کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے۔

خلیفہ۔ اگر آپ پر کچھ قرض ہو تو فرمائے میں اس کو ادا کر دوں، خواجہ۔ ہاں خدا کا قرض یعنی مجھ سے صحیح طور سے اطاعت نہیں ہو سکتی خلیفہ۔ میں کسی بندے کے قرض کے بارے میں دریافت کرتا ہوں خواجہ۔ الحمد للہ یہ تو نہیں ہے۔

خلیفہ۔ یہ ایک ہزار روپیہ مجھ کو والدہ کے ترکہ سے پہنچا تھا خالص اور طیب ہے اس کو قبول فرمائیے

خواجہ۔ افسوس تم کو سیری تمام نصیرتوں سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچا اور مجھ پر ظلم کرنے لگے یہ روپیہ اس شخص کو دینا چاہئے جس کو ضرورت ہو اور دیتے ہو اس کو جس کو ضرورت نہیں

۱۔ ایک خواجہ میرزا بیگم نے کسی نے کہا کہ فلاں شخص ولی ہے خواجہ صاحب
اس نے کہنے لگے اس ولی نے قیلہ کی طرف تھوڑا جہ صاحب دان سے اٹھ کر
چلے آئے اور فرمایا کہ اس کو ادب تو یہ نہیں یہ ولی نہیں ہو سکتا
راقم بطور عرض کرتا ہے کہ مولانا دہلوی نے بھی اہل تشیع فرمایا ہے
۲۔ از خدا خواہم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل بے

۳۔ فریق و سن و واجبات تو بہت شرعی چیز ہیں اولیائے کرام آداب شریعت
کے بھی پورے پابند ہوتے ہیں

۴۔ خواجہ جنید بغدادی کے پاس ایک شخص کسی برس تک پتھر مارا آخر وہ اس
جائے لگا تو کہنے لگا میرا نام سن کر آئے تھے مگر دیکھا کچھ بھی نہیں خواجہ صاحب نے
فرمایا کیا جانتے تھے اس نے کہا میں نے آپ سے کوئی بھی کراہت نہیں دیکھی
خواجہ نے کہا یہ تو بتا کہ تو نے کوئی فعل خلاف سنت بھی دیکھا اس نے کہا نہیں
خواجہ صاحب نے فرمایا اس میں میری کراہت ہے

۵۔ خواجہ حسن نظام الملک طوسی ایران کی عظیم الشان سلطنت کا وزیر تھا صاحب
ذی علم قدر دان اور عادل تھا اس نے ارادہ کیا کہ میں تمام علماء و صلحاء سے ایک مجمع
میرتب کرواؤں کہ میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا تو قیامت کے دن خداوند ذوالجلال
کے حضور میرے لئے حجت ہوگا، محضر مرتب ہوا تمام علماء و صلحاء کے دستخط ہوئے
جب یہ محضر دستخط کیلئے خواجہ ابوالاسحاق شیرازی (آپ کا وطن بیروناں تھا مگر شیرازی
مشہور ہیں) ۶۹۳ھ میں پیدا ہوئے ۷۴۴ھ میں وفات پائی، اس کے پاس بہر نجا تو
خواجہ نے اس پر لکھ دیا خیر الظلمۃ جس یعنی جس سب ظالموں میں اچھا ہے
نظام الملک نے جب یہ فقرہ دیکھا تو بہت رونا اور کہا کہ شیخ نے بیچ لکھا ہے

۶۔ سلطان محمود غزنوی خواجہ ابوالحسن خرقانی (خرقان ایک موضع ہے غزو ان
سے قریب) سے ملنے گیا خود تو اپنے غلام ابان کا لباس پہنا اور ابان کو شاہی
پوشاک پہنائی اور چند لڑکیوں کو مروانہ لباس پہنا کر ساتھ لیا، جب خواجہ کے
پہنچے پہنچے خواجہ نے محمود کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بیٹھا اور ابان کی طرف اشارہ
بادشاہ بنا ہوا تھا، کچھ توجہ نہ فرمائی اور فرمایا نامحرموں کو باہر بھیج دو، محمود نے عرض

کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائے، خراجہ سے فرمایا پہاڑ باتوں کا خیال رکھنا۔ (۱) سزوات سے
پرسہ ستر کرنا۔ (۲) نماز باجماعت ادا کرنا۔ (۳) سخاوت کی عادت طے کرنا۔ (۴) خلق خدا پر
شفقت کرنا۔ سلطان نے پھر عرش کی حضرت دعا فرمایا جیسے خواجہ نے فرمایا اللہم
بعضر المسود عینا من اللہ منات، محمود نے کہا حضرت میرے لئے کچھ دعا فرمائیے
خراجہ نے فرمایا، محمود عاقبت محمود یاد، محمود نے ایک ہزار ہزاروں نذر کہو خواجہ
نے ایک ہونے کی روٹی محمود کے آگے رکھ کر فرمایا، اٹھاؤ محمود نے لقمہ لکھا بالاسخت
روٹی کا خشک لقمہ گئے ہیں لقمہ کیا خراجہ نے کہا محمود کیا لقمہ گئے ہیں لقمہ کیا
محمود نے کہا ہاں، فرمایا یہاں فریوں کا لڑا بھی اسی طرح میرے حق میں لقمہ
جائے گا اسے اور مال محمود نے کہا مجھے اپنا ایک پرانا کڑا مرچت فرمایا جیسے
حضرت سے عزایت فرمادیا، محمود نے کہا کہ سو منات ہیں اسی کو ستر کو پون
کر دے عائشہ فاطمہ عقی جو مستجاب ہوئی تھی۔

۷ سلطان ملک شاہ اپنے وزیر نظام الملک کے ساتھ بندہ گیا اور اہل
حاجت کو بہت کچھ تقسیم کیا جب پچاس ہزار دینار تقسیم ہو چکے تو عالم دینا کہ کوئی
اہل حاجت نہ آئے اس اعلان کو سن کر خراجہ ہر معبود و نیرات پاس پہونے
اور فرمایا

”جس شخص کو خدا نے حکومت عطا کی ہے اگر وہ عباد شاہ کا اللہ داد اور
مساکین کی ادا نہ کرے اور اپنی ثروت اندر روپیہ کو صحیح طور پر استعمال نہ
کرے تو وہ کسی عبادت کا لطف حاصل نہیں کر سکتا قیامت کے دن جب
ملک شاہ سے سوال ہوگا اور عرش کرے گا خدا یا میں نے تیرے بندوں
پر ایک بندہ اور فرزند دنیو کو حاکم کیا تھا تو پھر تجھی سے جواب طلب ہوگا
اس دن کو یاد کرو اور خراجہ کی ادا کر۔“

دریہ خوش ہو کر ادا کیا۔ ہزار دینار شیخ کی خدمت میں پہونے کے شیخ
نے فرمایا میرے پاس نہیں اور بارغ ہے مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے
اس قسم سے مسکین کی امداد کر۔

۸ سلطان محمود نے پورا محمود بہرہ و حضرت موت آکر اور جاگیر میں

و بیٹہ کا فرمان نافذ کیا، حضرت غوث اعظم نے اس پر یہ قطعہ لکھ کر واپس کر دیا۔

چند تاج سجری رخ بختیم بیاہ بود بانقر گرد ہوس تاج سنجم
 نالام ہر رند از ملک نیم شب صدر ملک نیروز بہ یک خوشم
 رمضان کی انیس تاریخ شہر ملک شاہ سلجوقی بادشاہ نیشاپور نے کہا کاش
 اگرچہ چاند ہو جائے، شام کو بادشاہ کے خوش کرنے کے لئے چند خوشامد می
 امیروں کے لئے کہہ دیا کہ چاند ہو گیا بادشاہ نے مناد می کرادی کہ کل عید ہے، امام
 الحسین شاہ ابوالعالی کو خبر ہوئی انہوں نے مناد می کرادی کہ کل روزہ ہے امیروں نے
 بادشاہ سے چٹائی کی بادشاہ غصہ بنا کر ہوا اور ان کو طلب کر لیا یہ معمول لباس میں
 پہنچے۔

بادشاہ: آپ نے درباری لباس کیوں نہیں پہنا

امام صاحب: میں اسی لباس میں نماز پڑھتا ہوں اور خداوند ذوالجلال
 کے دربار میں جاتا ہوں، البتہ رسم دیا کے موافق میرا لباس درباری نہیں
 ہے اس کو چہ بدولت حکمی یا توہین سلطانی نہیں ہے جس وقت مجھے طلب کیا
 گیا مجھے خیال ہوا کہ سلطان اسلام کے حکم کی تعمیل میں ذرا اسی دیر بھی ہوئی تو فرشتے
 میرا نام نافرمانوں میں لکھ لیں گے اس لئے جس حالت میں تھا اسی طرح چلا آیا
 بادشاہ: جب بادشاہ اسلام کی اطاعت اس درجہ واجب ہے تو
 ہمارے حکم کے خلاف مناد می کیوں کرائی۔

امام صاحب: جو امور حکم سلطانی پر منحصر ہیں ان میں اطاعت ہم پر واجب
 ہے اور جو حکم شریعت سے متعلق ہے اس میں کسی کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔
 یہ سن کر بادشاہ غصہ فرو ہو گیا۔

مکہ خلیفہ بغداد مستنصر باللہ اور چند وزراء نے امام عزالی کو لکھا کہ آپ
 بغداد آئیے آپ کو مدرسہ نظامیہ کا صدر مدرس مقرر کیا جاتا ہے، امام صاحب
 نے اس دعوت کو ان اعتراضات کے ساتھ رد کر دیا۔

(۱) اس وقت ڈیڑھ سو طائب علم میرے پاس ہیں ان کو بغداد جانے میں

تکلیف نہ ہوگی۔

(۲) میں نے عہد کیا ہے کہ مباحثہ اور مناظرہ نہیں کروں گا اور بغداد میں
بغیر اس کے چارہ نہیں
(۳) بغداد میں دربار خلافت میں سلام کیلئے حاضر ہونا ضروری ہے مجھے
گوارہ نہیں۔

(۴) میں تختہ راہ نہیں لوں گا اور بغداد میں میری کوئی ایسی چائییداد نہیں
جس سے گزر اوقات ہو سکے۔

شیخ ابو الفتح عبدالرحمان خازن کو سلطان سنجر سلجوقی نے پانچ ہزار دینار
بھجے شیخ نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میرا سالانہ خرچ پندرہ روپیہ ہے
صبح کو دو روٹیوں کی اور بیفتہ میں تین مرتبہ گوشت کی ضرورت ہوتی ہے
اس وقت میرے پاس پچاس روپیہ موجود ہیں اگر یہ سب خرچ ہو جائیں
اور میں زندہ رہوں تو خدا دینے والا ہے

سلطان ناصر الدین محمود ہندوستان میں خاندان غلامان میں آٹھواں
حکمران ہوا ہے اس نے اپنے بیٹے ایف خاں رشاہ غیاث الدین بلہن کے
ہاتھ کچھ نقد اور فرائین جاگیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں بھیجا
اور لکھا کہ یہ آپ کے لئے نہیں بلکہ طالب علموں مسافروں اور رویشوں کے
لئے ہے کیونکہ سلطان جانتا تھا کہ بابا صاحب اپنی ذات کے لئے کوئی امداد
قبول نہیں فرمائیں گے، جب شہزادہ پیر نچا تو بابا صاحب نے حکم دیا کہ زبرد
نقد اہل حاجت کو تقسیم کر دو اور یہ آفات کا پیش خیمہ یعنی فرائین جاگیر واپس
لے جاؤ۔

سلطان امیر الامراء ترک نے دہلی میں ایک مسجد تعمیر کرائی اس کی امانت پر
خواجہ نجیب الدین متوکل کو مقرر کیا، امیر نے جب اپنی دختر کی شادی کی ایک
لاکھ روپیہ خرچ کیا شیخ نے امیر سے کہا کہ مومن کامل وہ ہے جس کو اولاد سے
زیادہ خدا کی محبت ہو تم نے ایک لاکھ روپیہ بیٹی کی شادی میں خرچ کیا ہے
جب تک اس سے دگنی رتم اللہ کی رضا مندی کے لئے خرچ نہیں کرو گے

عاقبت بخیر ہونا مشکل ہے۔ امیر اس پر ناراض ہو ا اور شیخ کو برخواست کر دیا شیخ وہاں سے پاکپٹن آیا فرید الدین کے پاس پہنچے بابا صاحب سے ان کا بڑا احترام کیا سلسلہ میں وفات پائی۔

علہ خواجہ بریل الدین غریب سلسلہ میں مرفع بالنس و مرفع عصارم میں پیدا ہوئے نال باب عزیب اور مقلوب الحال تھے بعد تحصیل علم ان کو خیال پیدا ہوا کہ کسی کیمیا گر سے کیمیا کا نسخہ حاصل کرنا چاہئے اسی دھن میں دہلی آئے جہاں سلطان المشرع کی شہرت سن کر ان کے مرید ہو گئے مگر وہ خیال اور تلافی باقی رہی ایک دن سلطان المشرع نے ان سے فرمایا ابراہان الدین اسلجے گئے لئے و تحصیل اور فرمایا لیتے گئے تو جس دھندے کو آتھ لگاتے وہ سونا ہو جاتا اب مٹی کا ڈھیلہ کہاں سے ملے آخر پھر مرشد سے عرض کیا کہ یہ کیفیت ہے حضرت نے فرمایا ابراہان الدین جو چیز اسلجے گئے کام بھی نہ آئے اس کی جستجو سے کیا فائدہ اسی وقت سے یہ خیال دل سے جاتا رہا کچھ دنوں کے بعد حضرت نے ان کو حکم دیا کہ دولت آباد دکن، میں جا کر قیام کریں اور اسلام کی خدمت انجام دیں سلسلہ میں دولت آباد ہی میں وفات پائی۔

علہ خواجہ سید جلال الدین بخاری مخدوم بہا نیاں جہاں گوشت کے پاس ایک شخص نے آکر عرض کی کہ میرے پیٹے کو عیادت کی وجہ سے خان جہاں خیر نے سلطان خیر و شاہ تعلق بغیر کسی وجہ اور تصور کیے قید کر رکھا ہے آپ سفارش کیجئے خواجہ اس کے ساتھ وزیر کے مکان پر تشریف لے گئے وزیر نے سے الکار کر دیا وہ شخص بار بار خواجہ کے پاس آتا اور یہی درخواست کرتا آپ ہر بار اس سے ملاتے جاتے وزیر ملاقات سے الکار کر دیتا ایک دن میں اسی طرح پیش بار گئے جب بیسویں دفعہ اطلاع کہانی تو وزیر برہم ہو کر خود مار مارنے لگا اور چلا کر کہا تم کو مٹرم نہیں آتی کہ بار بار جواب نا جواب دینے پر بھی آئے سے بار نہیں آتے خواجہ نے کہا تجھے اس پر دوا جر ملتے ہیں ایک تو اس مقدم کی امداد کرنے کا ایک تجھے نیکی کی طرف بلا نے کا اس گفتگو کرنا وزیر پر ایسا اثر ہوا کہ قیدی کو رہا کر دیا اور انعام دیا اور خواجہ صاحب سے معافی چاہی۔

۱۹۷ شاہ علاؤ الدین حسن کانگو جمنی رباد شاہو گلبرگہ دکن کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ عادل سلطنت بھری میں تخت نشین ہوا حکم دیا کہ علماء و مشائخ مجھ سے اگر بیعت کریں سب سے تعبیل حکم کی مگر خواجہ زین العابدین دوست آبادی نے آئے آخر بادشاہ نے چند بار بلا یا جب بھی گئی اور فرمایا میں شراب خور سے بیعت نہیں کرتا بادشاہ نے کہا اگر بیعت نہیں کرتے تو شہر سے نکل جائیے شیخ وہاں اپنا عصا گاڑ کر اوسے کہہ کر چلے گئے دیکھو منجھ سے کون نکال سکتا ہے، رفتاً تمام ملک میں شور مچا پیدا ہو گئی بادشاہ مجبور ہوا اور نادم کو کراچی کا خواستگار بٹوا دیا۔ یہ مصرعہ لکھ کر شیخ کو بھیجا

من زین توام تو ازین من باکشن
خواجہ واپس آئے اور کہہ لایا جیسا کہ اگر بادشاہ اتباع شریعت کرے گا اور شراب خانے منہدم کرادے گا تو مجھ سے زیادہ کوئی شخص اس کا دوست نہ ہو گا۔

۱۹۸ سر قسطنٹین خاں ایک امیر نے خواجہ سماء الدین سلطنت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خود کو سلطان حسین رباد شاہ چمپڈوں نے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا۔ یہ کہ سلطان کا ارادہ دہلی پر حملہ کرنے کا ہے آپ اپنی فوج سے نئے دھارم کے بیرسن کو خواجہ برہم ہو گئے اور فرمایا مر قسطنٹین خاں تیرے باپ دادا ہلون شاہ دہلی کے کے ملک خوار تھے اور بادشاہ نے ان پر یہ حد احسانات کیے تھے تو آج تمام احسانات کو بھول کر ملک حرامی کرتا ہے اور ایک عالم بادشاہ سے مل کر ایک نازی بادشاہ کی تحریک کے در پیے ستیہ یہ سن کر مر قسطنٹین خاں نادم بٹوا اور دہلی ہلون بادشاہ کے موافق ہو گیا۔

۱۹۹ بادشاہ بھلون کو دھمی خواجہ سماء الدین کی خدمت میں حاضر ہوا خواجہ نے فرمایا تین آدمی انعام الہی سے محروم رہتے ہیں ایک وہ بڑھاپا جو گناہوں سے باز نہیں آتا دوسرا وہ جو ان پر سمجھتا ہے کہ تیرے استغفار کا وقت بڑھ چکا ہے گا۔ تیسرے وہ بادشاہ جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔

۲۰۰ امیر چمپور سے جب ملک غیاث الدین کو شکست دے کر ہراست

پر قبضہ کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ ایک موضع تائباد میں اس ایک بزرگ
خواجہ ابو بکر اشعر رہتے ہیں امیر نے خواجہ کے پاس ایک مصاحب کو پیغام
دے کر بھیجا کہ بادشاہ سے ملاقات کئے آئے، خواجہ نے کہا امیر سے نہ
میرا کوئی کام ہے نہ کوئی مطارب ہے مجھے ملنے کی کیا ضرورت آخر امیر خود خواجہ
کے پاس حاضر ہوا اور کہا آپ نے عنایت الدین کو نہ سمجھایا اور اس کو جنگ
سے نہ روکا خواجہ نے فرمایا میں نے اس کو نصیحتیں کیں اس نے زمینیں اللہ
نے اس کی گوشمالی کے لئے تم کو بھیج دیا اگر تم عدل و انصاف سے حکومت نہ
کے کرو گے تو تمہاری سرکوبی کے لئے کسی اور کو بھیج دے گا

سلطان فیروز شاہ بہمن والی گلبرگہ نے اپنے عیاش بیٹے کو ولی عہد بنایا
اور خواجہ گیسو دراز کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اس کے لئے دعا فرمائیے خواجہ
نے جواب دیا کہ آپ نے اسکو تخت و تاج کا وارث قرار دے دیا، اب فقیر
کی دعا کی کیا حاجت ہے، بادشاہ نے پھر ہزار سے کہلا بھیجا تو خواجہ نے فرمایا
کہ اس حکومت کے لئے تمہارا سے بعد تمہارا سے بھائی احمد خاں کے لئے حکم
خداوندی ہے وہ اپنے اعمالِ حسنہ کی وجہ سے موزوں ہے تمہارا نالائق عیاض
بیٹا اس قابل نہیں ہے۔

چنانچہ فیروز شاہ کے بعد احمد خاں ہی تخت نشین ہوا

۱۱۷۱/ ابراہیم عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کہ گانے کا شوق تھا ہندو گویوں نے
اس سے کہا کہ اگر آپ سارستی دیوی کی پوجا کیا کریں تو آپ کی آواز اچھی رہے
گی بادشاہ نے دیوی کی پرستش شروع کر دی ستلہ میں شاہ صغیر
الدین جینی بیجاپور پہنچے جب ان کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے بادشاہ سے
کہا اس شرک سے باز آؤ، بادشاہ نے کہا میرا عقیدہ تو وہی ہے جو سب
مسلمانوں کا ہے، میں تو صرف آواز کی خوبی کو برقرار رکھنے کیلئے ایسا کرتا ہوں
شاہ صاحب نے فرمایا آپ اس کو ترک کر دیجئے آپ کی آواز ہمیشہ اچھی
رہے گی، بادشاہ نے تو یہ کی اور آخر دم تک اس کی آواز اچھی رہی
۱۱۷۲/ سو فی قاضی خان ظفر آبادی قلعہ کے زہد و اتقا کا شہرہ سن کر بیجاپور

بادشاہ نے کئی دفعہ تذریں بھیجیں اور جاگیریں پیش کیں مگر حضرت نے قبول نہ کیں
آخر بادشاہ نے ایک سفید کاغذ پر مہر لگا کر بھیجا کہ آپ جس قدر جاگیر چاہیں اس پر
لکھ لیں مجھ کو عذر نہ ہو گا حضرت نے اس پر لکھا۔

”مارا احتیاج نیست و بے احتیاج حتی سماناں گزشتن روانہ باشند و ماور
خدمت پیر خود عید گردم ایلم۔“

از خدا اسم راز غیر نخواہم بخند کہ نہ من بندہ غیر نہ خدا سے دگراست
۲۴ اکبر بادشاہ کا عہد حکومت تھا کہ خواجہ باقر کابل سے لاہور رخصت
ہوئے اس زمانے میں سخت قحط پڑ رہا تھا خواجہ صاحب کے سامنے جب کھانا
آتا تو فرماتے افسوس ہے کہ میں کھانڈل اور لوگ لگی کبجوں میں بھر کے پھر میں آپ
تمام کھاؤ تقسیم کر دیتے اس طرح کئی کئی دن تک فالتے رہے۔
مکملہ عالم گیر بادشاہ نے اپنے پیشے کو ایک خط میں لکھا ہے کہ شاہ عبداللطیف
(بیجا پوری دکن) سے ملنے گیا میں نے عرض کیا کہ چند مواضع مت جاگیر میں دینا
چاہتا ہوں شاہ صاحب نے فرمایا۔

”شاہ مارادہ دہد خدمت بندہ رازق بارزق سے منت دہد“
میں نے کہا یہ صحیح ہے مگر بزرگوں کی خدمت کرنا خیر و برکت حاصل کرنے
کیلئے ہوتا ہے نہ احسان کے لئے تو شاہ صاحب نے فرمایا
”اگر اطنی ارادہ کی پختگی کے ساتھ بھلائی کرنے کا خیال سے تو رعایا کو لوگان
میں رعایت در اور ستم رسیدہ لوگوں کو معاون کر دو اگر شہ نشینوں کے وظیفے مقرر
کر دو اور مظلوموں کے ساتھ انصاف کرو جب ان باتوں پر عمل کرو گے تو خدا
برکت دے گا“

۲۵ خواجہ عبدالدین ناگوری کو سلطان اکتتمش نے پانسو سکہ چاندی اور ایک
گاؤں جاگیر کا دیان بھیجا۔ گور نے اگر خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا
خواجہ صاحب نے گھر میں جا کر اپنی بیوی صاحبہ سے ذکر کیا اس وقت خواجہ
صاحب کے مہینہ میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور بیوی صاحبہ کا وہ پیشہ پھٹا ہوا
وظیفہ بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ میں نے کچھ سوت کات نیا ہے تمہارا مہینہ

اور میرا دوپٹہ ورنوں میں جائیں گے تم یہ شاہی عطیہ لے کر اپنی فقیری کو کیوں
خراش کر رہے ہو خواجہ صاحب کو پوری صاحبہ کا مشورہ بہت پسند آیا اور شاہی
انعام واپس کر دیا۔

۲۳۷ شہزادہ کلیم اللہ جہاں آبادی چشتی کے فضل و کمال، تابعت و تلمیذ اور در
مدرسہ کا مشہور سن کر فرخ میرزا شاہ ولی نے وظیفہ مقرر کرنا چاہا شاہ صاحب نے
انکار فرما دیا۔ شاہ صاحب کی گزراؤ فوات اس پر تھی کہ ان کا ایک محلو کہ مکان روڈ پر
آج آئے مہوار کر ایہ پڑ گیا اور شاہ نے ایک مرتبہ خواہش ظاہر کی کہ میں قلعہ کل
آپ کے دستہ رہتا ہوں آپ اس میں سکونت اختیار فرمائیے اور اس مکان کو بھی کرایہ
پر دے دو شاہ صاحب نے انکار فرما دیا پھر بار شاہ نے پیغام بھیجا کہ میں
حاضر ہونا چاہتا ہوں شاہ صاحب نے جواب دیا میں رعیت ہوں و عاگو ہوں
اس میں کالی ہے تکلیف فرمائے کی ضرورت نہیں

۲۳۸ شاہ عبداللہ عرب غلام علی شاہ اور خلیفہ حضرت مرزا منیر جان جاناں شہید
کو معلوم ہوا کہ تبرکات جامع مسجد و تبرکات قلعہ دہلی میں بزرگان دین کی تصویریں
بجلی ہیں آپ نے فوراً انہیں شاہ ثانی کو خط لکھا

”تحقیق شد کہ تصویریں دہلی میں جائیادہ اندر تصویریں پختہ علیہ السلام و اہل
بیت و اولیائے کرام رضی اللہ عنہم ساختن و پیش خود و اشتہار در شرح شری
جائز نیست، تصویر حضرت ابراہیم علیہ السلام را پختہ خدا بدست مبارک شستہ
اندر بادشاہان صاحب توحید و تہجد اسلام کیا رفتند کہ تدبیر یہ نمایانہ و اپنی بیت
پرستی را موقوف نمایند چہ ناظم و چہ گویہ کہ ہم بر خرابی مسلمانان و ملامت و سستی
مسلمانان اللہ تعالیٰ ہدایت فرماید در جامع مسجد و قلعہ بار شاہی کہ ہر دو
جائے مسلمانان بدستہ، اصرام و اشتہار چہ معنی“

۲۳۹ نواب امیر خان والئی ٹونک نے شاہ غلام علی کی خدمت میں درخواست
کی کہ میں اجرت خالصہ کے لئے کچھ رقم مقرر کروں قبول فرمائی جائے شاہ
صاحب نے اس کے جواب میں اپنے سریدہ مولانا مفتاح احمد صاحب جو امیر
کلیدیہ سے فرمایا کہ اس خط پر یہ شعر لکھ کر واپس کر دو

”ماہر دئے فقر و قناعت نہ بر کفیم باہر خاں ہوئے کہ روزی مقرر است۔“

شاہ صاحب کبھی کبھی ناری میں شعر بھی کہتے تھے
شہزادی کا عشق ہونا

۲۵۴

ایک خادمہ کا اکلوتا لڑکا شہزادی پر عاشق ہو گیا روز بروز اس کے خیال و عشق میں گھلا جاتا تھا، ماں نے بہت کچھ علاج معالجہ کیا افاقہ نہ ہوا، جب حالت ابتر ہو گئی تو لڑکے نے ماں سے کہا کہ مجھے کوئی مرض نہیں جو دوا دار سے آرام ہو، اصل یہ ہے کہ میں کچھ نہیں چاہتا صرف ایک شہزادی کو دیکھنا چاہتا ہوں اگر تجھ سے ممکن ہے تو مجھے دھند سے میں اچھا ہو جاؤں گا ورنہ صبر کر، ماں کی مانند اس نے موقع پا کر جان پر کھیل کر تخلص میں شہزادی سے سب واقعہ بیان کر دیا بہت گریہ زاری کی شہزادی کو رحم آیا اور کہا ہمارا دیکھنا صرف ایک طرح ممکن ہے اس سے کہو کہ توجہ میں جھوٹ پڑی ڈال کر عبادت کر جب اس کی شہرت ہو جائے گی ہم بھی بادشاہ سے اجازت لے کر پہنچ جائیں گے۔ ماں نے لڑکے سے کہا لڑکے نے یہی عمل کیا کچھ دنوں میں سارے شہر میں شہرت ہو گئی کہ ایک بڑے پہونچے ہوئے فقیر آئے ہیں لوگ جتنی درجہ کی زیارت کو جانے لگے پہلے عام آدمی گئے پھر امیروں نے جانا شروع کیا یہاں تک کہ بادشاہ بھی گئے اب شہزادی نے بادشاہ سے عرض کی کہ میں بھی حضرت کی زیارت سے شرف ہرنا چاہتی ہوں بادشاہ نے اجازت دے دی لڑکی شہزادی پہونچی لیکن جھوٹ پڑی میں اس کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی تو اس نے آنکھ اٹھا کر بھن نہ دیکھا، شہزادی نے کہا کج بخت میں تیرے سامنے کھڑی ہوں اب دیکھنا کیوں نہیں لڑکے نے کہا کہ یہاں سے جس عبادت کا ایسا اثر ہے کہ تم بے بلائے آگئیں تو اخلاص سے اس کی یادیں کیا کچھ عظمت و برکت ہوگی آپ جائیے مجھے آپ کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہیں تو اب اسی کو یاد کروں گا اور اسی سے محبت کروں گا آخر وہ کامل ملی ہو گیا۔

بہر و پیا

۲۵۵

ایک بہر و پیا ایک بادشاہ کے پاس روپ بھر کر گیا بادشاہ نے کہا ہم تو جب انعام دیں گے کہ تم ہمیں دھوکا دے دو بہر و پیا چلا گیا کئی برس کے بعد

بادشاہ لشکرے کر کسی طرف کو روانہ ہوا راستے میں ایک مقام پر سنا کہ فلاں پہاڑی
پر ایک ولی رہتے ہیں بادشاہ ان کی زیارت کو گیا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا
پھر ایک خوان اشرفیوں کا بھرا مندر کیا فقیر نے اپنے سے الکار کر دیا جب بادشاہ
لشکرگاہ میں واپس آیا، بہروپے نے اگر سلام کیا اور کہا النعام دلو ایسے کیسا بھوکا
دیا، بادشاہ نے اس کو ایک ہزار روپیہ دیا بہروپے نے خوش ہو کر لے لیا بادشاہ
نے دریافت کیا کہ سخت میں نے تو تیرے سامنے اشرفیوں کا خوان پیش کیا تھا
وہ تو نے نہ لیا اور اب ایک ہزار روپیہ خوش ہو کر لے لیا اس کی کیا وجہ ہے
بہروپے نے عرض کیا جہاں پناہ روپے اشرفی کو لگانا اور اس طرح لینا
اس لباس کی شان کے خلاف تھا اور اب جس لباس میں ہوں یہ النعام
اس سے بہت زیادہ ہے پھر وہ اولیائے کاملین سے ہو گیا

الباب السادس فی کلمات الاولیاء

بزرگان دین نے مسلمانوں کی ظاہری و باطنی اصلاح کیلئے جو نفع بخش مختصر جملوں
میں ارشاد فرمائے ہیں وہ تذکرہ کی کتابوں میں کلمات کی صورت میں درج ہیں
آیت و حدیث کی طرح وثوق نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بزرگوں کے حالات تصانیف
میں تحریر بہت ہوتی ہے اور قواعد روایت و درایت کے موافق ان کی جانچ بھی
نہیں ہوئی بہر حال وہ کلمات جو خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق ہیں ضرور ان
بزرگوں کے ہیں اور واجب العمل ہیں اور جو خلاف ہیں ان کے نہیں ہو سکتے
وہ بہر صورت لائق رد ہیں۔ میں نے کلمات کا انتخاب ایک قلمی کتاب کلمات
خلفاء الراشدین مصنف محمد بن عبد الجلیل الرشید تذکرۃ الاولیاء و سفینۃ الاولیاء، کلمات
الاولیاء اور نجات الانس وغیرہ وغیرہ سے کیا ہے
” کلمات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ “

ظاہر و باطن میں خدا کا خوف کر خدا تیرے ظاہر و باطن پر آگاہ ہے، نفس کی
بائ کو شہوات کی طرف سے کھینچے اگر تو نے ایک بار بھی غصیل دی تو وہ ہر دفعہ
اسی طرف کو رخ کرے گا، پہلے ادائے فرض میں کوشش کر پھر نوافل کی طرف

توجہ کر صبر نصف ایمان ہے، ہر کام میں خدا سے مدد چاہ ہر کام میں خدا پر توکل کر اگر
 مال ہے تو عطا و سخا کر جس قوم میں کھلم کھلا معصیت کا رواج ہو جاتا ہے اس پر
 بلائیں آتی ہیں، اپنے بھائی کی مدد کر اور اس کے واسطے دعا کر، جہالت اور غرور
 سے دور رہ، بغاوت اور قطع رحم بڑا گناہ ہے، پڑوسی کو تکلیف مت دے
 موت بہت سخت چیز ہے مگر آخرت حساب اور سوال و جواب اس سے زیادہ
 سخت ہیں، جس طرح تو اپنے حق کا طالب ہے اسی طرح دوسروں کا حق ادا کر،
 تقویٰ کا نتیجہ کرم ہے یقین کا غنا اور تواضع کا شرف ہے جس نے معرفت الہی کا
 ذائقہ چکھا وہ ماسوائے اللہ سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

”کلمات حضرت عمر رضی اللہ عنہ“

جس کو جہا نہیں اس کا دل مردہ ہے، طمع عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے،
 جس نے طمع غرقہ اور خواہشات نفس سے اپنے آپ کو بچا لیا اس نے دابین
 میں فلاح پائی، بخور اکب کر کے کمانا اس سے بہتر ہے کہ سوال کر کے مال کثیر
 حاصل کرے جو امیروں سے محبت کرتا ہے وہ طالب دنیا ہے۔ خدا اس شخص پر
 رحمت کرے جو ہمارے عیب ہم پر ظاہر کرے، جو زیر دستوں کو معاف کرتا ہے
 وہ زیر دستوں سے محفوظ رہتا ہے، نعمت پر شکر اور محنت پر صبر چاہئے۔ دلوں کو
 اور ناجو ہلاک ہو جاتا ہے

”کلمات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ“

اقوال مہذب اور افعال مؤدب اختیار کرو ثمت کے مقام سے بچو تم خدا کے
 عذاب و عقاب سے غافل ہو خدا تمہارے حرکات و سکنات سے غافل نہیں،
 لین دین میں راستی سے کام کرو دنیا کا غم آنکھ اور دل کو تاریک کر دیتا ہے،
 عقبی کا غم دل اور آنکھ کو روشن کرتا ہے، تمہارے اعمال کا بدلہ تم کو ملے گا اگر کوئی
 تم سے مشورہ کرے تو دیانت و امانت کے ساتھ مشورہ دو جو خدا کی بات ترک
 دنیا کرتا ہے خدا اس سے محبت کرتا ہے

”کلمات حضرت علی رضی اللہ عنہ“

حریص، امور غیر مباح سے نہیں بچ سکتا جس کسی کو صدق مقال اور حسن

عمل نہیں ہوتا وہ مروت و فیثرت سے خالی ہوتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اپنی قدر جانے اور اندازہ سے باہر قدم نہ رکھے بہت کھانے والے کا معدہ گراں اور بدن کمزور ہوتا ہے۔ نیک عمل سے عمر میں برکت ہوتی ہے مومن ہمیشہ حکمت کا طالب رہتا ہے۔ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے، صبر، یقین، عدل اور جہاد۔

”کلمات خواجہ اویس قرنی“

میں نے بلندی طلب کی تو عاجزی میں پائی۔ میں نے سرداری کو چاہا تو سہمی میں پایا، میں نے فخر کو ڈھونڈا تو فقر میں پایا میں نے نسبت کو تلاش کیا تو پیری میں پایا، میں نے بڑائی کو ڈھونڈا تو قناعت میں پایا میں نے بے پروائی کو تلاش کیا تو وصل میں پایا، غازی کے تیر لگے اور اس کو خبر نہ ہو یہ خشوع ہے۔ خدا کو بچانا جانتا ہے۔ سلامتی تنہائی میں ہے خدا کے کاموں میں ایسے رہو گویا دنیا میں کوئی تمہارا ملنے والا ہی نہیں ہے۔ لوگوں کے لئے غائبانہ دعا کرتے رہو یہ لوگوں کے ملنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں اس میں نمائشی و دیا کا احتمال نہیں۔

جو خدا سے خوش ہو گا لوگوں سے بے نیاز ہو گا

”امام زین العابدینؑ“

خدا کی عبادت خوف سے کرنا غلاموں کی عادت ہے۔ خدا کی عبادت جنت کی طمع سے کرنا تجارت ہے۔ خدا کی عبادت اخلاص سے اس کی رضا کے لئے کرنا خاصان خدا کی عبادت ہے۔ پانچ آدمیوں سے علیحدہ رہنا چاہیے مفسق، منجھل، احمق، کذاب، قاطع رحم۔

”سعید بن مسیب تابعیؒ“

شیطان جب کسی بات میں انسان سے مایوس ہو جاتا ہے اس کو شور و زل کے ذریعہ سے پورا کرتا ہے۔ جس دنیا کو انسان اس نیت سے حاصل نہیں کرتا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے مذہب اور اپنی شرافت کو بچائے یا صلہ رحمی کرے تو اس میں خیر نہیں

”سعید بن جبیر تابعیؒ“

تین کام نہ کرو ایک تو بادشاہ کے فرش پر قدم نہ رکھو اگرچہ شفقت کی وجہ

ہی سے کیوں نہ ہو، دوسرے کسی پردہ نشین کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھو اگرچہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہو اور تم اس کو قرآن ہی کیوں نہ پڑھاتے ہو تیسرے اپنے کانوں کو زامیہ بند لگاؤ اگرچہ تم مردوں ہی کے درجہ میں کیوں نہ ہو کیونکہ یہ انت سے خالی نہیں آخر الامر اپنا زخم لگاتے ہیں۔

”مالک بن دینار تابعی رحمہ اللہ“

ہر وقت اس کی کار سازی پر راضی رہ جو تیرے کام کو بناتا ہے تاکہ نجات حاصل کرے سب سے بہتر عمل اخلاص ہے۔

”حسن بصری تابعی رحمہ اللہ“

جس نے قناعت کی وہ لوگوں سے بے نیاز ہو گیا، جس نے لوگوں سے عزت اختیار کی اس نے سلامتی حاصل کی جس نے اپنی خواہشات کو مغلوب کر لیا وہ آزاد ہو گیا، جس نے حسد چھوڑ دیا اس کی مودت ظاہر ہو گئی اور جس نے چند روز صبر کیا اس نے ہمیشہ کے لئے بر خور داری حاصل کی۔

ایک شخص قبرستان میں کچھ کھارہا تھا امام حسن بصری نے فرمایا یہ منافق ہے انکساری اور تواضع کی یہ شرط ہے کہ گھر سے باہر جب بھی نکلے جو کوئی اسے اپنے سے بہتر جانے۔ اپنے بھائیوں کی عزت کر دو جو شخص خدا کا فرمانبردار بندہ ہے اس سے دوستی ضرور کرو جو آخرت چاہتا ہے اس کو دنیا بھی مل جاتی ہے بہشت جاودانی اسی چند روزہ عمل سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ نیک نیتی سے ملتی ہے۔ دین کی اصل پر ہیزگاری ہے۔ طمع پر ہیزگاری کو تباہ کرتی ہے

”خواجہ محمد واسع“

اگر نوزاہد بنے اور کسی سے بھی حرص و طمع نہ کرے اور تمام بخاؤنی کو خدا کا محتاج جانے تو ضرور ہے کہ تو سب سے مستغنی ہو جائے گا

”امام جعفر صادق رحمہ اللہ“

جب خدا تم کو کوئی نعمت دے اور تم چاہو کہ یہ باقی رہے اور نہ یادہ ہو تو خدا کا شکر کرو، اگر رزق ملنے میں دیر ہو تو استغفار نہ یادہ کرو۔ جب تم ہمارے پاس کسی بادشاہ کا حکم آئے تو لا حول پڑھو کیونکہ تشدد کی کبھی ہے جو شخص اپنی

قسمت کے حصہ پر قناعت کرتا ہے وہ بے پردہ بنا رہتا ہے اور خود دوسروں کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مہترتا ہے جو شخص دوسروں کی پردہ داری کرتا ہے خدا اس کی پردہ داری کرتا ہے جو اپنے بھائی کیلئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے جو جاہلوں کے پاس بیٹھتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے جو عالموں سے ملتا ہے معزز ہو جاتا ہے جو برسے مقامات پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے ہمیشہ سچ بات کہو خواہ تمہارے خلاف ہو یا موافق۔ تمام انسان آدم سے نسبت رکھتے ہیں برابر ہیں جب تم سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرو جب تمہارے بھائی کی طرف سے تمہارے لئے کوئی ناپسندیدہ بات صادر ہو جائے تو اس کے پسندیدہ اور بہتر ہونے کی ایک سے ستر تک وجہیں تلاش کرو اگر اس پر بھی نہ ملے تو سمجھو اس کا کوئی سبب ضرور ہو گا جس کا تم کو علم نہیں اگر کسی مسلمان سے تم کوئی بات سنو تو اس میں بہتر سے بہتر معنی پیدا کرو اگر اس کی بہتری کی طرف تمہارا خیال نہ جائے تو اپنے نفس کو بلامت کرو نجات اچھے اعمال پر منحصر ہے چار چیزوں میں شریف آدمی کو شرم نہ کرنی چاہئے ۱۔ باپ کی تعظیم و خدمت ۲۔ اپنی جگہ سے اٹھنے میں ۳۔ بہان کی خدمت میں ۴۔ استاد کی خدمت میں اگرچہ گھر میں سو غلام ہوں

اپنے خدا کیلئے کائنات سے بے پروا ہو جانا اور دلہی ہے علم بدکار بند

۵۰

”امام سفیان ثوری رحمہ اللہ

تمام دنیا میں چار شخص عزیز ہیں۔ زاہد عالم، فقیہ صوفی، دولت مند متواضع اور شاکر و ریشی۔ نیک خصلتی خدا کے غصہ کو مٹاتا کرتی ہے عزت نشینی خدا کی عبادت ہے۔ علم پھر علم پھر علم پھر عمل پھر علم کی اشاعت۔ جو درویش امیر کے گرد پھرے جان لو کہ ریاکار ہے اور جو بادشاہ کے گرد پھرے جان لو کہ چور ہے۔

”شیخ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ

جو شخص ادب کو ایک معمولی شے سمجھتا ہے اس کی سنتوں میں غلطی

واقع ہو جاتا ہے اور یہ اس کو فرائض سے محروم رکھتا ہے اور جو شخص فرائض کو آسان تصور کرتا ہے وہ معرفت سے بے گانہ رہتا ہے۔ توکل کسب کا مانع نہیں۔

تو اضع کا حق یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھے۔

”حضرت رابعہ رحمہ اللہ“

جو نبی کریم کی متابعت کرتا ہے کرامت سے اسے حصہ ملتا ہے معرفت کا ثمرہ خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

”خواجہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ“

دو خصلتیں ایسی ہیں جو دل کو ناسد بناتی ہیں ایک بہت کھانا دوسرے بہت سونا جو شخص حق تعالیٰ کو اچھی طرح پہچانتا ہے وہی اس کی عبارت کا حق ادا کرتا ہے۔ آدمی حق تعالیٰ کی دوستی میں اس وقت غایت درجہ تک پہنچتا ہے جب منع و عطلہ و دلوں اسی کے سامنے برابر ہوں، عمل حق کو دنیا کے لئے دوست رکھنا زیادہ ہیں داخل ہے اور خلق کے لئے عمل کرنا شرک ہیں داخل ہے۔ وہیں اصل عقل ہے عقل کی اصل علم ہے۔ علم کی اصل صبر ہے۔

”احمد بن عاصم الطحاکی“

بزرگی دین کے لئے قلم و ستم برداشت کرنا ہے بزرگ ترین تواضع وہ ہے جو اکبر کو رو کرے۔ جو کوئی خدا سے جتنی معرفت زیادہ رکھتا ہے اتنا ہی خدا کا خوف زیادہ رکھتا ہے۔

”منصور غمار رحمہ اللہ خواجہ فضیل“

جو مختار کے ذکر میں مشغول ہو وہ حق کے ذکر سے محروم ہو جاتا ہے۔ نفس کی سلامتی نفس کی مخالفت میں ہے جو دنیا کی مصیبتوں میں بے صبر ہوتا ہے وہ دین کی مصیبتوں میں گرفتار ہوتا ہے دنیا کی آرزوؤں کو ترک کرنے سے راحت نصیب ہوتی ہے، غاروں کے لئے سب سے عمدہ لباس تقویٰ و زہد اور پرہیزگاری ہے

”یوسف اسباط تابعی رحمہ اللہ“

تواضع کی علامت یہ ہے کہ خدا کے احکام جس سے بھی سننے قبول کرے۔
 ہر ادنیٰ شخص کے ساتھ نرمی اور عاجزی سے پیش آئے۔ اس کی عزت کرے جو
 اس سے مرتبہ میں زیادہ ہو اگر کچھ نقصان پہنچے تو اسے برداشت کرے۔
 جو میسر آئے اس پر شکر کرے۔
 ”خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ“

جوان مردی تین چیزوں میں سے ایک وفاق بے خلاف، دوسرے ستائش
 بے جود، تیسرے عطلے بے سوال۔
 ”خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ“

معرفت کا مدعی یا سچا ہو گا یا جھوٹا اگر سچ کہتا ہے تو جو صدیق ہوتے ہیں وہ
 اپنی تعریف آپ نہیں کرتے۔ اگر جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ بولنے والا عارف
 نہیں ہوتا۔ لوگوں میں فسادان چیزوں سے ہوتا ہے سنت رسول ترک کرنا
 بدعت کے درپے ہونا۔ سلف کی تعزیروں کو حجت و دلیل بنانے اور ان کے
 ہنروں کو دفن کرنے سے۔ تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر کو گناہوں سے آلودہ نہ کرے
 باطن کو فضولیات سے بچائے اور حق تعالیٰ کے حضور ایستادہ رہے۔ ہر ایک
 مدعی شہر و حق سے محبوب ہے اور سخن حق سے محروم ہے اگر کوئی حق کے
 ساتھ ہے تو اس کو دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر وہ غائب ہے تو دعویٰ باقی
 رہے گا۔ دعویٰ محبوبوں کی علامت ہے

”ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ“

زبان کو نگہ رکھنا مستحکم قلعہ ہے۔ ہر چیز کا بیہ دل ہے اور دل کا زیور سچائی
 ہے۔ تقویٰ سے نماز روزہ اور دوسرے اعمال پیدا ہوتے ہیں رجا سے نہیں
 ہر شئی کی نجات دنیا اور آخرت میں خدا کے خوف پر ہے جب رجا کا غلبہ ہو گا
 تو دل میں فساد پیدا ہو گا اور جب خوف غالب ہو گا تو خشوع پیدا ہو گا جس دل میں خشوع
 نہیں وہ خراب ہے خدا سے اس قدر دور کہ اس کی رحمت سے ناامید نہ ہو
 اور اس قدر امید نہ رکھے کہ خوف جاتا رہے۔

”خواجہ بشر مرسی رحمۃ اللہ علیہ“

از سخنان ابن طائفہ (صوفیہ) بیچ پتہ بدل من قرار نہ گرفت تا آنکہ دو گواہ عدل
از کتاب رسالت بریان نیافتیم ز تفحات الانس

”خواجہ فتح موسیٰ سنہ ۷۲۰ھ“

جو شخص اپنے دل کو علم و حکمت اور مشائخ کے سخن سے باز رکھتا ہے
اس کا دل مہیا نہیں ہے۔

مخلوق سے حاجت نہ چاہ۔ کسی کو برا نہ کہہ۔

”خواجہ احمد شروبیہ سنہ ۷۲۰ھ“

خدا سے نزدیک تر وہ شخص ہے جس کا خلق زیادہ ہے جو کوئی درویش چاہتا
ہے بہن چیزیں اختیار کرے تواضع، سخاوت، اور حسن ادب۔

”بابرید بستانی سنہ ۷۲۰ھ“

مشہر معرفت کی بوند سونگھے گا جسے خدا اپنا دوست بناتا ہے یہی خصلتیں
عطا فرماتا ہے۔ سخاوت دینا کی طرح، آفتاب کی طرح شفقت اور نہ ہین کی طرح
تواضع ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ خدا سے دعا کروں کہ تجھے غورنوں
کے مان و نفقہ کے بار سے بچائے پھر میرے دل میں آیا کہ حضور سے اس بوجھ
کے اٹھانے کو ترک نہیں کیا میں کس طرح آپ کی سنت کے خلاف کروں۔
خدا کو پہچاننے کا نشان مخلوق سے بھاگنا اور اس کی معرفت میں خاموش رہنا ہے
کاش مخلوق خود اپنے کو پہچان سکتی کیونکہ اپنے پہچاننے سے خدا کی معرفت حاصل
ہوتی ہے۔ بانی پر چلنا کوئی چیز نہیں لکڑی بھی تیرتی ہے، بوا پر اڑنا کوئی چیز نہیں یہ
جاو گر بھی کر سکتا ہے۔ مردوں کا کام یہ ہے کہ اپنا دل خدا کے سوا کسی سے نہ
لگائیں۔ نیک لوگوں کی محبت، نیک اقوام سے بہتر ہے، بد لوگوں کی محبت بدنامان
سے بدتر ہے۔ گناہ تمہارا سے لیجے اس قدر مضر نہیں جس قدر ایک مسلمان بھائی
کو ذلیل کرنا مضر ہے۔ مجاہدہ میں کوشش کر کے خدا کے فضل پر نظر رکھنی چاہئے نہ
کہ اپنے اعمال پر۔ توکل مانع کسب نہیں۔ سماع ایک چکنا پتھر ہے اگر اس پر سے
پاؤں پھسل گیا۔ تو پھر نعمت الشریک کے سوا کہیں جگہ ناہیں۔ خدا تجھ پر مطلع ہے
تو جو کچھ کرتا ہے وہ دیکھتا ہے خدا تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔ حیات عالم یہ ہے۔

راحت و معرفت میں اور لذت، ذکر خدا میں۔

حکایت

ایک شخص نے خواجہ بایزید بسطامی سے عرض کیا کہ شیخ انس بن عبد اللہ مفت میں گفتگو کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ اتفاقیہ ایک دریا کے کنارے پر گئے تھے ایک جھنور میں پھنس گئے ہیں۔

”خواجہ حاتم اسم شمس“

مخلوق سے طمع منقطع کرے تاکہ تھجہ سے طمع منقطع کر لیں۔ نیکی اس طرح کرے کہ سوائے تیرے اور خدا کے کوئی نہ جائے۔ مثالاً آدمی وہ ہے جو خدا سے دُور ہے۔

عبادت کی تربیت خود سے ہے اگر بار خواہی خدا بس و اگر ہمراہ خواہی کروا کا تبیں بس و اگر غیرت خواہی دنیا بس و اگر مونس خواہی قرآن بس و اگر کار خواہی عبادت خدا بس و اگر وعظ خواہی مرگ بس و اگر ایس کہ گفتہ پسندیدہ نیست و درخ نما بس و انکسالات اللہ،

”خواجہ ابو تراب بخشی شمس“

اپنے خیال کی حفاظت کر اس لئے کہ یہ تمام چیزوں کا مقدمہ ہے کیونکہ جس کسی کا اندیشہ درست ہو گا اس کے بعد جو کچھ بھی افعال و احوال سے واقع ہو گا وہ سب کچھ درست ہو گا۔ توکل یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو دریائے عبودیت میں گراؤں اور دل خدا کے۔ اچھ بندھا رکھے جو وہ عطا کرے شکر کرے جو وہ دے دے اس پر صبر کرے۔

”خواجہ سری سقطی شمس“

حسن خلق صرف خلق کے نہ ستانے ہی کو نہیں کہتے۔ بلکہ مخلوق کا رنج و غم، کینہ اور انتقام سہنا بھی داخل خلق ہے۔

شک پر کسی سے علیحدہ نہ ہو جانا چاہیے بلکہ اس کے عتاب پر بھی اس کی محبت سے علیحدہ نہ ہونا چاہیے۔ خلق میں سب سے زیادہ قوی وہ شخص ہے جسے اپنے غم پر غلبہ ہو جو خدا کا مطیع ہو جاتا ہے سب اس کے

مطیع ہو جاتے ہیں جس کو نعمت کی قدر نہیں ہوتی اس کی نعمت کو اس طرح زوال شروع ہو جاتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ جو اپنے نفس کی تادیب سے عاجز ہے وہ غیر کو کیا ادب کرے گا۔ سب سے زیادہ عاقل اور فہیم وہ لوگ ہیں جو قرآن کے اسرار کو سمجھتے ہیں اور ان اسراروں میں غور و فکر کرتے ہیں۔ شوق عارفوں کا برتر مقام ہے جو کوئی کسی ایسی باطنی حقیقت کا دعویٰ کرے کہ ظاہری شریعت کے خلاف ہو وہ غلط ہے (رسالہ تشریح)

”خواجہ محمد علی حکیم الترمذی رحمہ اللہ“

جس کی ہمت دین کی طرف، معروف ہوتی ہے اس کے تمام دنیوی کام، دینی ہمت کی برکت سے سرانجام پاتے ہیں اپنے تمام کاموں کو خدا ہی سپرد کر دینے کو رہنما کہتے ہیں۔

”خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمہ اللہ“

مخدومی خدا کی صفت ہے خادمی بندے کی صفت ہے بندہ کو بندہ ہونا چاہیے، جب بندہ صفات حق کی آرزو کرتا ہے تو وہ فرعون بن جاتا ہے۔ نیک قوموں سے پرہیز کرو، غافل علماء کا ہل قاری اور جاہل صوفی۔ اعمال نیک خصلتوں کے محتاج ہیں، علم، نیت اور اخلاص۔ تواضع، بلند ترین پرہیزگاری ہے اولیاء اللہ کے تین صفات ہیں، تمام چیزوں میں خدا پر اعتماد رکھنا، تمام چیزوں سے بے نیاز ہونا اور ہر چیز میں خدا کی طرف رجوع ہونا، توکل پر طمع کرنا ایمان پر طمع کرنا ہے۔ دین طمع سے ضائع ہوتا ہے اور دین سے باقی رہتا ہے۔ شوق کی علامت اعضا کو خواہشات سے بچانا ہے

۱ ”خواجہ ابراہیم ادہم رحمہ اللہ“

حق تعالیٰ کے ساتھ اخلاص، خلوص، نیت سے ہے جس شخص کا دل نیک حالتوں میں حاضر نہ ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس پر دروازہ بند کیا جا چکا ہے ایک قرآن شریف پڑھنے کی حالت میں دوسرے نماز میں تیسرے ذکر میں۔

”خواجہ ابوبکر شافعی“

جس نے ظاہر میں امر و نہی کی حدود کا لحاظ نہ رکھا وہ مشاہدہ باطنی سے محروم رہا۔

سب سے زیادہ عظمت والا ہے جو لوگوں کے ساتھ تواضع کرتا ہے۔
لکھت کرتے والا جو اس مرد نہیں ہوتا۔

بھوٹ، خیانت اور غیبت سے باز رہ۔

”خواجہ حمدون قنصار علیہ السلام“

میرا طریقہ شریعت کے ظاہر کو محفوظ رکھتا ہے یہی اصل عظیم ہے۔ جہاں تک
پہنچ سکے دنیا کے لئے کسی پر عقوہ مرتبہ کر۔ نیک خصلتی سخاوت میں ہے۔ توکل خدا
پر اعتقاد کرتا ہے۔ بد خوئی بخل ہے۔ تواضع فقیری ہے۔

”خواجہ سہیل بن عبد اللہ تشری علیہ السلام“

ہمارے چند اصول ہیں۔ خدا کی کتاب سے تمسک کرنا۔ رسول کی سنت پر

عمل کرنا۔ حلال روزی کھانا، کسی کو تکلیف نہ دینا اگرچہ وہ ہم کو تکلیف دے۔ مسکرات
سے دور رہنا اور حق ادا کرنے میں جلدی کرنا۔ ہمارے مذہب کے تین اصول ہیں

جنہوں پر رسول اکرم کی اخلاق و افعال میں اقتداء کرنا، حلال روزی کھانا اور افعال میں
خلوص پیدا کرنا۔ سنت کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے بہشت کی عقیقی ہیں

جو بہشت میں داخل ہو گیا تمام معصیتوں سے محفوظ ہو گیا جو سنت کا پابند ہو گیا

وہ بدعات و خواہشات سے محفوظ ہو گیا۔ بری عادتوں کو چھوڑ کر نیک عادتیں

اختیار کرنا بلند مرتبہ ہے۔ خدا کے سوا کوئی تدبیر نہیں، رسول اکرم کے سوا

کوئی رہنما نہیں، تقویٰ کے سوا کوئی توشہ نہیں۔ سنت کی پیروی جو اس مردی

ہے شریعت، طریقت، ایک ہیں، شریعت کا روح حقیقت ہے اور حقیقت کا دفتر

شریعت ہے۔ کسب پر طعن کرنا سنت پر طعن کرنا ہے۔ جہالت سے زیادہ

کوئی گناہ نہیں۔ ہمارے اصول سات ہیں قرآن کو مضبوط پکڑنا۔ اقتداء سے سنت

اکل حلال، خلیق کو آرام پہنچانا گناہوں سے بچتی توبہ کرنا اور اسے حقوق کرنا۔

خواجہ عبد اللہ سالمی

اولیاء اللہ کی شناخت، لطافت زبان، حسن اخلاق، تازہ روئی، سچائے

۱۰ رسالہ قشیرہ

نفس، قلنت اعتراض پذیرائی عذر اور شفقت علی الخلق ہے۔
 ”خواجہ ابو سعید خراز ^{۲۸۵}“

خلق عظیم یہ ہے کہ انسان کو خدا کے سوا کسی سے محبت نہ ہو، اپنے عزیز وقت کو عزیز ترین کاموں میں صرف کرے اور سب سے زیادہ گزشتہ اور آئندہ زمانے کا خیال رکھے۔

”خواجہ ابو الحسن نوری ^{۲۸۶}“

خلق پر مسلمانوں کی راہ مسدود ہے جب تک کہ رسول کریم کیے ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں جو شخص دعویٰ کرتا ہو کہ شریعت سے باہر ہو جاؤ اس کے پاس نہ جاؤ در سالہ قشیر یہ

”خواجہ جنید بغدادی“

خلق پر تمام راستے سوائے حضور رسول اکرم کے راستے کے مسدود ہیں جو قرآن کا پیرو اور رسول کا مقلد نہ ہو اس کی پیروی نہ کرو۔ توکل کسب نہ کرنے یا کسب ترک کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ خدا کے دعووں پر دل مطمئن رکھنے

کا نام ہے۔ جو ان سردی اپنا بوجھ دوسروں پر نہ رکھنا ہے بقا خدا کیلئے ہے اور فنا ماسو کیلئے ہے۔ جب بندہ ہر شے کا خدا کو مالک دیکھتا ہے، سب کا ظہور

خدا ہی سے سمجھتا ہے سب کا قیام خدا ہی سے پاتا ہے اور سب کا لوٹنا خدا

ہی کی طرف جاتا ہے۔ تب عبودیت کے مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ عام لوگوں کیلئے

تین حجاب ہیں، نفس، خلق اور دنیا اور خاص لوگوں کیلئے بھی تین حجاب ہیں،

عبادت پر اشر کرنا یعنی یہ سمجھنا کہ میں عابد ہوں، ثواب پر نظر رکھنا، یعنی اس خیال

سے عبادت کرنا کہ ثواب ملے گا بلکہ محض تعمیل حکم کا خیال کرے، کرامت پر نظر رکھنا

یعنی کثرت و کرامت کا خواہش مند ہونا، عالم کی لغزش حلال سے حرام کی طرف،

دیکھنا، درخشش کی لغزش بقا سے فنا کی طرف جھکنا اور عارف کی لغزش کریم سے

کرامت کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ خدا کی تجلی تمام مخلوق پر ایک بار ہوگی اور حضرت

الیکبر پر سو بار۔ خلق چار ہیں، سخاوت، الفت، نصیحت اور شفقت۔ لہذا

الاعتبار یا الخدق تر انما الاعتبار بالحرقة، یعنی خرقہ کا اعتبار نہیں، اطاعت

میں جان جلانے کا اعتبار ہے۔ شکریہ ہے کہ جو نعمت خدا نے تجھ کو دی ہے اسکی وجہ سے تو خدا کی نافرمانی نہ کرے اور اس کو معصیت کا ذریعہ نہ بنائے۔ تصوف کی راہ میں جو شخص قدم رکھے اس کو لازم ہے کہ اپنے ہاتھ میں اللہ کی کتاب کو لے اور بائیں ہاتھ میں سنت رسولؐ ان کی روشنی میں چلے تاکہ کہیں شمشیر کے گڑھے میں نہ گرے اور بدعت کی تاریکی میں نہ پھنسے۔ اس راہ میں رہنما بہت ہیں جو طرح طرح کے جال بچھائے ہوئے ہیں تو قیر کا جال، استدراج کا جال، مکر کا جال اور لطفت کا جال ایسا آدمی چاہیے کہ جو ان جالوں میں تھم کر سکے۔ آدمی سیرت سے ہوتا ہے نہ کہ صورت سے ہیں نے تیس برس تک تکبیر اولیٰ قضا نہیں کی

طریقت کے اصول پانچ ہیں، صوم روز اور قیام شب، اخلاص عمل، عبادت تمام در اعمال اور لوکل بخدا۔

”خواجہ ابو عثمان الحمیری رحمہ اللہ“

ظاہر میں خلاف سنت ہونا ریائے باطن کی علامت ہے شوق محبت کا ثمرہ ہے، جو شخص اپنے اوپر سنت کو غالب کرتا ہے وہ حکمت بیان کرتا ہے اور جو حریں کو غالب کرتا ہے وہ بدعت کی باتیں کرتا ہے۔ دھوکہ سے محفوظ رہنا سنت پابندی شریعت کا ہے۔

”خواجہ ابوالحسن پوشنگی رحمہ اللہ“

جو کوئی اپنے آداب سنت سے مؤدب رکھتا ہے حق تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے منور فرماتا ہے، خدا اور رسول کے حکموں کی موافقت اور حسن اخلاق کے سوا کوئی مقام برتر نہیں۔

”خواجہ ابو محمد حمیری رحمہ اللہ“

اخلاص یقین کا اور بیا شک کا ثمرہ ہے۔ اولیاء کے درجات کی انتہا انبیاء کے درجے کی ابتدا ہے۔

”خواجہ ابراہیم بن داؤد الزائی رحمہ اللہ“

خدا کی دوستی کا نشان اس کی طاعت کو پسند کرنا اور رسول کی متابعت

کرنا ہے۔ سلوک کندہ بر طریق مصطفیٰ۔

خواجہ محمد بن عبد الوہاب ثقفی ^{رحمۃ اللہ علیہ}

جو شخص یہ چاہے کہ اس کے افعال صحیح ہوں اور سنت کی متابعت میں رہے تو اس سے کہہ دو کہ وہ اخلاص و صداقت دل میں پیدا کرے۔ افعال باطنی کی درستگی سے افعال ظاہری کی درستگی پیدا ہوتی ہے مرد کو چاہیے کہ چار باتوں کا عامل رہے اور ان سے خالی نہ رہے۔ صدق قول صدق عمل صدق مودت اور صدق امانت جو شخص اپنے اعمال و افعال کو ہر وقت کتاب و سنت کی میزان میں وزن نہ کرے وہ مرد نہیں

”خواجہ ابو محمد مرتعش ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

مرتعش گوید کہ ہرگز خود را بیاطن خاص دیدم تا خود را بظاہر عام ندیدم شیخ الاسلام گفت معنی آنست کہ حقیقت من درست بنامنا شریعت من صافی ^{نشد}

”خواجہ ابو یعقوب النہر جوزی ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

جو شخص اپنے کام میں خدا کی مدد نہیں چاہتا وہ ہمیشہ ذلیل رہتا ہے جس لغت کا شکر ادا ہوتا ہے اس کو زوال نہیں

”خواجہ عبداللہ منازل ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

جو سنت ترک کرتا ہے وہ بدعت میں مبتلا ہو جاتا ہے ہم بہ نسبت علم کے ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔

”خواجہ ابو سعید بن الحسین ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

صوفیوں کے لئے لڑکوں اور عورتوں کی صحبت میں آفت ہے، خاص مدنی سے بہتر ہے صحبت ایشان کا نام ہے

”خواجہ شبلی ^{رحمۃ اللہ علیہ}“

شریعت یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کرے بطریق یہ ہے کہ تو اس کی طلب کرے حقیقت یہ ہے کہ تو اس کو جانے دے یہ ہے کہ یا سوا اللہ ہے کہ نہ کرے۔ تو بہ میں دیکر ناظر گناہ ہے۔ ہمارے لئے خدا کا مشاہدہ کہاں البتہ خدا کا

مشاہدہ کر رہا ہے۔ مہرت کا نام محبت اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ محبوب کے سوا
 سب چیزوں کو دل سے مٹا دیتی ہے علم الیقین وہ علم ہے جو اسرارِ برائت میں غور و خوض
 کرنے سے بغیر کسی ذریعہ اور واسطہ کے دل کو حاصل ہوتا ہے، حق الیقین میں رسائی
 نہیں ہو سکتی۔ حریت کا مقام زیادہ معزز ہے

جو بات ذکر سے خالی ہے، جو خاموشی فکر سے خالی ہے، سوہو ہے
 جو نظر عبرت سے خالی ہے، سوہو ہے۔
 ”خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ“

دین میں آفت شیطان سے زیادہ دو شخصوں سے ہے عالم حریص اور

نہایت سبے علم۔
 ایک شخص نے عرض کی کیا میں آپ کا خرقہ پہن لوں؟ آپ نے فرمایا پہلے
 میرے اس سوال کا جواب دے دے کہ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو
 مرد بن جائے گی یا مرد عورت کی چادر اوڑھ لے تو عورت ہو جائے گی؟ اس نے
 کہا نہیں، آپ نے فرمایا اگر تو مرد نہیں ہے تو میرا خرقہ پہنے سے مرد نہیں ہو
 جائے گا۔

”امام قشیری رحمہ اللہ“

مخلوق پر تمام راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں بجز اس کے کہ سنت نبوی
 کے نقشب قدم پر چلا جائے ہمارا سارا طریقہ کتاب الہی و سنت رسول کی بندگی
 ہے، جو شخص حافظ کلام الہی و عالم حدیث رسول نہیں اس کی تقلید و بارے
 طریقہ درست نہیں، اس لئے کہ ہمارے اس سارے علم کا ماخذ قرآن
 و حدیث ہے

جو شخص مغرور ہو اور بدعت کرتا ہو وہ علم باطن سے محروم نہیں ہو سکتا۔

شریعت ظاہر کی پابندی لازم رکھو۔

”خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ“

صوفیہ کے قلوب حافظ ہیں اس لئے کہ دنیا کی طرف انہوں نے
 رغبت کم کی اجداد انکے تقدیر کی جڑ اور بنیاد کو خوب مضبوط اور مستحکم کر لیا

سے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

”شیخ شمس تبریز علیہ السلام“

علم اور علم کا درجہ سب سے افضل ہے جب تک انسان باطل کو ترک نہیں کرتا حتیٰ تک رسائی حاصل نہیں ہوتی جس نے نیاز و عجز حاصل کیا وہ منزل مقصود کو پہنچ گیا۔ نیاز مندی بڑی عبادت ہے۔

”مولانا روم علیہ السلام“

لا طمع بودن ز سلطان و امیر

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

بندگی کن، بندگی کن، بندگی

زندگی بے بندگی شرمندگی ست

اندر این حضرت ندارد اعتبار

کفر باشد پیش او جز بندگی

ترک دنیا چیت سے مرد فقیر

چیت دنیا از خدا غافل شدن

گرتو خواہی خرمی و زندگی

زندگی مقصود بہر بندگی ست

جز خضوع و بندگی و انقطاع

ہر کہ اندر عشق یابد زندگی

”شیخ سعدی شیرازی علیہ السلام“

کہ گم دن نہ پید ز حکم تو، میچ

تو اں یافتن جزو سے مصطفیٰ

گم آں شد کہ دنبال راعی رفت

تو ہم گروں از حکم داور میچ

پہندار سعدی کہ راہ صفا

دیں راہ جز مرد داعی نہ رفت

”نظام الدین اولیاء علیہ السلام“

استقامت سے باید کہ متابعت رسول علیہ السلام والصلوٰۃ باشد

چوں علم بیا موزد اور نور سے حاصل آید

”مختار بن محمد بن احمد علیہ السلام“

اصل عبودیت آنست کہ چنان باشی بظاہر کہ از تو ہمہ شرع ظاہر بود و چنان

باشی بباطن کہ در تو باو غیر را گنجائش نبود

سوائے کردن طریقت بچہ تو ان یافت، فرمودند بشرع

”مولانا جامی علیہ السلام“

ملا مت آں نمود کہ کسے بے حرمتی شرع کا رے کڈتا اور ملامت کنند

علم سیر الاولیاء علیہ فواد الفوائد علیہ نجات الانس

لامرت اس بود کہ در کار حق سبحانہ از خلق پاک ندارد (نفحات الانس)،
 ”شیخ عبدالوہاب شمرانی رحمہ اللہ“

وہ در پیر و مرید امور شرعیہ میں سے اولیٰ اور احوط کو اختیار کرتے ہیں
 اور ایسا کام اختیار کرتے ہیں جس میں کسی امام کی مخالفت نہ ہو سکے فقہاء
 صوفیائے کرام قواعد شریعت پر قائم ہوتے ہیں، کامل عالموں اور کامل صوفیوں
 میں کوئی نزاع اور اختلاف نہیں ہے

”مجدد الف ثانی رحمہ اللہ“

✓ ترک دنیا سے مطلب دنیا کی مکروہات کو ترک کرنا ہے، شریعت کے
 تین جزو ہیں، علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے
 تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کیلئے شریعت کے خادم ہیں، بدعتی کی صحبت
 کافساد کافر کی صحبت سے زیادہ ہے۔

شاہ احمد حسن امروہی رحمہ اللہ

شریعت مجموعہ احکام تکلیفیہ کا نام ہے اور اس کے ایک جزو یعنی اعمال
 باطنی کا نام طہریقت ہے، دینی اعمال باطنی سے جو حقائق منکشف ہوتے ہیں ان
 کا نام حقیقت ہے اور انکشاف کا نام معرفت ہے۔ ریا کے خوف سے عبادت
 کو ترک نہ کرنا چاہئے اگر کام میں لگا رہے گا تو ایک دن دکھاوٹ سے عادت
 اور عادت سے عبادت اور عبادت سے محبت ہو جائے گی

علم سے عقل کی دنیا میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ادائے حقوق کے
 لئے قوت فراہم ہوتی ہے۔ متدین وہ ہے جس کو خدا کا خوف ہے۔ بدعات
 سے قلب پر تاریکی چھا جاتی ہے، حسنِ خلق یہ ہے کہ کتاب و سنت پر پورا عمل
 ہو نصیحت کو بصورتِ ناصح پیش کرنا چاہئے، جو درویش خلافِ شرع ہو اور سہل
 تقدیر و وحدۃ الوجود کو بیان کرتا ہو اس کی صحبت سے اجتناب لازم ہے۔

سافظ عبدالرحمن پنجابی مراد آبادی رحمہ اللہ

علم بے عمل و بال ہے۔ جو ظاہر شریعت کا پابند نہ ہو وہ صوفی نہیں بندگی
 غرض دلی سے کرنی چاہئے نہ کہ بیچارگی سے۔ خداوند کریم نے جس قدر قوتیں

اور نفع میں عطا فرمائی ہیں ان کا شکریہ ہے کہ ان کو رضائے الہی میں صرف کیا جائے۔
 خطرات کا آنا اختیار ہی نہیں البتہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہونا جو ان کے قیام کا
 باعث ہیں اختیار ہی ہے اس لئے ان کی طرف توجہ نہ کرنی چاہئے، خطرہ اس لئے
 گھبرانے چاہئے کیونکہ چوروں آتا ہے جہاں مال ہوتا ہے۔ نیک عمل قابل بھی بہت
 ہے اور عمل باتیں بھی ہر مادی کے لئے بہت ہے جس میں دنیا کی محبت
 قائم ہو گئی اسے ذکر و مناجات میں لذت نہیں آ سکتی

باب السابع فی الرقص والغناء

لنظارۃ خیران دے و لغمہ حرام است دیدم و شنیدیم و سماعنا و طعنا
 تلح رنگ، گانا بجانا، اچھلنا کودنا، چلانا ان باتوں کا اسلام اور تصوف اسلام
 سے دور کا بھی کچھ تعلق نہیں لیکن آج کل یہ چیزیں نام نہاد عرفیوں میں اس درجہ
 رائج ہیں کہ گویا تصوف کا ایک رکن ہیں اس کو اس درجے کی تعبادت سمجھا جاتا ہے
 اور اس طرح اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے کہ تلاوت قرآن اور نماز کی بھی کوئی ہمتی
 نہیں، بیشتر میٹالوسے صوفی تارک نماز ہیں مگر رقص و سرود کا تارک ایک
 بھی نہیں، گانے بجاتے کو غناء و سرود کہتے ہیں مگر جو لوگ اس کو بطور شادی
 کرتے ہیں وہ اسے سماع کہتے ہیں اور رقص کرنے کو وجدِ خال کہتے ہیں چونکہ
 اس باب میں مزید سماع و وجد و خال کی تحقیق ملاحظہ ہے اس لئے اسکے
 تمام اجزاء کا علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے گا حاشائے حاشائے میرا یہ مقصد نہیں
 کہ کسی بد شخص کیوں یا خواہ مخواہ کسی کی تردید کے درپے ہوں بلکہ یہ چاہتا ہوں
 کہ اس پر ایک منصفانہ نظر کی جائے کہ یہ امور تصوف اسلام میں روا ہیں
 یا نہیں ؟

موسیقی کی ایجاد

موسیقی کے متعلق اہل ہندو کی روایت ہے کہ یہ فن برہمن اور جنوں
 کو آتا تھا جب جنوں کی قوم سے مہادیو جی کا ارتباط ہوا تو برہمنوں نے انہیں گانا
 سنایا اس طرح یہ علم انسانوں میں آیا۔

یہودیوں میں موسیقی متعلق دور وایتیں ہیں ایک یہ کہ یہ فن حضرت داؤد علیہ السلام کی ایجاد ہے دوسرے یہ کہ حکیم فیثا غورث شاگرد سلیمان علیہ السلام نے داؤدی نغموں سے اس علم کو نکالا، لیکن یہ روایت غلط ہے کیونکہ حضرت سلیمان کا عہد دس صدی قبل مسیح ہے اور فیثا غورث کا زمانہ پچھ صدی قبل مسیح ہے بعض نے لکھا ہے کہ حکیم مذکور کا گزرا ایک لوہار کی دکان کی طرف ہوا وہ لوہا کوٹ رہا تھا حکیم نے اس کی آواز سے نغمہ ایجاد کیا۔ ایسی ہی روایتیں ایرانیوں میں ہے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک جانور ققنس ہے جس کو موسیقار بھی کہتے ہیں ہندی میں اس کا نام دیپک لاٹ ہے اور فارسی میں اسے آکشن کہتے ہیں۔ اس کی آواز سے یہ علم اخوذ ہوا۔ عربی بحروں کی وجہ تسمیہ جو بیان کی گئی ہے اس میں بھی پرندوں کی آواز کا ذکر ہے۔ ہندی موسیقی میں بارہ تالیں ہیں جن کو دروازہ بروج فلکی کی رعایت سے مقرر کیا گیا ہے۔ ایرانی میں سترہ تالیں ہیں۔ اہل ایران ان کو ابجر اور دائرہ کہتے ہیں، ترکی میں بھی سترہ تالیں ہیں وہ ان کو عرب کہتے ہیں ترکی تانوں کے نام اور عربی نظم کی بحروں کے نام آپس میں ملتے ہیں مثلاً بطل، خفیف، ہرج وغیرہ۔

میراثہ خیال ہے کہ مشہور مثل ہے رونا اور گانا سب کو آتا ہے اس لئے سائے کے ساتھ کسی کلام کو ادا کرنا ہمیشہ سے ہے، انبیاء نے اسکو بھی جائز نہیں رکھا، حضرت داؤد علیہ السلام خوش آواز تھے لیکن شوش آوازی کے یہ معنی نکالنا کہ وہ گوشتے صحیح نہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد جب یہود گمراہ ہو گئے تو انہوں نے اسکو رواج دیا اور رفتہ رفتہ یہودی عبادت میں داخل ہو گیا دیگر علوم و فنون کی طرح اس میں بھی ترقی ہوئی اور اس کے قواعد و ضوابط مقرر ہوئے قواعد میں کی ابتدا حکیم فیثا غورث نے کی۔

موسیقی یعنی گانے کا اثر

موسیقی اور مصونہ می ان فنون لطیفہ ہیں سے ہیں جنہوں نے ہر قوم میں غیاثی کے زمانے میں ترقی کی ہے اور یہاں ان کا رواج ہوا ہے وہاں علوم و فنون، ملک داری، ملک گیری، شخصیت ہو گئی اور وہ قوم تزلزل و ادبار

کے گڑھے میں جا پڑی

جس ملک و قوم میں اس کا رواج ہو جاتا ہے اس کے سیاسی حالات بہتر ہو جاتے ہیں، ترقی رک جاتی ہے، تنزل شروع ہو جاتا ہے اور حسن بدستی کی طرف میلان ہو جاتا ہے جب ہندوستان میں گندھار، دریا، شام و یا، نے ترقی کی اور راگوں نے جنم لیا تو ملک گیری کا خاتمہ ہو گیا، ایران میں جب رقص و سرود کی گرم بازاری ہوئی تو فتوحات و ملک داری رخصت ہو گئی۔

رومیوں نے جب ان فنون میں ترقی کی تو اخلاقی قوت اور شجاعت و بہادری ان سے مفقود ہو گئی، ان کا سیاسی عظمت و جلال مٹ گیا مدتوں تک اپنا بے نظیر اقتدار کھو کر آسٹریلیا کے غلام رہے تا انکہ زرنی اور گریبالڈی نے از سر نو قومیت کی روح پیدا کی۔ جب بغداد قرطبہ کے محلات شاہی میں رقص و سرود کی مجالس منعقد ہوئے لگیں تو تخت خلافت الٹ گیا۔

سلاطین ہند کے قلعوں میں جب طبہ کھڑ کئے گئے اور راگ رنگ کی ہونے لگیں تو بادشاہ اور شہزادے مرد میدان سیاست و شجاعت نہ رہے محمد شاہ رنگیلے اور واجد علی شاہ جیسے حکمران پیدا ہو گئے۔ اسکی برکت ہے کہ آج تک مسلمانوں کی گردن میں غلامی کا طوقی گراں پڑا ہوا ہے۔

ڈاکٹر سموئل لکھتے ہیں :-

”فنون لطیفہ کے کرشمے اور کارسازیاں بلاشبہ انسانی مذاق کو بڑھاتی ہیں، اعمال صالحہ کا یکتا نمونہ جو لوگوں کو عملی طور پر دکھایا جائے انسانی قلوب اور سیرت پر ایک مستقل اثر پیدا کرتا ہے جو مجسموں اور تصویروں کے دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ چیز جو انسان کو عظیم اور جلیل بناتی ہے وہ اس کا دل و دماغ ہے لیکن اگر مصوری اور راگ انسانوں کو نیک بنا سکتے تو رقص و شجاعت اور تدبیر نیک نامی معدوم نہ ہوتی۔“

فیڈرس اور اکتونوس مشہور یونانی مصور اپنی عیاشی کی وجہ سے قید خانے میں نہ مرتے اور نہ ان کا جلال معدوم ہوتا جنہیں یار نادانوں نے شکست دے کر نسیا منسیا کر کے اپنی فتح کی یادگار بڑے پیمانہ پر قائم کی تھی۔ تقدس

دل و دماغ فنون لطیفہ سے بہ درجہا اچھی چیز ہے کیونکہ مصوری اور راگ سے بسا اوقات سیرت کمزور اور اخلاق ذمیم ہو جاتے ہیں اور ترکیب نفس سے اخلاقِ حسنہ، سیرتِ فاضلانہ اور سمیتِ بلند پیدا ہوتی ہے جوں جوں روم میں فنِ مصوری ترقی کرنا گیا قوم تنزل میں گرتا گئی۔ پوپ لیو دہم کا زمانہ ترقی فنون کا زمانہ ہے مگر اس زمانہ میں عیاشی اور بدکاری اور شہوت پرستی کا زور تھا ہر ادنیٰ، اعلیٰ، امیر، عزیز، عوام و خواص پوپ، پادری سب عیاشی اور لہو و لعب میں دقت گزار تے تھے۔ راگ مصوری اور ناچ، تفریح و سرور کے سرچشمہ ہیں۔ فی حل ذاتہ شہوت انگیز نہیں ہیں تاہم بسا اوقات شہوت انگیزی ان کا انجام ہوتا ہے مگر دورِ حاضر میں حسنِ عریاں کی وجہ سے یہ دونوں چیزیں یقیناً شہوت انگیز ہیں، مگر امیر کے ساتھ راگ نروادلی طاقتوں کو نہیں بڑھاتا اور نہ عام طور پر سیرتِ عالینہ پیدا کرتا ہے۔ ڈاکٹر جانسن نے لکھا ہے

✓ ”راگ سے دل کو فرحت ہوتی ہے اگر اس سے اچھے خیالات پیدا ہوں اچھا ہے اگر برے خیالات پیدا ہوں برا ہے۔“

انبیائے سابقین کی امتوں میں بھی رقص و سرود کبھی داخل مذہب نہیں رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل بابل کی حکومت کے زمانے میں جب امتوں میں گمراہی پھیلی تو موسیقی کا زور ہوا اہل مذہب نے مخالفت کی لیکن موسیقی کی موافقت میں سب لوگ ہو گئے، بہت سے جنگروں کے بعد لے پایا کہ موسیقی بغیر مزامیر کے جائز قرار دی جائے اور شادی کے موقع پر مزامیر کی اجازت دی جائے۔

جب یونانی موسیقی نے فلسطین میں رواج پانا شروع کیا تو اہل مذہب یہود نے اس کی مخالفت کی اور سقوطِ یروشلم سے پہلے یسعیاہ عموس عیسیٰ بن سیراخ نے شراب، عورت اور موسیقی کی شدید مخالفت کی۔

بربادی بیت المقدس کے بعد یہودی موسیقی کو اور بھی شدت سے حرام سمجھنے لگے اور بالنسری بجانے والے کو زمری (اوباش) کہنے لگے۔

زمری یہ لفظ عربی زمارہ سے لیا گیا ہے، زمارہ کے معنی بالنسری بجانے

والی فاحشہ عورت کے ہیں۔

اسحاق بن سمان یہودی ۳۲۲ھ سے یہودیوں میں موسیقی کو رائج کیا یہ اس فن کا مانہر تھا۔

اب ہم قرآن، حدیث، اقوال صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ وغیرہ سے اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

قرآن

وہ من الناس من یشتتری لہو الحمد یث یفضل عن سبیل اللہ
(سورۃ لقمان)

اور بعض لوگ ہیں جو خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ اللہ کے راستے سے گمراہ نہ رہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے (لہو الحمد یث) کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد گانا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی یہی معنی فرمائے ہیں۔
حضرت ابو جہ شہاب الدین سہروردی نے بھی عوارف المعارف میں لکھا ہے اور حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (لہو الحمد یث) کے متعلق سہروردی شمس الدین تحریر فرمایا ہے۔

(۲) آئینہ کریمہ: والدین یثیہ و الزور و افنا مروایا للغو مروا کوا
کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ زور سے مراد مشرکین کے میلے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد گانا ہے (مشرکین کے میلوں میں ناچ گانا ہوتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے)۔

(۳) آئینہ کریمہ: استغفر من استطاعت صلیہم بصوتائے کے متعلق حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ راگ اور مزامیر مراد ہیں۔ (عوارف المعارف) خراجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۵

حدیث

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بچپن میں لوگوں کے ساتھ
میں نے اپنے شہید مستدرک حاکم بیہقی

کھیل رہا تھا لوگوں نے کہا چلو فلاں جگہ گانا ہے سن آئیں، میں ان کے ساتھ گیا لیکن گانا شروع ہونے سے پہلے خداوند کریم نے مجھ پر نیند طاری کر دی میں سو گیا اور اس سے محفوظ رہا

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے پہلے شیطان نے گایا پھر سرود کیا پھر چلا یا پھر چلا گیا (فردوس)

(۳) رسول کریم نے فرمایا ہے اللہ نے مجھے گانے والا نہیں بنایا (فردوس)

(۴) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، گانا دل میں لٹاق کو اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی گھاس کو (بیہقی، فردوس)

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والی لوندی کی خرید و فروخت کو منع فرمایا ہے (ترمذی، ابن ماجہ)

(۶) السماع حرام، سماع حرام ہے (مسند امام احمد بن حنبل)

(۷) خوشی میں راگ اور مصیبت میں روتا یہ دونوں آوازیں ملعون ہیں (فردوس) ایک شخص نے رسول کریم سے ایسے راگ کی اجازت چاہی جس میں فواحش وغیرہ نہ ہوں، تو حضور نے فرمایا میں تجھے اس کی اجازت نہیں دیتا نہ اس میں کسی قسم کی خوبی ہے، اسے خدا کے دشمن! تو جھوٹا ہے تو نے اپنے لئے تمام چیزوں کو منتخب کیا ہے جو خدا نے تجھ پر حرام کی ہیں اگر تو نے پھر ایسی حرکت کی تو تجھ کو پٹایا جائے گا، تیرا سر منڈوایا جائے گا، تیرا اسباب کٹوایا جائے گا، پھر فرمایا ایسے لوگوں میں سے جو بغیر توبہ کئے مزے گا خدا اس کو میدانِ حشر میں غنٹ اور زندگاہٹائے گاتا کہ بطرح دنیا میں بے حیائی کرتا رہا اسی طرح عقلی میں بھی اس کی بے حیائی ہو اور وہ جس وقت کھڑا ہو گا گر بڑے گام

(۹) حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول کریم نے راگ سننے، غیبت کرنے اور جھجھوری سے منع فرمایا ہے

(۱۰) باجے وغیرہ اور راگ سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچاتے رہو اس لئے کہ ان دونوں سے دل میں لٹاق اس طرح بڑھتا ہے جس طرح پانی سے سہری

(۱۱) جو شخص کسی گانے والی کا گانا سنے گا قیامت کے دن اس کے کالوں میں سیسہ

علاء الرشید دیوبند بقاعدہ عہدہ طبرانی بخط ابی علاء والی ابن معری دیلمی

پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

(۱۲) حضور نے فرمایا ہے کہ میری امت میں جیب یہ پندرہ باقیں آجائیں گی تو اس پر بلائیں نازل ہوں گی ان پندرہ میں گانے والی عورتیں اور باجے بھی ہیں۔

(۱۳) ناپچنے گانے والوں پر لعنت ہے۔

(۱۴) گانے والے اور جن کے لئے گایا جائے دونوں پر لعنت ہے۔

(۱۵) ناپچنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔

(۱۶) رفت نہ مجاؤ مزامیر کی آواز نہ سنو۔

(۱۷) مرد کو عورت اور عورت کو مرد کے گانے کی آواز سننا منع ہے۔

(۱۸) حضور نے فرمایا مجھ کو نقاروں کی آواز اور باجوں کے ٹوڑنے کا حکم ہوا ہے۔

(۱۹) حضور نے فرمایا ہے اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ باجوں اور مزامیر کو مٹا دوں۔

(۲۰) باجوں کی آواز ملعون ہے۔

صحابہ و تابعین و تبع تابعین

(۲۱) ہذا گ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے (عبداللہ بن مسعود)

(۲۲) حضرت سخاک کا قول ہے، غناء قلب کو بگاڑنے والا اور خدا کو غصہ دلانے

والا ہے (عوارف المعارف ص ۲۵)

(۲۳) حضرت علی نے فرمایا ہے، کہ جس شخص کے پاس گانے والی لونڈی ہو اس

کے جنازے کی نماز نہ پڑھو (ریلمی و حاکم فی تارخچہ)

ائمہ اطہار

(۲۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”گانا ایک بُرا کھیل ہے وہ باطل کی طرح ہے جو شخص اس کا مرتکب ہو وہ

بے وفات ہے اسکی گواہی نہ مان جائے۔“

(۲۵) قاضی ابوالطیب طبری نے امام اعظم امام مالک امام شافعی امام سفیان ثوری

اور حنبلہ ائمہ کے جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ گانے کو بُرا

جانتے تھے،

(۲۶) امام احمد بن حنبل راگ کو بُرا جانتے تھے (احیاء العلوم

علامہ ابوالحسن مہرئی رحمہ اللہ، فروغی رحمہ اللہ، خطیب رحمہ اللہ، نورس رحمہ اللہ، مسند احمد رحمہ اللہ، طبرانی

(۱۳) امام ابن ابی الدینا نے راگ کے عدم جواز میں ایک مستقل کتاب زم الملا ہی تصنیف کی، امام مذکور کا زمانہ تیسری صدی ہجری ہے۔

(۱۴) امام مالک سے ابو اسحاق نے دریافت کیا کہ اہل مدینہ کو کسی قسم کے راگ کی اجازت ہے امام صاحب نے فرمایا کہ راگ تو صرف فساق کی مجالس میں ہوتا ہے، (۱۵) امام شافعی نے فرمایا ہے کہ ہم راگ سننے والوں کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔

(۱۶) امام ابو القاسم دوانقی نے فرمایا ہے صحابہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے مختلف فیہ راگ کو سنا ہو یا اس کے لئے لوگوں کو جمع کیا ہو یا لوگوں سے اس کے سننے کو کہا ہو یا خلوت و جلوت میں اس کو سنا ہو یا اس کو اچھا کہا ہو، بلکہ سب نے اس کو بُرا کہا ہے اور جمع ہو کر سننے کی مذمت کی ہے۔

امام مالک، امام نخعی، امام حماد، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام احمد، امام رافعی اور امام نووی ان سب نے راگ کو حرام کہا ہے۔

مختلف فیہ راگ وہ نظم ہے جو بغیر قاعدۃ موسیقی کے گائی جائے اور اس میں مضمون شراب و کباب و حسن و عشق وغیرہ نہ ہو جیسے بعض عورتیں روتے ہوئے بچوں کو بہلانے کے لئے کچھ گانے لگتی ہیں یا مزدور و غیرہ کام کرتے ہیں کچھ گاتے ہیں یا پہلوان اور سپاہی رجب پڑھتے ہیں یا شتر بان حدی گاتے ہیں بعض علماء نے اس کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ امام اوزاعی اور امام قرطبی نے فرمایا ہے رجب اور حدی جو شتر بان گاتے ہیں یا رکیاں کھیلنے میں گیت گاتی ہیں یا عورتیں روتے بچوں کو بہلانے کے لئے گاتی ہیں یا مزدور وغیرہ کام کرنے میں گاتے ہیں تو یہ جائز ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی مضمون شراب و کباب اور حسن و عشق کا نہ ہو۔

سلاطین

(۱) یزید بن ولید نے کہا ہے اسے بنی امیہ! گانے سے پرہیز کر و کیونکہ وہ نفسانی خواہشات کو بڑھاتا ہے، مروت کو ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور وہی اثر رکھتا ہے جو نشہ کا ہوتا ہے۔

(۲) سلطان العصر مجدداً لملت حضرت عمر بن عبد العزیز تابعی نے اپنے لڑکوں

کے معلم سے فرمایا کہ ان کو پہلے یہ تعلیم دو کہ گمانے بجانے کی ابتدا شیطان سے ہوئی ہے اور خدا اس سے ناراض ہوتا ہے (سوا نحیری عمر بن عبدالعزیز)
 (۲) سلطان اورنگ زیب عالم گیر غازی مرحوم نے گلے کو حرام قرار دیا ہے
 ”خواجگان کبار“
 (۱۱) خواجہ یزید بسطامی :-

سماع ایک چکنا پتھر ہے اس سے پاؤں پھسل گیا تو پھر تحت الشریٰ تک ٹھکانا نہیں۔
 (۲) مرحلہ پیشہ خواجہ نفیس بن عیاض فرماتے ہیں :-
 راگ زنا کا منتر ہے

(۳) سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء سے ایک شخص نے دریافت کیا کیا سماع حلال ہے ؟ تو آپ نے فرمایا :-

جو چیز حرام ہے وہ کسی کے کہنے سے حلال نہیں ہو سکتی (نواد الفواد)
 (۴) خواجہ حسین ثوری نے فرمایا اگر تم مرید کو دیکھو کہ وہ قصائد سن رہا ہے تو اس سے بھلائی کی توقع نہ رکھو (تبیس ابیس)
 (۵) حضرت جنید بغدادی نے فرمایا ہے :-

”جب تم مرید کو سماع کی مجلس میں پاؤ تو سمجھو کہ اس میں لہو و لعب کا مادہ باقی ہے“ (معارف ستمبر ۱۳۳۵ء)

(۶) حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض صوفیائے نے کہا ہے کہ غنا سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ وہ شہوت کو بڑھاتا ہے۔ مروت کو کھوتا ہے اور شراب کی نیابت کرتا ہے۔

(۷) خواجہ عارف محاسبی نے فرمایا ہے :-

”راگ مردار کی طرح حرام ہے“

سماع

سماع کے معنی سننے کے ہیں انبیائے سابقین اور ان کے صالح تبعین کتب سناوی کو سنا کرتے تھے، جب یہودی میں موسیقی کا رواج ہو گیا تو گمراہ و

بے علم صوفیائے یہود نے قصائد سننے شروع کر دیئے یہود سے یہ رواج نصاریٰ میں آیا عرب میں یہود نصاریٰ اس طرح اس کا رواج عرب فقراء و کفار میں بھی ہو گیا اور اس کو سماع کہتے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے ”السماع حرام“، سماع حرام ہے (مسند امام احمد حنبل)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین و خواجگان کا یہ معمول تھا کہ قرآن مجید سنا کرتے تھے، چنانچہ صحاح ستہ کی پانچ کتابوں، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کچھ قرآن سناؤ میں نے عرض کی کہ آپ پر تو نازل ہوا ہے میں آپ کو کیا سناؤں آپ نے فرمایا میں اس کے سننے کو دوست رکھتا ہوں، میں نے قرآن پڑھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

جب مسلمانوں میں عجمیت کا اثر زیادہ ہو گیا تو لوگ غزلیں سننے لگے، لیکن ان غزلوں میں جن میں حمد و نعت لکھی نہ تھیں نہ ہوتے تھے پڑھنے والے نہ مرد ہوتے تھے نہ عورتیں اور موسیقی کے قواعد کے بھی پابند نہ تھے مزامیر وغیرہ بھی نہ ہوتے تھے

عبداللہ بن سبا یہودی نے منافقانہ طور پر اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں اختلاف کا بیج بویا اس سے مختلف شاخیں بھوئیں اور سیاسی اختلافات سے مذہبی اختلاف بھی پیدا ہو گیا، مختلف فرقوں نے مختلف عقائد و اعمال قرار دیئے ان گروہ فرقوں کا مصلح نظریہ تھا کہ لوگوں کو قرآن کی طرف سے ہٹایا جائے اور امر اور عوام کو اپنی طرف راغب کیا جائے۔ ان گروہ فرقوں میں سب سے زیادہ نامور و سرگرم عمل فرقہ قرامطہ کا تھا اس کی ایک شاخ مجبرہ فرقہ بھی تھا جس کو جبر یہ بھی کہتے ہیں، یہ فرقہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوا اس فرقہ کے درویشوں مردوں اور عورتوں کا ناسنتے تھے جن میں عاشقانہ اور رندانہ مضامین ہوتے موسیقی کے قواعد سے مزامیر کے ساتھ گانا ہوتا، درویش و جبر کرتے، بہموش ہو جاتے، بعض کوڑتے پیٹتے اور مر بھی جاتے وہ لوگ اس کو عشق الہی کا بیجہ

کہنے سے

اس راگ و رنگ کو اباجہ فرقہ کے ایک عالم محمد بن طاہر نے حدیثوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی اور چوبیس صحابہ کے اقوال و عمل اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں جو سراسر موضوع ہیں۔

اسی کا نام قوالی بھی ہے اب ہم قوالی کے ہر ہر جزو کے متعلق اپنی تحقیقات پیش کرتے ہیں قوالی کے اجزاء حسب ذیل ہیں

۱۔ رندانہ اشعار ۲۔ مرد و عورت ۳۔ راگ ۴۔ تالی بجانا ۵۔ سزا میر و جود حال ۶۔ ان چند چیزوں کی تحقیقات پیش کرنے سے پہلے میں دو بیان ایسے لکھنا چاہتا ہوں جو میری تحقیقات کی افہام و تفہیم میں تعین ہوں گے

بیان اول

۱۔ خداوند ذوالجلال نے دنیا کی اصلاح اور اس کی ظاہری و باطنی ترقی کے لئے مذہب اسلام نازل فرمایا اسلام کے سوا اور کوئی مذہب مقبول، ذریعہ نجات اور وسیلہ حصول نور باطن نہیں ہے نہ بغیر اس کے خدا تک رسائی ممکن ہے۔

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احکام خداوندی کو کھول کر صاف صاف سمجھا دیا احکام بیان کرنے میں آپ نے کوئی بخل و اخف نہ نہیں کیا۔

۳۔ قرآن مجید خدا کلام ہے جو پوری حفاظت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے اس کی کسی ایک آیت کا الکار بھی کفر ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

۴۔ رسول کریم نے آیات قرآن کی جو تفسیر فرمائی ہے اور جس قدر آپ کے اقوال و افعال ہیں ان کو حدیث کہتے ہیں ہر صحیح حدیث ہمارے لئے واجب العمل ہے۔

۵۔ چونکہ حدیث کی حفاظت قرآن مجید کی طرح نہیں ہوئی اس لئے لوگوں نے مصنوعی حدیثیں بھی بنائیں۔ اور صحیح حدیثوں میں بھی تغیر کیا اس لئے حدیثوں کی جانچ کے لئے صحابہ و تابعین اور ماہران فن نے ایسے اصول مقرر کئے

علہ تہذیبہ الجلیس و مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی،

جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ماخوذ ہیں ان کو اصولِ روایت اور اصولِ رِیث کہتے ہیں ان اصول کے موافق جو حدیث جس درجہ کی ثابت ہوئی ائمہ حدیث نے اس کو ظاہر کر دیا، اس لئے حدیثوں کی بہت سی قسمیں ہیں اور حدیث اور راویوں کے مختلف درجے ہیں ائمہ حدیث نے جو ماہرین فن تھے جو درجہ جس حدیث کو دیا ہے وہ اسی درجہ پر قابل قبول ہوگی کیونکہ دنیاویں عام قاعدہ ہے جس علم و فن کا مسئلہ ہوگا اسی علم و فن سے علماء کی رائے اس کے متعلق قابل وثوق ہوگی مثلاً طب کے مسئلہ کی جو تشریح کوئی طبیب کرے گا وہ قبول کی جائے گی جو حافظ یا قاری یا وکیل اس کی تشریح کرے گا قابل قبول نہ ہوگی۔ حدیث کی کتابوں کے بھی اقسام ہیں، بعض محدثین نے ہر قسم کی حدیثوں کو جمع کیا ہے انہوں نے موضوع یا صحیح یا محرف وغیرہ سے غرض نہیں رکھتی بعض نے موضوعات کو جمع کیا ہے بعض نے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا ہے کتب حدیث میں تحریف ہوئی ہے حدیث کی چھ کتابیں ایسی ہیں جن پر وثوق کیا جاسکتا ہے جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، نسائی، سنن ابن ماجہ۔

ان کتابوں میں تحریف نہیں ہوئی ان کے مصنفین نے اپنے اپنے اصولوں کے مطابق احادیث کی جانچ کر کے ان کے درجے مقرر کئے اس لئے ان کتابوں میں بھی تمام حدیثیں صحیح نہیں ہیں بلکہ حسن و ضعیف بھی ہیں، ان کو باعتبار اعلیٰ درجہ کے صحاح کہا گیا ہے۔ موطا امام مالک بھی اسی درجہ کی کتاب ہے، باقی کتب احادیث کی روایت کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ ان کی جو بھی حدیث ائمہ سند کے شرائط پر ہوگی وہ اپنے درجے کے موافق قابل عمل ہوگی

(۶) یہ کسی شخص سے ممکن نہیں کہ عادات و مباحات میں ایک طرز کا پابند رہے یعنی اگر آج کسی شخص نے مشرق کی طرف منہ کر کے پیٹھ کر کھانا کھایا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اس کا پابند رہے اسی طرح عادات و مباحات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک امر کے پابند نہیں رہے۔

(۷) چونکہ قرآن مجید، آیت، آیت اور مٹھوڑا مٹھوڑا نازل ہوا ہے اور رسول کریم نے اصلاحات کو بتدریج نافذ فرمایا ہے اس لئے بعض امور ایسے بھی تھے جو عہد رسالت میں کچھ دنوں تک رائج رہے پھر ان کو منع کر دیا گیا، سو دکانیں دین عہد رسالت میں کچھ مٹھوڑے دنوں تک رائج آیت حرمت نازل ہوئی تو آپ نے منع فرمایا۔ اسی لئے غور و فکر کر کے ائمہ حدیث و مجتہدین نے اصول قرار دیا کہ حضور کے آخر زمانے کی احادیث واجب العمل ہیں، حضور نے خود فرمایا ہے کہ میری حدیثیں ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہیں۔

(۸) جن بزرگوں نے صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین تعلیم پائی جن کا تقدس و علم و عقل مسلم تھا انہوں نے حسب ضرورت اجتہاد کیا اور آیات قرآنی و احادیث محبوب سبحانی سے سلف صالحین کے اصول کے موافق مسائل کا استنباط کیا یہ جماعت ائمہ مجتہدین کہلاتی ہے، ان میں چار زیادہ معتبر و مشہور ہیں انہیں چار کے مذاہب اب دنیا میں رائج ہیں، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل۔

(۹) یہ بھی سلف صالحین کا متفقہ اصول ہے کہ جو بھی حدیث آیت قرآن کے خلاف ہو اور جو بھی امام کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو اور جو بھی کسی عالم کا قول ائمہ مجتہدین کے خلاف ہو قابل رد ہے۔

دن حلال و حرام، جائز و ناجائز کا کوئی فیصلہ ائمہ مجتہدین کی رائے کے خلاف نہیں ہو سکتا انہیں کا مذہب و مسلک صحیح اور عین اسلام ہے۔

(۱۱) ائمہ مجتہدین خود صوفی تھے اور سلاسل تصوف کے بھی امام تھے۔

(۱۲) صوفی ائمہ مجتہدین کے مسائل کے خلاف عمل نہیں کر سکتا امام اللہ

سرحلقہ شاعرانہ امام عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا ہے، ”صوفی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جس میں امام کی مخالفت ہو سیکے“۔

خواجہ معروف کرخی کا قول ہے ”کہ تصوف ایک ایسا اسم ہے جس میں

فقر و زہد کے معنی شامل ہیں“۔

عہد نزول میں ائمہ ابوالقیت دیکھو باب کلمات عہد دیکھو باب اول

خواجہ ابوبکر کتانی کا قول ہے ”جس چیز میں کوئی، مدنی، عراقی اور شامی اختلاف نہ کریں (یعنی مجتہدین)، وہ زہد ہے، تصوف نام ہے۔ سنت اور ظاہر شریعت کی پوری پابندی کا۔“

(۱۳) صحابہ کرام رسول کریم کی ہر سنت پر عمل کرتے تھے۔ کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی عمل کرنے اور بتانے سے انہوں نے چھوڑا۔

(۱۴) ائمہ مجتہدین نے رسول کریم، صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے کسی قول و فعل کو نہیں چھوڑا اور انہیں کے ذریعہ سے مسائل کا استنباط کیا

(۱۵) علم فقہ، قرآن و حدیث کی صحیح تفسیر ہے وہی واجب العمل ہے۔ اس کے خلاف چلنے والا گمراہ ہے یہی علم ظاہر شریعت ہے۔

(۱۶) بالاتفاق بزرگانِ قرونِ ثلاثہ کے اقوال و افعال مستند ہیں ان سے باہر جو کچھ ہے وہ بدعت ہے،

(۱۷) بدعت کے لئے حضور نے فرمایا ہے کہ وہ دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

۱۸ حضور نے بزرگانِ قرونِ ثلاثہ سے بدعت کے اقسام مقرر نہیں کئے نہ کسی بدعت کو اچھا قرار دیا۔

بیان دوم

(۱) تصوف کی تمام کتابیں مخدوش ہیں، باب الکتب، دیکھو

(۲) صوفیوں کا قول اس وقت تک قابلِ اعتقاد نہیں جب تک کہ کتاب و سنت،

کی اس پر شہادت نہ ہو، باب ہمت قول خواجہ بشرحانی

(۳) مشائخ کا فعل حجت نہیں دیکھو باب ثانی قول خواجہ چراغ دہلوی

(۴) اولیاء معصوم نہیں ہوتے امام قشیری باب ثانی دیکھو

(۵) ولی سے کبیرہ گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے و خواجہ جنید باب ثانی

(۶) اولیاء کے کشف میں غلطی بھی ہو جاتی ہے (شیخ اکبر دیکھو شاہ عبدالعزیز

۷) اگر کشف خلاف کتاب و سنت ہو تو قابلِ قبول نہیں و خواجہ سلیمان

دارائی باب ثانی دیکھو

(۸) مسلک تصوف کتاب الہی اور سنت رسول کی پابندی کا نام ہے امام

تشری باب ثانی

خواجہ ذوالنون مصری نے ان امور کو بیان فرمایا جس سے فساد پیدا ہوتا ہے
ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلف کی خیریتوں کو اپنے لئے حجت و دلیل قرار دینا
میں کہتا ہوں کہ بعض اقوال و اعمال، صوفیائے کرام کی طرف زبردستی منسوب
کئے گئے ہیں اور اہل علم ہمیشہ اس معاملہ میں شبہات ظاہر کرتے رہے ہیں اور
محدث ابن جوزی صوفیہ کے بعض اقوال پر اعتراض کر کے لکھتے ہیں گویہ شیخ
صوفیہ کے اقوال ہیں۔ لیکن علم کی دلدلی کی وجہ سے ان کے بعض مشائخ سے
غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں اسلئے اگر ان کا انتساب ان کی طرف صحیح ہے تو ان
پر ضرور اعتراض وارد ہوگا کیونکہ حق بات میں کسی کی رعایت نہیں اور اگر انتساب
صحیح نہیں ہے تو جس شخص سے بھی اس قسم کا قول صادر ہوگا ہم اس سے بھی
پچھیں گے لیکن جو لوگ صوفی نہیں ہیں اور انہوں نے صوفیہ کے ساتھ مشابہت
پیدا کر لی ہے ان کی غلطیاں بہت ہیں
ان بیانات کی روشنی میں اب ہم قرالی کے ہر جزو سے مفصل بحث
کرتے ہیں

(۱) شاعر و شاعر

قرآن

۱۔ ہم نے اسے نہیں سکھایا شعر کہنا کیونکہ یہ نبی کی شان کے لائق نہیں ہے
۲۔ شاعروں کی بات پڑھی چلیں جو بے راہ ہیں

حدیث

۱۔ ایک شاعر شعر کہہ رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پکڑ
لو یہ شیطان ہے

۲۔ امراء الفیئس شاعروں کا علم بردار و دشمن ہیں
۳۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کسی کا پیٹ پیٹ سے بھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرے ایسی
۴۔ تلبیس ابلیس علیہ السلام سورہ شعراء علیہ السلام فرودس علیہ السلام امام حنبل

روایت بخاری و مسلم میں ہے۔

۱۔ جو شخص سفر میں ذکر الہی کرتا ہے فرشتے اس کے ساتھی ہوتے ہیں اور جو شعر پڑھتا ہے اس کا ساتھی شیطان ہوتا ہے۔
۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجنون اور شاعر کو دیکھ کر مجھے کراہت ہوتی ہے۔

۳۔ شعر شیطان کا باج ہے۔

۴۔ نلما شیلیت بغض الی الاوثان و بغض الی الشعر جب سے میں جہاں ہوا ہوں مجھے بتوں سے اور شعر نفرت ہے۔

۵۔ احیاء العلوم باب چہارم میں لکھا ہے کہ حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ایک شعر دریافت کیا تو ان کو ناگوار ہوا اور فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرے نامہ اعمال میں شعر لکھے۔

۶۔ حضرت غوث پاک نے آیت قرآن میں (الہو الحدیث) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد سرود و اشعار ہیں۔

۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاعر سے اس کا کلام سنا صحابہ کرام میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے شاعر تھے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ نے ایک رتبہ و عظمیٰ میں نعتیہ اشعار پڑھے۔
۹۔ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مردہ دل نہ تھے اپنی مجلسوں میں اشعار بھی پڑھا کرتے تھے اور زمانہ تجاہلیت کے واقعات بھی بیان کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں شعر و شاعری کی مذمت ہے، حدیث میں بھی ہے اور حدیث سے حضور کا شعر سنا اور صحابہ کا شعر کہنا بھی ثابت ہے لہذا ہر یہ بڑا تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن فقہاء کے فیصلے نے اس مشکل کو حل کر دیا ہے اور ان کی رائے بالکل عقل سلیم کے مطابق ہے یعنی حمد و ثناء اور قوی و مذہبی اشعار کا کہنا اور پڑھنا جائز ہے، عاشقانہ اور رندانہ مہنا بین کا پڑھنا اور کہنا جائز نہیں سلطان المشائخ نے بھی شرائط سماع میں فرمایا ہے کہ کلام رندانہ نہ ہو۔

۱۰۔ لہران معہ فردوس معہ نواد اللواد

شعراء کے اقوال

شاعر برانہ مان جو نا صبح برا کہے شاعر ہیں ہم دروغ ہمارا کلام ہے
 ڈاکر یہ شاعری کی بھی وہی سچری بلا ہم نے ملایا خاک ہیں سب کا ہمار کو
 گنہ گار سب چھوٹے جائیں گے سارے جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

امرد اور عورت

عہ سادہ روزگروں کو نہ دیکھو

عہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو

عہ شیخ محمد بن توسی ابو بکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خدا جب کسی بندے کو ذلیل کرتا چاہتا ہے تو نوخیز رنگوں کی صحبت میں ڈال دیتا ہے۔

عہ حضرت سعید بن جبیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے شیطان جب کسی بات میں انسان سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس کو عورتوں کے ذریعہ سے پورا کرتا ہے۔
 عہ خواجہ یوسف بن الحسین نے فرمایا ہے کہ صوفیوں کے لئے عورتوں اور رنگوں کی صحبت آفت ہے۔

عہ سلطان المشائخ نے فرمایا ہے کہ مجلس سماع میں امرد اور عورت نہ ہو۔

پاک دامن عورتوں کے پاس بھی کسی نیک ارادے سے جانا منع ہے۔

عہ حضرت سعید بن جبیر تابعی نے فرمایا ہے کہ پردہ نشین کے ساتھ نہ بیٹھو اگرچہ

وہ رابعہ بھری ہی ہو اور تم اس کو قرآن ہی پڑھاتے ہو۔

محمد بن طاہر فرقہ اباحیہ کے ایک عالم نے ایک کتاب صفوۃ التصوف لکھی

ہے اس میں اس نے بعض اس قسم کے شرمناک مضامین لکھے ہیں جن کو

لکھتے ہوئے قلم کا پتہ ہے اس نے اس کتاب میں لونڈوں کی نظر بازی کو جائز

قرار دیا ہے یہ ابتداء ہے صوفیوں میں امردوں کی صحبت کی

اس بیان میں جن بزرگوں کے اقوال ہم نے پیش کئے ہیں وہ تذکرۃ الاولیاء

نفحات الانس - سفینۃ الاولیاء اور کلمات الاولیاء میں ہیں

مولوی عبدالسلام ندوی نے شعر المہند حصہ دوم میں لکھا ہے کہ صوفی رنگوں

کو منظور نظر بناتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امرد پرستی پھیل گئی اور اسی وجہ سے

یہ مسند امام جنس عہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ عہ خواجہ غیبی عہ خواجہ الفواد

۱۷۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دعوت میں جاگے اور وہاں ممنوع چیزیں و موصول، بالسرری ساندہ بنائی، رہا باب اور اہل سرود ہوں تو نہ پیچھے واپس چلا آئے یہ سب چیزیں حرام ہیں، لہذا الحدیث سے مراد سرود و اشکا ہیں۔

۱۸۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول فواد الفول میں ہے

”من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات در میان نہ باشد۔“

دوسری جگہ عورت کی آواز اور مزامیر اور تالی کے متعلق فرمایا ہے۔
”مزامیر منع ہے، عورت نمازیں امام کو لقمہ نہ دے کیونکہ اس کی آواز مرد کے کان میں جلے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے اور ہاتھ پر ہاتھ بھی اس طرح مارے کہ تالی بجنے کی آواز نہ ہو یہ داخل بلد ہی ہے بلکہ ایک ہاتھ کی مٹیلی کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارے۔“

۱۹۔ امام غزالی نے احیاء العاوم میں اور خواجہ شہاب الدین نے عوارف المعارف میں مزامیر کو حرام لکھا ہے۔

۲۰۔ محمد شاہ عالم نے اپنی کتاب مزارات اولیاء دہلی میں صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے۔
”اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان المشائخ کی مجلس میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ فلان جگہ آپ کے مریدوں نے مجلس منعقد کی اس میں مزامیر بھی تھے تو آپ نے کہا میں نے منع کیا ہے کہ حرام چیزیں نہ ہوں۔“

اخبار الاخبار میں ہے کہ سلطان المشائخ کے مریدوں نے ایک مجلس منعقد کی اس میں دف اور سرود تھا خواجہ فقیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اٹھنے لگے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ آپ سماع کے منکر ہو کر پیر کے طریقے سے پھر گئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ کوئی دلیل و حجت نہیں، استدلال قرآن و حدیث سے چاہئے لوگوں نے یہ بات سلطان المشائخ سے کہی انہوں نے فرمایا حق وہی ہے جو وہ کہتا ہے،

عنه خیر المجلدات میں ہے کہ خواجہ چراغ دہلوی نے فرمایا۔
عنه موانع عمری غوث پاک بحوالہ غنیۃ اللہ البین وغیرہ

”مزا میر بہ اجماع مباح نہیں“

علامہ مہر محمدی ہیں ہے ایک مرتبہ خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے مزا میر کے ساتھ سماع کیا ان کے پیر کو خبر ہوئی تو منع فرمایا پھر انہوں نے کبھی مزا میر نہیں سنے۔

۲۲ سلطان المشائخ کا یہ قول بھی نواد الفواد میں ہے کہ جو شخص مزا میر سنتا ہو ہماری مجلس میں نہ آئے۔

۲۳ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

”سلطان المشائخ کہ مشغوف بسماع بودی فرمودند کہ ہر کہ مزا میر بشنود در محفل من نہ آید (ملفوظات)“

اور تحفہ اثناء عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ غنا جو مفردوں یہ آلات لہو و مزا میر ہو باجماع حرام ہے

۲۴ صاحب فوز المرام حاشیہ مشکوٰۃ میں بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں لکھتے ہیں کہ سننا آواز ملاہی کا مثل سماع مزا میر ہے، رومی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ سننا آواز ملاہی کا معصیت ہے۔ اور بیٹھنا اس میں فسق ہے اور لذت حاصل کرنا اس سے کفر ہے کہے قاضی خاں کہ یہ کفر بطریق تشدد ہے، اور واجب ہے کہ کوشش تمام کرے یہ کہ نہ سننے بسبب اس کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لیتے

۲۵ شخصے تائے زدن گرفت فرمودند منع کنید روایت چوں سرودگوبان رسیدند نیز منع کردند

دفعہ

حنفی مذہب میں دف بھی حرام ہے اور کسی صورت میں اس کو مباح نہیں کہا گیا۔

امام مالک اور احمد بن حنبل نے بھی غناء ضرب بر لب و دف وغیرہ کو حرام نہیں قرار دیا۔

امام شافعی کے یہاں صرف نکاح و ختنہ کے موقع پر دف مباح ہے

۲۶ ملفوظات سلطان المشائخ عہد ہدایہ و ہدایہ اور مختار، نقابہ

مگر اس کے ترک کو ادنیٰ کہا گیا ہے، باقی صورتوں میں حرام ہے۔

خواجہ شہاب الدین عہدِ وردی شافعی عوارف المعارف میں تحریر فرماتے ہیں
 ”ہمارے مذہب شافعی میں دفن کو جہانجہ کے ساتھ بجانا مباح ہے۔ ہمارے
 مذہب میں اس میں بڑی وسعت ہے مگر اس کا ترک کر دینا بہتر ہے
 بہتری اور احتیاط اسی میں ہے کہ دفن کو بالکل ترک کر دیا جائے۔“
 اسی کتاب میں امام حسن رضی اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے
 ”دفن بجانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔“

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، دفن نہ بجادو نہ رابر کی آواز
 نہ سنو (خطیب)

(۲) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم نے دفن بجانے، جہوا کھیلنے اور
 باجہ بجانے سے منع فرمایا ہے (خطابی)

مذہب شافعی میں جو دفن بجانا شادی و ختنہ کے موقع پر مباح قرار دیا
 گیا ہے اس میں چند شرائط قائم کی گئی ہیں جن کو امام حجر شافعی نے اپنی کتاب
 کف الرعاع میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اول یہ کہ دفن عورتیں یا لڑکیاں
 بجائیں یعنی اباحت خاص انہیں کے بجانے میں ہے مرد نہیں بجا سکتے۔
 دوسرے یہ کہ جہاں نہ ہو اور اسکے بجائے میں تکلف و قسح اور طرزِ سر و د و طرب نہ ہو
 یعنی ویسے ہی سادہ طور پر ماتھے سے پیٹ دیں

تیسرے یہ کہ نکاح کے وقت عورتیں تھوڑی دیر شرائطِ مذکورہ کے ساتھ دفن
 بجائیں

امام ابن حجر اور امام مادر دی ریہ جو عقی صدی ہجری میں تھے، کا قول ہے کہ دفن کا
 استعمال مکروہ ہے۔

بعض حنفی علماء نے نکاح کے وقت دفن بجانے کا جواز مذہب شافعی
 کی بناء پر رکھا ہے، چنانچہ امام تورہ پشتی نے فرمایا ہے کہ دفن اکثر مشائخ کے
 نزدیک حرام ہے اور جس حدیث میں نکاح کے وقت دفن بجانے کا ذکر ہے
 اس سے مراد یہ ہے کہ اعلان اور شہرت کر دی جائے شرح نقایہ میں ہے
 کف الرعاع مصنف ابن حجر رحمہ اللہ شرح ابوالکلام، شرح نقایہ، نقایہ

عن صاحب الدف فی العرس کتایبہ عن الاعلان) گویا منرب دف ایک محاورہ ہے جو تشہیر کے لئے مستعمل ہے۔ ایسا ہی فارسی زبان میں دف زدن مشہور کرنے کے معنی میں ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں:-

پس از ہوش مندی و فرزانگی بدف بر زدن شش بدیاوانگی
اردو میں بھی محاورہ ہے رٹکے کی چوٹ کہا

حدیث اربع ہفت معوذ سے جو بخاری میں ہے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ بچوں نے زفاف میں دف بجایا تھا، اس حدیث سے نابالغ بچیوں کا فعل ثابت ہوتا ہے عورتوں اور مردوں کا بچانا ثابت نہیں ہوتا یہ واقعہ ابتداء کے عہد طیبہ کا ہے اس کے علاوہ حضرت علی کی حدیث میں صاف الفاظ ہیں رہی عن صاحب الدف اور حضرت ابو بکر نے رسول کریم کے سامنے دف کو مزامیر الشیطان کہا تو حضور نے اس پر کچھ نہیں فرمایا۔

رواجتار میں ہے دف وغیرہ کا بچانا وقتیکہ نکاح وغیرہ اگر بفسد ہو ہے تو حرام ہے اگر بفسد نہ ہو نہیں ہے تو جائز ہے اور اس صورت میں دف کیا کسی حاجت کی خصوصیت بھی نہیں کی جاسکتی لیکن صاحب رسالہ مختار کا یہ قول ائمہ کے اقوال کے خلاف ہے نیز ائمہ مذہب شافعی کے قول کے بھی خلاف ہے زیادہ سے زیادہ اس کا جواز صرف اس قدر سمجھا جائے گا کہ قواعد طریب کے خلاف نابالغ بچیاں بفسد اعلان نکاح چند منٹ کے لئے دف بجا سکتی ہیں مگر شبہ سے یہ بھی خالی نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شبہ سے بچو

”فرامیر سننے والوں کا عذر اور خواجگان کہا کرتی ہیں“

”رسالہ تشہیر یہ نہیں ہے کہ خواجہ ابو علی احمد بن محمد الرودباری متوفی ۷۸۵ھ سے لوگوں نے کہا کہ کچھ لوگ راگ باجا سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے حلال ہے کیونکہ ہم اس درجے کو پہنچ گئے کہ ہم پر اختلاف ہو احوال کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور خواجہ صاحب نے فرمایا

”مٹاؤ وہ پہنچ تو گئے ہیں لیکن جہنم میں“

عہ فرودس

(۲) حسن علاء سنجری نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے سلطان المشائخ سے عرض کی کہ مزامیر سننے والوں سے میں تے دریافت کیا کہ تم نے مزامیر کیوں سننے تو انہوں نے کہا ہم سماع ہیں ایسے محو تھے کہ ہم کو خبر ہی نہ ہوئی کہ مزامیر میں بھی یا نہیں تو سلطان جی نے فرمایا۔
 ” یہ کوئی جواب نہیں ہے “

اسی سید العارفین کے پاس ایک رند قلندر آکر بیٹھ گیا اس وقت میر نور اللہ ایک درویش کامل بھی بیٹھے تھے کہیں سے مزامیر کی آواز آئی قلندر نے کہا جہاں مزامیر ہیں وہاں جانا چاہئے، میر نور اللہ نے کہا وہاں کیا ہے؟ قلندر نے کہا اللہ ہے میر صاحب کو غصہ آگیا اور قلندر کو پکڑ کر کہا چل خدا کو دکھا، اب قلندر صاحب سے پٹا گئے آخر سلطان العارفین نے اس کو میر صاحب سے چھڑایا۔

ہندوستان کے قدیم بزرگ بھی تلچ اور باجے کو جائز نہ سمجھتے تھے ربابیوں اور دھیماکانڈ میں رام چندر جی کا قول ہے۔ تلچ اور باجی سدا کا نشادہ (منوع) ہے، صرف انشور (جشن) میں بمشکل کچھ اجازت دی گئی ہے۔

سماع اولیاتے کرام

صوفیاء عظام اور اولیاتے کرام کے سماع کا طریقہ وہی تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ قرآن مجید سنا کرتے تھے اور اسی شوق میں اکثر بزرگوں نے بڑھاپے میں قرآن مجید حفظ کیا اور اکثر بزرگوار درس قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ کا مشغل رکھتے تھے، چنانچہ خواجہ اجیری اور خواجہ بختیار کاکی نے آخر عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔

شیخ احمد مجذہب صاحب سلسلہ خواجہ حمید الدین، ناگوری عصر کی نماز کے بعد تفسیر مدارک کا درس دیا کرتے تھے۔

خواجہ زکین الدین گنگوہی نے اپنے والد ماجد خواجہ عبدالقدوس گنگوہی ہشتی کے متعلق فرمایا ہے۔

” پدر بزرگوار من اولیا و برزخ تلاوت قرآن و تلیف و اشتغال و مسائل شرعی ہمیشہ مطلقاً کمر و بند نہ تھے۔“

عہ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام حصہ دوم صفحہ ۴۷۷

سلطان المشائخ نے فرمایا: "قرآن خواندن پر شعر گفتن غالب آید"۔
حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ سماع کی بہتر صورت
سماع کلام الہی ہے۔

بعض بزرگ کبھی کبھی حمد و نعت کی نظمیں بغیر مزامیر و قواعد موسیقی کسی معمر
آدمی سے سنتے تھے اس سے زیادہ ان کا کوئی سماع نہ تھا مگر محتاط بزرگوں کو اس پر
بھی اعتراض تھا لیکن اس قسم کے سماع سے بھی اولیائے کبار پرہیز کرتے تھے۔
خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ مجالس رقص و سرود میں شریک نہ ہوتے تھے۔
خواجہ جنید بغدادی جو تمام سلاسل کے امام ہیں سماع و وجد نہ کرتے تھے۔
سرخلقہ پشتیاں امام حسن بصری، خواجہ ابراہیم ادہم، خواجہ فصیل بن عیاض،
سماع کے مخالف تھے اسی طرح خواجہ معروف کرخی، خواجہ سلیمان داسانی، خواجہ احمد بن
ابی الجوابی اس سے پرہیز کرتے تھے، نام نہاد صوفیاء میں سماع و مزامیر کا رواج
ہوئے عوارف المعارف میں ہے۔

امام شافعی اس کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے اس کو زندیقوں نے
وضع کیا ہے تاکہ قرآن مجید میں دل نہ لگے،

پیر علی ہجویری داتا گنج بخش فرماتے ہیں،

"درین زباں گرو بے گمشدگان بہ سماع فاسقاں حاضر شوند و گویند کہ سماع از حق می
کنیم و فاسقاں از انکہ ایشان مرایشان را اندر آن موافقت کنند بر سماع کروں رفیق
و مجرب حریص تر شوند تا خود ایشان بلامک شوند۔"

خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے

"از سماع پرہیز کرتے و مریدان را بیزانداں و از تعلق بظاہر صورت می منع فرمودی"
حضرت مجدد الف ثانی صاحب فرماتے ہیں

"ہیں قسم سماع و رقص کہ دریں وقت شائع شدہ است و ایں نوع اجتماع کہ
دریں زمان متعارف گشتہ شک نیست کہ مضر محض است۔"

عوارف المعارف میں ہے، بعض صوفیہ کا قول ہے کہ تصوف صدق ہے

اور کل جہ اس میں کوئی چیز نزل و سہو کی نہ ملاؤ پس یہ اشارہ سماع سے بچتا ہے
علامہ فواد الفواد رحمۃ اللہ علیہ رسالہ سماع و رقص ص ۲۸۸ سے ص ۲۸۹ سقیمتہ الاولیاء میں کشف المحجوب ص ۲۸۸ سے اخبار الانبیاء
ص ۳۸۸ مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول ص ۳۸۸

اور پرہیز کرنے پر دلالت کرتا ہے

نام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ جس سماع سے دل کی اصلاح ہو سکتی ہے وہ کتاب اللہ کا سماع ہے لیکن بعض فرقوں نے اس سماع کو بھلا کر قصائد سننا شروع کر دیے تالیاں بجانے لگے اور الپنا شروع کر دیا جو کفار کے سیٹھی بجانے سے مشابہ ہے جس کی غلطی نہ مگر ائی بیان کی ہے

سلطان المشائخ اور بعض بزرگوں سے سماع کے جواز کے جو شرائط منقول ہیں اول تو ان میں بھی تردد ہے کہ ان کے فرمودہ ہیں یا کسی محرف کی کارستانی ہے دوسرے وہ شرائط آج کل قطعاً معدوم ہیں

۱) گانے والا مرد یا عورت نہ ہو، ۲) مزامیر نہ ہوں تالی نہ بجائی جائے، ۳) کلام زندانہ نہ ہو، ۴) سننے والا عام لوگوں میں سے نہ ہو، ۵) سننے والے میں خرابی نہ ہو، یعنی شہوت کا غلبہ نہ ہو، عین بہار جوانی کا زمانہ نہ ہو، ۶) پٹھنے والا بھی سمجھدار معمر اور نیک ہو، بعض بزرگوں نے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ سماع کو مباح قرار دیا ہے، موجودہ زمانے کی محافل سماع کو دیکھا جائے تو اس میں عورت اور مرد ہوتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، مزامیر ہوتے ہیں، زندانہ کلام ہوتا ہے عوام شریک ہوتے ہیں، اکثر ان جوان شریک ہوتے ہیں، اور گانے چنے بے علم ہوتے ہیں

”گانے والوں کے علم و فہم کا پہلا لطیفہ“

میں ایک دفعہ کایر گیا جمہرات کا دن تھا، قوالی ہو رہی تھی قوال گارما تھا،
”قننہ انگیزہ مشو کا کل مشکیں بکشا“ تاب نہ بچر نہ اردول دیوانہ ما،

صوفیوں کو وجد و حال آ رہا تھا کلام کی شدید غلطی پر نہ گانے والے آگاہ تھے نہ سننے والے، یہ شعر اس غزل کا ہے جو حضرت غوث شاہ پاک کی طرف منسوب ہے مصرعہ اول اس طرح ہے، ”قننہ انگیزہ مشو کا کل مشکیں بکشا۔“

دوسرا لطیفہ

بدایوں میں حضرت سلطان العارفین کا مزار زیارت گاہ خلعتی ہے، مزار و محفہ ندی کے پار ایک مختصر بن میں واقع ہے اس بن میں بندر کثرت سے ہیں نہر بن ان کو سلطان جی کے مہمان سمجھ کر خوب کھلاتے پلاتے ہیں، عرس کا زمانہ تھا قوالی علیہ قنوی ابن تیمیہ جلد اول ص ۱۵۵

ہو رہی تھی ایک صوفی صاحب کو حال آ رہا تھا سر و قد کھڑے ہوئے اضطرابی حرکات
کر رہے تھے، اس شعر پر وہ بند آ رہا تھا، قوال صحیح پڑھ رہا تھا،
”صنما رہ قلندر سزاوار من بنائی کہ دراز و دور دیدم رہ نہ رہم پارسائی
صوفی صاحب اچھل رہے تھے اور کود رہے تھے اور بار بار مصرعہ اولیٰ کی اسطرح
تکرار کر رہے تھے۔

صنم آ رہے گا بند

ہاں
صنم آ رہے گا بند

از ہو اور ہو
صنم آ رہے گا بند

پیغمبر الطیفہ

ایک رقاہ غزل گاہی تھی اس نے ایک شعر اس طرح پڑھا
باد آدم کے وجود پر وہ بال نہ تھا وہاں پہونچا کہ فرشتے کا بھی تقدور نہ تھا

یہ شعر خواجہ میر درد کی غزل کا ہے صحیح اسطرح ہے
باد و دیہ پر وہ بال نہ تھے آدم کے وہاں پہونچا کہ فرشتے کا بھی تقدور نہ تھا

یہ واقعہ نہ میر کے سامنے ہوا نہ میں نے بہ گوش خود سنا بلکہ یہ لطیفہ میں نے
مختلف اصحاب سے مختلف مقامات پر دہلی، آگرہ، کھنوا اور جمپور آبادکن میں سنا
ہے۔

جو نثر اٹھ جائے لکھے گئے ہیں ان کے ساتھ بعض لوگوں نے ساگ کو مباح قرار
دیا ہے مگر اکثر علماء نے ان کا رد کیا ہے۔

اس کو مذہبی رنگ دینا غلط ہے مذہبی موسیقی تو کوئی چیز ہی نہیں پھر جو چیز
مذہبی نہیں وہ غزلے روح یا روحانی ترقی یا تعلیم سلوک کا ذریعہ کیونکہ بن سکتی
ہے ایسی ہی موسیقی کے لئے امام ابن حرم ظاہری کا فتویٰ ہے کہ مذہبی موسیقی
حرام ہے اور غیر مذہبی مباح ہے۔ لیکن اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔
سماغ حرام بھی ہے اور حلال بھی جس نے نفس کے مشا بہہ شہوت

اور ہوا سے منادہ حرام ہے اور جس نے اس کو سہارے صفت پر لوندھی یا زوجہ سے
 منادہ مشتبه ہے اس لئے کہ لہو میں داخل ہے اور جس نے اسے ایسے شخص سے
 منادہ ایسے معانی کا منشا بدہ کرتا ہے اور اس کے تمام لوازمات حلال ہیں وہ سہارے ہے
 (عوارف المعارف ص ۲۳۳)

ابن جریر سے منقول ہے کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے
 پوچھا کہ قیامت کے روز راگ آپ کے حسنات میں داخل ہوگا یا منجات سیئات ہوگا
 فرمایا نہ حسنات میں شامل ہوگا نہ سیئات میں اس لئے کہ لغو کے مشابہ ہے (از حیات العلوم
 باب ہشتم)

خواجہ جنید بغدادی سے شیطان نے کہا میں روز قتلوں میں عسکریوں پر غالب
 ہو رہا ہوں ایک سماع کے وقت ایک کسی پر نظر کرنے کے وقت
 رسالہ آستانہ دہلی جولائی ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں رقم طراز ہے۔
 حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، کون و مکان کی تمام معلومات کو
 اغوش میں لئے ہوئے تھا حضور کو قیامت تک کے اعمال کی بھرپوری وہ جانتے تھے
 کہ اس دل آویز نغمہ سرائی سے مسلم دنیا بھی اسی طرح ڈگڈگ جائے گی جس طرح
 اور قومیں بہک گئیں۔ چنانچہ فقہ اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ رقص و سرود
 قنچہ و بزم پر پابندیاں عائد کیں، متقدمین اولیائے کرام نے پورے حزم و احتیاط
 کے ساتھ سماع کو غنائے روحانی پا کر اس کے ہوا کی راہیں تلاش کیں مگر جاوہر
 شریعت سے سر مو تجاوز کسی بزرگ نے نہ کیا، مخصوص اوقات پر خلوت خاص میں
 خوش گلو عابد و متقی افراد اولیائے کرام کو زور تہائی میں کچھ سناتے تھے، ہندوستان
 میں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں سماع کی ترویج خاندان عالیہ سہروردیہ کے بزرگ عظیم
 خواجہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق روحانی کی مرہون مذمت
 ہے۔

آگے لکھتے ہیں

کہ جب قاضی صاحب ایمان سے دہلی آ رہے تھے تو راستہ میں ایک خوش
 الحان پرند کی آواز سن کر بے ہوش ہو گئے عجب ہوش آیا تو حضرت نے فرمایا کہ (پند)

نے کہا حمید الدین ارج تم نے سماع سناؤ لگے اولیاء اللہ نے بھی سماع سنا ہے یہ الفاظ گویا سماع سننے کی اجازت پر محمول تھے۔

یہ روایت بھی اسی قسم کی ہے جیسی اولیائے کرام تذکروں میں بہت سی بے سرو پا حکایتیں ہیں اس روایت پر رد اعتراض بھی وارد ہوتے ہیں، قاضی حمید الدین خواجہ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے جو خواجہ اجمیری کے ہم عصر تھے ان سے پہلے خواجہ اجمیری تک ہندوستان میں اور چشتیوں میں سماع تھا یہاں گویا ساتویں صدی ہجری کے نصف کے قریب شروع ہوا چونکہ قرونِ ثلاثہ سے باہر ہے اس لئے صریح بدعت ہے دوسرے یہ کہ آیت محمدی کے لئے خضر علیہ السلام کو جن کے وجود اور نبوت ہی میں اختلاف ہے فتویٰ دینے کا کیا حق ہے اور ان کی اجازت و فتویٰ کیونکر نافذ ہو سکتا ہے۔

آخر میں مروجہ قوالی کے متعلق لکھتے ہیں زمانہ موجودہ میں جو قوالی رائج ہے اور جس کو محض گرمی محفل کا سامان یا تفریح و باغ کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے اس میں اور اس میں (قدیم سماع میں) زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دہلی میں ایک بزرگ صوفی صابری علی شاہ چشتی تھے وہ گانا سنا کرتے تھے جب ان کا وقت آخر ہوا تو حضرت شاہ اسحاق صاحب کو بلایا اور کہا سب کو معلوم ہے کہ میں گانا بغیر مزامیر کے سنتا تھا مگر یہ جائز نہیں اسلئے آپ میرا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے مجھے خالقہ میں تشہیر کیجئے یہ امر میں نے اس لئے تجویز کیا ہے کہ مرید پیروں کے افعال کو سند پکڑتے ہیں ممکن ہے کہ میرے بعد میرے مرید گانا سنیں لہذا ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ جائز نہیں اور میں نے گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا ہے۔

رسالہ الصدیق ملتان بابت ماہ فروری ۱۹۵۶ء رقم طراز ہے :-

مروجہ قوالی کے متعلق صوفیوں کے بعض دلائل

”بعض صوفی رسول کریم کے اشعار سننے سے سماع پر استدلال کرتے ہیں

لیکن اس میں اور قوالی میں زمین و آسمان کا فرق ہے معمولی طور پر شعر سننا اور بات ہے اور باقاعدہ موسیقی سننا اور چیز ہے، چنانچہ عوارف و المعارف میں بھی خواجہ

صاحب نے یہی لکھا ہے۔

رسول کریم ص ب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو چند لڑکیاں گاتی ہوئی آئیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الواع

آپ نے ان سے کچھ نہیں فرمایا اس لئے کہ ان کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں لڑکیوں کا گانا، بقاعدہ موسیقی گانا نہیں۔
یا حضور نے ایک شادی کے موقع پر عورتوں سے کہا گاؤ یہ راقیات ابدا علی عہد کے ہیں جب تک بعض ناجائز امور مثل سود وغیرہ گے رائج تھے بعد کو ان کی تحریرت کا حکم ہوا اس لئے آخر زمانے کی احادیث واجب العمل ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس چند لڑکیاں آئیں وہ گانے لگیں، حضور تشریف لائے، بیٹھ گئے اور اس طریت سے منہ پیر لپٹا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے مجھے طریت کو کہا کہ شیطان آلاست اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضور نے فرمایا ان کو چھوڑ دو۔ میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا وہ چلی گئیں۔

اسی روایت سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے لیکن اس کا معاملہ بھی یہ دیا جاتا ہے سابقہ کا سامنے اور اس دلیل سے کہ حضرت ابوبکر کا امور شیطان فرمایا انھیں قہری رہے۔

الاسماعیل صلیح لا ھلہ، یا اسی مضمون کے اور کتابوں کو حدیث کہاجاتا ہے یہ حدیث شریف نہیں ہے بلکہ یہ قول امام غزالی کی طریت منسوب ہے جو کسی تخریف کر سنے والے کی کارگزاری معلوم ہوتی ہے اور اگر یہ قول صحیح طور پر امام غزالی کا ہی ثابت ہو جائے، تو وہی کہتا ہوں کہ امام صاحب کی مراد سماع کلام الہی ہے، صرف موسیقی وغیرہ پر مزامیر کے کسی عمدہ کلام کا سننا روا ہو سکتا ہے، مروجہ قرانی جواز اس سے ثابت نہیں ہوتا اس کے علاوہ امام غزالی شافعی المذہب تھے جب ان کے مذہب کے مجتہد متعلق یعنی امام شافعی کا فتویٰ موسیقی مع المزامیر کے خلاف ہے تو امام غزالی کا قول قابل عمل اور صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن زہیر کا قصیدہ سنا اور ان کو چاروی صوفی اس سے دیلیں پکڑتے ہیں کہ گانا سننا جائز ہے اور قوال کو کچھ دینا بھی ضروری ہے حالانکہ کعب بن زہیر قوال نہ تھے ان کا بقاعدہ موسیقی پر حصہ مذکور نہیں ہاں اس روایت سے شعر کا سننا اور شاعر کو انعام دینا ثابت ہوتا ہے۔

علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنے تذکرہ شعراء میں شعر گوئی کے جواز میں کئی روایتیں نقل کی ہیں حضور کا شعر سننا اور صحابہ کا شعر کہنا ثابت ہے اس سے کسی کو کمال کا نہیں باقی اور روایات نہایت ضعیف ہیں، ایک روایت حضرت جابر سے ہے کہ حضور نے اشعار سننے اور اشکبار ہوئے اس روایت کو بحوالہ دلائل پہنچا نقل کیا ہے، مگر میں دعوی کرتا ہوں کہ یہ روایت کتاب مذکور میں نہیں ہے امام نقشبندی کی کتاب میں بھی کسی تحریف کرنے والے نے یہ لکھ دیا ہے کہ امام مالک سے ثابت نہیں امام مالک کی روایت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

صوفی کہتے ہیں کہ مسجد نبوی میں حبشی نابھے اور انہوں نے گانا گایا حضور نے یہ ناچ خود بھی ملاحظہ فرمایا اور ام المومنین عائشہؓ کو بھی دکھایا، یہ دلیل قصور فہم پر دلالت کرتی ہے حبشی ناچتے نہ تھے بلکہ وہ لکڑی کے کرتب دکھاتے اور پیٹتے بدستے تھے یہ لوگ گانے بھی نہ تھے بلکہ رجز پڑھتے تھے امام ادراسی نے فرمایا یہی جو لوگ رقص و سرود کے فریقہ ہیں اور صوفی ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور جو لوگ ان کا اقتدار کرتے ہیں یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ حدیث جس میں حبشیوں کے مسجد میں ناچنے کا ذکر ہے وہ اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ مسجد میں ناچنا اور سجانا جائز ہے حالانکہ یہ فاش غلطی ہے۔

اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ سماع مباح ہے تب بھی صوفی کو اس کا سننا جائز نہیں کیونکہ خواجہ ابو حمزہ محمد ابراہیمؒ نے صوفی کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ مومن کامل ہوتا ہے اور مومن کی کسفت قرآن مجید میں ہے کہ وہ خود سے پچتا ہے اور شیخ حمیرج جو سماع کی اجازت دیتے تھے وہ خود اس کو لغو کہتے تھے لہذا صوفی کے لئے سماع سننا جائز نہیں ہو سکتا۔

اثنہ کا قول ہے جب کسی امر میں تردد ہو کہ یہ سنت ہے یا بدعت تو اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔

کو ترک کر دینا چاہئے۔ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں، ورع و تقویٰ کا مد نظر رکھنا اسلام کے اصلی مقاصد اور بڑی ضروریات سے ہے جس کا مدار محرمات سے بچنے پر ہے مگر یہ کامل طور پر اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے اور بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کی جائے کیونکہ مباحات کے اختیاب کرنے میں باگ کا ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔

خواجہ ابو عبد اللہ ترمذی ^{۳۸۰} فرماتے ہیں
صوفی زہد نفس سے ہوتا ہے

ایسا ہی خواجہ معروف کرخی اور خواجہ جامی نے فرمایا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ زہد کس کو کہتے ہیں

خواجہ یوسف اسباطی ^{۱۹۶} فرماتے ہیں،

شبہات سے بچنا اور نیک و بد میں تمیز کرنا زہد ہے

خواجہ بشر حافی ^{۲۲۷} فرماتے ہیں، زہد وہ ہے کہ شبہات سے بالکل پاک

ہو، خواجہ ابو بکر کنانی ^{۳۲۳} کا یہ قول باب الکلمات میں نقل کیا جا چکا ہے کہ زہد وہ

ہے جس میں کسی امام کو اختلاف نہ ہو لہذا سماع اگر مباح بھی ہو تب بھی صوفی کو اس

سے بچنا چاہئے کیونکہ اس کے مشتبہ ہونے میں تو شک ہی نہیں اور اس کو کسی

بھی امام نے جائز قرار نہیں دیا لہذا صوفی کو اس سے پرہیز لازم ہے رسالہ الی

الروح میں ہے، غنا سے پرہیز رکھو کہ یہ مختلف فیہ ہے، ایک فریق نے اس کو

حرام قرار دیا ہے اور دوسرے نے مباح، حرام کا ترک لازم ہے اور مباح

کے ترک سے گناہ نہیں ہوتا لہذا ثواب احتیاط میں ہے۔

حدیث شریف میں ہے الورع الذی یقف عند الشبهة پرہیزگار

وہ ہے کہ مشتبہ سے بچے نا جائز امور میں مبتلا ہونے کے خوف سے جائز کو

ترک کر دے

روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے اور

حرام بھی ظاہر ہے ان دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جو شخص شبہ کی چیزوں

علہ بدرای مت ترمذی

سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچا لیا مگر جو شہادت میں مبتلا ہو گا وہ حرام میں
مبتلا ہو کر رہے گا (متفق علیہ)

ناج

رندھیلوں اور کھیلوں کا رقص بھی عرس کے موقع پر مزارات پر ہوتا ہے اگرچہ
سابقہ بیانات سے اس کی بھی کافی تردید ہو چکی ہے لیکن چند روایات اس کے متعلق
اور لکھی جاتی ہیں۔

۱۱) ناپیتنے والوں پر خدا لعنت کیا ہے

۱۲) عورت پر نظر کرنے والے پر خدا کی لعنت ہے

۱۳) وہی جس نے رندھی کا گانا سنا اس کے کانوں میں پگھلی ہوئی قلعی قیامت کے
دن ڈالی جائے گی

۱۴) مرد کو عورت کے اور عورت کو مرد کے گانے کی آواز سننا منع ہے

عذر گناہ تراز گناہ

بعض صوفی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے پیر کو قوالی سنتے دیکھا ہے اس
لئے سنتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہمارے پیر نے ہمیں حکم دیا ہے کہ قوالی سنا
کرو۔

قرآن مجید میں چند جگہ ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
بیت پرستوں سے بت پرستی چھوڑنے کیلئے کہا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے
اپنے بڑے بڑے اور باپ دادوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے

پیر کی تقلید میں قوالی کو جائز قرار دینے والوں کی بھی ایسی ہی مثال ہے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ گناہ کرنے میں
کسی کی اطاعت نہیں چاہیے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ولی سے خطا بھی سرزد ہوتی ہے
غیر خواجہ جملہ دہلوی وغیرہ کے اقوال سے ثابت ہو چکا ہے کہ امر غیر مشروع میں پیر
کی تقلید نہ چاہیے، عمل کتاب و سنت پر ہونا چاہیے۔

سماع کا مشاہدہ

پیرا تہ یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سلطان المشائخ عالم محدث اور اولیائے کبار
علہ بخاری علیہم فروز ہیں۔ یہ عقیدہ انہیں ان کے ابن عسا کر عہد فرودس

ہیں سے تھے اور شیعہ شریعت تھے انہیں سماع کا شوق تھا مگر ان کا سماع کیا تھا کہ
 وہ معمر غارفانہ کلام کا تھا نہ تالی بجاتا تھا نہ مزامیر ہوتے تھے امر و اور عورت کا گانا اور
 مزامیر حضرت نے کبھی نہیں سنے۔ لیکن خواجه حسن نظامی نے ایک کتاب چشتی اور لباء
 نامہ المعروف بہ نظامی بنسری شائع کی ہے یہ ایک فارسی کتاب چہل روزہ کا
 ترجمہ ہے جو سلطان المشائخ کے ایک مرید احمد ایاز کی طرف منسوب ہے۔

اس میں ص ۸۳ پر سماع کے متعلق سلطان المشائخ، مفتی اعظم اور شیخ زادہ فرجام
 کا مناظرہ درج ہے جو سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں ہوا تھا اس مناظرہ
 کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ زادہ فرجام جو حکومت کی جانب سے مناظر
 تھا وہ ایسا جاہل تھا کہ اس سے سلطان جی نے سماع کے معنی دریافت کیے تو وہ نہ
 بتا سکا اور سلطان جی بھی کچھ صاحب علم نہ تھے کیونکہ جو دلائل انہوں نے پیش کیے
 وہ ایسے ہیں کہ حدیث و فقہ کے تاراقص آدمی ہی انہیں نہ بان پرلا سکتا ہے،
 مفتی اعظم نے سلطان جی سے بہت اچھا سوال کیا تھا مگر سلطان جی اسے متباہ کر کے
 اب ہم دونوں کی گفتگو لکھتے ہیں

مفتی: سلطان جی سے کیا آپ حنفی ہیں؟

سلطان جی: میں ابو حنیفہ کی تقلید کرتا ہوں اور حنفی ہوں

مفتی: آپ گانا سنتے ہیں؟

سلطان جی: ہاں سنتا ہوں

مفتی: کیا اس میں مزامیری ہوتے ہیں؟

سلطان جی: کبھی ہوتے ہیں کبھی نہیں ہوتے

مفتی: کوئی دلیل آپ کے پاس اس کے ہوانہ کی ہے؟

سلطان جی: بخاری شریف میں حدیث ہے آنحضرت کے سامنے مدینہ کی

رہکیاں دف بجایا کر گارہی تھیں آنحضرت سنتے رہے عمرواں آگئے انہوں نے بڑکیوں

کو گانے سے روکا تو آنحضرت نے فرمایا ان بڑکیوں کو گانے بجانے سے نہ روکو آج

ان کی عید کا دن ہے۔

مفتی: تم کو حدیث سے کیا کام تم حنفی ہو ابو حنیفہ کا قول پیش کرو

سلطان جی : میں رسول کا قول پیش کر رہا ہوں تم ابو حنیفہ امتی کا قول طلب

کرتے ہو ابو حنیفہ کون تھے جن کا قول رسول کے مقابلہ میں پیش کروں

لڑکیوں کے گانے اور سماع میں زمین آسمان : فرق ہے لڑکیوں بچوں کا گانا تو گھر گھر ملے

سب سنتے ہیں سے سماع سے کیا نسبت ؟ علاوہ ازیں اگر سماع جائز ہوتا تو حضرت عمر

نہ روکتے عمر کا حضور کے سامنے روکنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ گانا جائز نہیں اگر جائز

ہوتا تو حضور یہ فرماتے کہ عمر امر جائز کو کیوں منع کرتے ہو ؟ اس سے صرف بچوں کے

بے قاعدہ طور پر کسی خوشی کے دن گانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے کیونکہ بچوں پر

عمل احکام میں سختی نہیں ہے اور وہ بعض امور سے مستثنیٰ ہیں یعنی عید وغیرہ کے

موقع پر وہ گانے کی جگہ پر ہوتی ہے جو امام ابو حنیفہ کا قول طلب کیا تھا وہ ایک اصولی

بات تھی اور سلطان جی کا حدیث کو پیش کرنا صحیح نہ تھا اس لئے کہ لڑکیوں کا گانا جیسا

کہ ہم نے لکھا ہے قابل سند و لائق تذکرہ نہیں اس کے علاوہ یہ واقعہ ابتدائے

عہد رسالت کا ہے۔ ابتدائی عہد میں بعض ناجائز باتیں رائج تھیں، چنانچہ مدینہ

میں حضور کے عہد میں شراب بھی پی گئی مگر بعد کو حرام قرار دی گئی اسی لئے جنہد میں

نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ آخر زمانے کی حدیثوں سے استنباط مسائل کیا جائے

ائمہ نے احکام و عبادات کے متعلق کوئی حدیث نہیں چھوڑی اور سب کے اصول

استنباط قرار دیئے اس لئے فقہاء کے قول کی ضرورت ہے بالخصوص اس شخص کے لئے

جو کسی امام کا مقلد ہو افسوس ہے کہ سلطان جی کو اس قدر علم بھی نہ تھا کہ اس معمولی اصول

سے بھی واقف ہوتے

اس مناظرہ میں سلطان جی نے اپنے آپ کو مقلد اور حنفی بتایا ہے لیکن اسی

کتاب کے صفحہ ۲۸۷ پر لکھا ہے کہ سلطان جی امام کے پیچھے مقتدی ہونے کی حالت

میں الجھ پڑھتے تھے امام ابو حنیفہ کے یہاں یہ جائز نہیں اس لئے یا تو سلطان جی نے

باطل صحیح نہیں کی کہ وہ مقلد و حنفی ہیں یا وہ مذہب حنفی کے اس مسئلہ سے واقف

نہ تھے بہر حال یہ مناظرہ سلطان جی کی علمیت و معلومات کے متعلق اچھا خیال

قائم نہیں ہونے دیتا۔

حسن نظامی ص ۳۰۳ پر لکھتے ہیں کہ سیر الاولیاء اور فواد الفواد میں جو یہ مذکور ہے

کہ سلطان جی سے کسی نے کہا آپ کے فلاں مرید نے مجلسِ سماع منعقد کی اس میں مزامیر تھے تو سلطان جی نے فرمایا میں نے انہیں منع کیا تھا، اس واقعہ کو لکھ کر حسن نظامی لکھتے ہیں۔

”اس سے وہابی اور گانے کے منکر سند لیتے ہیں۔“

آگے لکھتے ہیں کہ سلطان جی کا یہ حکم سیاسی حالات بھی وجہ سے تھا کیونکہ حکومت مخالف تھی آگے لکھتے ہیں۔

جب تک کسی حکومت نے حضرت کے سماع کے خلاف گانا روکنے کا شاہسی حکم جاری نہیں کیا تھا تو اس وقت تک حضرت اپنے بزرگوں کے دستور اور رواج کے موافق گانا سنتے تھے اور اس گانے میں باجے بھی یقیناً ہوتے ہوں گے کیونکہ یہ چیز حضرت کے مرشد حضرت شیخ العالم بابا فرید گنج شکر اور حضرت کے دادا پیر حضرت خواجہ قطب صاحب اور حضرت کے پردادا کے یہاں تھی حضرت خواجہ صاحب اجمیری کے تذکروں سے ثابت ہے کہ وہ سب مزامیر یعنی باجوں کے ساتھ گانا سنتے تھے۔

غالباً درباری مناظرہ کے بعد حضرت نے اپنے مریدوں کو یہ حکم دیا ہو گا کہ وہ مزامیر کے ساتھ گانا نہ سنیں چنانچہ سیرالاولیاء میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے وہاں یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت نے عورتوں اور اردو اس گانا سننے سے بھی منع فرمایا تھا پس ظاہر ہوا کہ یہ ممانعت ایک وقتی ضرورت تھی اور وقتی مصلحت کے سبب سے تھی۔“

اس عبارت میں نظامی صاحب نے ہونگے اور ہوگا الفاظ اکھٹے ہیں مسائل و عقائد کا فیصلہ مشتبہ الفاظ نہیں ہوتا یقیناً کئی بار ہوتا ہے۔ علاوہ میں سیرالاولیاء کی عبارت سے کہیں یہ مصلحت ظاہر نہیں ہوتی۔

حکومت کے کسی ایسے حکم کا نظامی صاحب نے حوالہ نہیں دیا جس سے ثابت ہو کہ سلطان جی مجلسِ سماع منعقد نہیں اس کے علاوہ سلطان جی کا مزامیر کو منع کرنا اگر برہمائے مصلحت ہوتا تو سماع کو منع کرتے کیونکہ جھگڑا تو اسی پر تھا صرف مزامیر پر نہ تھا اس لئے صرف مزامیر سے منع کرنا ثابت کرتا ہے کہ حضرت مزامیر

کو جاننے ہی نہ سمجھنے تھے۔ مصلحت وقت کا دخل اس لئے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ سلطان
جی نے بڑی بہادری سے مقابلہ فرمایا اور اپنے مریدوں کو بھی بہادری پر
آمادہ کیا۔

صفت پر لکھتے ہیں :-

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس دنیا کے جفا و فاکویر و اشت کرنا اور اپنے
ہمراہوں کے مسلک پر مضبوطی سے ثابت قدم رہنا۔

ہم کو اپنے ہمراہوں کی تقلید کافی ہے جو سب گانا سنتے تھے اور عام مجلس
میں ساجوں کے ساتھ سنتے تھے قرآن مجید میں کوئی مخالفت گانا سننے کی نہیں ہے۔
ایسی نصیحت اور ایسے بہادرانہ عزم کے مقابلہ میں کون ایسی عقل نظامی صاحب
کی مصلحت وقت کو تسلیم کرے گا۔ سلطان جی نے جو یہ فرمایا کہ قرآن میں گانا سننے
کی مخالفت نہیں، شاید حضرت (ابو الحدیث) کے معنی و تفسیر سے آگاہ نہ ہوں گے۔
فائدہ یہ خاندان کے ہمراہوں کو قوالی سے ایسی نفرت تھی کہ ایک روایت
میں ہے خواجہ قطب الدین بینا وال شہید کے مزار کے قریب ایک قوال کے
لڑکے کو قاضی شہر نے دفن کر دیا۔

حضرت نے اپنی کرامت کے زور سے اس کی لاش قبر سے نکال کر دوپٹے کی
اسی طرح کٹی بار اس کو دفن کیا گیا مگر برابر اسے آپ نے پھینک دیا پھر قاضی صاحب
بسیہ عتاب مہڑا کہ وہ معزول ہو گئے وہ اپنی بھائی کی کوشش میں رہی گئے اور
وہاں ایک خانہ جنگی میں مارے گئے۔

شہزادہ احمد خورشیدی لکھتے ہیں صاحب میرزا قطاب ذکر کرتے ہیں کہ خیرستان
میں قاضی حمید الدین ناگوری سہروردی ثم چشتی سے سماع کا تدریج سنے اور یہ
سند لگاتے ہیں کہ حضرت خواجہ عثمان فاروقی سماع سے باز رکھتے تھے ایک
روز مریدوں نے عرض کی کہ خدمت آپ کو اللہ نے فوت و نصرت عطا کی ہے
آپ سماع کیوں نہیں سنتے آپ نے فرمایا ہندوستان میں قاضی حمید الدین
ناگوری علم شریعت و فرائض پیش شمع ہو گا بنائے سماع اس سے ہوگی آگے
سہروردی ہو گا ان کے سلسلہ میں سماع منع ہے مگر وہ بنا کیے گا تاکہ چشتیوں

کی قدر معلوم ہو۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ عثمان سماع سنتے سے منع کرتے تھے تو آپ کے مرید خواجہ اجیر کی سنت میر کے خلافت کیوں کیا ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب سے پہلے مشائخ میں سماع نہ تھا لہذا خواجہ اجیر کی سماع سنتنے کے متعلق جو روایتیں ہیں وہ سب غلط ہیں اور خواجہ نظامی نے جو خواجگان کبار کے متعلق لکھا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ خواجہ اجیر کی کے حالات ان کی وفات سے کئی صدیوں کے بعد لکھے گئے ہیں لیکن ان کے کسی قیدیہ تذکرے میں قویٰ کا ذکر نہیں خواجہ بختیار کاکی اقوال میں انتقال ہونا بھی غلط ہے کیونکہ ہندوستان میں سماع کا رواج ان کے بعد ہوا اور ان سب کا سماع سننا پیرانِ عظام کے سلسلے اور ارشاد کے خلاف ہے۔

شہید الزام

سماع غزلے روح ہے، سماع سے دل پر عشق الہی پیدا ہوتا ہے، سماع اس قدر ضروری ہے کہ جب معنی بستی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو ناز و نہ و غیرہ تمام نکال دینا شرعی ہے آزاد ہو جاتا ہے مگر سماع کی عبادت اس کے باقی رہ جاتی ہے سماع خدا کی اعلیٰ علامت اور بہترین ذریعہ ہے۔

لیکن جب ہم قرآن مجید کو دیکھتے ہیں جو خدا کی کتاب ہے جس میں خداوند کریم نے اپنے تقریب کے حاصل کرنے کی تمام تدبیریں اور قواعد بنائے ہیں تو اس خاص الخاص عبادت کا جو روحانی ترقی اور تقرب الہی حاصل کرنے کا اعلیٰ ذریعہ ہے یہ ذکر نہیں، اگر یہ ایسی ہی مفید چیز تھی تو اس کا بڑے غنڈہ و مد سے حمایت صاف الفاظ و عبادت میں ذکر ہونا چاہیے تھا اور تاکید اکید کے ساتھ اس پر انسان کو متوجہ کرنے کی ضرورت تھی لیکن خداوند کریم نے اس اعلیٰ ہدایت و عبادت کے احکام سے انسانی کو محروم رکھا۔ اس کو کیا کہنا چاہیے۔

رسول کریم نے نماز اور روزہ اور صدقہ و زکوٰۃ کے متعلق متعدد بار وعظ و نصح کیا اور خدا سے ان کو حکم بھی تھا کہ تم تمام باتوں کو خوب کھول کر بیان کرو اور اپنی طرح بتاؤ مگر اس غزلے روح کے متعلق ایک دفعہ بھی ہدایت نہ فرمائی اور اس کو تعلیم

کہ پردہ خفا میں چھوڑا اس کو کیا کہنا چاہیے۔

معلوم نہیں کہ صحابہ کی کیا فطرت تھی اور ان کو اس غلطی سے روح سے کیوں
عذر دیا تھی کہ معمولی معمولی باتوں کے لئے تو دس دس بیس بیس حدیثیں سن گئے
اور ان پر عمل کر گئے مگر اس تعلیم لطیف کے متعلق سکوت بھی نہ کیا اور انہی
خدمت کر گئے ہیں ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ اور دیگر بزرگان خیر القرون
نے کیا اس کو کیا کہنا چاہیے۔

ائمہ مجتہدین نے ہر قسم کی حدیثیں پس بال کی کھال نکالی اور رسول و
تابعین و تبع تابعین کے کسی ادنیٰ قول و فعل کو بھی نہ چھوڑا مگر اس معراج ترقی
کے ذریعہ کو توڑ گئے امت مرحومہ پر روحانی ترقی کا راستہ مسدود کر گئے، اس کو کیا کہنا
چاہیے۔

خواجہ فضیل بن عیاض سر حلقہ پیشینہ، خواجہ حفید احمد اوی حمد تمام سلاسل
طریقت کے سر حلقہ ہیں اور بڑے بڑے اولیائے کرام کو کیا ہو گیا تھا جو اس امر خیر کی
مذمت کر گئے اور لوگوں کو اس سے روک گئے۔ اس کو کیا کہنا چاہیے
غور کرو اور سوچو کہ اس کو عبادت اور خیر قرار دینے میں کس کس پر الزامات
عائد ہوتے ہیں اس سے تو اسلام کی تمام عمارت درہم برہم ہوتی جاتی ہے۔

سماع نقص کی دلیل ہے

سماع کے متعلق اکثر نے لکھا ہے کہ بعض اوقات بزرگوں کو قبض ہو جاتا ہے تو
سماع سے الشرح ہو جاتا ہے اور لبط کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔
بعض اسی شخص کو زیادہ ہوتا ہے جس میں نقص زیادہ ہوتا ہے کا طبی کو اس
سے بظاہر و نادری سابقہ ہوتا ہے۔

ایک بیان

بعض صوفی کہتے ہیں کہ اگر وہ غور و غور نہ کر لیں اور ان کا ناچ گانا سنا جائے
لیکن چنگ نہ ہم اس سے رجوع الی اللہ کا قصد رکھتے ہیں اس لئے اس میں کچھ حرج
نہیں، یہ بہانہ ہے علم ہی کر سکتا ہے اہل علم ایسی بات کو زبان پر نہیں لا سکتا،
کیونکہ رسول کریم نے فرمایا ہے۔

” جس کسی معصیت کے ذریعہ سے کسی امر خیر کا قصد کیا گھا تو اس کی توقع دور تر اور اس کا اندیشہ نزدیک تر ہے “ (جبلہ عن انس)

وجہ و حال

راج کل وجہ و حال کی کیفیت یہ ہے کہ قوالی کی مجلس منعقد ہوتی ہے، چند گانے و اسے بقاعدہ موسیقی، آواز ملا کر غزلیں گاتے ہیں جن میں اکثر شراب و کباب، حسن و عشق پیر مغال اور مرغ بچہ کا ذکر ہوتا ہے گانے والوں میں امر بھی ہو سکتا ہے اور عورتیں بھی ہتالیاں بجاتے ہیں، عزرائیر طبلہ، دھولک، سارنگی اور مار موہنم وغیرہ ہوتے ہیں۔

سننے والے نعرے لگاتے ہیں، لوٹتے ہیں، روتے ہیں اور ناچتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی صورت صوفیائے متقدمین کی نقل لیکن صوفیائے کرام میں مستند اقوال سے اس کا رد واج ثابت نہیں ہوتا بلکہ انہوں نے اس کی مذمت کی ہے جن کتابوں اور روایتوں سے ان امور کے متعلق کچھ گنجائش پیدا ہوتی ہے ان کا حال ہم بیان کر چکے ہیں ان میں سے ایک بھی قابل توجہ نہیں اور ان میں ذرہ بھر بھی صحت کا نشا نہ نہیں، ایک صحیح حدیث ہے جس سے وجہ و حال بدستور لال کیا جاتا ہے لیکن حدیث کے بیان اور وجہ و حال میں زمین و آسمان کا فرق ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول کریم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ قرآن سناؤ میں نے عرض کیا کہ آپ پر تو نازل ہوا ہے میں آپ کو کیا سناؤں، آپ نے فرمایا میں اس کے سینے کو دوسرے رکھتا ہوں میں نے قرآن پڑھا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

اس حدیث میں صرف سماع قرآن کا ذکر ہے کہ آپ کی آنکھیں پر نم ہو گئیں اور قرآن مجید سے بھی اسی قدر کیفیت کا ثبوت ملتا ہے جب سنتے ہیں جو کچھ رسول بہا تھا ہے تو دیکھئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

لعل ہر گز سے ()

دندانہ غزلوں، لڑنے پینے پیچنے چلنے، اچھلنے کودنے، ناچنے اور میٹکنے کا کہیں ذکر اور پتہ نہیں، سماع کلام الہی اور اس سے اس قدر متاثر ہونے کو کوئی منع ملے سورہ مائدہ پارہ ہفتم

نہیں کرتا بلکہ یہ امر متحسین ہے سماع کے بیان میں یہ بات لکھ چکے ہیں اس سے زیادہ کفایت نہ صحابہ میں ہوئی نہ تابعین و تبع تابعین میں ہوئی۔

حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جب سلف (صحابہ) میں قرآن پڑھا جاتا تھا تو نہ کوئی بے عرق ہو کر نہ ہوتا نہ جھٹکا بلکہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک عراقی کو دیکھا کہ وہ گرتا پڑتا اور روتے تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ قرآن یاد کر خدا سنتا ہے تو گرتا پڑتا اور روتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں ہم اللہ سے ڈرتے ہیں مگر گرتے نہیں پڑتے نہیں شیطان اس کے پیٹ میں لپیٹ لیا کرتا ہے۔

امام حسن بصریؒ، امام سلسلہ چشتیہ کا ایک مرید جب قرآن سنتا زمین پر گر پڑتا حضرت نے فرمایا یہ جو کر رہا ہے اگر عاقبت بہ کمال نہ کر سکے تو تو جہنمی ہے اور اگر بچے یہ نہیں ہو سکتا تو تو نے ہم کو دس نرل پیچھے چھوڑ دیا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ شیطان سے بچے۔

امام عبدالوہاب شہرانیؒ نے صوفیوں کی علامات میں لکھا ہے کہ وہ حرکات ظاہریہ جیسے خشوع و خضوع، نماز میں کانپنے کھدھوں کو ہلانے اور سرنگوں ہونے وغیرہ مستحب ہیں کرتے ہیں اور اندرون حالت کو چھپاتے ہیں حضرت مجید بغدادیؒ جو تمام سلاسل طریقت کے سر حلقہ ہیں ان کے متعلق سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔

”حضرت شیخ سماع و وجد ہر گز نمی فرمودند و لفظ ہر و ملن بہ شرع شریفہ اور شہد ہر و نقل است کہ روز سے سخن میگفتند مرید سے نعرہ نہ آوے ہزاراں منع کردند و فرمودند اگر بادیہ گر نعرہ نہ آوے ترا بھور گردانم“

حضرت حافظ عبدالرحمن صاحب پنجابی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت حاجی امجد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص نے نعرہ مارا اور گریہ کرنے لگا، راقم سطور اس وقت حاضر تھا حضرت کو بیعت ناگوار نہ آئی اور ان سے فرمایا کہ براہ کرم بھرے یہاں یہ حرکت نہ کیجیے۔

اس قسم کی حرکات کا سراغ گمراہ فرقوں میں پھلتا ہے حضرت مجدد العین ثانی علیہ الرحمۃ العارف حضرت تذکرۃ الاولیاء علیہ السلام والہم القدوس

فرماتے ہیں علیہ

”حولیہ فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا اجسام میں حلول کر جاتا ہے اسی لئے یہ لوگ غریبوں کا دیکھنا جائز کیا عین عبادت سمجھتے ہیں اور کسی بھی آواز پر خواہ مخواہ وجد کرنے لگتے ہیں“

شیخ ابن جوزی محدث شافعی فرقہ اجمیریہ کے متعلق لکھا ہے علیہ

”یہ لوگ بہت ہمت اور گمراہ ہیں۔ زیادہ عابد بننے میں، عشق ظاہر کرتے ہیں، لوگوں اور غریبوں کا گانا سنتے ہیں، وجد کرتے ہیں، بعض بے ہوش ہو جاتے ہیں اور بعض مریضی جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ عشق الہی کا نتیجہ ہے“

حضرت خواجہ جنید بغدادی، خواجہ زوالنون مصری، خواجہ سیل تستری اور دیگر بزرگان مقدس کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ باد صوبح ملت ذکر الہی ان کی ظاہر روح نے نفس غصری کو چھوڑنے لگے پچھلے پر کسی ولی کی موت واقع نہیں ہوئی اور حق یہ ہے کہ خانہ توحید ہی کے ذکر و نام پر ہر معتبر خواہ کوئی ہو، بزرگانِ مسلمہ چشتیہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بنتیار کاکل، خلیفہ حضرت خواجہ اجمیری کے متعلق مشہور ہے کہ یہی حالت سیاح و فانی پائی۔ لیکن یہ روایت بھی اور روایات کے مانند خانہ سالار سے اس کو مختلف تذکرہ نویسوں نے اس قدر اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس پر کوئی دانش مند یقین نہیں کر سکتا، حضرت کے واقعہ وفات کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

”ایک دن شیخ علی سجری کی خانقاہ میں جو حضرت خواجہ کے مخصوص مخلصین میں تھے محفل سیاح منعقد ہوئی حضرت خواجہ بھی تشریف لے گئے، احوال یہ جس وقت حضرت احمد جام کا یہ فہر شہا۔

کشت گمان خیر تسلیم را
ہر زبان از غیب زنگر است

تو حضرت خواجہ نے اس شعر کی اپنی زبان مبارک سے تکرار کی اور بیچوش ہو گئے لوگوں نے بے چوشی کی حالت میں تسبیح حسوس کی تو آپ کو خانقاہ میں سے آئے یہاں آکر پھر قرانی شروع ہوئی اور کامل چار روزہ اسی شعر کی تکرار رہی، نماز کے وقت آپ کو ہوش آجانا تھا اور نماز سے فارغ ہوئے ہی سب سے خود ہی طاری ملا کترات بعد موم صفا صدقہ نقیض الیہ صلی علیہ وسلم

ہو جاتی تھی، تعجب یہ کہ جب پہلا مصرعہ پڑھا جاتا تو آپ بالکل بے حس و حرکت ہو جاتے، اور ایسا معلوم ہوتا گویا بے جان ہیں مگر دوسرا مصرعہ پڑھتے ہی آپ جنبش کرنے لگتے آخر لوگوں کی رائے سے دوسرے مصرعہ کو بند کر دیا گیا اور پہلے مصرعہ کے خنجر تسلیم نے دو چار ضربیں آپ کا کام تمام کر دیا۔
اسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خانقاہ و ثلوث کا یہ مقصد تھا کہ خواجہ کی موت واقع ہو جائے اور انہوں نے دالستہ یہ خون کیا ورنہ دوسرا مصرعہ ہی پڑھولتے، اس کو کون عقلمند قبول کرے گا کہ ایک ولی کامل کے مرید اپنے مرشد کا اس طرح خون لکھیں

الوار العارفین شیخ علی سجنری کی خانقاہ کی محفل لکھا ہے مگر خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ خانقاہ والا صاحب خواجہ عرفی سماع گرم بود، تذکرہ میں لکھا ہے کہ لوگوں کی رائے سے دوسرے مصرعہ کی تکرار روک دی گئی، جو باعث وفات ہوئی۔
خزینۃ الاصفیاء میں ہے "قوالاں برا از خواندین مصرعہ ثانی با فشارت منع فرمود" اس صورت میں خود کشی کا الزام عائد ہوتا ہے، صاحب الوار العارفین نے نہ لوگوں کے روکنے کا ذکر کیا ہے نہ خود ارشاد سے منع کرنے کی بابت کچھ لکھا ہے صرف اس قدر لکھا ہے کہ چہار شب و روز در حجرہ بود بریں بیت ذوق داشت چیم رحلت کرد

علامہ بریں سماع میں مرجعاً کوئی کمال نہیں دیا میں ایسے واقعات بہت سے ہوئے ہیں کہ ناجائز لذت کی حالت میں شرط لذت سے شرح پڑا کر گئی۔
اور جب کہ گمراہ فرقہ والے بھی جن کا بیان ہو چکا ایسی موت مرے ہیں تو ایک ولی کی ایسی موت میں کیا عزت افزائی ہوئی؟

امام ابن عبد السلام اپنی کتاب قواعد میں لکھتے ہیں کہ آج کل کوونا تالیباں بجانا، ہلکاپن اور بے ہوشی ہے اس قسم کی حرکتوں کو بے ہوش شخص یا پاکار سیار کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ان حرکات کے مرتکب کی جہالت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے ان کی اجازت نہیں دی نہ قرآن میں اس کا ذکر ہے نہ حدیث میں ہے نہ انبیاء اور ان کے متبعین نے ایسا کیا اس کے مرتکب
علامہ تذکرہ خواجہ قطب الدین ص ۲۲ ص ۲۳ ص ۲۴

وہی نادان اور بسد قوف لوگ ہیں جن پر احکام شرعیہ کی حقیقت اس لیے واضح نہیں ہوتی کہ ان پر شیطانی وساوس مسلط ہو گئے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دمشق میں تھا پیش خواص میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے کانٹھوں پر ٹانگہ رکھے ہوئے تھے میں نے شعر پڑھا اور اپنے بیٹے پر انگلیاں ماریں تو حضور نے فرمایا میں فائدے سے زیادہ نقصان سے (یکمیلے سے) ہوں۔

لطیفہ میں شہر جاوہر میں مقیم تھا وہاں ایک بازار میں ایک طرف شکستہ سولی لگائیں ہیں جن میں غریب خور و فروش دکاندار بیٹھے ہیں ان کے اوپر بالا خانہ ہے ان میں کعبیاں رہتی ہیں دوسری طرف عمدہ اور شائستہ دکانیں ہیں اسی طرح میں حلوائیوں کی دکانیں ہیں ایک دن ایک صاحب میرے پاس آئے اور اپنے مرشد کے متعلق کہنے لگے کہ حضرت بازار میں تشریف لارہے تھے جب کچیوں کے بالا خانے کے بالمقابل پہنچے تو اوپر سے گیسے کی آواز آئی حضرت پر وجہ طاری ہو گیا اور نصیر مار کر سڑک پر گر پڑے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے نالی میں جا پڑے سخت چوڑھا آئی مگر ان کو کچھ خبر نہ ہوئی۔

میں نے کہا بھائی اگر حضرت کا وجد و حال خدا کے لئے ہو رہا اور قبول ہو جائے گا تو تالی میں نہ گرتے بلکہ حلوائی کے کڑھواؤ میں گرتے خامدانہ خدا کا مومنہ غلطت میں نہیں رگڑا جاتا یہ سن کر ان کو طیش آگیا اور مجھے صلوایں سناتے لگے۔
نور اللہ محمدی لوری حیدر آبادی لکھتے ہیں۔

”ہام نہاد صوفیہ کا غیفہ خدا کے عشق کے زبانی دعوے ہیں مہر وفت شہا قوالی کی مجلس میں لوٹنا، حال میں آنا ان کے نزدیک خدا کے عشق کے دعوے کے ثبوت ہے۔
ومن آیات قرآنی و احادیث معتبرہ سمجھانی اور اقوالی اور نیاسیہ کرام سے قوالی مروجہ کی حرمت ثابت ہے۔“

بزرگوں کا سماع و طرح پڑنا بحث ہے ایک تو سماع کلام اللہ سوزن بہت اس کیفیت کا عارضہ ہے کہ اگر باسے خفیف طاری ہو یہ سماع مستحسن ہے بعض اور نیاسیہ کرام نے اشعار بھی سننے میں اس کی نوعیت یہ تھی کہ کوئی مرد بانج خوش

الجان، بغیر تالی بجائے اور نزامیر کے محمد و نعمت وغیرہ کے اشعار پر صحتاً تھا، عورت نہ
 مرد، نزامیر وغیرہ نہ ہوتے تھے نہ کوئی چلا تا تھا نہ بوٹتا تھا نہ کودتا تھا نہ ناچتا تھا یہ سب
 ہے اسی کے متعلق خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا: ندامین کا رمی گنم
 نہ الکار می گنم، یعنی ایسی کار تو اس لئے نہ کرتے تھے کہ عورت یا بند سنت تھے اور یہ امر
 سنت نہ تھیں، الکار اس لئے نہ کرتے تھے کہ مباح ہے۔

الباب الثامن فی اثبات

آثار

سائل کہ راہ کو ہرمانہ ریاضت و مجاہدات کچھ آثار پیش آتے ہیں بعض ان سے
 دھوکا کھا کر غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مدین و رط کشتی فرد شد ہزار کہ سپید اند شد تختہ بر کتہ

طالب کو چاہئے کہ ذکر و عبادت سے رہنا ہے الہی مقصود رکھے، الودہ و

تجلیات کا شائق نہ ہو اور ان کی طرف توجہ نہ کرے۔

الوارد قسم کے ہوتے ہیں ایک محمود و دوسرے مذموم جن الودہ و تجلیات سے محمود

و شوق و مجروری پیدا ہوں وہ محمود ہیں اور جن سے غلبہ و دل برداشتگی اور دہشت

پیدا ہو وہ مذموم ہیں اور شیطانی ہیں لا حول برہے۔ باقی تمام الوارد محمود ہیں۔ مگر نورانی

شانے کے متصل ہو خواہ کسی رنگ کا ہو شیطانی ہے اگر بائیں طرف بلا پیچھے کوئی کوڑ

ہر وہ بھی شیطانی ہے۔ اگر نور بلا جہت سے دہشت پیدا کرتا ہے اور بعد زوال حقونیت

بالمیں نہیں رہتی تو وہ بھی نور شیطانی ہے، اگر نور، سینہ یا ناف کے ادب سے ظاہر ہو اور

رنگ آگ یا دھوئیں کا سا ہو تو فخر خاص ہے ائمہ پر ہے

اگر نور داہنے شانے کے متصل ہے تو نور ملائم ہے۔ اگر داہنے شانے کی

طرف جسم کے قریب ہے تو نور مرشد ہے اگر آگے ہے نور محمدی ہے، اگر نور

جہت سے اور بعد زوال نور لذت و جنوری ہوتی ہے تو نور مطلوب ہے

”ورثنا اللہ“

سایہ بر دل من انگلی سے گنج مراد کہ من این خانہ بسوئے نور بران گنم

آیات تصوف

قرآن مجید کی بعض آیات سے صوفیوں نے مسئلہ وحدۃ الوجود کو ثابت کرنے کی اس طرح کوشش کی ہے کہ جس میں صاف صاف عینیت و اتحاد و حلول کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس امر سے کوئی صاحب عقل سلیم انکار نہیں کر سکتا کہ ہر مذہب کا بہتر اور صحیح زمانہ وہی ہوتا ہے جو صاحب مذہب کا بہتر زمانہ ہو یا اس سے قریب تر ہو اور جس قدر صاحب مذہب سے دوری ہوتی چلی جائے گی اسی قدر اس کے منشاء کے خلاف باتیں داخل ہوتی چلی جائیں گی ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے چنانچہ فرمایا بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا پھر اس کے بعد کا پھر جھوٹ پھیل جاسکے گا، مسلمان ان تینوں زمانوں کے بزرگوں کے اقوال و افعال کو سند گردانتے ہیں ان تینوں زمانوں کے بعد ہو جائیں دیں ہیں داخل ہو جائیں اس کو بدعت کہتے ہیں جس کے متعلق حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تمام بدعتیں گمراہی میں اور تمام گمراہیاں دوزخ میں جائیں گی۔ پس آیات قرآنی کے وہی معنی و مطلب اور تفسیر صحیح ہو سکتی ہے جو یا تو ایک آیت کی کوئی دوسری آیت تفسیر کرے یا کوئی حدیث جمیع اس کے معنی ظاہر کرے یا ائمہ قرون ثلاثہ نے اس کی تفسیر کی ہو ان تمام آیات پر مفصل بحث کرنا تو اس مختصر میں ممکن نہیں، میں بعض خاص خاص آیات کے متعلق لکھتا ہوں۔

ان و نحن اقرب الیہ من جبل الوریث یعنی ہم اس سے رگس گور سے بھی زیادہ نزدیک ہیں، مراد شہد گ ہے جو گردن میں ہے جس کے کہنے سے انسان مر جاتا ہے۔

ائمہ متقدمین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ ہم انسان کی روح اور نفس سے بھی نزدیک ہیں یعنی جتنا علم انسان کو اپنے اقوال کا ہے ہمیں اس کا علم اس سے زیادہ ہے ہم اس کے ہر قول و فعل اور وساوس و خطرات سے آگاہ ہیں گویا یہ قربت باعتبار علم ہے۔

صوفی اس سے ایسا مطلب نکالتے ہیں جو اتحاد و حلول کے قریب ہے اگرچہ زبان سے اتحاد و حلول کا نام نہیں دیتے، مگر مفہوم وہی ہو جاتا ہے اس قسم کے

عہد پطرس سورہ قن زکوع دوم

تو محیط بر ہر مہرہ اندر صفات عذیمہ پاک و مستغنی بذات

(۵) ان الله بكل شئ محيط - اللہ تمام چیزوں پر محیط ہے اس آیت سے دہمہ وجود کو ثابت کیا جاتا ہے لیکن شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے کہ اس سے اللہ اور اشیاء کی غیریت ثابت ہوتی ہے کیونکہ محیط اس چیز کا غیر ہوتا ہے جس کا احاطہ کیا جاتا ہے۔

(۶) الله نور السموات والارض مثل نور كوكبة فيها مصباح المصباح في تنجاة جنة، النرجاج من كوكب درستی یوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد وزيثها يضيئ ولو لم تمسسه نار نور على نور يهدي الاله نور من يشاء ويضرب الاله الامثال للناس والله بكل شئ عليم۔ اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اند زمین کی اس کی روشنی کی مثال جیسے ایک تھیلہ کہ جس میں جو ایک چراغ وہ چراغ و چراغ ایک شیشہ میں وہ شیشہ ہے جیسے ایک ستارہ چمکتا ہو اس میں برکت دہنے زمین کے درخت کا تیل جلتا ہے نہ شرقی کی طرف ہے نہ غرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی ہو جائے اگرچہ اس کو آگ بھی نہ چھوئی ہو روشنی پر روشنی ہے اللہ راہ دکھاتا ہے اپنی روشنی کی طرف جس کو چاہے اللہ بیان کرتا ہے لوگوں کے واسطے مثالیں اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

صوفیوں کی تمام پختیں اور تاویلیں اللہ نور السموات والارض سے متعلق ہیں ان کے بیانات سے اتحاد و عبودیت ثابت ہوتی ہے یعنی آسمانوں اند زمین میں جو کچھ ہے حسب خدا کے اور سے ہے اور حسب اسی کا نور ہے۔

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ ہیں سب سے بڑے مفسر قرآن تسلیم کئے گئے ہیں وہ نور السموات والارض کی تفسیر اوی الی السموات والارض فرماتے ہیں یعنی الی آسمان زمین کا ہر بہت دینے والا اور بعض بزرگوار کہنے نور السموات والارض کی تفسیر منور السموات والارض کی ہے یعنی آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا۔
وہ علیہا نور من نشاطی الوادی الیمن فی البقعة المباركة من الشجرة ان یلمو علی انی انا اللہ رب العالمین

اگر اُن کی میدان کے واسطے کنار سے برکت دہی زمین میں درخت سے

موسیٰ! میں ہوں اللہ جہان کا رب۔
یہ پانچ سورہ نور متعہ سورہ قصص پانچ

جب حضرت موسیٰ اپنی زوجہ کے ہمراہ دین سے مصر کی طرف چلے تو رات کے وقت راستہ بھول گئے سردی زیادہ تھی تاپنے کے لئے آگ کی ضرورت ہوئی وہ ایک درخت پر آگ نظر آئی یہ آگہ لینے کے لئے گئے دیکھا تو ایک درخت پر روشنی تھی۔ آواز آئی اے موسیٰ ایسے اللہ ہوں یہاں بھی صوفی مری بائیں کرتے ہیں جن کا نتیجہ شہیت ہے لیکن وہ تجلی، خداوند و الجلال نہ تھی کیونکہ حضرت موسیٰ صحابی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ پاک کے جہانوں میں سے ایک حجاب تار ہے یہ اس کی تجلی تھی، آواز کہاں سے آئی، درخت یا روشنی میں سے نہیں آئی بلکہ نجائے آئی، موسیٰ علیہ السلام کو ایسا معلوم ہوا کہ درخت اور روشنی کے اندر سے آواز آرہی ہے اس سورۃ میں حضرت موسیٰ کے علم مشاہدہ کا بیان کیا گیا ہے جب کہ سورۃ کہف میں ذوالقرنین کے مشاہدہ کا بیان کیا گیا ہے کہ ان کو ایک دلدل میں سورج ڈھینا ہوا نظر آیا۔ علاوہ ان میں من الشجرۃ کی تفسیر میں ناحیۃ الشجر منقول ہے یعنی درخت کی طرف سے ایسا ہی امام احمد کی اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے جس کو حضرت وہی سے نقل کیا گیا ہے کہ موسیٰ نے جب یاموسیٰ سنا تو کہی بار ایک کہا اور کہا میں تیری آواز سنتا ہوں آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے آواز آئی میں تیرے اوپر ہوں تیرے ساتھ ہوں تیرے سامنے ہوں تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے قریب ہوں امام بیہقی نے انبیاء کے متعلق لکھا ہے اس ندا کی کیفیت و حقیقت نہ کہیں منصوص ہے نہ قیاس و انداز کے کی جا سکتی ہے اس لئے تعین بالتجہیں رجم بالغیب ہے البتہ یہ امر یقینی ہے کہ موسیٰ کو تعین کے ساتھ یہ امر معلوم ہو گیا کہ ندا منجانب اللہ ہے خواہ یہ یقین علم ضروری سے حاصل ہوا ہو یا کسی علم استدلالی سے۔

(۱) فاینما تولو فثم وجہ اللہ

سو جس طرف تم موخہ کرو وہاں ہی منوجہ ہے اللہ۔

صوفیوں نے اس آیت سے بھی وہی نتیجہ نکالا ہے جس کو مہر اوممت کہا جاتا ہے، حالانکہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کسی سفر میں سمت قبلہ مشتبہ ہو گئی تھی اس پر المہدیان دالہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی تھی جس سے ائمہ نے یہی ظاہری ملاحظہ فرماتے ہوئے سورۃ قصص ۲۸ سورہ بقرہ رکوع ۱۳

مطلب نے کر بعض مسائل کا استنباط کیا ہے

اگر آدمی کسی ایسی سواری پر سوار ہو جہاں پٹھر کو صحیح سمت قبلہ پر نماز نہ پڑھ سکے یا سمت قبلہ مشتبہ ہو یا ایسا مریض ہو کہ سمت صحیح پر متوجہ نہ ہو سکتا ہو تو اس کو اجازت ہے کہ جس طرح اس کو سہولت ہو اور اس کا دل فرشتہ سے گواہی دے اسی سمت کو نماز ادا کر لے الحمد اور قدہ مار میں ہے سب نے یہی مطلب لیا ہے

احادیث تصوف

تصوف کے صحیح اعمال و اشغال و اذکار وغیرہ کی اصل جن صحیح حدیثوں میں ہے ان کو مولانا اشرف علی تھانوی چشتی مرحوم نے التشفوت فی احادیث التصوف میں جمع کر دیا ہے یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

باقی صوفیوں میں ایسی حدیثیں رائج ہیں جو موضوع اور بے اصل ہیں بعض کو لکھتا

ہوں۔

(۱) من عن نفعہ نقل عن ربہ۔ امام ابن تیمیہ نے اس کو موضوع کہا ہے اور امام سمعانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے

(۲) موتوا قبل ان تموتوا: امام عسقلانی نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے یہ کسی بزرگ کا قول ہے۔

رسن الفقر فخری: امام عسقلانی نے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

(۳) کذبت کنزاً: امام عسقلانی اس کو مجہول کہا ہے۔

انما من نور اللہ: یہ روایت سند کے اعتبار سے ماقول الاعتبار ہے بعض محدثین نے اس کو کذب مختلق اور بعض نے موضوع کہا ہے۔

(۴) حدیث ابی ثعلبی و دہ۔ یعنی ابو محمد و دہ نے ایک مسرعہ پلچھا اس کو سن کر رسول کریم کو وجد آگیا اس کے متعلق امام سیوطی نے اپنی کتاب الدر المنشرہ فی الاحادیث المشترکہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن سلمہ نے اس کو کذب کہا ہے۔

(۵) العلمہ جناب اکبر نہ حدیث ہے نہ کسی صحابی کا قول ہے البتہ ابن عربی کی طرف منسوب ہے۔

(۶) لولاک لما خلقت الافلاک: اس حدیث کے متعلق شاہ عبد العزیز

صاحب نے فتاویٰ عزیزہ میں لکھا ہے ”دریچ کتاب نظر بامہ“

(۹) اول ما خلق الله نوری: یہ حدیث صحیح سند میں نہیں ہے نہ ائمہ اربعہ کی شرائط پر ہے مگر بعض علماء نے اس کو تسلیم کیا ہے
(۱۰) اکثر اهل الجنة البدر: ابن عدی نے اس کو منکر کہا ہے
(۱۱) من اراد ان يجلس مع الله فيجلس مع اهل التصوف: یہ حدیث نہیں ہے کسی صوفی کا قول ہے۔

(۱۲) عن سماع صوت اهل التصوف فلم يومن علي دعائهم كتب عند الله بطن الغافلين: صحیح حدیثوں میں اس کا کچھ پتہ نہیں
(۱۳) ایک روایت میں حضرت علی کی طرف منسوب ہے کہ قرآن ایک حجاب ہے اور رسولوں ایک حجاب ہے اصل چیز صرف بندہ اور خدا ہے اسی لئے صوفی لوگ اعلم الحجاب الکبر کہتے ہیں یہ روایت بالکل بے اصل ہے

(۱۴) حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے کہ مجھے یہ باتیں معلوم ہیں کہ اگر میں ان کو ظاہر کروں تو لوگ مجھے قتل کر دیں، یہ حدیث نہیں ہے صحابی کا قول ہے، صوفیوں کو یہاں منظور والا خواب نظر آیا کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کا مقصد وحۃ الوجود تھا لیکن قدامت محدثین جو اس فن کے امام ہیں ان کے مقابلہ پر حدیث و اقوال مجاہد کے متعلق کسی کا قول مقبول نہیں ہو سکتا وہ لوگ اس قول کی شرح میں فرما گئے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ کی اس سے تراویح غلطی بنی امیہ کے متعلق پیشین گوئیاں ان کے حالات اور ان کا انجام ہے

(۱۵) عبدالرزاق نے اپنی سند میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے ایک حدیث روایت کی ہے یہ حدیث بہت طویل ہے اس کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔
حضرت جابر نے کہا میں نے رسول کریم سے سوال کیا کہ خدا سے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا آپ نے فرمایا پہلے تیرے بنی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر جبہ اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے ان سے مختلف اشیاء و مخلوقات کو پیدا کیا۔

اس حدیث پر بھی محمد اوسمت کی بنیاد رکھی جاتی ہے علمائے کرام نے

اس حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ نور الہی نور محمدی کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے بغیر سے اللہ پاک نے نور محمدی کو پیدا کیا اور نور محمدی سے روح محمدی عبارت ہے۔

پھر حقیقت روح سے ایک مادہ بتایا، اس کے چار حصے کئے، اس مادہ سے کسی غرور کا بننا اس طرح ممکن ہو گا کہ وہ مادہ اس کا جزو نہ ہو بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو۔

یہ سبب ہی خالق کی قدرت ہے جس نے کلام عالم کو نیست سے ہست کیا، میرے ذہن کا یہ خیال ہے کہ نور محمدی نور الہی کا جزو تھا اور نور محمدی تمام مخلوقات کا جزو تھا یہ عقیدہ ان ہوتا ہے کہ مخلوق میں برزی اختیار بھی ہیں اور انسانوں میں کثرت کفار و مشرکین کی ہے جو یقیناً ملعون و جہنم ہوں گے اس لئے بڑی توہین ہے نور الہی اور نور محمدی کی کہ اس کو اختیار سے عالم کا جزو خیال کیا جائے (نور و نور الہی) اس کے علاوہ یہ حدیث شراطہ شیعین پر بھی اترتی کہ اس کو بغیر جون و چرا کے تسلیم کر لیا جلتے۔ امام بیہقی نے کتاب المدخل میں ابن مہدی محدث کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہم محدثین احکام کی حدیثوں کی سختی سے جانچ کرتے ہیں باقی فضائل و ثواب و عقاب کی حدیثوں میں سہل انگاری کرتے ہیں یہ حدیث فضائل کی حدیثوں میں سے ہے اور ائمہ سنی ہیں سے کسی کے شرائط پر نہیں سہجے۔

(۱۷) البولایت افضل من اللبوت۔ یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے یہ حدیث نہیں ہے کسی کا قول ہے، تحقیق نہیں ہو سکا کہ کس کا قول ہے، یہ صریحاً غلط اور باطل ہے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو گیا اور ولایت کا سلسلہ نا قیامت جا رہی ہے گا اس اعتبار سے ولایت کو نبوت سے افضل کہا گیا ہے لیکن یہ تاویل مستحکمہ انگیز ہے ولایت، علوم دین اور دین یہ سب فیضان نبوت سے ہیں گویا نبوت کے درخت کی بہت سی شاخیں ہیں اس لئے سلسلہ نبوت کو معدوم سمجھنا غلط ہے ہاں نبیوں کی آمد کا سلسلہ البتہ ختم ہو گیا۔ صاحب مقلع بلا نوب نے بھی اس کو غلط اور باطل لکھا ہے اگر اس کی کوئی اور عمدہ تاویل ہو بھی تب بھی یہ قباحت لازم آتی ہے کہ ایسا کلام ہی کیوں کیا جائے جس سے قوی شہادت

پیدا ہوں:

رجعنا من الجہاد الا صغوا الى الجہاد الا کبر۔ صوفیہ اس حدیث کو بیان کرتے ہیں مگر یہ حدیث صحیح سنہ میں نہیں ہے امام غزالی نے تسوید القدس میں لکھا ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے یہ ابراہیم بن عبدہ کا قول ہے، ہم نے آیات و احادیث کا ترجمہ اور مفہوم وہی لکھا ہے جو شاہ عبدالقادر وغیرہ اکابر نے لکھا ہے خود ترجمہ وغیرہ نہیں کیا۔

احسان

تصوف کے متعلق یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ تصوف زہد و اخلاقی حسنہ کا نام ہے تصوف یہ ہے کہ آدمی ہر وقت خدا کے حاضر ناظر ہونے پر یقین کامل رکھے اس پر دلوق ہونے سے اس سے کسی گناہ کا سرزد ہونا مشکل ہے اصطلاح شریعت میں اسی کو احسان کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے علیہ السلام
ما الاحسان قال بان تعبد الله كأنك تراه فان لم تراه فانه يراك
یعنی احسان یہ ہے کہ تم خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہیں کر سکتے تو یہ ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔
شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں علیہ السلام

”بعد فقہ، اعظم علوم علم احسان (تصوف) است اعنی آنچه امروز باسم علم متکوک مسماں بشر و قوت القلوب و احیاء العلوم دران تصنیف شدہ است“
غرض تصوف وہ علم ہے جو انسان کو ایسی زندگی کی تعلیم کرتا ہے جس سے وہ دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کر کے ظاہری و باطنی ترقی کے راستے پر گامزن رہے دنیا کی ظاہری و باطنی ترقی کا مدار حسن اخلاق ہی پر ہے۔

اخلاق

تصوف حسن اخلاق کا نام ہے اولیائے عظام نہایت خلیق اور پرہیزگار ہوتے تھے حسن اخلاق یہ ہے کہ صوفی ہر طرح یا بند شریعت و حدت ہو کیونکہ قرآن مجید میں رسول اکرم کے متعلق ارشاد ہے کہ آپ بزرگ اخلاقی پر ہیں اور حضور نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں اسی لئے حسن اخلاق علیہ السلام از لفظ لغت

یہ ہے کہ ظاہر و باطن حضور کے طرز عمل کے مطابق عمل ہو۔ عوام حسن اخلاق کا صرف یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ صوفی صاحب کے پاس جو کوئی جاتا تو وہ اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، چائے پانی سے تواضع کرتے ہیں اور ہنس ہنس کر باتیں کرتے ہیں، صرف اس قدر عمل کو اخلاق حسنہ سمجھنا غلط ہے یہ لوگوں کا داری ہے یہ نہ ہو تو صوفی صاحب کی گرم بازاری کیونکہ جو ظاہر سادگی کے خلاف عمل کرنے والا خلیق اور ولی نہیں ہو سکتا۔

اذکار و اشغال و مراقبات

ذکر و شغل و مراقبہ کی اصل فرمان رسول اور تعامل صحابہ سے ہے انہیں کی راہ امت سے تصفیۂ قلب ہوتا ہے۔ اخلاق درست ہوتے ہیں۔ ہر خاندان میں انکار کے طریقے اور نام جدا جدا ہیں مقصود سب کا ایک ہی ہے

ہر نبی و ہر ولی را مسلکیست نیک تاحق می برد جہادیکہ است

اسی طرح اربعین و خلوت کی اصل بھی احادیث سے ہے اور ان کی شرائط و ہیئیں جن کی حدیث میں تاکید ہے (۱) وضوئے دوام (۲) کثرت صوم و صلوٰۃ، (۳) تلاوت و ذکر (۴) قلت طعام، (۵) قلت کلام اور (۶) قلت منام۔

کنج عزلت کہ طلسمات عمائد دار فتح آن در نظر مہنت در ایشان است

اربعین و عزلت وغیرہ طالب سے اس حد تک کرائے جاتے ہیں کہ تصفیۂ قلب ہو جائے اس کے بعد اس کو حسب ضرورت اعتلاط عام سے نہیں روکا جاتا۔

استمداد

خدا کے سوا کسی پیر فقیر سے مدد طلب کرنا جائز نہیں، شرک، فی الصفات یہ ہے کہ کسی مخلوق کو مطلب بر لاسنے والا قرار دیا جائے اور اس سے مراد نہیں طلب کی جائیں۔

اہل بدعت کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے۔

اذا تحیونہم فی الاموات متعینوا باصحاب القبور یعنی جب تم کسی امیر و لشکر

ہو تو اصحاب قبور سے مدد چاہو۔

لیکن یہ حدیث نہیں ہے بلکہ کسی کا قول ہے جو قابل سند نہیں، شاہ عبدالغفر صاحب فرماتے ہیں

و در باب امتعانت بارواح طیبہ درین امرت افزا بسیار لموقع آمدہ آنچه چنان
 اینہا میکنند و ایشان را در بر عقل مستقل دانستہ اند بلاشبہ شرک جلی است
 اسی طرح یا خواجہ یا غوث شیعہ اللہ جائزہ نہیں۔

اسلامی عقائد و عبادات کی تاریخ

دنیا میں پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں جب اللہ پاک نے ان کو زمین
 پر اتارا اور یہ منظور ہوا کہ ان سے نسل چلے تو نبی آدم کی ہدایت کے لئے آدم کو نبی بنایا
 اور ان پر صحیفے نازل فرمائے جس میں عقائد و عبادات و اخلاق وغیرہ کی تعلیم تھی تاکہ
 ان پر عمل کر کے انسان ظاہری و باطنی ترقی کرے۔ عقائد میں توحید، رسالت، ملائکہ
 قیامت مرنے کے بعد زندہ ہونے اور کتب سماوی پر ایمان لانے کا بیان تھا۔
 عبادات میں نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔ چار چیزیں تھیں یہی عقیدے اور عبادتیں
 ہمیشہ سے اب تک چلے آئے ہیں ان کے اصول میں کوئی تغیر و تبدل نہیں
 ہوا، البتہ مقدار و اوقات میں حسب معلومات زمانہ ترمیم ہوئی، خداوند کریم نے
 سورہ شوریٰ میں فرمایا ہے کہ تم کو وہی دین دیا گیا ہے جو پہلے نبیوں کو دیا گیا تھا
 اور انبیاء کے سابقین کے حالات میں ہر جگہ یہ بیان ہے کہ انہوں نے اپنی امتوں
 سے کہا خدا کو ایک مالو، ہم کو رسول بنانو، نماز پڑھو، روزہ رکھو اور زکوٰۃ دو چنانچہ موسیٰ
 بقرہ پیمارہ اول ہیں۔ ہے ”محمد نے بنی اسرائیل سے نماز، زکوٰۃ کا عہد لیا“ اسی صورت میں
 رہے ”تم ہمہ روزہ سے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح اگلی امتوں پر فرض تھے۔
 آسمانی کتابوں، حدیثوں اور انبیاء کی تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت آدم
 حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء نے حج کیا حضرت آدم نے دنیا میں اگر عبادت کیلئے کعبہ
 شریف کو تعمیر کیا ہو تو فان اوح میں منہدم ہو گیا، پھر حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل
 نے اسے بنایا جہاں اس تعمیر کا ذکر ہے وہیں حج کا حکم بھی ہے اس لئے اسلام کے
 عقائد و عبادات ہمیشہ سے ہیں ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے
 کوئی نئی ایجاد سمجھنا غلطی ہے۔ حضرت عیسیٰ کے بعد دنیا میں ایسی گمراہی پھیل
 گئی تھی کہ کہیں ازرتق کا نام و نشان تک نہ رہا تھا آخر ہمارے حضور مبعوث برائت
 ہوئے چونکہ عام اصلاح انسان نہ تھی لہذا قرآن مجید اور احکام غور سے غور سے

تاکہ عمل اسلم ہو اور گراں نہ گزرے اس پر ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے عہد سے ان عقائد و عبادات کا کتب سے اجراء ہوا۔ حضور ۱۲ فروری بروز دوشنبہ سال ۱۱ کو مبعوث برسات ہوئے جبریل نے آپ کو دیکھ کر کہ نماز پر مہمائی اور احکام الہی پہنچائے یہی تاریخ ابتدائے عقائد اور وضو نماز وغیرہ کی ہے شروع شروع صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں ظہر اور عصر کے دو فرض تھے ماسیح ۶۱۹ء میں مکہ معظمہ میں حضور کو معراج ہوئی شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں صبح ظہر عصر مغرب اور عشاء مغرب کے سوا سب کی دو رکعتیں تھیں سلسلہ میں حضور نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی مدینہ کے قریب موضع قبا میں قیام فرمایا وہاں سے جمعہ کے دن چل کر مدینہ پہنچے اور بی بی سالم کے محلے میں قیام فرمایا جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا آپ نے جمعہ پر مہمایا یہ سب سے پہلا جمعہ تھا اس میں سو صحابہ شریک ہوئے سلسلہ ہجری مطابق سلسلہ میں ظہر عصر اور عشاء کے فرضوں میں دو دو رکعتوں کا اضافہ ہوا یعنی دو کی جگہ چار چار فرض ہو گئے۔ سلسلہ ہجری آخر ماہ شعبان میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی رمضان میں مدینہ ختم ہونے سے پہلے صدقہ فطر اور نماز عیدین کا حکم ہوا۔ نماز کے لئے اذان اور جماعت کے لئے تکبیر و اقامت مقرر ہوئی شوال سلسلہ ہجری میں زکوٰۃ فرض ہوئی روزوں اور زکوٰۃ کے متعلق یہ ظاہر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ جب مکہ میں کفار نے مسلمانوں پر مذہب ظلم و ستم کیا تھا تو حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ سرے ملک کو ہجرت کر جائیں چنانچہ سلسلہ میں بعض صحابہ ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئے۔ کفار قریش خوفِ مخالفین جیسے کہ شاہ حبشہ کے دربار میں پہنچے اور عرض کی کہ ہمارے کچھ آدمی ہم سے یا شعی ہو کر آپ کے یہاں آ گئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے بادشاہ نے یہاں ہجرت کو بلا کر دریا انتہا حال کیا تو حضرت جعفر نے رسول اکرمؐ کو بھیجا تو آپؐ نے سلام کے عقائد اور عبادات اور کفار کے مظالم کا بیان کیا اس تقریر میں حضرت جعفر نے یہ کہا کہ ہمارا بی نماز زکوٰۃ اور روزوں کا حکم دیتا ہے

لیکن ہم نے ابھی بھی صحیح حدیثوں سے لکھا ہے کہ زکوٰۃ اور روزے مدینہ میں فرض ہوئے تو یہاں کسی زکوٰۃ اور روزے کا ذکر ہے تو معلوم

ہونا چاہئے کہ اسلام سے پہلے کفار قریش اور یہود و مسوین محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے حضور بھی رکھتے تھے حضور نے سلسلہ میں مدینہ پہنچ کر بھی اس روزے کی تاکید فرمائی اس کے علاوہ نقلی روزے بھی رکھتے تھے حضرت جعفر کے بیان میں انہی روزوں کا ذکر ہے رمضان کے روزوں کا بیان نہیں ہے، زکوٰۃ ایک قسم کا صدقہ اور خیرات ہے یہ ہر مذہب اور ہر ملک میں بنے سب لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہیں، زکوٰۃ سے حضرت جعفر کا بھی مطلب تھا، جب مدینہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورے کے روزے کو حضور نے اختیار ہی قرار دے دیا بعض چیزیں اور بھی ایسی ہیں کہ ان پر حضور پہلے سے عمل کرتے تھے مگر ان کی فرضیت بعد میں ہوئی، حضور کو وہ حضرت جبریل نے پہلے ہی دن سکھا دی تھی حضور اور صحابہ وضو کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن وضو کرنا فرض نہ تھا وضو کی فرضیت کا حکم بھی مدینہ میں ہوا، حج سہ ہجری میں فرض ہوا حضور نے اس سچلے حج کے ادا کرنے کے لئے ایک قافلہ روانہ کیا اور حضرت بکر صدیق کو اس پر امیر مقرر کیا اس حج میں تین سو صحابہ شریک تھے یہ پہلا حج تھا سہ ہجری میں حضور نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کے ساتھ حج کیا، چونکہ اس حج سے تین ماہ بعد حضور کی وفات ہو گئی تھی اس لئے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی آخری حج کہتے ہیں گویا حضور کی حیات میں یہ آخری حج تھا

اسلام میں تفرقہ

یہودیوں کو اسلام سے بہ نسبت دوسرے کافروں کے زیادہ عداوت تھی کیونکہ اسلام سے اس مذہب کو بہت نقصان پہونچا یہودیوں نے حضور علیہ السلام کے عہد ہی سے اسلام کے نشانے کے لئے ہر قسم کی جدوجہد شروع کر دی تھی لیکن ان کا ہر دوا غلط ہوا اور انہیں یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے اپنی سعی کو برباد جاری رکھا حضرت عثمان کے آخر عہد خلافت میں انہوں نے وہی چال چلی جو مذہب عیسوی کے برباد کرنے کے لئے چلی تھی اور ان کو کامیابی ہوئی یعنی چند یہودیوں نے بظاہر مسلمان بن کر مسلمانوں میں غلط خیالات کی اشاعت شروع کر دی اور خلیفہ کے خلافت لوگوں کو بھڑکانا شروع کر دیا ان کے اس حال میں اکثر جدید اسلام لوگ نہیں گئے اس شرارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے اس دور سے ملوں

میں اختلاف شروع ہو گیا ابتدا میں یہ اختلاف سیاسی تھا رفتہ رفتہ اس کو مذہبی رنگ دے دیا گیا مسلمانوں میں سب سے پہلا جو گمراہ فرقہ پیدا ہوا وہ خواجہ کا تھا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دے دیا اس کے بعد فرقہ سائہ می شروع ہو گئی چونکہ ہر فرقہ قرآن و رسول کا نام لیوا تھا اس لئے اس کی ضرورت ہوئی کہ اپنے عقائد و خیالات کے موافق قرآن اور سنت سے کام لیا جائے قرآن پر کسی کا دائرہ نہ چل سکا لہذا انہوں نے حدیث بنانی شروع کر دیں ہمارے ائمہ نے ان کی اس جدوجہد کو باطل کرنے کے لئے علم حدیث کی حفاظت اور جاریج کے لئے تقریباً سو علوم ایجاد کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر رکھا یا اب ان لوگوں کو اس کے سو کوئی راستہ نظر نہ آیا کہ انہوں نے زیادہ عقائد کا طرز اختیار کرنے کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کر دیا انہوں نے مسلمان زیادہ عقائد سے زیادہ سخت رہا ہمتیں کیں اور شعبہ بازی سے عجائب پر سنت کم علم طبقے کو اپنا معتقد بنا لیا اس قسم کی کارروائیاں آخر قرن ثانی سے شروع ہوئیں، جو اہل حق ذکر و اشغال اور ریاضتوں سے تصفیہ قلب کی تعلیم دیتے تھے وہ زیادہ صبار کہلاتے تھے ان کے اس علم کا نام علم احسان تھا جب یہی لقب اور یہی نام ان گمراہ کرنے والوں نے بھی اختیار کر لیا تو بزرگانِ بغداد نے اپنے زیادہ عباد کا لقب مہونی اور اپنے فن کا نام تصوف قرار دے لیا لیکن گمراہ لوگ بہت جلد اس طرف رجوع ہو گئے اور اس ذریعہ سے لوگوں میں غلط عقائد و اعمال کی اشاعت کرنے لگے یہ موضوع حدیثوں کو رواج دیتے، صحیح حدیثوں پر تنقید کرتے، ان کے معنی مفہوم کو بھی بدل دیتے تھے اور مشہور بزرگوں کے ناموں سے غلط مسائل و عقائد پھیلاتے انہوں نے بزرگوں کی تصانیف میں تحریفیں کیں اور وہی القاب اختیار کئے جو بزرگانِ اہل حق کے تھے ان کے یہاں ابو حنیفہ، شافعی، جریڑ طبری، ترمذی اور حاکم غرض ہر نام و لقب کے لوگ ہیں۔ فرید الدین عطار اور بھی الدین ابن عربی بھی ہیں۔

ان فرقوں کے داعیوں نے بزرگوں کے نام سے کتابیں بھی تصنیف کر کے مشہور کیں تاریخوں اور مستند بزرگوں کی تصانیف میں تحریفیں کیں، مشہور بزرگوں کے دواوین وغیرہ میں بھی الحاق و تخریج کی اس قسم کے کام، سب سے زیادہ اسماعیلیہ فرقہ نے کئے، انہوں نے تعلیم تصوف کے لئے بہت

سے مدارس قائم کئے تھے جن کا کتبہ تواریخ میں ذکر ہے ڈاکٹر محمد مصطفیٰ امجدی نے لکھا ہے: ہم ایک غیر جانب دار محقق کی رائے پیش کرتے ہیں پروفیسر مائیسول نے لکھا ہے: ”کوفہ میں تصوف کا جو دارالتعلیم تھا وہ شیعہ شیوخ کی سربراہی میں کام کرتا تھا“ اسی وجہ سے وہ بھی ساتویں صدی ہجری کے صوفیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ان کے کلام میں اسماعیلی خیالات و عقائد کی آمیزش کافی حد تک نظر آتی ہے۔ آگے لکھتے ہیں: دور اخیر کے صوفیہ کچیاں ایک دوسری اصطلاح مبنی ہے جس کو وحدت معانی کہتے ہیں یہ آخری عقیدہ حقیقتاً عقائد شیعہ و اسماعیلیہ اور باطنیہ سے ماخوذ ہے، اسی کو ایک سند و سرفریق حلول و اتحاد کے نام سے پکارتا ہے۔

شیعوں کے ایک فرقہ کا عقیدہ حلول اللہ فی الامام ہے یہی بنیاد صوفیائے حوال کے عقیدے کی ہے جس سے حلول و اتحاد بنا رہا ہے

ذیل میں ہم چند ایک فرقوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ بات واضح ہو جائے۔

قرامطہ عبداللہ بن میمون قدامت اہواز میں نے ایک فرقہ بنایا تھا جو میمونہ مشہور قدامت میں محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق کے غلام قرامطہ نے مذہب میمونہ میں کچھ تغیر کر کے فرقہ اسماعیلیہ قائم کیا فرقہ اسماعیلیہ، باطنیہ، مبارک کہ در قرامطیہ چار ناموں کے مشہور تھے: قرامطیہ، کتھاق، مختلف، قدامت

ہیں بعض نے لکھا ہے کہ قرامطہ مبارک غلام کا لقب تھا بعض نے لکھا ہے جسے ان بن قرامطہ ساکن موضع قرامطہ (ازاع کوفہ) کی نسبت سے قرامطہ کہتے ہیں بعض نے لکھا ہے کہ قرامطہ کے قریب قرامطہ نام ایک موضع تھا، میری رائے میں صحیح یہ ہے کہ قرامطہ واسطہ کے قریب ایک موضع تھا، مبارک غلام اور حلال کا باب دولوں اسی موضع کے باشندے تھے۔

باطنیہ کے مسائل میں سب سے پہلی کتاب بیان نام ایک شخص عیاض سے مستخرج ہے جس میں تصنیف کی اس فرقے کے لوگ صحابہ پر تبرا کرتے تھے۔

سولہ میں باطنیہ میں ایک شخص ابو سعید بن حسن بن بہرام بنابی بنو اس نے باطنیہ فرقے کی اشاعت میں بہت کوشش کی اور مسائل میں کچھ تغیر کر کے اپنے فرقے کا نام جناب یہ قرار دیا سولہ میں یہ مرا تو اس کا بیٹا ابو حاتم باطنی بنو اس نے بڑی قوت پیدا کی سولہ میں کہ معظمہ پر حملہ کر کے حاجیوں کو قتل کیا اور حجرہ

کہ لکھا کر لے گیا بیس برس کے بعد اس فرقہ والوں نے ^{۳۳۰ھ} میں خلیفہ مصلح باللہ بن خلیفہ مقتدر باللہ نے بیس ہزار دینار دے کر حجر اسود کو واپس لے لیا۔ ابو ظاہر کے آخر عہد میں یہ فرقہ کمزور ہو گیا اس کے بعد اس فرقہ میں محمد ان نام ایک شخص پیدا ہوا اس نے یہ عقیدہ قرار دیا کہ محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق امام ہیں وہ مرے پیروں میں گئے وہ مہارمی بنی کر ظاہر ہوں گے اس نے اپنے فرقہ کا نام قرامطہ رکھا۔

قرامطہ ہند میں ^{۳۹۹ھ} عربان علاقہ قریطی کرمان و خراسان کے درمیان رہتا تھا خلیفہ ولید بن عبد الملک متوفی ۳۹۹ھ نے ایران کی طرف فوجیں بھیجیں تو علاقہ قریطی سے سالار لشکر عبد الرحمن بن اشعب کو شہید کر دیا اس کے بعد اس کو یہ خوف ہوا کہ خلیفہ لشکر جہاد میری سرکوبی کے لئے بھیجے گا لہذا یہ اپنی جماعت کو لے کر وہاں سے بھاگا اور سندھ میں آکر راجہ واہر کے زیر حمایت ہو گیا جب محمد بن قاسم اور راجہ واہر سے جنگ ہوئی (بعد خلیفہ ولید) تو یہ اپنے پانسو آدمیوں کے ساتھ راجہ کی طرف سے لڑا۔

آخر اس جماعت نے ملتان میں ایک ریاست قائم کر لی۔

سلطان محمود غزنوی (متوفی ۴۲۱ھ) نے جب ہندوستان پر فتح پائی تو اس وقت اس ریاست کا فرمانروا ابو الفتح تھا سلطان نے اس کا قلعہ فتح کیا۔

اس فرقہ کے لوگوں نے محدث، مفسر، فقیہ، زعمیم غرض ہر طرح کے القاب سے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور ان میں لفرقہ و الاحادیث اور اقوال بنائے کتابیں تصنیف کر کے مشہور کیں، مشاہیر کی کتابوں میں تحریفیں کیں اور مشہور امراء ائمہ علماء اور صوفیا کو دھوکے سے قتل کر دیا۔

خلیفہ راشد باللہ کو اسی فرقہ کے ایک آدمی نے شہید کیا، نظام الملک محقق طوسی کو مشہور وزیر اور عالم تھا شہید کیا اور امام فخر الدین رازی کو شہید کیا کتب تاریخ اس فرقہ کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔

عبد الرحمن اسماعیلی ^{۳۳۰ھ} میں کہیں باہن میں آیا اس نے ہندو بوزیروں کو مسلمان کیا۔

بوزیر اصل میں گجراتی لفظ دو بوزروا کا بگڑا ہوا ہے جس کے معنی سوداگر کے ہیں۔ بوزیر ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ مسلمان بوزیروں کے تین گروہ ہیں ایک

داؤد سے، دوسرے سلیمان سے اور تیسرے جعفری، جعفری، دہلوی سے کہلاتے ہیں جن کو احمد جعفر شیرازی نے شیعیت سے تو یہ کر کے سُنی بنایا، سید جعفر کا مزار احمد آباد کے گھر میں ہے۔

جب یہ اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ بندہ میں کسی کام کی استطاعت نہ اس سے پہلے ہے نہ اس کے بعد ہے نہ اس کے ساتھ ہے اور نہ اسے اپنے کاموں میں کسی قسم کا اختیار حاصل ہے نہ کاموں میں اس کے کسب کو دخل ہے وہ مجبور محض ہے یہ لوگ سخت ریاضت و عبادت کرتے تھے رُطوکوں اور عورتوں کا گانا سنتے تھے، وجد کرتے تھے بعض بے ہوش ہو جاتے تھے اور بعض مر بھی جاتے تھے یہ لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ عشق الہی کا نتیجہ ہے اس فرقہ کا دوسرا نام مجبیرہ بھی تھا

چہمبہ جہم بن صفوان کوئی نے تیسری صدی ہجری کی ابتداء میں جبرہ فرقے کے عقائد میں توکل و تقدیر وغیرہ کا مفہوم بدل کر کچھ احفادہ بیا یہ فرقہ چہمبہ مشہور ہوا اباحیہ تیسری صدی ہجری کے آخر میں علی بن فضل نام ایک شخص نے صفائے یمن میں ایک فرقہ کی بنیاد قائم کی اس کے یہ عقائد تھے

(۱) ریاضت سے انسان خاصانِ خدا سے ہوجاتا ہے اس کو شریعت کی پابندی کی ضرورت نہیں شریعت عوام کے لئے ہے۔

(۲) خدا رحیم و کریم ہے اسلئے ہم کوئی تکلیف و ریاضت و عبادت کی ضرورت نہیں وہ خود ہم پر رحم کرے گا۔

(۳) شقی و سعید یہ دونوں امر انسان کے لئے ازل سے طے ہو چکے ہیں اس لئے عبادت و ریاضت بے کار ہے۔

(۴) خدا کو ہمارے اعمال کی بدواہ نہیں اسلئے ہمارا عمل کرنا بے فائدہ ہے

(۵) حرام و حلال کی پابندی کی ضرورت نہیں۔

صاحبِ فوراً المرام لکھتے ہیں: "اباحیہ ایک فرقہ ہے اہل اسلام سے کہ وہ کہتے ہیں

سب چیزیں مباح ہے کوئی حرام نہیں یہ لوگ باجماع اہل سنت کافر ہیں" ابو حامد امام غزالی اپنی کتاب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں لکھتے ہیں۔ فرقہ اباحیہ کی طرح وہ لوگ بھی ہیں جو تصرف کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایسی حالت پر پہنچ

چکے ہیں کہ ان سے ناز ساقط ہو گئی ہے اور ان کے لئے عسکرات کا استعمال جائز ہے یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا قتل بلا شک و شبہ واجب ہے۔

صاحب کو اکبر ظاہرہ نے بعض علمائے نقل کیا ہے کہ مذہب غالی اہل ضلال کا ہے قاضی عیاض نے بھی نقل کیا ہے کہ ان کے کفر پر اجماع ہے۔

خواجہ علی ہجویری لکھتے ہیں از ملاحظہ کہ قیام ہر یکے (شریعت و حقیقت) ہیں بے دگرے روادارند و گویند کہ چوں حال حقیقت کشف شود شریعت بر خیزد و اس سخن مشتبہ قرا مطہ است۔

حلولیہ۔ اس فرقہ کا عقیدہ تھا کہ خدا اجسام انسانی میں حلول کر جاتا ہے اس لئے یہ لوگ خوب صورتوں کا دیکھنا نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ عبادت سمجھتے تھے اور ہر آدمی پر خواہ وہ کسی حیوان ہی کی کیوں نہ ہو وجد کرنے لگتے تھے۔ اسی فرقہ نے خدا کی شان میں عشق کا لفظ استعمال کیا ورنہ قرآن مجید میں نصبت کا لفظ آیا ہے صرف دو حدیثیں ایسی بیان کی گئی ہیں جن میں عشق کا لفظ آیا ہے (۱) من عشق فعم فہات، فہو شہید (۲) اور (۱) من عشق و کتم الخوم ان دونوں کا ردی سعید بن سوید ہے اس کے متعلق ائمہ حدیث نے نہایت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان دونوں حدیثوں کو امام ابن جوزی نے موضوعات میں لکھا ہے۔ علمائے لغت و طب نے لکھا ہے کہ عشق ایک قسم کا جنون ہے جبکہ یہ ایک مرض ہے تو اس کو صفات جمیلہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور خدا اور رسول کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جاسکتی محبت کا مرتبہ عشق سے بہت بلند ہے محبت روح کے میلان صحیحہ کا نام ہے عشق میں بشرط ضروری نہیں محبوب وہ ہے جو اپنے صفات عالیہ کی وجہ سے نمایان محبت ہو معشوق نہ ہے جس کا کوئی عاشق موجود ہو محبوب بہر حال محبوب ہے کوئی محب ہو یا نہ ہو بعض بزرگوں نے اپنے کلام میں عشق کا لفظ استعمال کیا ہے اشعار میں تو یہ لفظ عام ہے کیونکہ شاعر غریب اس کے چل نہیں سکتی نہ صرف بزرگے شعر گفتی ہے قابل سند نہیں نثر وغیرہ کتب بزرگ میں جو اس کا استعمال ہے وہ بھی ایک رسم تصنیف اور طرز انشاء ہے۔

بزرگوں کی مراد عشق سے محبت ہے نہ کہ اصل عشق کیونکہ اصل عشق تو مرض ہے دنیہ میں یہی مرض سب سے پہلے پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے دنیا میں سب سے پہلا گناہ ہوا و عظیم

گناہ جسے قتل کہتے ہیں یعنی قابیل پسر آدم کو قابیل کی منسوب سے عشق ہو گیا اور اس نے
ابیل کو قتل کر دیا۔

یزیدی کی اس مذہب کے لوگ کہ قوم سے ہیں یہ اکثر جاہل ہیں بہت غور سے سے
ان میں غماندہ بھی ہیں جو پڑھے لکھے ہیں وہ اپنی زبان کے سوا دوسری زبانوں کی تعلیم
حاصل نہیں کرتے نہ علوم و فنون سیکھتے ہیں یہ لوگ اپنے قدیم طریقوں اور پیشوں
پر قائم ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں یہ لفظ یزدان سے مشتق ہے یزیدی کے معنی ہیں
وہ لوگ جو صرف عبارت کلمات پیدا کئے گئے ہیں، یہ فرشتوں کی خاصیت ہے اور
فرشتے خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں یزیدی کہتے ہیں کہ ہم متبع ملائکہ ہیں
بعض ان کی اصل ابودی کہتے ہیں ایک صاحب نے لکھا ہے کہ یہ وہ جماعت ہے
جو یزید کو فوج میں شامل تھی اور جس نے کربلا میں امام حسین کو شہید کیا تھا لیکن
یہ خیال صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

ایک شخص یا پھر صدی پوری کے آخر میں موصل میں پیدا ہوا اس کا نام اور
خاندان وغیرہ معلوم نہیں وہ شیعہ تھا چھٹی صدی کی ابتدا میں وہ فقیر بنا اور اپنا
لقب شیخ عادی ظاہر کیا اور جاہل کردوں میں پہنچ کر ان کا پیر بن گیا چھٹی صدی کے
نصف کے بعد اس کا انتقال ہوا اس کی قبر قضا الشیخان کے قریب قصبہ باعدوی
میں ہے۔

اس قوم کی زیادہ آبادی بلا و عجم و عراق و سورہ و نواح شام وغیرہ میں ہے
لیکن اب موصل کے قریب قضا الشیخان اور کوہ سنجاہ میں جمع ہو گئے ہیں ان کی
کل مردم شماری کم و بیش ستر ہزار ہے ان کی زبان کردی اس زبان کے متعلق یہ
عقیدہ ہے کہ خدا نے آدم کو یہی زبان سکھائی تھی اور حضرت موسیٰ کے صحیفہ اسی
زبان میں نازل ہوئے تھے لیکن جو یزیدی ایشیائے کوچک میں رہتے ہیں وہ ترکی
اور عراق کے رہنے والے ہیں اور ترکی یا عربی زبان بولتے ہیں۔

ان کے یہاں بر خاندان کا بزرگ حاکم ہوتا ہے اور سب سے اوپر و حاکم
ہوتے ہیں یہ باعدوی یا زبیدی ہے دوسرا شیخ یہ روحانی حاکم اور مفتی مذہب ہوتا ہے

شیخ کے ماتحت چار عہدیدار ہوتے ہیں ایک خیریت یہ روزوں اور افطار وغیرہ کا انتظام کرتا ہے عہد فقیر یہ شیخ عادی کے قبر کے مجاور ہیں اور غریب کی اولاد کو تعلیم دیتے ہیں عہد قوال یہ مزامیر بجا کر شیخ عادی اور ملائکہ کی مدح گاتے ہیں عہد کوچک انجینئرز و تکھین کا انتظام ان کے سپرد ہے صنعت و حرفت، زراعت، مزدوری اور مویشیوں کا پالنا یہ چار پیشے یہی لوگ کرتے ہیں ان میں بعض لوگ خانہ بدوش ہیں۔

یہ لوگ اپنے مذہب و عقائد کو چھپاتے ہیں یہی تنقید کی تعلیم ہے ایک خدا کو مانتے ہیں، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت اسحاق ان پانچ نبیوں کے متعلق تو مجھے تحقیق ہے کہ یہ لوگ ان کو مانتے ہیں، حضرت اسحاق کو ذبیح اللہ مانتے ہیں اور ان کی یادگار میں عید اور قربانی کرتے ہیں ان کے مذہب کی دو کتابیں ہیں ایک کا نام جلوہ ہے اور دوسری کا معفقارش ہے وکرمی زبان میں اس کے معنی ہیں سیاہ کتاب، ان کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا نے لور سے سات فرشتے پیدا کئے، عزرائیل، درویشیل، اسرافیل، زرافیل، شمسائیل، نورائیل اور شبرائیل ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ کے نام صوفی عالموں کے عمل میں رائج ہیں اور ان کو موکلات کہتے ہیں، دنیا کا ہر کام دن سات ملائکہ کے سپرد ہے ان میں سب سے بڑا مرتبہ عزرائیل کا ہے عزرائیل کا دو نہ نام الملک الطاووس ہے یہ لوگ اس کی تصویر نہایت حفاظت سے رکھتے ہیں سال میں ایک مرتبہ اس کی زیارت ہوتی ہے، خدا نے پہلے گھوڑے کو پیہ کیا اور اس پر سوار ہو کر سمندوں کی سیر کی سمندریں دیکھ کر اس کو غصہ آیا لہذا ان کو توڑ پھوڑ دیا اس سے جو صحوان نکلا پہاڑ پیدا ہو گئے الملک الطاووس نے اربعہ نام سے آدم کا پتلا بنایا لور اس کے دونوں کانوں میں پھونک ماری وہ کھڑا ہو گیا اس کو حوت میں رکھا پھر اس کے داہنے بازو سے حوا کو پیدا کیا اور ان کو گیمپوں کھانے کو دیا چالیس برس کے بعد الملک الطاووس نے پھونک ماری تو یہ دونوں زمین پر آ پڑے ان کے اعضائے متناسلہ نہ بچے ملک الطاووس نے ایک پرند قلاغ نام کو بھیجا اس نے مٹونگے مار کر اعضائے متناسلہ بنائے آدم نے اپنا لطفہ ایک تخیلی میں بند کیا تو مینے بعد اس سے ایک لڑکا شہیت نام اور ایک لڑکی ہو پیدا پیدا ہوئی آدم دو برس تک ان کو دودھ پلاتے

رہے ان کی اولاد سے جو لوگ پیدا ہوئے وہ یزیدی ہیں جو انے اپنا نطفہ ایک پھیلی میں بند کیا تو وہ سرگیا پھر آدم و حوا کے ملنے سے ایک لڑکا کا بین اور ایک لڑکی ہلبو نہ پیدا ہوئی ان سے تمام دنیا کی نسل چلی۔ نوح کے زمانے میں طوفان آیا چہار شنبہ کا دن مقدس ہے جمعہ کو بھی مقدس مانتے ہیں اس دن کوئی کام نہیں کرتے ماہ نیشان (اپریل) میں ان کی کئی عیدیں ہوتی ہیں خوب ناچتے، کودتے اور گانا بجانا کرتے ہیں سبز کپڑے پہنتے ہیں اس عید کی آخری عید آخری چہار شنبہ کو ہوتی ہے اس دن جنگل جا کر سبزے پر چلتے ہیں رہا رہے مومن صوفی بھی اس کی ہدایت کرتے ہیں،

ساتوں ملا لگنے میں کو ایک جھنڈا بنایا اور حکیم سلیمان کو دیا اس کے بعد وہ جھنڈا بنیدیلوں کے بادشاہ کے ماتھے لگ گیا اس نے اس کی مانند کئی جھنڈے بنائے اس پر طاؤس کی شکل ہے ایک جھنڈا بنیدیلوں کے شیخ کے پاس ہے جو شیخ مرتلہ ہے وہ سانپ اور بچھوؤں میں حلول کر جاتا ہے اس لئے یہ لوگ سانپ اور بچھوؤں کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے آگے نواں گائے ہیں، سور، چھلی، بھنڈی اور کدو یہ چیزیں ان کے یہاں حرام ہیں۔ بچھو بھی، بھینس بھی اور خالہ زاد بہن سے نکاح جائز نہیں جمع بین الاختین بھی جائز نہیں ایک آدمی ایک ہی نکاح کر سکتا ہے مگر اولاد نہ ہونے کی صورت میں چھ تک کر سکتا ہے، نکاح افکارہ برس کی عمر تک ہو سکتا ہے اس کے بعد شیخ کی اجازت پر مختصر ہے شادی میں ناچ گانا، باجا اور نقش بازی لازمی ہے، مرنے کے بدن پر شیخ عادی کی قبر کی مٹی ملتے ہیں اور اس کی مٹی میں بھی قبر کی مٹی دیتے ہیں ایصالِ ثواب کیے۔ نئے برادر ہی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ جنوری میں رمضان شروع ہوتا ہے۔ چالیس دنے رکھتے ہیں نماز چھپا کر پڑھتے ہیں۔ وارمسی رکھتے ہیں، محنتی دیا نندارا اور خوش خلق ہوتے ہیں

اب ان تاریخی حالات میں ہمارے صوفی اور عامل راور مراسم بدعت پر اصرار کرنے والے اپنے عقائد و اعمال کو دیکھیں۔

یہ وہ تحقیقات تھیں جو مختلف کتب و رسائل سے مجھے حاصل ہوئی ہے اب اس فرقہ کے متعلق میں اپنی ذاتی معلومات جو مجھ کو اپنے ایک بغدادی دوست، عالم فاضل، شیخ عبدالعزیز سے حاصل ہوئی ہیں لکھتا ہوں چونکہ یزیدی اپنے عقائد، اپنے

اعمال اور اپنی کتابوں کو چھپاتے ہیں اس لئے ان کے متعلق جس قدر تحقیقات اور پر
نقل کی گئی ہے وہ اس قدر چسپاں نہیں ہوتی جس قدر شیخ عبدالعزیز کا بیان اسماء
روافعات سے مطابقت رکھتا ہے۔

یہ تو مسلم ہے کہ یزیدی اپنی اولاد کو عام اور مروج زمانہ تعلیم نہ دلاتے تھے تاکہ ان
کے عقائد وغیرہ کا افشاء نہ ہونے پائے لیکن کچھ عرصہ سے ان میں سے بعض خاندانوں
نے اس اصول کو ترک کر کے اپنے بچوں کو بغداد کے سرکاری مدارس میں تعلیم کے
لئے داخل کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے بعض عقائد و اعمال ظاہر ہو گئے شیخ
عبدالعزیز کو یہ حالات اپنے ایک ہم سبق یزیدی سے معلوم ہوئے۔

شیخ عادی جو یزیدیوں کا مرشد یا اس فرقہ کا موجد ہے اس کا نام علی بن عبید تھا
اس کا خاندانی وطن یزد (عراق میں) تھا لیکر وہ خود موصل میں پیدا ہوا تھا اس کا دعویٰ
تھا کہ میں ایک سوچیں ہجری میں پیدا ہوا اور میں امام علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہوں۔

شیخ عادی چھٹی صدی ہجری کے نصف میں فوت ہوا اس لئے اس کی عمر کم و بیش
چار سو برس ہوئی چونکہ اس کا خاندان یزد کا رہنے والا تھا اس لئے یزدی مشہور تھا اس
فرقہ کو یزدی کہتے تھے جو رفتہ رفتہ یزیدی ہو گیا عادی لقب اصل میں عودی تھا کیونکہ یہ
شخص ایسا کپڑا پہنتا تھا جس کا رنگ سیاہ مائل بسرخی ہوتا تھا اس لئے یہ شیخ عودی
یزدی مشہور تھا۔

یزدی رسول کریم کو خاتم النبیین مانتے ہیں مگر ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن کو رسول
اکرم اور حضرت علی اور ائمہ اہل بیت کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا ان کے ذرا جڑے قرآن
کی تعلیم و تفسیر شیخ عادی کو بخشی اور شیخ عادی سے اس کے خلیفہ حسین بن ارشی کو وہ
تفسیر معلوم ہوئی اس نے قرآنی تفسیر اور مطالب لکھے۔ اس کتاب کو اسی وجہ سے صحیفہ ارش
کہتے ہیں جس کو صحیفہ ارش کہتے ہیں صحیفہ ارش سے جو آئندہ شیوخ نے مسائل اخذ کر کے جمع
کئے اس کو کتاب کا نام جلوہ ہے۔

چونکہ طاؤس کا جنت میں آدم کے پاس جانا مشہور ہے اس لئے اس کی ایک تصویر
ان کے یہاں رہتی ہے چونکہ وہ دنیا کی آبادی اور یزیدی فرقے کے ظہور کا باعث ہوا۔
اس لئے اس کی تصویر قابل پرستش ہے۔ اس کی روح اس تصویر میں حاوی کرتی ہے
علی عودی ایک دشمن کپڑا پہنتا ہے جس کا رنگ سیاہ مائل بسرخی ہوتا ہے علہ ارش آذربائیجان کے نواح میں ایک
تعبید تھا۔

لہذا یہ اس کو سجدہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اصل سجدہ تو نماز کا سجدہ ہے یہ سجدہ تعظیم ہے نماز بڑھتے ہیں روزے بہت رکھتے ہیں مال کا دسواں حصہ زکوٰۃ دیتے ہیں جو شیخ کے پاس جمع رہتا ہے اور قومی و مذہبی کاموں میں صرف کیا جاتا ہے۔ حج تقیہ اور اخفاء کے ساتھ کرتے ہیں چونکہ یہ لوگ شیطان کی تصویر کو سجدہ کرتے ہیں اس آہن عرب ان کو عید الشیطان کہتے ہیں۔

اصطلاحات

ہر علم و فن کی کچھ اصطلاحیں ہوتی ہیں، اسی طرح صوفیا کی بھی مخصوص اصطلاحیں ہیں۔ مسجوب تک آدمی کسی علم و فن کی اصطلاحات کو نہ جانے اس وقت تک اس کو اس علم کی عبارات وغیرہ کے مفہوم و مطالب کے بیان کرنے یا اس کی عبارات پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پہنچتا کسی زبان کے جانتے یا اس کے ادب میں دخل پیدا کر لینے سے اس زبان کے تمام علوم کی اصطلاحات پر عبور حاصل نہیں ہو جاتا لہذا ہر فن کے علماء سے اس کی اصطلاحوں کو معلوم کرنا چاہئے

خواجہ زکریا رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ صوفیوں کو کیا ہوڑا ہے کہ ایسے الفاظ و کلمات کہتے ہیں کہ وہ سننے میں عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ اس کی کیا گتیا ہے تاکہ کوئی دوسرا ان کے سوانہ جانے کیونکہ ان کے نزدیک یہ باتیں عجیب نہیں۔ صوفیوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ عام مستعمل الفاظ کو استعمال کریں۔ لے انہوں نے اس قسم کے الفاظ وضع کیے ہیں کہ دوسرے نہ سمجھ سکیں۔

امام شعرانی نے الوار القدسیہ میں لکھا ہے

”صوفیہ پر اعتراض کرنا بغیر اس کے کہ ان کی اصطلاحات کو جانتا ہو جائز نہیں جب ہم ان کے کلام کو شریعت کے خلاف دیکھیں گے کہہ دیں گے“

اصطلاحات کی قدامت کے متعلق بعض علماء کے بیانات ملتے ہیں لیکن صحیح طور پر ثابت نہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ اور خواجہ جنید بغدادی رحمہ اللہ نے اصطلاحات منقر کیں۔ لیکن یہ بیان شبہات سے خالی نہیں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ امام قشیری رحمہ اللہ کے زمانے سے قبل بعض اصطلاحات موجود تھیں جیسے حقیقت، طریقت، علم الیقین، حق الیقین، قبض، ابط اور تکبیر۔ لیکن

کوئی قول ایسا نہیں ملا جس پر میں وثوق کے ساتھ یہ کہہ سگوں کہ یہ اصطلاحات کس بزرگ کی ایجاد ہیں۔ امام غزالی نے ادب اور سالک وغیرہ اصطلاحات کا اضافہ کیا۔ خواجہ جنید بغدادی نے جسم انسانی میں پانچ لطیفے مقرر کئے، نفس، قلب، عقل، روح اور ہر جسم انسانی کے ہر ایک لطیفہ کے لئے مقام، اس کی خاصیت اور طریقہ تہذیب مقرر کیا چنانچہ نفس و قلب و عقل کی تہذیب کا نام اصطلاحاً طریقت رکھا اور روح و ہر کی تہذیب کا نام معرفت رکھا۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ نے یہ آٹھ اصطلاحات قائم کیں۔ ہوش و دم، نظر و قدم، سفر و وطن، سخاوت و راجح، یاد کرد، بازگشت، نگہداشت اور با و داشت۔ خواجہ بہاؤ الدین رحمہ اللہ نے وقوف زبانی، وقوف قلبی، اول و ثلث و عروسی کا اضافہ کیا۔

محمد زلف ثانی صاحب نے لطائف کی تعداد میں اضافہ کیا اور ہر لطیفہ کے مقام اور رنگ کا تعین اور ہر لطیفہ کا تعلق ایک معنی سے قرار دیا۔ اول لطیفہ قلب، مقام دو انگشت زیر پستان چپ، نور زرد، زیر قدم حضرت آدم علیہ السلام۔ محل دوم لطیفہ روح، مقام دو انگشت زیر پستان راست، نور سرخ، زیر قدم حضرت نوح و ابراہیم علیہم السلام۔ محل سوم لطیفہ ہر، مقام دو انگشت پستان راست کے اوپر نور سفید، زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ محل چوتھا لطیفہ خفی، مقام دو انگشت پستان چپ کے اوپر نور سیاہ، زیر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ محل پانچواں لطیفہ اشقی، مقام وسط سینہ، نور سبز، زیر قدم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ محل چھٹا لطیفہ نفس، مقام پیشانی نور بے رنگ۔ محل ساتواں لطیفہ قالب مقام دو انگشت، قلب کے نیچے نور بصورت آتش، مگر بے رنگ۔

چھٹی صدی ہجری میں معانی ازلیہ، حقیقت الحقائق، وحدت کثرت، عقل اول اور عقل کلی یہ اصطلاحات قائم ہوئیں۔ شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ اسی عہد میں تھے ممکن ہے یہ سب یا ان میں سے بعض اصطلاحات شیخ نے مقرر کی ہوں۔ زہدیت مطلقہ کی اصطلاح عبدالحق قطب الدین بن سبعین رحمہ اللہ نے ایجاد کی، علامہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ احسنی مصری نے لکھا ہے رحمہ اللہ

”جیسے جیسے مسلمان فلسفہ کے قریب آتے گئے ان کے تصوف میں فلسفہ کا رنگ عاتق تصوف الاسلامی ملے گا۔“

بڑھنے لگا یہاں تک کہ اپنے مشاہدہ و وجدان اور خیال کے اظہار و دانش کے لئے انہوں نے فلسفیانہ اصطلاحات لیں اور ایجاد بھی کیں۔ متاخرین صوفیہ مثلاً محی الدین ابن عربی وغیرہ کے یہاں اگرچہ فلسفیانہ اصطلاحیں ملتی ہیں لیکن ان کی دعوت کی بنیاد خالص اسلام ہی ہے وہی جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور اپنے عمل سے ثابت کیا۔ بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند راہی نے خلوت و راجحہ کا اضافہ کیا۔ اکثر اصطلاحات کا مفہوم حدیثوں سے لیا گیا ہے لیکن آخر زمانے کے صوفیوں نے اصطلاحات کے صحیح مفہوم کو لگاڑ دیا ہے۔

امام قسیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

صوفیائے متقاربین کے ہاں جو اصطلاحیں تھیں متاخرین نے ان کے معنی مفہوم

کو بدل دیا۔

صوفیائی بعض ضروری اصطلاحیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں

تجربہ: بندہ اغراض سے خالی ہو جائے اور ہر کام کو بطور انقیاد کے کرے دنیوی و دوزخی اغراض کو ترک کر دے

جمع الجمع: مخلوقات کو آئینہ صفات حق سمجھنا۔

تجلی و استتار: تجلی ظہور کو کہتے ہیں، استتار پوشیدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ تجلی کی کئی قسمیں ہیں ایک تجلی ذاتی اگر سالک کے وجود عنصری کے صفات و آثار کچھ بھی باقی ہیں تو وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور اگر وجود عنصری کے آثار بالکل فنا ہو چکے ہیں تو وہ مشاہدہ کر سکتا ہے یہ مرتبہ حیات مادی میں صرف رسول کریم کو حاصل ہوا۔ البتہ جنت میں تمام مومنین کو دیدار ہوگا۔ دوسرے تجلی صفاتی اگر صفات جلالی تجلی کریں تو سالک پر خشوع و خضوع کا غلبہ ہوگا اور اگر صفات جمالی تجلی کریں تو سرور و اکس کا غلبہ ہوگا تیسرے تجلی انفعالی۔ سالک کی نظر کسی کی مدح و ذمہ نفع و ضرر اور رد و قبول پر نہ رہے۔ تجلی انفعالی کو محاضره، تجلی صفاتی کو مکاشفہ اور تجلی ذاتی کو مشاہدہ کہتے ہیں، محاضره قلب سے ہوتا ہے مکاشفہ سر سے اور مشاہدہ روح سے۔

احوال رفیعہ: سچا خواب دیکھنا، انبیاء اور فرشتوں کو خواب میں دیکھنا

کشف ہونا، فراست صادقہ کا پیدا ہونا، اجابت دعا کا ہونا اور کرامت کا سرزد ہونا۔
 واصل بہ اللہ کے ساتھ ایک ذوقی حضور و فیض ہو جانا اور غیر سے فہول ہو جانا،
 جب یہ نسبت متصل ہو جاتی ہے تو اسی کو وصل کہتے ہیں۔
 اتصال: اسوائے اللہ سے منقطع ہونے کو اتصال کہتے ہیں ذات کا اتصال ذات نہیں
 ہونا کیونکہ یہ جسم کا خاصہ ہے جس کا خدا کے بارے میں اعتقاد کرنا کفر ہے یہ اتصال
 بے تکلف ہوتا ہے۔

اتصال بے تکلف ہے قیاس بہت رب الناس را با جاہ باس
 بعض اس اتصال کی مثال قطرے اور سمندر کے اتصال سے دیتے ہیں مگر یہ
 مثال غلط ہے کیونکہ قطرہ کا اتصال سمندر سے بے تکلف نہیں ہوتا
 غیبیت و حضور: اگر کوئی وارد قوی قلب پر آیا خواہ صفات خداوندی کا غلبہ ہو یا عذاب
 و ثواب کا خیال ہو اور اس غلبہ سے حواس محفل ہو گئے تو غیبیت کہتے ہیں اور جب
 ہوش ہو گیا تو اس کو حضور کہتے ہیں یعنی حضور بحق، بعض حضور کی جگہ شہود کہتے ہیں۔
 حال: سالک کے دل پر جو کیفیت غیب سے نازل ہو جس میں اس کا کچھ اختیار نہ ہو اس
 کو حال کہتے ہیں۔

مرقاہ: سلوک میں امتقامت حاصل ہونا۔

حریت: آزادی یعنی نفس کی اطاعت سے نکل جانا۔

خاطر: قاب پر جو بھی خطاب وارد ہو وہ خاطر ہے خواہ منجانب حق ہو یا منجانب ملک
 ہو یا منجانب نفس ہو یا منجانب ابلیس ہو

وارد: وارد خاطر سے عام ہے جیسے حسن و سرور و قبض و لبط وغیرہ۔

غلبہ: وارد سے مغلطہ سے کوئی بات، خلاف شرع نکل جانا۔ یہ ایک نقص ہے کیونکہ

اس میں خاطر کی آخری اقسام کے دخل کا خطرہ ہے جس کا غلبہ موجب حرمان ہو سکتا ہے۔

ابن الوقت: کسی ایسی حالت کا وارد ہو جانا کہ سالک اپنی حالت سے باہر ہو جائے

ایسے سالک کو صوفی ابن الوقت کہتے ہیں۔

استغراق: محو و مستغرق ہو جانا، خواجہ عبداللہ امرار نے فرمایا ہے استغراق سے ترقی بند ہو

جانی ہے کیونکہ ترقی کا مدار دوام عمل پر ہے اور استغراق سے عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

حجاب و وقوف جو منازل سلوک طے کرتا رہے وہ سالک ہے جو درمیان میں ایک
رہے۔ واقف ہے اگر یہ جلد توبہ و استغفار کر کے مشغول نہ ہو تو راجع ہے یعنی واپس
کر دے۔ وقوف حجاب ہے۔

لغزش یا لغزش کی سات قسمیں ہیں۔ اعراض۔ حجاب، تفاسل، سلب مزید، سلب قدیم
نسبی اور عداوت اول اعراض ہوتا ہے جو عبادات و ریاضات و عقائد و اعمال وغیرہ
میں ٹکاوٹ و ٹکاسل اور دیگر تفاسل سے واقع ہوتا ہے اگر استغفار کر کے رجوع نہ ہو تو
حجاب ہو جائے گا اگر پھر بھی باز نہ آیا تو عبادت کی لذت بہت کم ہو جائے گی اس کو سلب
مزید کہتے ہیں اور اگر استغفار وغیرہ نہ کیا اور عبادت کی طرف رجوع نہ ہو تو باقی لذت بھی
جاتی رہیں گی اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اب بھی توبہ و استغفار نہ کیا اور عبادت
بہ رجوع نہ ہو تو جدائی ہو جائیگی اس کو نسلی کہتے ہیں یعنی یک سو ہو گیا۔ اگر پھر بھی توبہ
نہ ہو تو عداوت ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

معتوبہ سالک بھی خوش ہیں، خواہ کبھی ایسے ہوش رہے۔

ہوش درویش اپنی نفس ہمہ ہمیشہ آگاہ و ہرشیار رہے۔

نظر برادرہم دائرہ رفت میں پشت پاپہ نظر رہے۔

✓ سفر و وطن کے صفات ذمیمہ سے صفات محمودہ کی طرف رجوع کرے۔

✓ خلوت و ریاضت: دل پیار و دوست بکار رہے۔

باو کروا کر سانی و قلبی میں مشغول ہونا۔

بازگشتہ: ذکر کے بعد ہر بار مذاجات کرنا۔

نگاہ واقفیت: مراقبہ و ملاحظہ از خطرہ ماسوی اللہ۔

یار و اثریت: حق کی طرف متوجہ رہنا۔

✓ وقوف زبانی: ہر وقت اپنے حال کی نگراہی رکھنا کہ مختلف نہ ہو۔

✓ وقوف عذری: ذکر میں غلطی کا لحاظ رکھنا۔

✓ وقوف قلبی: ہر وقت دل کو مشغول بحق رکھنا۔

تفرید: اپنے اوپر احسان الہی کو دیکھنا اور کسی چیز کو اپنی طرف متوجہ نہ کرنا۔

عیانیت: خدا کا وجود اصل ہے مخلوق کا وجود ظن ہے اصل و ظن میں تعلق ہوتا ہے، اس

لغات کا نام اصطلاح تصوف میں عینیت ہے یہی مطلب ہے لاموجود اللہ اور ہمہ اوست
کا عینیت کے یہ معنی سمجھنا کہ دونوں ایک ہیں بالکل غلط ہے اور ہمراہ سرگرفتہ ہے۔

فکر و توجہ:۔ توجہ قلب کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات خاصہ کی طرف ہو۔

طریق عشق:۔ بعض کو جذبہ غیبی یا کسی بزرگ کی توجہ و محبت سے اول نسبت حاصل ہو
جاتی ہے اس کے بعد مقامات کی تصحیح ہوتی ہے اس کو طریق کہتے ہیں۔ اس طریق میں عشق
سے مراد وہ عشق نہیں جس کو عام طور پر عشق کہتے ہیں۔

و حصول نسبت کا پیدا ہو جانا۔

علوم حقائق و معارف:۔ نسبت توجہ حاصل ہونے اور صفائی قلب کی بنا پر کچھ علوم و امور
کے حالات و آثار نازل ہونے لگتے ہیں ان کو علوم حقائق و معارف کہتے ہیں اور آثار کو
احوال کہتے ہیں۔

مشاعر طہ:۔ روزانہ صبح اٹھ کر تنہائی میں بیٹھ کر نفس کو فحائش کرنا کہ دن میں یہ
نیک کام کرتے تپا پیش اور برہی باتوں سے بچنا چاہیے۔

محاسبہ:۔ سونے وقت بستر پر بیٹھ کر نفس سے حساب لینا کہ اس نے مشاعر طہ سے
موافق عمل کیا ہے یا خلاف کیا اگر خلاف کیا ہے تو اس کو نہ جرد تو بیخ کرنا۔

قبض:۔ آثار عظمت و استقامت سے وار و ہونے سے قلب کا گرفتہ ہو جانا اس کو تجلی جلالی بھی
کہتے ہیں۔

البتل:۔ محبوب کے آثار لطف و فضل سے دل سرور ہو جانا اس کو تجلی جمالی کہتے ہیں۔

وجود:۔ اللہ کی طرف سے جو کیفیت قلب پر وارد ہوتی ہے اس سے سالک کی حالت
بدل جاتی ہے اس کو وجد کہتے ہیں۔

وجد و توحید:۔ اگر صاحب وجد ہے خود ہو جائے تو اسے وجد کہتے ہیں اگر سالک برداشت و جہد
پس حالت میں توجہ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اس کو وجد کہتے ہیں اگر بخیر یاں رہا کرے
تو یہ گناہ عظیم ہے۔

تکلیف:۔ اگر سالک کو کبھی قبض کبھی بسط کبھی سکڑ اور کبھی چھو ہو تو اس کو تکلیف کہتے ہیں۔
تکلیف:۔ اگر ریاضت و حصول تام قلب کی حالت یکساں ہے تو اس کو تکلیف کہتے ہیں۔
تصویریں:۔ ہر کی صورت اور کمالات کا تصور کرنا اس سے پیر کی محبت اور اس کے

اتباع کی ترغیب ہوتی ہے یہ عمل مبتدئی کے لئے مفید ہے مگر منتہی کے لئے مضر ہے۔
تصور شیخ سے یہ مطلب نکالنا کہ پیر حاضر ناظر ہے یا ہمارے حال سے آگاہ ہے غلط ہے
اور کفر ہے اس کو برنسخ، رابطہ اور واسطہ بھی کہتے ہیں۔
فنا ہونے والے سالک کے برے اخلاق و اعمال کا زائل ہو جانا، اگر فنا بدرجہ کمال حاصل ہے
تو اس کو فنائے حقیقی کہا جائے گا۔

فقہاء: ان اشیاء سے فنا ہو جائے جو غیر کے واسطے ہیں اور ان اشیاء کے لئے باقی رہے
جو اللہ کے واسطے ہیں۔

شکر و محو: الوار غیب کے غلبہ سے جو بے خودی طاری ہو سکے ہے پھر اختیار سی حالت
کے پیدا ہونے کو صحو کہتے ہیں۔ سکر ہمیشہ نہیں رہتا۔ حالت سکر کے افعال و اقوال کا اعتبار
نہیں ہوتا۔

کتابت فرید: فکر شاعری کسی چیز پر سونے سے اسیم ذات لکھ کر اس کو دبکھا کرتا ہے تاکہ
دل پر نقش ہو جائے۔ بہتر اور کارآمد یہ امر ہے کہ کبھی کسی ہنار و احوال و اصطلاح اور لذت
ورغبت سے غرض نہ رکھے ذکر و اشغال میں محبت عقائد اور پابندی سنت کے ساتھ
مشغول رہے اپنے آپ کو بندہ سمجھے اور تعمیل ارشاد میں مشغول رہے۔

اور بھی بہت سی اصطلاحات ہیں جن کا ذکر مختلف بیانون میں آچکا ہے۔
اختلاف

جو کچھ خدا کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے ہر کام کا ایک وقت معین ہے اپنے اپنے وقت
پر سب کام ہو جاتے ہیں انسان کو یہ ہے کہ خدا کی عبادت کرے اپنی حاجتوں کو اسی کے
سامنے عرض کرے اگر خشوع و خضوع اور صدق و اخلاص شامل حال ہے تو عجز نہیں ہو
سکتی۔ آدمی حاجت کے وقت مضطرب ہو جاتا ہے اس حالت اضطراب میں اس سے
گھر کوئی کہہ دیتا ہے کہ فلاں درگاہ میں جاتے سے مطلب برآ رہی ہو جائے گی تو وہ اہل
غرض مجنون ہر قسم کی باتوں پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام کے ایک فرمان کا مفہوم ہے کہ تمہاری حاجت پوری ہوگی
خواہ پتھر پر عقیدہ رکھ کر مانگو اس لئے خدا کے سوا کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں
ہونا چاہیے۔

اعراس

صوفی لوگ بزرگوں کے مزاروں پر عرس لگاتے ہیں وہاں بازار لگتا ہے ہر قسم کی اشیاء فروخت ہوتی ہیں طرح طرح کے کھیل تماشے ہوتے ہیں عورتوں اور مردوں کا ناچ گانا ہوتا ہے اس رسم کا قرونِ ثلاثہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا یہ سلطان ناصر محمد بن قلاؤن (۱۲۵۰ء) شاہِ مصر کی ایجاد ہے دیکھو خانقاہ کا بیان یہ سخت بدعت ہے دیکھو مشاہدت اور قبور کا بیان شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے پیر و مرشد کی گفتگو تحریر کی ہے ایک دن اس حقیقہ نے عرس وغیرہ کے متعلق صحیح سند پر بھی آپ نے فرمایا یہ بات مشائخ اور درویشوں کی داخلِ عادت نہ رہی ہے اور وہی کہتے رہے ہیں اگرچہ یہ طریقت کے ارکان سے نہیں ہے۔

صاحبِ مصباح القلوب نے عرس کرنے کی سب سے زبردست دلیل یہ دی ہے کہ رسولِ کریم صحابہ کے ساتھ قبروں کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے، اس دلیل کی قوت و مصقولیت کے کیا کہنا! برین عقل و دانش بیاید گریست، زیارتِ قبور کیلئے چند ایک اشخاص کا کبھی جانا اور بات ہے اور ایک تاریخ معین پر قبر پر اجتماع کر کے روشنی کرنے، کھانے پینے، گانے بجانے وغیرہ کا انتظام کرنا، بازار لگانا یہ اور بات ہے۔ بین تفاوت رہ از کجاست تا بجا، یہود و نصاریٰ کی عادت تھی کہ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے۔ بلو سر دیتے تھے، غلاف چڑھاتے تھے روشنی کرتے تھے اور خوشبو لگاتے جلاتے تھے، اسی وجہ سے رسولِ اکرم نے فرمایا ہے کہ خدا لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے پیروں کی قبروں کو سجدہ کرنے کی جگہ بنا لیا ہے۔ یہی شاہِ ولی اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ رسولِ کریم نے پیروں کی قبروں کے پاس نماز پڑھنے کو بھی منع فرمایا ہے۔

عرسوں میں لوگ مزارات کے قریب بیٹھ کر قبرستان میں کھاتے پیتے ہیں خواجہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو الجیریٰ زندقی کے روضہ میں لکھا دیکھا ہے کہ رسولِ کریم نے فرمایا ہے جس نے قبرستان میں کھایا پیا وہ ملعون منافق ہے۔

خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ایک شخص قبرستان میں کھانا کھا رہا ہے تو فرمایا یہ منافق ہے۔ عرس یہود کی ایجاد ہے یہود نے اول اول حضرت زکریا علیہ السلام کے مزار پر ان کی تاریخ و فات پر کھانا پکانا شروع کیا یہ مزار عراق میں وضعِ حلقہ

علیہ مقلایع الذلوب، ۱۳۵۵ھ، ۱۳۵۶ھ، ۱۳۵۷ھ، ۱۳۵۸ھ، ۱۳۵۹ھ، ۱۳۶۰ھ، ۱۳۶۱ھ، ۱۳۶۲ھ، ۱۳۶۳ھ، ۱۳۶۴ھ، ۱۳۶۵ھ، ۱۳۶۶ھ، ۱۳۶۷ھ، ۱۳۶۸ھ، ۱۳۶۹ھ، ۱۳۷۰ھ، ۱۳۷۱ھ، ۱۳۷۲ھ، ۱۳۷۳ھ، ۱۳۷۴ھ، ۱۳۷۵ھ، ۱۳۷۶ھ، ۱۳۷۷ھ، ۱۳۷۸ھ، ۱۳۷۹ھ، ۱۳۸۰ھ، ۱۳۸۱ھ، ۱۳۸۲ھ، ۱۳۸۳ھ، ۱۳۸۴ھ، ۱۳۸۵ھ، ۱۳۸۶ھ، ۱۳۸۷ھ، ۱۳۸۸ھ، ۱۳۸۹ھ، ۱۳۹۰ھ، ۱۳۹۱ھ، ۱۳۹۲ھ، ۱۳۹۳ھ، ۱۳۹۴ھ، ۱۳۹۵ھ، ۱۳۹۶ھ، ۱۳۹۷ھ، ۱۳۹۸ھ، ۱۳۹۹ھ، ۱۴۰۰ھ، ۱۴۰۱ھ، ۱۴۰۲ھ، ۱۴۰۳ھ، ۱۴۰۴ھ، ۱۴۰۵ھ، ۱۴۰۶ھ، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۰۸ھ، ۱۴۰۹ھ، ۱۴۱۰ھ، ۱۴۱۱ھ، ۱۴۱۲ھ، ۱۴۱۳ھ، ۱۴۱۴ھ، ۱۴۱۵ھ، ۱۴۱۶ھ، ۱۴۱۷ھ، ۱۴۱۸ھ، ۱۴۱۹ھ، ۱۴۲۰ھ، ۱۴۲۱ھ، ۱۴۲۲ھ، ۱۴۲۳ھ، ۱۴۲۴ھ، ۱۴۲۵ھ، ۱۴۲۶ھ، ۱۴۲۷ھ، ۱۴۲۸ھ، ۱۴۲۹ھ، ۱۴۳۰ھ، ۱۴۳۱ھ، ۱۴۳۲ھ، ۱۴۳۳ھ، ۱۴۳۴ھ، ۱۴۳۵ھ، ۱۴۳۶ھ، ۱۴۳۷ھ، ۱۴۳۸ھ، ۱۴۳۹ھ، ۱۴۴۰ھ، ۱۴۴۱ھ، ۱۴۴۲ھ، ۱۴۴۳ھ، ۱۴۴۴ھ، ۱۴۴۵ھ، ۱۴۴۶ھ، ۱۴۴۷ھ، ۱۴۴۸ھ، ۱۴۴۹ھ، ۱۴۵۰ھ، ۱۴۵۱ھ، ۱۴۵۲ھ، ۱۴۵۳ھ، ۱۴۵۴ھ، ۱۴۵۵ھ، ۱۴۵۶ھ، ۱۴۵۷ھ، ۱۴۵۸ھ، ۱۴۵۹ھ، ۱۴۶۰ھ، ۱۴۶۱ھ، ۱۴۶۲ھ، ۱۴۶۳ھ، ۱۴۶۴ھ، ۱۴۶۵ھ، ۱۴۶۶ھ، ۱۴۶۷ھ، ۱۴۶۸ھ، ۱۴۶۹ھ، ۱۴۷۰ھ، ۱۴۷۱ھ، ۱۴۷۲ھ، ۱۴۷۳ھ، ۱۴۷۴ھ، ۱۴۷۵ھ، ۱۴۷۶ھ، ۱۴۷۷ھ، ۱۴۷۸ھ، ۱۴۷۹ھ، ۱۴۸۰ھ، ۱۴۸۱ھ، ۱۴۸۲ھ، ۱۴۸۳ھ، ۱۴۸۴ھ، ۱۴۸۵ھ، ۱۴۸۶ھ، ۱۴۸۷ھ، ۱۴۸۸ھ، ۱۴۸۹ھ، ۱۴۹۰ھ، ۱۴۹۱ھ، ۱۴۹۲ھ، ۱۴۹۳ھ، ۱۴۹۴ھ، ۱۴۹۵ھ، ۱۴۹۶ھ، ۱۴۹۷ھ، ۱۴۹۸ھ، ۱۴۹۹ھ، ۱۵۰۰ھ، ۱۵۰۱ھ، ۱۵۰۲ھ، ۱۵۰۳ھ، ۱۵۰۴ھ، ۱۵۰۵ھ، ۱۵۰۶ھ، ۱۵۰۷ھ، ۱۵۰۸ھ، ۱۵۰۹ھ، ۱۵۱۰ھ، ۱۵۱۱ھ، ۱۵۱۲ھ، ۱۵۱۳ھ، ۱۵۱۴ھ، ۱۵۱۵ھ، ۱۵۱۶ھ، ۱۵۱۷ھ، ۱۵۱۸ھ، ۱۵۱۹ھ، ۱۵۲۰ھ، ۱۵۲۱ھ، ۱۵۲۲ھ، ۱۵۲۳ھ، ۱۵۲۴ھ، ۱۵۲۵ھ، ۱۵۲۶ھ، ۱۵۲۷ھ، ۱۵۲۸ھ، ۱۵۲۹ھ، ۱۵۳۰ھ، ۱۵۳۱ھ، ۱۵۳۲ھ، ۱۵۳۳ھ، ۱۵۳۴ھ، ۱۵۳۵ھ، ۱۵۳۶ھ، ۱۵۳۷ھ، ۱۵۳۸ھ، ۱۵۳۹ھ، ۱۵۴۰ھ، ۱۵۴۱ھ، ۱۵۴۲ھ، ۱۵۴۳ھ، ۱۵۴۴ھ، ۱۵۴۵ھ، ۱۵۴۶ھ، ۱۵۴۷ھ، ۱۵۴۸ھ، ۱۵۴۹ھ، ۱۵۵۰ھ، ۱۵۵۱ھ، ۱۵۵۲ھ، ۱۵۵۳ھ، ۱۵۵۴ھ، ۱۵۵۵ھ، ۱۵۵۶ھ، ۱۵۵۷ھ، ۱۵۵۸ھ، ۱۵۵۹ھ، ۱۵۶۰ھ، ۱۵۶۱ھ، ۱۵۶۲ھ، ۱۵۶۳ھ، ۱۵۶۴ھ، ۱۵۶۵ھ، ۱۵۶۶ھ، ۱۵۶۷ھ، ۱۵۶۸ھ، ۱۵۶۹ھ، ۱۵۷۰ھ، ۱۵۷۱ھ، ۱۵۷۲ھ، ۱۵۷۳ھ، ۱۵۷۴ھ، ۱۵۷۵ھ، ۱۵۷۶ھ، ۱۵۷۷ھ، ۱۵۷۸ھ، ۱۵۷۹ھ، ۱۵۸۰ھ، ۱۵۸۱ھ، ۱۵۸۲ھ، ۱۵۸۳ھ، ۱۵۸۴ھ، ۱۵۸۵ھ، ۱۵۸۶ھ، ۱۵۸۷ھ، ۱۵۸۸ھ، ۱۵۸۹ھ، ۱۵۹۰ھ، ۱۵۹۱ھ، ۱۵۹۲ھ، ۱۵۹۳ھ، ۱۵۹۴ھ، ۱۵۹۵ھ، ۱۵۹۶ھ، ۱۵۹۷ھ، ۱۵۹۸ھ، ۱۵۹۹ھ، ۱۶۰۰ھ، ۱۶۰۱ھ، ۱۶۰۲ھ، ۱۶۰۳ھ، ۱۶۰۴ھ، ۱۶۰۵ھ، ۱۶۰۶ھ، ۱۶۰۷ھ، ۱۶۰۸ھ، ۱۶۰۹ھ، ۱۶۱۰ھ، ۱۶۱۱ھ، ۱۶۱۲ھ، ۱۶۱۳ھ، ۱۶۱۴ھ، ۱۶۱۵ھ، ۱۶۱۶ھ، ۱۶۱۷ھ، ۱۶۱۸ھ، ۱۶۱۹ھ، ۱۶۲۰ھ، ۱۶۲۱ھ، ۱۶۲۲ھ، ۱۶۲۳ھ، ۱۶۲۴ھ، ۱۶۲۵ھ، ۱۶۲۶ھ، ۱۶۲۷ھ، ۱۶۲۸ھ، ۱۶۲۹ھ، ۱۶۳۰ھ، ۱۶۳۱ھ، ۱۶۳۲ھ، ۱۶۳۳ھ، ۱۶۳۴ھ، ۱۶۳۵ھ، ۱۶۳۶ھ، ۱۶۳۷ھ، ۱۶۳۸ھ، ۱۶۳۹ھ، ۱۶۴۰ھ، ۱۶۴۱ھ، ۱۶۴۲ھ، ۱۶۴۳ھ، ۱۶۴۴ھ، ۱۶۴۵ھ، ۱۶۴۶ھ، ۱۶۴۷ھ، ۱۶۴۸ھ، ۱۶۴۹ھ، ۱۶۵۰ھ، ۱۶۵۱ھ، ۱۶۵۲ھ، ۱۶۵۳ھ، ۱۶۵۴ھ، ۱۶۵۵ھ، ۱۶۵۶ھ، ۱۶۵۷ھ، ۱۶۵۸ھ، ۱۶۵۹ھ، ۱۶۶۰ھ، ۱۶۶۱ھ، ۱۶۶۲ھ، ۱۶۶۳ھ، ۱۶۶۴ھ، ۱۶۶۵ھ، ۱۶۶۶ھ، ۱۶۶۷ھ، ۱۶۶۸ھ، ۱۶۶۹ھ، ۱۶۷۰ھ، ۱۶۷۱ھ، ۱۶۷۲ھ، ۱۶۷۳ھ، ۱۶۷۴ھ، ۱۶۷۵ھ، ۱۶۷۶ھ، ۱۶۷۷ھ، ۱۶۷۸ھ، ۱۶۷۹ھ، ۱۶۸۰ھ، ۱۶۸۱ھ، ۱۶۸۲ھ، ۱۶۸۳ھ، ۱۶۸۴ھ، ۱۶۸۵ھ، ۱۶۸۶ھ، ۱۶۸۷ھ، ۱۶۸۸ھ، ۱۶۸۹ھ، ۱۶۹۰ھ، ۱۶۹۱ھ، ۱۶۹۲ھ، ۱۶۹۳ھ، ۱۶۹۴ھ، ۱۶۹۵ھ، ۱۶۹۶ھ، ۱۶۹۷ھ، ۱۶۹۸ھ، ۱۶۹۹ھ، ۱۷۰۰ھ، ۱۷۰۱ھ، ۱۷۰۲ھ، ۱۷۰۳ھ، ۱۷۰۴ھ، ۱۷۰۵ھ، ۱۷۰۶ھ، ۱۷۰۷ھ، ۱۷۰۸ھ، ۱۷۰۹ھ، ۱۷۱۰ھ، ۱۷۱۱ھ، ۱۷۱۲ھ، ۱۷۱۳ھ، ۱۷۱۴ھ، ۱۷۱۵ھ، ۱۷۱۶ھ، ۱۷۱۷ھ، ۱۷۱۸ھ، ۱۷۱۹ھ، ۱۷۲۰ھ، ۱۷۲۱ھ، ۱۷۲۲ھ، ۱۷۲۳ھ، ۱۷۲۴ھ، ۱۷۲۵ھ، ۱۷۲۶ھ، ۱۷۲۷ھ، ۱۷۲۸ھ، ۱۷۲۹ھ، ۱۷۳۰ھ، ۱۷۳۱ھ، ۱۷۳۲ھ، ۱۷۳۳ھ، ۱۷۳۴ھ، ۱۷۳۵ھ، ۱۷۳۶ھ، ۱۷۳۷ھ، ۱۷۳۸ھ، ۱۷۳۹ھ، ۱۷۴۰ھ، ۱۷۴۱ھ، ۱۷۴۲ھ، ۱۷۴۳ھ، ۱۷۴۴ھ، ۱۷۴۵ھ، ۱۷۴۶ھ، ۱۷۴۷ھ، ۱۷۴۸ھ، ۱۷۴۹ھ، ۱۷۵۰ھ، ۱۷۵۱ھ، ۱۷۵۲ھ، ۱۷۵۳ھ، ۱۷۵۴ھ، ۱۷۵۵ھ، ۱۷۵۶ھ، ۱۷۵۷ھ، ۱۷۵۸ھ، ۱۷۵۹ھ، ۱۷۶۰ھ، ۱۷۶۱ھ، ۱۷۶۲ھ، ۱۷۶۳ھ، ۱۷۶۴ھ، ۱۷۶۵ھ، ۱۷۶۶ھ، ۱۷۶۷ھ، ۱۷۶۸ھ، ۱۷۶۹ھ، ۱۷۷۰ھ، ۱۷۷۱ھ، ۱۷۷۲ھ، ۱۷۷۳ھ، ۱۷۷۴ھ، ۱۷۷۵ھ، ۱۷۷۶ھ، ۱۷۷۷ھ، ۱۷۷۸ھ، ۱۷۷۹ھ، ۱۷۸۰ھ، ۱۷۸۱ھ، ۱۷۸۲ھ، ۱۷۸۳ھ، ۱۷۸۴ھ، ۱۷۸۵ھ، ۱۷۸۶ھ، ۱۷۸۷ھ، ۱۷۸۸ھ، ۱۷۸۹ھ، ۱۷۹۰ھ، ۱۷۹۱ھ، ۱۷۹۲ھ، ۱۷۹۳ھ، ۱۷۹۴ھ، ۱۷۹۵ھ، ۱۷۹۶ھ، ۱۷۹۷ھ، ۱۷۹۸ھ، ۱۷۹۹ھ، ۱۸۰۰ھ، ۱۸۰۱ھ، ۱۸۰۲ھ، ۱۸۰۳ھ، ۱۸۰۴ھ، ۱۸۰۵ھ، ۱۸۰۶ھ، ۱۸۰۷ھ، ۱۸۰۸ھ، ۱۸۰۹ھ، ۱۸۱۰ھ، ۱۸۱۱ھ، ۱۸۱۲ھ، ۱۸۱۳ھ، ۱۸۱۴ھ، ۱۸۱۵ھ، ۱۸۱۶ھ، ۱۸۱۷ھ، ۱۸۱۸ھ، ۱۸۱۹ھ، ۱۸۲۰ھ، ۱۸۲۱ھ، ۱۸۲۲ھ، ۱۸۲۳ھ، ۱۸۲۴ھ، ۱۸۲۵ھ، ۱۸۲۶ھ، ۱۸۲۷ھ، ۱۸۲۸ھ، ۱۸۲۹ھ، ۱۸۳۰ھ، ۱۸۳۱ھ، ۱۸۳۲ھ، ۱۸۳۳ھ، ۱۸۳۴ھ، ۱۸۳۵ھ، ۱۸۳۶ھ، ۱۸۳۷ھ، ۱۸۳۸ھ، ۱۸۳۹ھ، ۱۸۴۰ھ، ۱۸۴۱ھ، ۱۸۴۲ھ، ۱۸۴۳ھ، ۱۸۴۴ھ، ۱۸۴۵ھ، ۱۸۴۶ھ، ۱۸۴۷ھ، ۱۸۴۸ھ، ۱۸۴۹ھ، ۱۸۵۰ھ، ۱۸۵۱ھ، ۱۸۵۲ھ، ۱۸۵۳ھ، ۱۸۵۴ھ، ۱۸۵۵ھ، ۱۸۵۶ھ، ۱۸۵۷ھ، ۱۸۵۸ھ، ۱۸۵۹ھ، ۱۸۶۰ھ، ۱۸۶۱ھ، ۱۸۶۲ھ، ۱۸۶۳ھ، ۱۸۶۴ھ، ۱۸۶۵ھ، ۱۸۶۶ھ، ۱۸۶۷ھ، ۱۸۶۸ھ، ۱۸۶۹ھ، ۱۸۷۰ھ، ۱۸۷۱ھ، ۱۸۷۲ھ، ۱۸۷۳ھ، ۱۸۷۴ھ، ۱۸۷۵ھ، ۱۸۷۶ھ، ۱۸۷۷ھ، ۱۸۷۸ھ، ۱۸۷۹ھ، ۱۸۸۰ھ، ۱۸۸۱ھ، ۱۸۸۲ھ، ۱۸۸۳ھ، ۱۸۸۴ھ، ۱۸۸۵ھ، ۱۸۸۶ھ، ۱۸۸۷ھ، ۱۸۸۸ھ، ۱۸۸۹ھ، ۱۸۹۰ھ، ۱۸۹۱ھ، ۱۸۹۲ھ، ۱۸۹۳ھ، ۱۸۹۴ھ، ۱۸۹۵ھ، ۱۸۹۶ھ، ۱۸۹۷ھ، ۱۸۹۸ھ، ۱۸۹۹ھ، ۱۹۰۰ھ، ۱۹۰۱ھ، ۱۹۰۲ھ، ۱۹۰۳ھ، ۱۹۰۴ھ، ۱۹۰۵ھ، ۱۹۰۶ھ، ۱۹۰۷ھ، ۱۹۰۸ھ، ۱۹۰۹ھ، ۱۹۱۰ھ، ۱۹۱۱ھ، ۱۹۱۲ھ، ۱۹۱۳ھ، ۱۹۱۴ھ، ۱۹۱۵ھ، ۱۹۱۶ھ، ۱۹۱۷ھ، ۱۹۱۸ھ، ۱۹۱۹ھ، ۱۹۲۰ھ، ۱۹۲۱ھ، ۱۹۲۲ھ، ۱۹۲۳ھ، ۱۹۲۴ھ، ۱۹۲۵ھ، ۱۹۲۶ھ، ۱۹۲۷ھ، ۱۹۲۸ھ، ۱۹۲۹ھ، ۱۹۳۰ھ، ۱۹۳۱ھ، ۱۹۳۲ھ، ۱۹۳۳ھ، ۱۹۳۴ھ، ۱۹۳۵ھ، ۱۹۳۶ھ، ۱۹۳۷ھ، ۱۹۳۸ھ، ۱۹۳۹ھ، ۱۹۴۰ھ، ۱۹۴۱ھ، ۱۹۴۲ھ، ۱۹۴۳ھ، ۱۹۴۴ھ، ۱۹۴۵ھ، ۱۹۴۶ھ، ۱۹۴۷ھ، ۱۹۴۸ھ، ۱۹۴۹ھ، ۱۹۵۰ھ، ۱۹۵۱ھ، ۱۹۵۲ھ، ۱۹۵۳ھ، ۱۹۵۴ھ، ۱۹۵۵ھ، ۱۹۵۶ھ، ۱۹۵۷ھ، ۱۹۵۸ھ، ۱۹۵۹ھ، ۱۹۶۰ھ، ۱۹۶۱ھ، ۱۹۶۲ھ، ۱۹۶۳ھ، ۱۹۶۴ھ، ۱۹۶۵ھ، ۱۹۶۶ھ، ۱۹۶۷ھ، ۱۹۶۸ھ، ۱۹۶۹ھ، ۱۹۷۰ھ، ۱۹۷۱ھ، ۱۹۷۲ھ، ۱۹۷۳ھ، ۱۹۷۴ھ، ۱۹۷۵ھ، ۱۹۷۶ھ، ۱۹۷۷ھ، ۱۹۷۸ھ، ۱۹۷۹ھ، ۱۹۸۰ھ، ۱۹۸۱ھ، ۱۹۸۲ھ، ۱۹۸۳ھ، ۱۹۸۴ھ، ۱۹۸۵ھ، ۱۹۸۶ھ، ۱۹۸۷ھ، ۱۹۸۸ھ، ۱۹۸۹ھ، ۱۹۹۰ھ، ۱۹۹۱ھ، ۱۹۹۲ھ، ۱۹۹۳ھ، ۱۹۹۴ھ، ۱۹۹۵ھ، ۱۹۹۶ھ، ۱۹۹۷ھ، ۱۹۹۸ھ، ۱۹۹۹ھ، ۲۰۰۰ھ، ۲۰۰۱ھ، ۲۰۰۲ھ، ۲۰۰۳ھ، ۲۰۰۴ھ، ۲۰۰۵ھ، ۲۰۰۶ھ، ۲۰۰۷ھ، ۲۰۰۸ھ، ۲۰۰۹ھ، ۲۰۱۰ھ، ۲۰۱۱ھ، ۲۰۱۲ھ، ۲۰۱۳ھ، ۲۰۱۴ھ، ۲۰۱۵ھ، ۲۰۱۶ھ، ۲۰۱۷ھ، ۲۰۱۸ھ، ۲۰۱۹ھ، ۲۰۲۰ھ، ۲۰۲۱ھ، ۲۰۲۲ھ، ۲۰۲۳ھ، ۲۰۲۴ھ، ۲۰۲۵ھ، ۲۰۲۶ھ، ۲۰۲۷ھ، ۲۰۲۸ھ، ۲۰۲۹ھ، ۲۰۳۰ھ، ۲۰۳۱ھ، ۲۰۳۲ھ، ۲۰۳۳ھ، ۲۰۳۴ھ، ۲۰۳۵ھ، ۲۰۳۶ھ، ۲۰۳۷ھ، ۲۰۳۸ھ، ۲۰۳۹ھ، ۲۰۴۰ھ، ۲۰۴۱ھ، ۲۰۴۲ھ، ۲۰۴۳ھ، ۲۰۴۴ھ، ۲۰۴۵ھ، ۲۰۴۶ھ، ۲۰۴۷ھ، ۲۰۴۸ھ، ۲۰۴۹ھ، ۲۰۵۰ھ، ۲۰۵۱ھ، ۲۰۵۲ھ، ۲۰۵۳ھ، ۲۰۵۴ھ، ۲۰۵۵ھ، ۲۰۵۶ھ، ۲۰۵۷ھ، ۲۰۵۸ھ، ۲۰۵۹ھ، ۲۰۶۰ھ، ۲۰۶۱ھ، ۲۰۶۲ھ، ۲۰۶۳ھ، ۲۰۶۴ھ، ۲۰۶۵ھ، ۲۰۶۶ھ، ۲۰۶۷ھ، ۲۰۶۸ھ، ۲۰۶۹ھ، ۲۰۷۰ھ، ۲۰۷۱ھ، ۲۰۷۲ھ، ۲۰۷۳ھ، ۲۰۷۴ھ، ۲۰۷۵ھ، ۲۰۷۶ھ، ۲۰۷۷ھ، ۲۰۷۸ھ، ۲۰۷۹ھ، ۲۰۸۰ھ، ۲۰۸۱ھ، ۲۰۸۲ھ، ۲۰۸۳ھ، ۲۰۸۴ھ، ۲۰۸۵ھ، ۲۰۸۶ھ، ۲۰۸۷ھ، ۲۰۸۸ھ، ۲۰۸۹ھ، ۲۰۹۰ھ، ۲۰۹۱ھ، ۲۰۹۲ھ، ۲۰۹۳ھ، ۲۰۹۴ھ، ۲۰۹۵ھ، ۲۰۹۶ھ، ۲۰۹۷ھ، ۲۰۹۸ھ، ۲۰۹۹ھ، ۲۱۰۰ھ، ۲۱۰۱ھ، ۲۱۰۲ھ، ۲۱۰۳ھ، ۲۱۰۴ھ، ۲۱۰۵ھ، ۲۱۰۶ھ، ۲۱۰۷ھ، ۲۱۰۸ھ، ۲۱۰۹ھ، ۲۱۱۰ھ، ۲۱۱۱ھ، ۲۱۱۲ھ، ۲۱۱۳ھ، ۲۱۱۴ھ، ۲۱۱۵ھ، ۲۱۱۶ھ، ۲۱۱۷ھ، ۲۱۱۸ھ، ۲۱۱۹ھ، ۲۱۲۰ھ، ۲۱۲۱ھ، ۲۱۲۲ھ، ۲۱۲۳ھ، ۲۱۲۴ھ، ۲۱۲۵ھ، ۲۱۲۶ھ، ۲۱۲۷ھ، ۲۱۲۸ھ، ۲۱۲۹ھ، ۲۱۳۰ھ، ۲۱۳۱ھ، ۲۱۳۲ھ، ۲۱۳۳ھ، ۲۱۳۴ھ، ۲۱۳۵ھ، ۲۱۳۶ھ، ۲۱۳۷ھ، ۲۱۳۸ھ، ۲۱۳۹ھ، ۲۱۴۰ھ، ۲۱۴۱ھ، ۲۱۴۲ھ، ۲۱۴۳ھ، ۲۱۴۴ھ، ۲۱۴۵ھ، ۲۱۴۶ھ، ۲۱۴۷ھ، ۲۱۴۸ھ، ۲۱۴۹ھ، ۲۱۵۰ھ، ۲۱۵۱ھ، ۲۱۵۲ھ، ۲۱۵۳ھ، ۲۱۵۴ھ، ۲۱۵۵ھ، ۲۱۵۶ھ، ۲۱۵۷ھ، ۲۱۵۸ھ، ۲۱۵۹ھ، ۲۱۶۰ھ، ۲۱۶۱ھ، ۲۱۶۲ھ، ۲۱۶۳ھ، ۲۱۶۴ھ، ۲۱۶۵ھ، ۲۱۶۶ھ، ۲۱۶۷ھ، ۲۱۶۸ھ، ۲۱۶۹ھ، ۲۱۷۰ھ، ۲۱۷۱ھ، ۲۱۷۲ھ، ۲۱۷۳ھ، ۲۱۷۴ھ، ۲۱۷۵ھ، ۲۱۷۶ھ، ۲۱۷۷ھ، ۲۱۷۸ھ، ۲۱۷۹ھ، ۲۱۸۰ھ، ۲۱۸۱ھ، ۲۱۸۲ھ، ۲۱۸۳ھ، ۲۱۸۴ھ، ۲۱۸۵ھ، ۲۱۸۶ھ، ۲۱۸۷ھ، ۲۱۸۸ھ، ۲۱۸۹ھ، ۲۱۹۰ھ، ۲۱۹۱ھ، ۲۱۹۲ھ، ۲۱۹۳ھ، ۲۱۹۴ھ، ۲۱۹۵ھ، ۲۱۹۶ھ، ۲۱۹۷ھ، ۲۱۹۸ھ، ۲۱۹۹ھ، ۲۲۰۰ھ، ۲۲۰۱ھ، ۲۲۰۲ھ، ۲۲۰۳ھ، ۲۲۰۴ھ، ۲۲۰۵ھ، ۲۲۰۶ھ، ۲۲۰۷ھ، ۲۲۰۸ھ، ۲۲۰۹ھ، ۲۲۱۰ھ، ۲۲۱۱ھ، ۲۲۱۲ھ، ۲۲۱۳ھ، ۲۲۱۴ھ، ۲۲۱۵ھ، ۲۲۱۶ھ، ۲۲۱۷ھ، ۲۲۱۸ھ، ۲۲۱۹ھ، ۲۲۲۰ھ، ۲۲۲۱ھ، ۲۲۲۲ھ، ۲۲۲۳ھ، ۲۲۲۴ھ، ۲۲۲۵ھ، ۲۲۲۶ھ، ۲۲۲۷ھ، ۲۲۲۸ھ، ۲۲۲۹ھ، ۲۲۳۰ھ، ۲۲۳۱ھ، ۲۲۳۲ھ، ۲۲۳۳ھ، ۲۲۳۴ھ، ۲۲۳۵ھ، ۲۲۳۶ھ، ۲۲۳۷ھ، ۲۲۳۸ھ، ۲۲۳۹ھ، ۲۲۴۰ھ، ۲۲۴۱ھ، ۲۲۴۲ھ، ۲۲۴۳ھ، ۲۲۴۴ھ، ۲۲۴۵ھ، ۲۲۴۶ھ، ۲۲۴۷ھ، ۲۲۴۸ھ، ۲۲۴۹ھ، ۲۲۵۰ھ، ۲۲۵۱ھ، ۲۲۵۲ھ، ۲۲۵۳ھ، ۲۲۵۴ھ، ۲۲۵۵ھ، ۲۲۵۶ھ، ۲۲۵۷ھ، ۲۲۵۸ھ، ۲۲۵۹ھ، ۲۲۶۰ھ، ۲۲۶۱ھ، ۲۲۶۲ھ، ۲۲۶۳ھ، ۲۲۶۴ھ، ۲۲۶۵ھ، ۲۲۶۶ھ، ۲۲۶۷ھ، ۲۲۶۸ھ، ۲۲۶۹ھ، ۲۲۷۰ھ، ۲۲۷۱ھ، ۲۲۷۲ھ، ۲۲۷۳ھ، ۲۲۷۴ھ، ۲۲۷۵ھ، ۲۲۷۶ھ، ۲۲۷۷ھ، ۲۲۷۸ھ، ۲۲۷۹ھ، ۲۲۸۰ھ، ۲۲۸۱ھ، ۲۲۸۲ھ، ۲۲۸۳ھ، ۲۲۸۴ھ، ۲۲۸۵ھ، ۲۲۸۶ھ، ۲۲۸۷ھ، ۲۲۸۸ھ، ۲۲۸۹ھ، ۲۲۹۰ھ، ۲۲۹۱ھ، ۲۲۹۲ھ، ۲۲۹۳ھ، ۲۲۹۴ھ، ۲۲۹۵ھ، ۲۲۹۶ھ، ۲۲۹۷ھ، ۲۲۹۸ھ، ۲۲۹۹ھ، ۲۳۰۰ھ، ۲۳۰۱ھ، ۲۳۰۲ھ، ۲۳۰۳ھ، ۲۳۰۴ھ، ۲۳۰۵ھ، ۲۳۰۶ھ، ۲۳۰۷ھ، ۲۳۰۸ھ، ۲۳۰۹ھ، ۲۳۱۰ھ، ۲۳۱۱ھ، ۲۳۱۲ھ، ۲۳۱۳ھ، ۲۳۱۴ھ، ۲۳۱۵ھ، ۲۳۱۶ھ، ۲۳۱۷ھ، ۲۳۱۸ھ، ۲۳۱۹ھ، ۲۳۲۰ھ، ۲۳۲۱ھ، ۲۳۲۲ھ، ۲۳۲۳ھ، ۲۳۲۴ھ، ۲۳۲۵ھ، ۲۳۲۶ھ، ۲۳۲۷ھ، ۲۳۲۸ھ، ۲۳۲۹ھ، ۲۳۳۰ھ، ۲۳۳۱ھ، ۲۳۳۲ھ، ۲۳۳۳ھ، ۲۳۳۴ھ، ۲۳۳۵ھ، ۲۳۳۶ھ، ۲۳۳۷ھ، ۲۳۳۸ھ، ۲۳۳۹ھ، ۲۳۴۰ھ، ۲۳۴۱ھ، ۲۳۴۲ھ، ۲۳۴۳ھ، ۲۳۴۴ھ، ۲۳۴۵ھ، ۲۳۴۶ھ، ۲۳۴۷ھ، ۲۳۴۸ھ، ۲۳۴۹ھ، ۲۳۵۰ھ، ۲۳۵۱ھ، ۲۳۵۲ھ، ۲۳۵۳ھ، ۲۳۵۴ھ، ۲۳۵۵ھ، ۲۳۵۶ھ، ۲۳۵۷ھ، ۲۳۵۸ھ، ۲۳۵۹ھ، ۲۳۶۰ھ، ۲۳۶۱ھ، ۲۳۶۲ھ، ۲۳۶۳ھ، ۲۳۶۴ھ، ۲۳۶۵ھ، ۲۳۶۶ھ، ۲۳۶۷ھ، ۲۳۶۸ھ، ۲۳۶۹ھ، ۲۳۷۰ھ، ۲۳۷۱ھ، ۲۳۷۲ھ، ۲۳۷۳ھ، ۲۳۷۴ھ، ۲۳۷۵ھ، ۲۳۷۶ھ، ۲۳۷۷ھ، ۲۳۷۸ھ، ۲۳۷۹ھ، ۲۳۸۰ھ، ۲۳۸۱ھ، ۲۳۸۲ھ، ۲۳۸۳ھ، ۲۳۸۴ھ، ۲۳۸۵ھ، ۲۳۸۶ھ، ۲۳۸۷ھ، ۲۳۸۸ھ، ۲۳۸۹ھ، ۲۳۹۰ھ، ۲۳۹۱ھ

سے چند میل کے فاصلہ پر ہے) اسلام میں اس کی نقل و دو بادشاہوں نے کی مدتوں سے
اور آٹھویں صدی ہجری میں تھے۔ ایک سلطان غلاموں شاہ مصر، دوسرے سلطان ابو
سعید ابن زین العابدین والی اہل۔ اس نے مولود شریف کا موجودہ طریقہ ایجاد کیا۔ امام بیہقی
غلامہ معزالہیین، حسن خوارزمی، علامہ ابن خلکان، علامہ سیوطی ابن الجوزی نے بالافاق لکھا ہے
کہ موجودہ محفل میلاد کا موجودہ یہی سلطان ہے اس سے پہلے اس قسم کی محفل میلاد نہیں ہوئی
علامہ خوارزمی تحریر فرماتے ہیں۔

”اہل کا بادشاہ ابو سعید کو کمری ایک شریف بادشاہ تھا یہ بادشاہ مولود بنی ربیع الاول
میں منامتا تھا یہ پہلا شخص ہے جس نے محفل میلاد کو ایجاد کیا اور رواج دیا
غلامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں۔

”سلطان کی قائم کردہ محفل میلاد کو سن کر لوگ دور دور سے آتے تھے سلطان ان کے
لئے لکڑی کے پانچ پانچ منراں کے مکانات بنواتا تھا، عفر کے پہلے ہفتہ سے ان مکانات کی پیش
شروع ہو جاتی تھی ان مجلسوں میں گانا بجانا ہوتا تھا
غلامہ سیوطی ابن الجوزی تحریر فرماتے ہیں

”ان مکانات میں سلطان ظہر سے عصر تک صوفیوں کے لئے سماع کراتا تھا ان کے ساتھ
بنا چٹا یا بھٹی عرس ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں گانا بجانا نہیں ہوتا نہ دکانیں لگائی جاتی ہیں بلکہ
صرف قرآن خوانی اور وعظ ہوتا ہے مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے اگرچہ اس صورت میں
نظام ہر شباحت نہیں معلوم ہوتی لیکن تقیین یوم کے ساتھ مداومت سے ہیں کا تقریر وعت
ہے، قرواں تلاتہ ہیں اس کا محل جاری نہیں ہوتا اگر کسی طرح اس کو مباح بھی قرار دیا جائے
تو وہ فضیل مباح جس کے اہل اسے فساد عقائد اور ناجائز امور کے احداث کا خطرہ ہو تو بالکل
پھرتا ہے، یہی صورت ترقی کر کے بعض جگہ نوالی شروع ہو جاتی ہے، چادریں آٹے
لگتی ہیں اور منٹوں کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے پھر دوسری تمام صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

الواش

تحتیہ دنیا و خستہ جاہ، ریا، غرور، حسد، کینہ، غصہ، شہوت و دودغ، بخل، خمر و قمار
ترک اعمال صالحہ اور تمام امور خلاف شرع و مذت یہ مایع راہ سلوک ہیں
امیر مصطفیٰ

انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی معصوم نہیں اعلیٰ سے گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے غلطیاں بھی ہوتی ہیں اس لئے ہر قول و فعل کو حجت نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ان کے اقوال و افعال کو کتاب و سنت کے معیار پر جانچ کر قبول کرنا چاہئے۔

امام قشیری نے تحریر فرمایا ہے علیہ

”طالب کو یہ نہ چاہئے کہ مرشد کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے۔“

خواجہ چراغ دہلوی کا قول ہے ”مشائخ کا کوئی قول حجت نہیں“ قرآن مجید میں ارشاد

ہے

”اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء“ اس پر

چلو ہو تمہارے خدا کی طرف سے انرا ہے اس کے سوا اور دوسرے رفیقوں کے پیچھے نہ چلو۔

رسول کریم کا ارشاد ہے ”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“ مخلوق کی

اطاعت خدا کی نافرمانی میں نہیں ہے یعنی اگر حاکم یا ماں باپ یا پیر کسی گناہ کے کرنے کا حکم

دیں تو نہ کرنا چاہئے لہذا اگر مرشد کوئی حکم خلاف شرع دے تو اس پر عمل نہ کرنا چاہئے۔

صوفی لوگ خواجہ حافظ شیرازی کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغال کہ سالک بجز بنو ذراہ در رسم منزلہا

میرے نزدیک اس شعر کا تعلق صرف شاعری سے ہے شاعر نے پیر مغال کی اطاعت

کے لئے ایک نفیس مضمون پیدا کیا ہے شعر اور پیر مغال، مغ بچہ ساقی کے دہ اور درخت خانہ

کو سجدہ کرتے چلے آئے ہیں وہ پیر مغال کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے رہے ہیں بول،

دین، جان و مال حسب اس کے قدموں پر نثار کرتے آئے ہیں۔ غرض اس قسم کے

مغالبین کے اراکین نے پس مذہب و ملت سے غرض نہیں ہوتی، پس ایسے اشعار کو

اعمال و عقائد میں پیش کرنا واثمہد کا کام نہیں اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ خواجہ حافظ

کا واقعی ناشائستہ سلوک و تعصوب ہی ہے تو میں کہوں گا یہ ان کی غلطی تھی خدا ان کو جہنم

کرے اور ان پر رحم فرمائے۔ اس قسم کے اقوال کوتاہیلا تہ بعیدہ کے ساتھ مذہب و

مسلمک سے قریب کرنا بڑی غلطی ہے۔ اسی غلطی کی وجہ سے آج بہت سی خرابیاں

نظر آ رہی ہیں ہمیں ایسے اشعار کو ان کے ظاہری معنی پر شاعری ہی میں رکھنا چاہئے۔

خواجہ حافظ کے دیوان میں جس قدر تحریفات ہوئی ہے ان پر نظر کرتے ہوئے بھی قطعی

۱۔ رسالہ قشیری علیہ شرح السنہ

طوبہ پر یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ شعر واقعی خواجہ کا ہے یا کسی محرف کی طباعی ہے۔

انما الحق

مافی الجہۃ الا اللہ، انما الحق، سبحانی ما اعظم شأنی اور اسی قسم کے چند اقوال خواجہ بایزید بسطامی وغیرہ بزرگوں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ بعض لوگوں نے ان کی یہ تاویل کی ہے کہ حالت سکرو بے خودی میں ان سے ایسے الفاظ سرزد ہوئے ہیں جن سے عرض کرتا ہوں ہے۔ اول تو ان روایات کا ان حضرات تک صحت کے ساتھ پہنچنا مشکل ہے اور اگر کسی طرح یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ان بزرگوں نے ایسا فرمایا ہے تو بے خودی اور سکرو کی بات نہ قابل اعتبار ہے نہ لائق تقلید ہے، نہ قابل ذکر ہے اس کا بیان کرنا دوسروں کے لئے خطر ہے اور دوسروں کے لئے خطرہ پیدا کرنا گناہ ہے اس لئے اس قسم کی باتوں کا تذکرہ کسی طرح مناسب ہی نہیں۔ سکرو و صحو کی شدت و کثرت علامت نقص ہے، اس لئے اس سے ان بزرگوں کے دامن کمال پر بھی وہبتہ آتا ہے

اہل خدمت

یہ عام طور مشہور ہے کہ دنیا کا ظاہری و باطنی نظام اولیائے کرام سے متعلق ہے اور ہر جگہ اس نظام کو برقرار رکھنے والا اور اس کے مطابق امور کو سرانجام کرانے والا ایک بزرگ موجود ہوتا ہے اس کو صاحب خدمت کہتے ہیں۔

یہ خیال صحیح ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر قریہ، ہر قصبہ اور ہر شہر میں صاحب خدمت موجود ہو بلکہ ان لوگوں پر مختلف علاقے تقسیم ہوتے ہیں، اس کی اتنی اصلیت میں ملتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے

”اہل شام ابدال کی وجہ سے بہت سی بلاؤں سے محفوظ ہیں اور اہل کوفہ سے بہت بچتے ہیں“

بزرگوں کے وجود سے عوام کو ضرور فوائد حاصل ہوتے ہیں خواجہ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے

”در اقبال نیگاں بداراں میرنید اگرچہ بداراں اہل نیکی نیستند“

نقیات الانس میں ہے

”آنانکہ اہل حل و عقد و برہنگاں درگاہ حق اند سی صد تن اند کہ ایشان را اجلا فرماید“

وچل رہی ایشانرا ابدال۔

صاحب خدمت سالک ہوتے ہیں، مجذوب نہیں ہوتے کیونکہ انتظام و عمل صاحب عقل و فہم و فراست کا کام ہے حضرت غوث کبیر سید عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے علیہ السلام
 ”صاحب خدمت مجاہد نہیں ہوتے البتہ قرب قیامت میں انتظام عالم ہی کے سپرد ہوگا لہذا نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔“

ایصالِ ثواب

موتوں کے مالی و دینی امور کی خدمتوں کا ثواب پہنچتا ہے یعنی قلوب قرآن حج اور صدقہ وغیرہ کا ثواب انہیں ملتا ہے اگر کسی بزرگ کو ثواب پہنچانا ہو تو ان کے ایصالِ ثواب کی سنت سے کچھ بڑھ کر بخش دے یا محتاجوں کو ان کی حاجت کی اشیا فرام کر دے باقی کھانا سامان رکھ کر فاتحہ پڑھنا یا کوئی خاص دن مقرر کرنا یہ امور بدعت ہیں جب چاہے جس بزرگ کو ایصالِ ثواب کر دے کھانا مسطحا وغیرہ کی شرط نہیں بلکہ جس چیز کے مساکین کو ضرورت ہو دے دے مثلاً موسم سرما میں کپڑا، ایام قحط میں غلہ یا مریا میں دوا و کفن وغیرہ۔

ایصالِ ثواب کی چند حدیثیں درج ذیل ہیں

(۱) اگر مسلمان میت کی طرف سے کوئی صدقہ کیا جائے یا حج کیا جائے یا غلام آزاد کیا جائے تو اس کا ثواب میت کو اسی وقت پہنچ جائے گا علیہ السلام
 (۲) جو کوئی قبرستان کی طرف گزیرے تو گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر بخش دے جس قدر حصے اس قبرستان میں دفن ہونگے پڑھنے والے کو اسی قدر اجر و ثواب ملے گا علیہ السلام
 (۳) مرنے کے بعد حج بدل کر دینا، صلہ رحمی اور افضل اعمال سے علیہ السلام

بدعت

دین میں ایسا امر داخل کرنا جو بزرگانِ قرین خلافہ کے قول و فعل سے ثابت نہ ہو بدعت کہلاتا ہے

بدعت کے متعلق مشکوٰۃ شریف کی دو حدیثیں قابلِ غور ہیں

(۱) من احسن ثانی امرنا ما لیس منہ فہو رد۔ یعنی دین میں جو کوئی نئی بات ایسی ایجاد کی جائے جو اس میں نہ وہ مردود ہے۔
 علیہ السلام ابن جریر علیہ السلام رافعی علیہ السلام بیہقی ابن عساکر

(۳) من عمل ولیس علیہ امر فانہو مردود یعنی جو کوئی بغیر ہمارے حکم کے کوئی کام دین میں ثواب سمجھ کر کرے وہ مردود ہے۔

حضرت عنوث پاک نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے جو کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے خدا اور فرشتوں کی اس پر لعنت ہوتی ہے اور اس کا کوئی عمل خدا کے یہاں مقبول نہیں ہوتا۔

ایک حدیث حضرت ابوامامہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا بدعتی دوزخ کے کنارے ہیں۔

ایک اور حدیث ہے: "کل بدعة ضلالة وكل ضلالة فی النار" یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں جانے والی ہے بعض لوگ بدعت کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں ایک بدعت حسنہ یعنی نیک کام ایک بدعت سیئہ یعنی کوئی یہودہ کام لیکن رسول کریم کے ارشاد میں یہ تفصیل نہیں ہے۔ وہاں تو (کل) کا لفظ ہے۔

فریب دہے عزیزان جہاں شرم کہ مرا حدیث سرور کو نہیں ہر زبان باقی ست

حضرت مجدد صاحب نے مکتوبات جلد اول میں فرمایا ہے:

"بعض علماء نے لکھا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ حسنہ اس نیک

عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرتا ہو مگر یہ فقیران بدعتوں میں سے کسی بھی بدعت میں حسن و لو ثواب کا مشاہدہ نہیں کرتا۔"

حضرت عنوث اعظم نے تحریر فرمایا ہے:

جو شخص بدعتی کو اللہ کا مبعوض جانے کا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا جو کوئی بدعتی کو خدا کا مبعوض جان کر جبر کے گا خدا نے تعالیٰ اس کو قیامت کے دن امن میں رکھے گا جو بدعتی کو حقیر جانے کا خدا نے تعالیٰ اس کو جنت میں سودا عطا کرے گا جب خدا نے تعالیٰ کسی شخص کو بدعتی سے بعض رکھنے والا جانتا ہے تو اسے امید کرتا ہوں کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ اس کے نیک عمل تھوڑے ہو۔ جب کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دو سرار استہیکر و رسول کریم نے فرمایا ہے جو شخص کسی بدعتی کا بٹکانا ہے خدا نے تعالیٰ اور فرشتے اس پر لعنت کرے۔

عنه عنینہ الطالین عنہ شیح الغیب

ہیں۔ سنت کی پیروی کرتے رہو، بدعت نہ لکالو، خدا اور رسول کا کہا مانو، موحّد بن جاؤ،
اور مشرک نہ بنو۔

بڑا موحّد

بعض صوفی کہتے ہیں کہ شیطان سب سے بڑا موحّد ہے کیونکہ اس نے خدا کے سوا
کسی کو سجدہ کو تاپسند نہ کیا اور آدم کے سجدہ سے الکار کر دیا یہ وہ قول ہے جس کو بعض
کفار معتزلیین اسلام نے پیش کیا ہے۔

ان کو یہ معلوم نہیں کہ شیطان نے کس وجہ سے سجدہ کر سب سے الکار کیا تھا۔
اس نے کہا تھا کہ آدم کو میں اس لئے سجدہ نہیں کرتا کہ میں اس سے افضل ہوں کیونکہ اس کی
سینچیش مشیت خاک سے ہوئی ہے اور میری اصل آتش مشتعل ہے (خَلَقْتَنِي مِنْ
تَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ) اس نے خدا کے سوا کسی دوسرے کے سجدہ کرنے سے الکار
نہیں کیا جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی عجب سے افضل اصل و نسل کا ہو تو میں سے
سجدہ کر سکتا ہوں، اگر موحّد ہوتا تو یوں کہتا کہ میں تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا
قرآن نے اس قصے کو کئی جگہ تفصیل سے ذکر کیا ہے جس سے اس کے دو جرم ثابت ہوتے
ہیں ایک عدول حکمی دوسرے غرور۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ائمہ مفسرین کے اس کے
متعلق کیا اقوال ہیں۔ مستند قول یہ ہے کہ آدم کی فات کو سجدہ کا حکم نہیں تھا۔ سجدہ تو خدا کے
لیئے تھا آدم کو سمت قرار دیا گیا تھا جبے کعبہ سمت قبلہ ہے کعبہ کو سجدہ نہیں کیا جاتا سجدہ
خدا کے لئے ہے کعبہ سمت ہے بعض نے اس سجدہ کے معنی صرف سلام لئے ہیں اس
لئے اس سجدہ کی نوعیت ہی متعین کرنے دشوار ہے سجدہ نہایت وسیع المعنی لفظ ہے
اصل یہ ہے نہ وہ سجدہ تھا یہ سجدہ نہ یہ سجدہ ہے وہ سجدہ اس کے علاوہ خداوند
ذوالجلال نے جو قرآن مجید میں بعض امور کو بیان کیلئے اس کو ہمارے قرین فہم کرنے
کے لئے ہمارے الفاظ و عبارات میں بیان کیا ہے، ایک موقع پر خود قرآن مجید میں
ارشاد ہے کہ اللہ مثالیں لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کرتا ہے دوسری جگہ جنت وغیرہ
کے ذکر میں ارشاد ہے کہ جن نعمتوں کے نام لئے گئے ہیں جیسے انار، شہد وغیرہ یہ
صرف سمجھانے کے لئے ہیں۔ نعمائے جنت تو ایسی ہیں کہ جن کو تنہا رسی آنکھوں نے
دیکھا، نہ کالوں نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر گزریں۔

اس لئے ہم اس سجدے کو اس سجدہ پر یقین کے ساتھ قیاس نہیں کر سکتے اور اگر وہ سجدہ بھی یہی سجدہ نقائب بھی اس کفر و شرک نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جرم و بغاوت تو اس کا نام ہے جو خلافت فرمان سلطان مہرباد شاہ جس چیز کے لئے امر فرمائے اس کو جرم نہیں کہا جاسکتا

”کہ حکم شرع، آپ خود دن خطا است و اگر غول یہ فقہی بیہ زری رواست“

بادشاہ کا حکم ہی قانون ہوتا ہے اور اطاعت اس کی تعمیل حکم ہی میں ہوتی ہے۔ اس کی نظیر خود قرآن مجید میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام کے ساتھ چلے تو خضر نے ایک لڑکے کو بلا وجہ قتل کر دیا جب موسیٰ نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ کہیں یہ لڑکا ان پر کفر و سرکشی کا اثر نہ ڈالے اس لئے ہم نے اس کو قتل کر دیا اور یہ بھی فرمادیا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنی رائے سے نہیں کیا، گویا الہام و حکم الہی سے کیا تو کیا یہ کہا جائے کہ خضر کے ذمہ قتل عہد کا جرم ہے، قتل کی قرآن میں کثرت سے مخالفت و مذمت آئی ہے لیکن چونکہ خضر نے حکم الہی سے کیا اس لئے یہ جرم نہیں اسی طرح اگر سجدہ آدم بھی معروف سجدہ تھا تو حکم الہی تھا اس کو کفر و شرک نہیں کہا جاسکتا اگر وہ کفر و شرک ہوتا اور شیطان کا مقصد سجدہ غیر اللہ کا انکار ہوتا تو صاف طور پر کہنا کہ یہ تو شرک ہے میں موجود ہوں تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا مگر یہ نہیں کہا بلکہ اس نے سجدہ کرنے کی وجہ خود بیان کر دی کہ میں آدم سے افضل ہوں اس لئے تمکبر اور اور عدول حکمی کا ترک یہ شیطاں کے طرہ دار نہ قرآن کریم دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں جو جی میں آیا بڑا ٹانگہ دی۔ خداوند ذوالجلال نے ابلیس کے جرائم کو خود بیان فرمادیا ہے اور اس کو سنا دیا کہ تو نے غور کیا اور عدول حکمی کی۔ ابلیس نے فرور قرار دیا کہ میں کو سن کر کوئی عذر نہیں کیا، اگر وہ بخیاں تو حید غیر اللہ کو سجدہ کرنا پسند نہ کرتا تو ضرور کہتا کہ میں تیرے سوا کسی کو سجدہ نہیں کر سکتا۔

نیز غول کے مرام

قرآن و حدیث وغیرہ کے احکام کو سن کر اکثر لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے ہم نے تو اپنے باپ دادا یا استاد یا پیر کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ یہ وہ جواب ہے جو کفار و پیوں کو دیتے رہے ہیں کہ یہ منہ انت اور کافرانہ سمجھیں

تو تعلیم سے جاری ہیں۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ قرآن مجید میں کہنی جگہ کفار کا یہ قول نقل کیا گیا ہے اور اسی کی مذمت کی گئی ہے۔
 اگر کوئی شخص مسلمان ہے تو اس کے لئے قرآن و حدیث کے احکام کے سامنے کسی بزرگ، کسی عالم، کسی پیر کا عمل کوئی ہستی نہیں رکھتا اگر کسی بزرگ کا کوئی قول و فعل قرآن و حدیث کے خلاف تھا تو وہ ان کی غلطی تھی اس کی تقلید کر کے لوگ خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور اس بزرگ کے بوجھ کو بڑھاتے ہیں۔ بزرگ موصوم نہیں ہوتے ہم کو چاہیے کہ بزرگوں کے خلاف شریعت، اقوال و افعال سے اجتناب کریں اور ان کے لئے دعا و مغفرت کریں۔

بیعت

بیعت کی اصل رسول کریم سے ثابت ہے اس لئے بیعت ہونا سنت ہے۔ اولیاء کرام سے بیعت کی تین قسمیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) بیعت طریقت: یعنی تعلیم طریقت کے حاصل کرنے اور مناسبات سلوک کے طے کرنے کی غرض سے بیعت کی جائے۔

(۲) بیعت توبہ: یعنی کسی شخص سے معاصی سے بچنے کے لئے توبہ کرائی جائے۔
 (۳) بیعت تبرک: کوئی شخص کسی خاص سلسلہ یا کسی شیخ سے برکت کے خیال سے بیعت کرے۔

بیعت کرنا سنت ہے اور مفید ہے لیکن خدا تک پہنچنے کے لئے کسی سے بیعت ہونا لازمی نہیں۔ اعمال و صالحہ اور اتباع سنت سے یہ مرتبہ بغیر بیعت کے بھی حاصل ہو جاتا ہے مگر راہ و شوارہ گزار ہے اس لئے کسی واقعہ راہ سے ہدایات حاصل کرنا بہتر ہے گزروں کے ہیں سفر و اسی ولا دامن رہبر بگرو پس بیا

بیعت کرنے میں میرا اپنے ہاتھ میں مرید کا ہاتھ لیتا ہے مگر عورت کا ہاتھ نہیں پکڑا جاتا بلکہ اس کے ہاتھ میں مرشد اپنی چادر وغیرہ دے دیتا ہے۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا صرف بیعت لیتے تھے جب وہ عہد کو اپنی تھی تو فرماتے تھے میں نے تجھے بیعت کرایا حضرت جنتی اپنے خلیفہ خواجہ نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”وقت بیعت دامنے بردست دارو کہ مستی اجنبیہ حرام است“
 خلافت راشدہ کے بعد سلاطین نے بیعت یعنی شروع کی۔ مشائخ نے بخوف سلاطین
 اس کو ترک کر دیا اور صرف صحبت و تعلیم و تعلیم پر ہی مدار کار کیا۔ خواجہ جنید بغدادی نے اس سنت
 کو زندہ کیا شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں علیہ

”پس ارتباط صوفیہ صافیہ در زمین اول بعیت و تعلیم و تادب بہ آداب و تہذیب
 نفس بودہ است نہ مرقہ بیعت و در زمین سید الطائفہ جنید بغدادی رسم مرقہ ظاہر شد و
 انراں رسم بیعت پیما گشت“

بیعت ایسے شخص سے کرنی چاہئے جو صحیح العقیدہ ہو جس کا ظاہر شریعت سے
 آراستہ ہو، مولانا روم فرماتے ہیں۔

لے بسا ابلیس آدم رویے صحبت پس ہر دستے نہایت وادہ رسمت

پانچوں پیر

ہندوستان میں دستور ہے کہ جب کوئی حاجت یا مشکل پیش آتی ہے تو پانچوں
 پیروں کو مناتے ہیں یعنی ان کی نذر نیاز کر کے ان سے مدد چاہتے ہیں
 ایک گیت کے سلسلہ میں مجھ کو اس کی تلاش ہوئی کہ پانچوں پیر کون ہیں تو معلوم
 ہوا کہ ان کے تعین میں اختلاف ہے۔

اضلاع اودھ کے پانچ پیر:- سالار مسعود غازی۔ خواجہ اجمیری۔ خواجہ بدیع الدین
 شاہ ندایہ۔ بابا فرید الدین گنج شکر۔ خواجہ علاء الدین صابر۔
 پنجاب کے پانچ پیر:- وانا گنج بخش۔ خواجہ اجمیری۔ شمس الدین تبریزی۔ خواجہ
 گنج شکر۔ سلطان نظام الدین اولیاء۔
 دکن کے پانچ پیر:- بابا شرف الدین۔ یوسف شریف شاہ۔ خواجہ گیسو دراز۔
 غوث پاک۔ خواجہ اجمیری۔

لاہور میں اور ٹیپل کالج کی دیوار سے ملحق جو ایک سڑک ہے وہاں ایک مزار
 ہے اس پر لکھا ہوا ہے۔ شیخ شہاب الدین بخاری پانچوں پیر میں سے سجادہ نشین
 اس نقب کی وجہ دریافت کی تو وہ کچھ نہ بتا سکا کہنے لگا لاہور میں اور بھی چند مزارات
 کا یہ نقب ہے میں نے بہت جہتجو کی مگر مجھے کہیں بھی اس نقب کی کوئی وجہ نہ معلوم
 علیہ انیاء فی سلاسل الاولیاء

ہو سکی۔ صاحبہ جامع اللغات نے یہ پانچ پیر لکھے ہیں۔ حضرت علی۔ امام حسن و امام حسین۔ امام حسن بصری۔ خواجہ کیل بن زیاد۔ اور چار پیر بھی لکھے ہیں۔ ان میں حضرت علی کے سوا باقی چاروں حضرات کے نام ہیں۔ یورپین مؤرخین نے یہی پانچ پیر لکھے ہیں جو جامع اللغات میں ہیں

اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ گمراہ فرقے کے لوگوں نے صوفی بن کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا تھا لہذا خواجہ ابو عبد اللہ خفیف ^(رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ہم کو پانچ پیروں کی اقتداء کو مسمیٰ چاہیے۔ خواجہ حارث محاسبی۔ خواجہ بایزید بسطامی۔ خواجہ جنید بغدادی۔ خواجہ عمر بن عثمان مکی۔ اور خواجہ ابو العباس ابن عطار۔

خواجہ جنید بغدادی کی تو مربی جانے تعریف کی ہے سب نے ان کو تسلیم کیا ہے اور ان کی تقلید پر فخر کیا ہے۔

تنبذیر

کسی موقع پر یا کسی حاجت میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اس کا نام تنبذیر اور اسراف ہے قرآن مجید میں فضول خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی فرمایا ہے رسول کریم اور اولیائے عظام نے بھی اسراف کی مذمت فرمائی ہے لہذا وہ امور جن میں تنبذیر ہوتی ہے ناجائز ہیں عریبوں میں خصوصیت سے بڑی تنبذیر ہوتی ہے۔

تخلیہ و تحلیہ

انسان میں دو قسم کے اوصاف ہیں ایک محمود و سرے مذموم، محمود کو ترقی دینے اور مذموم کو ترک کرنے سے ولایت حاصل ہوتی ہے محمود کے ترقی دینے کو تخلیہ اور مذموم کے ترک کرنے کو تحلیہ اور تجلیہ کہتے ہیں۔ اس طریق تحصیل کو تصوف کہتے ہیں۔

تربیت مرید

ہر مرید کی تعلیم و تربیت اس کی استعداد و حالات کے موافق ہوتی ہے سب کی ایک ہی طرح نہیں کی جاتی، جس طرح کہ چند مرید ہوں تو طبیب حاذق ہر ایک کی عمر و مزاج اور درجہ بخار و غیرہ کے لحاظ سے۔ پیچیدہ علیحدہ نسخہ تجویز کرتا ہے ایک ہی نسخہ ہر مرید کی طفل و یمینا و پیر اور مرد و زن کے لئے مفید نہیں ہو سکتا، اس لئے مرشد ہر مرید کے حسب حال ایسے اشغال و اعداد تعلیم کرتا ہے جو اس کی صفائی قلب کے لئے مفید ہوتے

ہیں۔

اطہاء کی طرح اولیائے کرام کے اصول تشبیہ و علاج میں بھی اختلاف ہے لیکن مقصد سب کا ایک ہی ہے البتہ طرز تعلیم جدا جدا ہے خواجہ علی ہجویری تحریر فرماتے ہیں علیہ
 ”ہر چند کہ اندر معاملات و مجاہدات و ریاضات، البشاش مختلف اندر اصول و فروع
 شرع و توحید موافق اند“

مولانا روم فرماتے ہیں :-

مہربانی و ہر ولی را مسلکیت لیک تاحق می برد جلد یک است

کیسا ہی سبب الفطرت آدمی ہو کیسا ہی ذی علم و صاحب ہوش ہو کیسا ہی باہمت و جواں مرد ہو، اگر اس کے سامنے اصلاحات کثیرہ کو ایک دم پیش کر دیا جائے تو وہ ضرور گھبرا جائے گا اور اس کی بہت ٹوٹ جائے گی، اس لئے پیرو مرشد تعلیم اصلاحات کا سلسلہ مقرر و منظور کر کے شروع کرتا ہے تاکہ ایک دم ناقابل برداشت بار نہ پڑ جائے

حضرت انسان کا یہ بھی خاصہ ہے کہ کتنی ہی مفید کتنی ہی اچھی، کیسی ہی سہل کوئی چیز ہو اگر ایک ہی چیز پر ہر وقت مشغول رہنے کی تاکید کی جاتی ہے تو وہ اس سے بہت جلد اکتا جاتا ہے، اس لئے بزرگوں نے ہر وقت خداوند کریم کی طرف مشغول رہنے کے لئے یہ تجویز کیا ہے کہ طالب کو کچھ ذکر، کچھ دعائیں، کچھ نوافل اور کچھ تلاوت بتاتے ہیں، اس طرح دن رات کی خانہ بیری کر دیتے ہیں کہ وہ ایک ہی چیز سے گھبرانہ جائے۔ ان چیزوں کو کرتے کرتے جب وہ محنت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور ذکر و غیرہ سے اس کو انس ہو جاتا ہے، اور اس کے قلب کو ایک گونہ سکون و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے تو پھر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تلاوت قرآن کے سوا کچھ نہیں رہتا بالآخر وہ نبی، آدم کا خادم اور مصلح بن جاتا ہے جب تک اس میں کافی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک اس کو مختلف اذکار و اشغال میں مصروف رکھا جاتا ہے اور عام صحبتوں سے بچایا جاتا ہے تاکہ کسی خلاف شرع امر اور کسی بد اخلاقی کی طرف مائل نہ ہو جائے

نہک اعمال صالحہ

بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ جب سالک تمام منازل سلوک طے کر لیتا ہے تو وہ ایسے مقام پہنچ جاتا ہے کہ پھر اسکو نیک اعمال کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ عین کشف المحجوب

اعمالِ صالحہ کو ترک کر دیتا ہے یہ عقیدہ ابا حنیفہ فرقا کا ہے۔

ایک شخص نے حضرت حنفیہ سے سوال کیا کہ کیا اہل معرفت ترکِ اعمالِ صالحہ کے مقام تک بھی پہنچ جاتے ہیں تو حضرت نے فرمایا ^{علیہ}

”میرے نزدیک چوری کرنا اور زنا کرنا اس مجتہد سے کہ ایسا قول اختیار کیا جائے“

بعض کہتے ہیں کہ ہم نے ریاضی وجہ سے اعمالِ صالحہ کو ترک کر دیا ہے لیکن خواجگانِ کبار نے فرمایا ہے کہ اگر ایسا خیال ہو تو اور زیادہ عبادت کرے غرض بنکیوں کو چھوڑنا کسی طرح مناسب نہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت واثلہ بن اسقع صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص غدا کا تقرب بغیر نازہ پنجگام نہ کے حاصل نہیں کر سکتا ^{علیہ}

ترک و نسب

دنیوی تعلقات کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ محمود : ان تعلقات کو اختیار کرنا اور احکامِ شریعت کے مطابق انجام دینا عبادت ہے اور باعثِ تقربِ الہی ہے

(۲) مباح : ان کو قائم رکھنے میں کچھ نقصان نہیں کم کرنے میں فائدہ ہے۔

(۳) مذموم : ان کا ترک کرنا لازم ہے بزرگوں نے جہاں کہیں ترک دنیا فرمایا ہے اس کا مطلب انہیں تعلقات کا ترک کرنا ہے۔

دنیوی تعلقات کو اس طرح ترک کرنا جو قانونِ قدرت اور انسانی فطرت کے

خلاف ہو صوفیائے اسلام کا شعار نہیں اسلام نے جس طرح لصفیہ نفس کی طرف توجہ دی ہے اسی طرح جسم کی بھی رعایت کی ہے اور انسان کو دنیوی حظوظ سے متمتع ہونے سے نہیں روکا بلکہ اپنی خواہشات پر قبضہ رکھتے ہوئے حظوظِ دنیاوی سے اعتدال کے ساتھ موافق احکامِ شرع شریف متمتع ہونے کا حکم دیا ہے بعض صحابہ نے صوم و دام اور ترک لذات کا ارادہ کیا تو حضور نے منع فرمایا۔ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے ^{علیہ} ”اور تم اپنے آپ کو اپنی ہوسوں سے روکنا“ جو جس کو خدا نے حلال قرار دیا ہے، بغیر کسی عذر شرعی کے کسی امرِ حلال کا ترک جائز نہیں اور اصلی صوفی کبھی اس کو روا نہیں رکھتے۔

حضرت ابو ذر سے روایت ہے کہ رسولِ کریم نے فرمایا ”یہ نہیں ہے کہ خلیلِ حیر کو اپنے آپ پر حرام کرے اور نہ یہ کہ مال کو ارادے سے“ ^{علیہ}

علاء منہ ابلیس علیہ السلام مصنفہ صادم علیہ سورہ تحریم پ ۱۱ علیہ تیسرے صفحہ ۱۱۵

یعنی ترک حلال اور اسراف پر دونوں رہد کے خلاف ہیں۔ مصنف عبد الرزاق میں روایت ہے کہ حضور نے فرمایا ہے (من یقبل قلبہ منہا) جس نے دنیا کو ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے

کشمیر میں ایک ہندو درویش ہر دے رشی نام تھے یہ مشرف باسلام ہوئے اور ریاضت شاقہ اختیار کی۔ صائم الدہر اور قائم الیل تھے، گوشت نہ کھاتے تھے، ہرچند سستی کرتے تھے۔ منزل مقصود کی راہ نہ پاتے تھے۔ مجبور ہو کر شیخ حمزہ سہروردی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا۔ شیخ نے ان کو گوشت کھانے کی ہدایت کی انہوں نے شیخ کے حکم کی تعمیل کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں مدارج اعلیٰ پر پہنچ گئے سبزیوں کی عمر میں ۹۹ ہجری میں وفات پائی۔ تسبیح

تسبیح کی اصل بعض روایات سے قوت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے لیکن بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے

شیخ ابو عبد اللہ محمد الانباری نے تسبیح کے رواج کا ذکر بدعات میں کیا ہے ایک روایت ہے کہ رسول کریم نے نماز و دعا کی شمار کے لئے سنگریزوں کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر نے بھی سنگریزوں کے استعمال کو منع فرمایا ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم نے اپنی ایک زوجہ کو تسبیح کے ذریعہ سے عمل استخارہ کی تعلیم فرمائی تھی۔

حصن حصین میں ایک حدیث ہے کہ رسول کریم ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کے سامنے چار ہزار کٹھیاں رکھی ہیں اور وہ ان پر گن گن کر سبحان اللہ پڑھ رہی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری صحابی رضی اللہ عنہ کنکریوں پر گن پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کے پوتے نے بیان کیا کہ دادا کے پاس ایک دھاگہ تھا اس میں دو ہزار گریں لگی ہوئی تھیں اس پر پڑھا کرتے تھے۔

ملا علی قاری محدث نے اس قسم کی احادیث سے تسبیح کا جواز ثابت کیا۔ ان کے دلائل المدخل کے دلائل سے قوی ہیں

بلکہ المدخل

شمار کر کے پڑھنے کو تو حضور نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار پڑھنا تعلیم فرمایا۔ خواجہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو فرمایا ہم اس کو ابتدا کے لئے حال میں استعمال کرتے تھے لہذا ہم نے اس کو انتہا میں بھی نہ چھوڑا۔

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اسباب سے تسبیح نکلی تھی۔ غرض تسبیح کا رواج عہد رسالت اور زمانہ صحابہ سے ہے مولانا عبدالحی ہجوم نے تسبیح کے متعلق ایک رسالہ نزہۃ الفکر لکھا ہے اس میں ذکر کیا ہے کہ امام حسن بصری سے لے کر مولانا تک ہر بزرگ نے اپنے ہر سرید کو تسبیح عطا فرمائی ہے۔ ایک عباسی خلیفہ نے بھی اپنی ماں سے کہا تھا کہ آپ اپنا وقت نماز اور استعمال تسبیح میں صرف کریں۔ اصطلاح الصوفیہ میں تسبیح کو ذکر کہہ دیتے ہیں۔

تسبیح کا استعمال چونکہ اعمال صالحہ سے ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہی سنتی کی ایجاد ہو گی مگر مجھ کو اس کے موجد اور عہد ایجاد کے متعلق کچھ تحقیق نہ ہو سکا۔ تسبیح کی ایک قسم سلیمان بنی کہلاتی ہے مشہور ہے کہ سلیمان علیہ السلام دست قبل تسبیح کی تسبیح اس طرح کی تھی

اسرائیلیات میں روایت ہے کہ حضرت مریم نے پطرس خوارسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسبیح کے رواج دینے کی ہدایت کی تھی انھوں نے یہ حالت خراب کا واقعہ ہے، حضرت مسیح کے خطوط سے ہی عرصہ کے بعد عیسائیوں میں تسبیح کا رواج ہو گیا تھا۔ مگر یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان تسبیحوں میں کتنے دانے تھے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح کے زمانہ اول میں قبطی عیسائیوں نے تسبیح کا استعمال شروع کیا

تبت میں اکثر سے ایسے ڈرے دستیاب ہوئے ہیں جن میں صندل سبب اور دیگر اقسام کے دانے پڑے ہوئے ہیں انہیں کو دیکھ کر لوگوں نے تسبیح کو بدعت مذہب دانوں کی ایجاد کہا ہے گو تم بدعت حضرت سلیمان علیہ السلام سے چار سو برس کے بعد گزرا ہے۔ اس لئے یہ خیال صحیح نہیں۔

تشریط

تشریط کے معنی لغت میں بے حیائی کرنے کے ہیں اور قدیم صوفیائے کرام کی اصطلاح میں کلمات و خلائق ظاہر شرع زبان و برکت کو کہتے ہیں۔

متصوفین کہتے ہیں کہ جوش، جذب اور بے شعوری میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں۔ بہر صورت یہ کوئی کمال نہیں بلکہ ذلیل نفس ہے اور قابل افسوس ہے۔

تقرب

یعنی جنگلوں پہاڑوں وغیرہ میں رہنا اس کو حضور نے منع فرمایا ہے حضرت عثمان مظعون رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کی میرا جی چاہتا ہے کہ پہاڑوں میں جا کر عبادت کروں تو حضور نے منع فرمادیا۔

حضور ایک مرتبہ ایک جہاد کے سفر سے واپس تشریف لارہے تھے راستے میں ایک غار پر وہاں سبزہ زار تھا اور چشمے جاری تھے ایک صحابی نے عرض کی میرا جی چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر یہاں عبادت میں مشغول ہو جاؤں، حضور نے فرمایا میں یہودیت اور نصراہیت کے لئے مبعوث نہیں ہوا تمہارا جہاد میں شریک ہونا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے تمہارا جہاد میں کھڑا ہونا ایک سال کی نالہ سے بہتر ہے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت لکھی ہے کہ انہوں نے سات گناہ کبیرہ بتائے ہیں ان میں ایک بادیرہ نشینی بھی ہے۔

تعظیم تبرکات

اس زمانے میں بزرگوں کے آثار و تبرکات کی جس طرح تعظیم کی جاتی ہے وہ بھی معصیت ہے۔ تبرکات کا صحت و ثبات ہونا مشکل ہے حضرت آدم علیہ السلام سے سلسلہ یہ سلسلہ ایک لاکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر تک پہنچی تھی جو انہوں نے حضرت موسیٰ کو دی تھی، حضرت موسیٰ سے جب اللہ پاک نے دریافت کیا کہ تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے تو حضرت موسیٰ نے اس کی حقیقت صرف اس قدر بیان کی کہ یہ میری لاکھی ہے اس سے سہارا لیتا ہوں، بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور کاموں میں بھی یہ کلام آتی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت الرضوان لی

مخفی جب لوگ اس کی زیارت کو جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نیت کو کٹوا دیا۔

اکثر تبرکات جو مشہور ہیں مصنوعی ہیں اگر تحقیقی طور پر کوئی تبرک اصلی ثابت ہو جائے تو دل میں اس کا ادب و احترام رکھنے ایسی حرکت نہ کرے کہ جس سے عوام کسی شبہ میں مبتلا ہوں نہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اس کی توہین ہو۔

تلاوت قرآن

قرآن مجید کی تلاوت موجب تقرب ہے حفظ پڑھنے سے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت اس وقت تک کچھ مفید نہیں جب تک آدمی اس کے معنی و مطلب کو نہ سمجھ سکے یہ خیال صحیح نہیں ہے قرآن مجید کی تلاوت ہر صورت مفید اور ضروری ہے عہد رسالت سے آج تک مسلمانوں کا یہی عمل رہا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے خداوند ذوالجلال کو خواب میں دیکھا، عرض کی، الہی تیرا قرب کیونکر حاصل ہو سکتا ہے ارشاد ہوا تلاوت قرآن سے، امام صاحب نے عرض کی کہ سمجھ کر یا بے سمجھے ارشاد ہوا دونوں طرح

رسول کریم کے عہد میں تمام صحابہ تعلیم یافتہ تھے مگر قرآن سب کو پڑھایا جاتا تھا اسی طرح عہد صحابہ میں بھی جبکہ ایران و افریقہ وغیرہ ممالک میں لوگ مشرف باسلام ہوئے تو وہ عربی سے واقف نہ تھے لیکن ان کے لئے درس قرآن کے مدارس قائم کئے گئے اب سے پچیس تیس برس پہلے تک تمام ہندوستان میں مسلمانوں کا یہ عمل تھا کہ بچوں کو اول قرآن پڑھاتے تھے۔ ناخواندہ مسلمان بس نماز کی ضرورت سے پارہ عم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں حفظ کر لیتے تھے۔

توجہ

پیر کی توجہ سے قلب سعادت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے توجہ سے ولایت نصیب نہیں ہوتی یہ امر یا اختیار خداوند ذوالجلال ہے جب یہ باضات و مجاہدات اور پابندی سنت سے انسان کا قلب صاف ہو جاتا ہے اس وقت مرشد کا ایک اشارہ کافی ہو جاتا ہے جس طرح اس طالب علم کا کام استاد کے معمولی اشارے سے پل جاتا ہے جو خورد محنت سے سبق کا مطالعہ کر کے آتا ہے مگر بغیر عبادت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

کارکن کار بگنہ راز گفتید اندرین راہ کار باید کرد

توحید

صوفی لوگ توحید کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کو ایسے انداز سے بیان کرتے ہیں کہ صاحبِ علم کو بھی اس کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے کم علم کم فہم ان کی باتوں کو سن کر حلول و انحلال کے گڑھے میں گر جاتے ہیں جس شخص کو ذرا بھی عقل ہوگی اور اس نے قرآن و حدیث اور اولیائے عظام و صوفیائے کرام کے اقوال کو دیکھا اور سمجھا ہوگا اس کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ اسلام اور اسلام کا مسلک تصوف و خالص توحید کا مذہب ہے اور اس کی توحید نہایت صاف ہے جس میں کچھ ایسے پینچ نہیں۔ غیر مسلم محققین نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ اسلام کی توحید نہایت سہل و صاف ہے۔

اسلام نے نہایت صفائی و شستگی سے بتایا ہے کہ خدا ایک ہے نہ خدا بندوں سے ہے نہ خدائی کی مخصوص صفات بندوں میں ہیں نہ خدا بندوں میں حلول کر سکتا ہے نہ بندہ خدا میں مل سکتا ہے اولیائے عظام اور صوفیائے کرام نے جو توحید کے متعلق بیان فرمایا ہے ہم ان کے اقوال نقل کرتے ہیں اسی طرح معرفت و غیرہ کے متعلق بھی لکھا جائے گا۔

خواجہ اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔

” وحدت یہ ہے کہ غیر کا خیال نہ کرے۔“

خواجہ کجی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں

” توحید نور ہے۔“

شاہ شجاع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ” توحید خاص یہ ہے کہ دل میں یہ خیال رکھے کہ

وہ کسی دربار میں کھڑا ہے۔“

خواجہ ابو محمد روبیم رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ” توحید حقیقی حق تعالیٰ کی

دوستی و محبت میں فنا ہوتا ہے۔“

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ” توحید خدا کا جانا ہے۔“

خواجہ عبد اللہ جلال رحمۃ اللہ علیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں ” توحید حقیقی خدا کی دوستی اور

محبت میں فنا ہو جانا ہے۔“

خواجہ ابوالحسن شینخی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۹ھ) فرماتے ہیں: "توحید یہ ہے کہ تو جانے کہ اس کی مثل کوئی ذات نہیں"۔

خواجہ ابوالعباس سیارسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں: "توحید یہ ہے کہ تیرے دل میں خدا کے سوا کوئی خیال نہ آئے"۔

خواجہ علی ہجویری داتا گنج بخش (۱۳۶۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "توحید جہاں قدیم بود از حادث یعنی آنکہ قدیم و محل حادث ندان و حادث را محل قدیم و بدانی کہ حق قدیم است و تو حادث و از جنس تو سبچ چیز بدو نہ پیوند و از صفات او سبچ چیز اندر تو نیامیزد کہ قدیم را بہ محدث مجانست نہ باشد"۔

خواجہ عبداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۹۵ھ) فرماتے ہیں: "توحید چیست بگو خلاصی دل از غیر حق سبحانہ"۔

بعض صوفیہ نے توحید کے چار درجے قرار دیئے ہیں: ۱۔ توحید ایمانی: زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے کہ خدا ایک ہے اور صرف وہی معبود ہے۔ ۲۔ توحید علمی: یہ یقین کرے کہ موجود حقیقی صرف ذات باری ہے اور ہر ایک صفت و ذات اسی نور کا پر تو ہے۔ ۳۔ توحید حالی: خدا کی وحدت میں ایسا محو ہو جائے کہ خدا کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئے یہاں تک کہ اپنی ہستی کا بھی خیال نہ رہے۔ ۴۔ توحید الہی: یہ یقین کرے کہ خدا ہمیشہ سے واحد ہے اور ہمیشہ واحد رہے گا۔ بعض نے توحید کی تین قسمیں کی ہیں: ۱۔ توحید ذاتی: خدا کے سوا کوئی موجود حقیقی نہیں ہے۔

۲۔ توحید ذات ایک ہی ہے صورت کا فرق ہے جیسے مٹی سے مختلف برتن بنائے جاتے ہیں تو حقیقت سب برتنوں کی ایک ہی ہوگی یعنی مٹی۔ ۳۔ توحید صفاتی: یہ یقین کرے کہ خدا کے سوا کوئی موصوف نہیں جتنے اوصاف ہیں سب اسی کے ہیں مثلاً عظمت، قدرت اور جلال وغیرہ۔

۴۔ توحید فعلی: خدا کے سوا کوئی فاعل نہیں۔ توحید الہی کی باعتبار مدارج تین قسمیں مقرر کی گئی ہیں: ۱۔ وجودی: سالک پر توحید حالی کی کیفیت طاری نہ ہوتی ہے اور وہ توحید ذاتی کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۲۔ شہودی: سالک پر توحید علمی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے آنکھوں سے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور ہر جگہ خدا

ہی کا جلوہ نظر آتا ہے اس کا منشاء ہمہ اوست ہے اور ہمہ اوست وحدۃ الوجود توحید ذاتی کا منشاء ہیں۔

اصل یہ ہے کہ سالک پر توحید کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ ایک وجدانی اور ذوقی چیز ہوتی ہے وہ اس کو ظاہر نہیں کر سکتا اور ظاہر کرنا بھی چاہے تو اس کو کسی زبان میں ایسے الفاظ میں نہیں آ سکتے جن سے صحیح مفہوم ادا ہو سکے صوفیا اس درجہ کو فنا فی التوحید کہتے ہیں صاحب فوز المرام لکھتے ہیں کہ عارفین کے لئے جو حالت توحید کی پیدا ہوتی ہے یہ ایک کیفیت وجدانی اور ذوقی ہے عبادت میں آنا اس کا دوسرا ہے جب اس کیفیت کو بیان میں لایا جاتا ہے تو سوائے ایسے الفاظ کے نہیں ملتے جن سے وہم و گمان حلول و اتحاد کا ہو اور وہ لوگ بری اس بات سے ہیں کہ ان کی مراد ان الفاظ سے حلول و اتحاد ہے۔

توسل

بنی اسرائیل میں جب قحط واقع ہوتا تو وہ اپنے نبی کے اہل بیت کے توسل سے دعا مانگا کرتے تھے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ رسول کریم کے چچن میں ایک بار امساک باراں ہوا تو ابو طالب حضور کو کعبہ میں لے گئے اور آپ کے توسل سے دعا مانگی تو پانی برسا۔ حضرت انس بن مالک سے بخاری شریف پارہ ۴ کتاب الاستسقاء میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا کرتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے۔

لیکن امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم اس طرف گئے ہیں کہ اموات و قبور کا توسل جائز نہیں لیکن بہت سے اکابر محدثین اور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور یہی کہا ہے کہ ایک امر کا منقول نہ ہونا اس کے عدم جو ان پر دلالت نہیں کرتا اصل و سبب کا جواز شروع سے ثابت ہے۔ ہمارے بزرگ علماء اولیاء اور صوفیا توسل کرتے چلے آئے ہیں، خواجہ سعدی فرماتے ہیں۔

خدا یا بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
بہ تکبیر مردان شمشیر زن کہ مردون مارا شمارند زن

بہ بیبک حجاج بیت الحرام بہ مدفون یثرب علیہ السلام
 بہ طاعات پیران آراستہ بصدق جوانان لوانا ستہ
 مشکواہ شریف میں ہے کہ رسول اکرم بتوسل فقرائے مہاجرین جہاد میں فتح
 کے لئے دعا کیا کرتے تھے

توکل

توکل نام ہے کسی کام کو پورے اور یکے ارادے عزم و استقلال و تدبیر و سعی
 کے ساتھ سرانجام کرنے اور یہ یقین رکھنے کا اگر اس میں ہمارے لئے بہتری ہے تو خدا
 وند کریم ہم کو کامیابی عطا فرمائے، آیت (و تشاورہم فی الامرنا یحب المتوکلین) کا یہی مطلب
 ہے آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے

”کام میں ان سے مشورہ کرو پھر جب اپکا ارادہ کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو اللہ بھروسہ
 رکھنے والوں کو محبوب رکھتا ہے“

توکل کی تعلیم مسلمانوں کو اس لئے دی گئی ہے کہ ان میں کمزوری اور غرور پیدا نہ ہو
 یعنی باہم مشورہ کر کے اتفاق و ہمت و استقلال کے ساتھ کام شروع کریں اور خدا پر بھروسہ
 کریں کہ وہ ہماری محنت و ہمت و تدبیر کو راست لائے اگر وہ حرب منشا پورا ہو جائے
 تو قوت تدبیر پر مغرور نہ ہوں بلکہ اس کو فضل خداوندی سمجھیں اور اگر نتیجہ خلاف ہو تو ہمت
 نہ ہاریں بلکہ مصاحبت خداوندی سمجھ کر صبر کریں

آج کل صوفیوں نے توکل کا نام رکھا ہے ترک تدبیر اور ناتقہ پیر توڑ کر بیٹھنے کا اور
 لوگوں کے دست کریم پر بس کر دینے کا یہ خیال اور طریقہ بدد و غیرہ مذاہب کے تقیروں
 اور راہبوں کا ہے اسلام میں اس قسم کے توکل کا نام و نشان نہیں بلکہ اس کو مذہم سمجھا
 گیا ہے۔ رسول کریم نے کسی پر بار ہونے کو منع فرمایا ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”میں سے فقیر و کام کرو اور مسلمانوں کے بھروسہ پر نہ رہو“
 رسول کریمؐ کے پاس ایک شخص کسی مقام سے ملنے آیا آپ نے اس سے دریافت کیا
 کیا تمہاری اونٹنی کہاں ہے اس نے کہا توکل پر چھوڑ دی آپ نے فرمایا اس کو باندھ دو
 پھر توکل کرو عظمیٰ واقعہ کے متعلق مولانا روم نے فرمایا ہے

گفت پیغمبر بہ آواز بلند بر توکل زانوسے اشتہ بہ نبرد

علی سورہ آل عمران منہ کثر الحال جلد دوم

حضرت ابن ابی الدنیا وغیرہ نے حضرت معاویہ بن فہرہ صحابی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے پاس کچھ لوگ آئے آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو انہوں نے کہا ہم متوکل ہیں حضرت عمر نے کہا، ”تم غلط کہتے ہو متوکل وہ آدمی ہے جس نے خدا کے بھروسہ پر کعبیت میں دانہ ڈالا ہے تم متاکل ہو۔ یعنی کھانے والے ہو۔“

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر وقت اسی کارساز حقیقی پر راضی رہ جو نیراکام بتاتا ہے اسی کا نام توکل ہے۔

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متوکل وہ ہے جو خدا پر بھروسہ رکھنے اور جو کچھ کرے اس کا نہ خدا پر اتہام لگائے اور نہ اس کی شکایت زبان پر لائے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ پر یقین واقع رکھنے کو توکل کہتے ہیں“

خواجہ بابزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں توکل بالغ کسب نہیں زیادہ کسب اس واسطے کرے کہ اگر بیمار ہو تو کام اُسے نہ چلے تو بھیز و تکفین میں خرچ ہو۔
مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گرتوکل سے کسی دو کار کن کسب کن پس تکیہ جبار کن
خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متوکل وہ ہے جو خلق سے سبج اٹھائے شکایت کرے نہ کسی سے کچھ کہے۔

ایک احمق درویش ایک جنگل میں پہونچا دیکھا کہ ایک بے دست و پا لومڑی بڑی ہے حیران ہوا کہ یہ کس طرح زندہ ہے اور اس کو کس طرح رزق پہونچتا ہے پھر گیا شام کے وقت ایک شیر آیا اس نے ہرن شکار کیا اور کھاپی کر چلتا بنا لومڑی گھسٹنی گھسٹنی آئی اور بچا ہوا گوشت کھا کر میر ہو گئی، درویش نے سوچا کہ ہم کو بھی محنت کرنے کی ضرورت نہیں خدا خود رزق پہونچائے گا یہ خیال کر کے وہیں بیٹھ گیا کئی دن تک کھانے کو کچھ نہ ملا تو نہ فعال ہو کر رونے لگا اتفاق سے ایک بزرگ آگئے انہوں نے رونے کا سبب پوچھا اس نے تمام واقعہ بیان کیا بزرگ نے فرمایا کجنت تجھ سے بے دست و پا لومڑی کی ریس کرنی آئی اس شیر کی ریس نہ کی گئی جس نے دوسروں کو بھی کھلایا۔

”شیر ہی بن کے نکل صورتِ روباہ نہ ہو“

چار ضرب

چار ضرب کو ہمارے یہاں چار ابرو کا صفایا بھی کہتے ہیں ایران میں بدھ مذہب رائج تھا اس مذہب کے فقراء چار ابرو کا صفایا کرتے تھے اس لئے وہاں یہ اصطلاح قرار پائی، ہندو جوگیوں میں بھی اس کا رواج ہے یعنی دارلہی، موہنچھ، سر، بھوں سب کو منڈا دیتے ہیں مسلمان گمراہ فرقوں میں یہ رسم بقول مقریزی سلسلہ سے دمشق سے شروع ہوئی ہندوستان میں پشتیہ سلسلہ کی بعض شاخوں میں اور سلسلہ قلندریہ میں اس کا رواج ہے جو سرا سر گناہ ہے اور فقر و درویشی و تصوف کے خلاف ہے۔

حصول مقامات

مقامات کے حاصل کرنے کے لئے جو ریاضت کی جاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک ریاضت اجمالی یعنی قلت طعام، قلت مقام، قلت کلام، قلت اختلاط انام اور دوسری ریاضت تفصیلی یعنی کثرت اذکار و اشتغال و مراقبات وغیرہ

حلول و اتحاد

حلول یعنی خدا کا کسی جسم میں آجانا جس کو ہندو اوتار کہتے ہیں، اتحاد یعنی خدا اور بندے کا ایک ہو جانا،

یہ دونوں صورتیں صریح اسلام کے خلاف ہیں اور اولیائے متقدمین نے ان کا رد کیا ہے خواجہ حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ ہجری نے فرمایا ہے، حق تعالیٰ متجزی نہیں ہے کہ وہ کسی میں حلول کر جائے آمیزش اور اتحاد ذات قدیم کے لئے جائز نہیں، صاحب فوز المرام لکھتے ہیں، "تصریح مکملہ سادات قوم اہل تصوف کفر کی اس شخص کے جو قائل ہے ساتھ حلول اور اتحاد کے یعنی خدا اپنے بعض بندوں میں تنوں کرتا ہے اور بعض بندوں سے متحد ہوتا ہے قابل اتحاد و حلول کا ہونا جیسا کہ علماء و ظاہر کے پاس کفر ہے ایسا ہی علوانے باطن کے پاس کفر ہے اس لئے کہ معنی حلول کے یہ ہیں کہ ایک چیز میں آنا اور معنی اتحاد کے یہ ہیں کہ ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ ہو جانا"

آئینہ موسوی کے گمراہ فرقوں نے عبیدیت و اتحاد کو ایجاد کیا پھر وہ حلول پر آگئے مسلمانوں میں یہ خیال سلسلہ میں فرقہ رازندہ سے چلا کم علم صوفی مسئلہ وحدۃ الوجود کا منشاء دیتی سمجھے اور انہوں نے بزرگوں کے بعض ان دلائل کو جو انہوں نے عبیدیت

و اتحاد و حلول کے خلاف لکھ کر وحدۃ الوجود کو قائم کیا تھا اس طرح وسعت دی کریمان
میں الکار تو عینیت و اتحاد و حلول سے کرتے ہیں مگر دلائل کا نسخ اسی طرف ہے اہل
علم محتاط شعرائے مضمون میں لذت پیدا کرنے کے لئے اس مسئلہ کو لیا مگر نہایت احتیاط
سے ادا کیا

اے بار عین ماست نہ از روئے اتحاد ایں خانہ پر از دست ولیکن نیاز حلول

حضرت شاہ نیاز احمد صاحب فرماتے ہیں،

جس طرح پانی بے قطرہ، خاک بے ذرہ، اس طرح سب ہی بے اتحاد و بے حلول

لیکن یہ مثالیں بھی ناکامیاب ہیں ان سے مقصد نہ بیان صاف نہیں ہوتا بہر حال یہ

شاعری ہے اور یہاں شاعری سے بحث نہیں ہے

خداوند کریم بلا حلول اپنی ذات و صفات کے خلق میں اس طرح ظہور فرما ہے جس طرح

کاتب کا ظہور مکتوب میں ہے متکلم کا ظہور کلام میں ہوتا ہے خلق مظہر اور خالق ظاہر ہے۔

اے برون از حد قال وقیل من خاک بر فرق من و تمثیل من حث

اس مسئلہ کو بیان کرنا اور اس پر بحث کرنا صحیح نہیں کیونکہ اصل مقصد کی کافی وضاحت

کے لئے الفاظ و عبارت کا میسر آنا دشوار ہے اور اس کا سمجھنا ارکان تصوف میں سے

بھی نہیں ہے نہ راہ سلوک میں اس سے کچھ مدد ملتی ہے حضرت آدم علیہ السلام

کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا حضرت آدم نے قابیل کو جلا وطنی کی

سزا دی۔ انوش بن شہیت بن آدم کے عہد میں بطور یادگار ہابیل شہید کا مجسمہ بنایا گیا۔

د بعض نے لکھا ہے کہ کعبہ میں جو بت ہبل نام لقب تھا وہ یہی مجسمہ تھا، قینان بن

انوش کے زمانے میں اس مجسمہ کی پرستش شروع ہوئی اور یہ خیال قائم کیا گیا کہ اس میں

خدا حلول کر گیا ہے اسی عہد میں اولاد قابیل نے آتش پرستی شروع کی (شاید اس کی

وجہ یہ نشانی بنی کہ آسمان سے ایک شعلہ ظاہر ہوتا تھا جو قربانی کو جلا دیتا تھا، یہ گروہ آگ

میں انوار الہی کا قائل ہوا ان دونوں گروہ فرقوں میں اتفاق پیدا کرنے کے لئے مہلایل بن

قینان کے عہد میں اتحاد کا مسئلہ ایجاد ہوا ان فرقوں کے ابطال و اصلاح کے لئے اللہ

پاک نے حضرت ادیس علیہ السلام بن یازو بن مہلایل کو مبعوث فرمایا۔ مسلمانوں میں

حلول کا عقیدہ ششم ہجری سے اس طرح پیدا ہوا کہ ابو مسلم خراسانی جو بنی امیہ کا مخالف

تھا اور بنی عباس کا حامی تھا اس نے خراسان میں ایک گروہ اپنے سیاسی خیالات کی موافقت میں بنایا تھا جب بنی امیہ کی سلطنت بر باد ہو گئی اور بنی عباس حکمران ہو گئے تو ابو مسلم اور اس کے خاص خاص ہم خیال آدمی سلطنت کی اہم سیاسی خدمات کے لئے مختلف اقطار کو چلے گئے راوند (علاقہ خراسان) میں کچھ جہلاء میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ منصور عباسی (۱۳۷ھ) میں تخت نشین ہوا، کے اندر خدا مہول کر گیا ہے خلیفہ منصور کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس گروہ کے چھ سو آدمیوں کو قتل کر دیا تو اس فرقہ کے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ظاہر میں اپنے عقائد کو چھپانے لگے اور خفیہ طور پر لوگوں کو تلقین کرتے لگے کہ حق وہی ہے جو ہمارا عقیدہ ہے خلیفہ عام مسلمانوں کے خوف سے ہم پر سختی کرتا ہے ان کے اس عقیدے سے دو عقیدے پیدا ہوئے ایک کتمان حق کا عقیدہ دوسرے یہ کہ مذہب کا ظاہری علم اور باطنی علم اور ہے یہ فرقہ راوندیہ مشہور ہوا جو نیک بنی امیہ بنی عباس اور علویوں میں مخالفت درقابت تھی لہذا ہر گروہ کے متبعین اپنے خیالات کی تائید کے لئے حدیثوں میں تلبیس و تدریس کرنے لگے۔ نئی نئی حدیثیں وضع کرنے لگے اور اپنے مقصد کے مفید مسائل گھڑنے لگے۔ چنانچہ حاد و تقیہ و اتحاد اور ظاہر باطن کی تعلیم کے علیحدہ علیحدہ ہونے کے خیالات اس فرقے سے پیدا ہوئے

خالقہ

اس لفظ کی اصل کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ فارسی لفظ خان کا ہے یعنی سردار کے رہنے کی جگہ۔ اہل عرب نے اس کو مقرب کر کے خالقہ بنا لیا۔ و مرقۃ المعارف بستانی میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں خولقہ تھا یعنی وہ کمرہ جس میں بادشاہ کھانا کھاتا ہے۔

بعض نے اس کی اصل لفظ دمشق کو لکھا ہے جس کے معنی ہیں تنگ کرنا، چونکہ گوشہ نشینی سے نفس بہ تنگی ہوتی ہے اس لئے گوشہ نشین فقراء کے مسکن کو خالقہ کہنے لگے۔

یہودی عیسائی بدھ وغیرہ مذاہب کے فقراء آبادی سے علیحدہ عبادت خانہ بناتے تھے اس میں وہ اور ان کے پیچھے ریاضت و مجاہدات کرتے تھے۔

عہد رسالت میں حضرت عثمان بن مظعون صحابی نے اپنے لئے عبادت خانہ علیحدہ

تعمیر کرایا رسول کریم کو خبر ہوئی تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں رہبانیت کے لئے مبعوث نہیں ہوا۔

حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں زید بن صبرہ نے ایک عبادت خانہ بنایا۔
امام ابن تیمیہ نے بحوالہ امام معمر بن زیار لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی خانقاہ
بصرے میں بنائی گئی اس سے مراد غالباً وہ مکان ہے جو خواجہ حبیب عجمی نے دریائے
کناب سے اپنے رہنے اور عبادت کرنے کے لئے بنایا تھا۔

لغات الانس میں صوفی ابو ماشم کے ذکر میں لکھا ہے کہ رملہ در شام کے ایک
عیسائی امیر نے صوفیوں کے لئے جنگل میں ایک مکان بنایا تھا

حضرت رابعہ بصری (۳۸۵ء) کا عبادت خانہ بھی علیحدہ تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ
خولقاہ ستھہ ہجری سے اس مکان کو کہنے لگے جہاں صوفی رہتے تھے اور ان کے پاس زاریں
اور طالب آتے تھے مقریزی نے لکھا ہے کہ نظام خالقاہی ستھہ سے قائم ہوا صوفیوں کے
عہد حکومت میں بزمانہ وزارت نظام الملک (۵۶۰ھ) اس کا عام رواج ہو گیا۔ باطالت
تعمیر کر اگر صوفیوں کے لئے وقف کی گئیں۔ قاہرہ مصر کا باب السجید بھی خالقاہ کے نام
سے مشہور تھا۔ سلطنت فاطمیہ کے زمانہ میں اس کا نام دار سجید السعداء پڑا ۵۶۹ھ میں یہ
صوفیوں کے لئے وقف کر دیا گیا اور اس کا نام دیوۃ الصوفیہ ہو گیا یہاں کے شیخ کو شیخ الشیوخ
کہتے ہیں۔

محمد بن قلاؤڈن شاہ مصر شکار سے واپس آ کر باخقاہ راستے میں ایک جگہ گھوڑے سے
گرا صحت یاب ہوئے پھر اس نے ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کرائی جس کی تکمیل ۷۳۷ھ میں ہوئی
اس عمارت میں امراء کے محلات کی طرح مکانات اور کمرے اور سامان آرائش تھا پھر یہاں
اس نے ایک بازار خالقاہ کے متصل لگایا۔

پھر مصر میں امراء کو خالقاہیں تعمیر کرانے کا شوق ہو گیا رفتہ رفتہ یہ رواج تمام عالم
اسلام میں پھیل گیا سلاطین نے خالقاہوں کے لئے جاگیریں وقف کیں جن سے مدارس
قائم تھے طلباء اور مسافروں کے اخراجات چلتے تھے اسی میں سے شیخ خالقاہ بھی کچھ
رقم اخراجات کے لئے لیتا تھا اب نہ مدارس ہیں نہ غریب اور نہ صنادید و وارث کی امداد
ہے۔ سچا وہ نشین رئیسانہ زندگی بسر کرتے ہیں قہر مانے پھر ان حیثیت کے یہاں خالقاہیں

۱۰۰ مقبریٰ جلد چہارم ۱۰۰ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد دوم ۵۹۰ھ جلد چہارم ۱۰۰ بر صغیر ۱۰۰ کتاب ہند
۱۰۰ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد چہارم

نہ محض چنانچہ سلطان المشائخ نے بابا فرید کا قول نقل کیا ہے۔
 ”پیران مارا رسم خالقہ نہ بود علم“

حضرت زید بن صبرہ جن کے عبادت خانے کا ذکر ابھی گزر چکا ہے اس کے متعلق علماء نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے آبادی کے اختتام پر اپنے رہنے کے لئے مکان تعمیر کیا تھا اور اسی میں ایک کمرہ مسجد کے لئے بنایا گیا تھا جہاں انکے گھر کے آدمی اور مہمان وغیرہ نماز ادا کرتے تھے۔

یہی صورت حضرت رابعہ البصری کی خالقہ کی تھی دیگر بزرگان متقدمین کی خالقہوں کی بھی یہی صورت تھی کہ شیخ اہل و عیال کے ساتھ آبادی سے باہر ایک مکان میں رہتا تھا اسی میں مہمان خانہ، مسجد اور مدرسہ ہوتا تھا۔

خرقہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کو عمامہ عطا فرمایا۔
 خرقہ و دستار، خلافت و دستار فضیلت کی اصل یہاں سے ہے

دائرة المعارف میں بھی طبرانی سے عمامہ بندھوانے کی اصل مذکور ہے یہ جو مشہور ہے کہ خرقہ کی ایجاد حضرت علی رضی اللہ سے ہے یہ صحیح نہیں علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ تاریخ میں یہی لکھا ہے، بلکہ اس کی ابتدا خواجہ جنید بغدادی سے ہے شاہ ولی اللہ نے انتباه فی سلاسل الاولیاء میں لکھا ہے ”خرقہ کی اصل عمامہ سے ہے

کہ آنحضرت نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کو عطا فرمایا بیعت کی اصل ثواب حضرت سے مستفیض، متواتر اور یقینی ہے یہ بات پرستیدہ نہیں ہے۔ زمانہ اول میں علمائے کرام کا ارتباط احادیث کو سینے اور دل میں محفوظ کر کے تھا اس کے بعد کتابیں تصنیف ہوئیں، قرأت، منادئ، اجازت اور وجادت جاری ہوئی سلسلوں کا ارتباط ان سب امور میں صحیح ہے ان سب باتوں کی سنتِ سنہ میں اصل ہے چنانچہ قرأت کی اصل عبد اللہ بن مسعودؓ ہے اعرابی کا سوال اور مباذلہ کی اصل آنحضرت کے فرمان لکھنے اور مباذلہ صحیفہ، عبد اللہ بن حبش بطور اجازت و وجادت کے اصل ہیں۔

حاشیہ صفحہ ۳۱۸ سلجوقیوں کی حکومت پانچویں صدی ہجری میں قائم ہوئی اس کے دور السلطنت کے ایک نیشاپور دوسرا مردہ ۶۵۰ھ میں جلد فی الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان سلجوقی تخت نشین ہوا اس کا وزیر نظام الملک تھا ملہ نواذ العواد

جن کا بیان کتب حدیث میں ہے، غرض صوفیہ کی رسم قدیم ہے کہ اپنے دوست کو خرقہ پہنانے ہیں خواہ کلاہ خواہ عمامہ خواہ قمیص، خواہ قبا، خواہ چادر، خواہ ازار جو کچھ میسر ہو۔
 مفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی میں بھی خلفاء کو مصلیٰ وغیرہ دینے کا ذکر ہے۔
 غرض خرقہ کی ایجاد خواجہ جنید بغدادی سے ہے لیکن خرقہ علامت ولایت نہیں ہے خود خواجہ جنید ہی نے فرمایا ہے کہ (لا اعتبار للخرقۃ فی بعضی خرقہ کا اعتبار نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ خرقہ کی کئی قسمیں ہیں عا خرقہ اجازت ہے۔ جب کسی مرید کو مجاز طریقت کرتے ہیں تو دیتے ہیں عا خرقہ عطا کسی بات پر خوش ہو کر کسی کوئی کپڑا وغیرہ عطا کرتے ہیں۔

۲ خرقہ محبت: سلسلہ کی وجہ سے خرقہ دے دیتے ہیں۔

یہ خرقہ تبرک: کسی کو تبرک دے دیتے ہیں

خرقہ طلب کرنے پر بھی بوجہ مروت دے دیا جاتا ہے اس میں مرید ہونے کی شرط نہیں غیر کو بھی دے دیتے ہیں۔ رسول کریم جاتے تھے کہ عبداللہ بن ابی منافق ہے لیکن طلب کرنے پر اس کے لئے اپنا ملبوس عطا فرما دیا حضور نے بعض اصحاب کو چادر وغیرہ بھی عطا فرمائی ہے۔ حضرت خالد کو حضور نے اپنے دست مبارک سے ایک کپڑا پہنایا تھا یہ امر محبت سے تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے خواجہ ابوالحسن خرقانی سے ان کا کرنا تبرک طلب کیا خواجہ نے عطا فرما دیا۔ امیر کبیر خواجہ علی ہمدانی نے سلطان قطب الدین بادشاہ کشمیر کو بغیر طلب کلا عطا فرمائی، خواجہ امیر خرد رحمتہ اللہ علیہ نے سیر الاولیاء میں عطا سے خرقہ کی تین قسمیں لکھی ہیں

۱ خرقہ ارادت: جو اشارہ غیبی پر دیا جاتا ہے

۲ خرقہ ہدایت: سیر کسی مرید کو تکمیل تعلیم پر یا اشارہ شد و ہدایت دیکھ کر اپنے

اجتہاد سے خرقہ عطا فرماتا ہے

۳ خرقہ تبرک: اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے کے متعلق خواجہ نے لکھا ہے

”اس میں خطا بھی ممکن ہے“ اسلئے ۳۱۲ پر پھر وہ نہیں کیا جاسکتا، خواجہ نے یہ بھی

لکھا ہے کہ سلطان المشائخ نے فرمایا: میں نے بہت سے لوگوں کو خرقہ دیا ہے ان میں

چار شخص ایسے ہیں جن کو خرقہ ارادت دیا باقی تبرک ہیں ایسا ہی قول خواجہ بہاء الدین

لمتانی کا نقل کیا ہے

سیر الاولیاء میں خرقہ کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو خرقہ پہنا کر کہا ہمارے پیرو ہمارے ساتھ بجالائے تھے وہی ہم تمہارے ساتھ بجالائے باقی کام اللہ کا ہے۔

عرض ولایت و کمال باطن کا معاملہ خرقہ پر نہیں بلکہ استقامت سنت اور محبت خدا و رسول کریم پر ہے

صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد سے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

خطاب (حافظ)

بعض بزرگوں نے مرید کے ریاضات و عبادات سے خوش ہو کر ان کو خطاب دیا ہے جیسے سلطان المشائخ نے ایک مرید کو سلطان الذکرین خطاب دیا۔ خطاب کا مزاج اسلام میں ابتداء سے ہے تابعین میں حضرت ابو مسلم خولادہ کو حکیم الامت اور حضرت ابی قرنیہ کو خیر التابعین خطاب دیا گیا حضور علیہ السلام نے حضرت غلامیہ و لید کو سینت اللہ اور ابو عبیدہ بن الجراح کو ابن الامت خطاب دیا، رسول کریم نے فرمایا ہے کہ اولاد کے اچھے نام رکھو مشکوٰۃ میں قیس بن ابی غزہ سے روایت ہے کہ پہلے لوگ سودا گروں کو سمار و دلال، کہا کرتے تھے رسول کریم نے اس کی جگہ تاجر لقب عطا فرمایا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی کا کوئی نام برا ہو یا خلل شرع ہو تو مرشد کو چاہئے کہ اس کو بدل دے جیسے بدھو، چٹا، پیر، بخش، مدار، بخش وغیرہ مرشد، مرید کے لئے اچھا خطاب تجویز کرے مگر اچکل کے مونیوں میں اس قسم کے خطاب مروج ہیں جن کو سن کر شرم آتی ہے جیسے گڑبڑ شاہ، بھڑ شاہ، گمے شاہ وغیرہ ہندو تقیروں میں بھی خطاب ہوتے ہیں بعض اچھے معنوں کے حامل ہوتے ہیں جیسے پچھے بابا، رام سوامی، دیانند وغیرہ بعض ایسے بھی ہیں جو برے ہیں جیسے سرب گر، بینڈے بابا، نورے گسائی، سانپ گر و یا گل سائیں وغیرہ

خلافت

نسبتِ قریہ کے حاصل ہونے پر خلافت و مشنخت کا ادنیٰ درجہ حاصل ہو جاتا ہے اکثر بزرگ بونہی خلافت عطا فرما دیتے ہیں لیکن زیادہ تر اس کا انحصار اشارہ غیبی پر ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کے ایک مرید بہت زیادہ ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت نے بہت چاہا کہ ان کو خلافت عطا کریں مگر اوپر سے ایماء نہ ہوا تو حضرت نے بظاہر ان کی دلدادگی اور ان کے مرتبہ کے بلند کرنے کے لئے ان کو سلطان الذکر بن خطاب عطا فرمایا۔

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک مسافر حاضر ہوا، بیعت کی درخواست کی حضرت نے بیعت فرما کر ساتھ ہی خلافت عطا فرمادی اس پر ایک مرید نے بگڑ کر کہا کہ حضرت ہم کو سرمارتے برس گزر گئے اور کچھ نہیں ملا اور ایک راہ چلتا آیا مال مال ہو کر گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ امر میرے اختیار میں نہیں ہے اتفاقاً وہاں اس وقت ایک پھیلنا ہوا آگیا ایک طرف کو اینٹوں کا ڈھیر پڑا اتفاقاً حضرت نے بچہ سے فرمایا کہ ایک ایک اینٹ ان دونوں کے سامنے رکھ دے بچہ نے اسی طرح تعمیل کی کہ مسافر کے سامنے ثابت اینٹ رکھ دی اور ان صاحب کے سامنے آدھی لاکر رکھ دی حضرت نے ان سے فرمایا میری کیا خطابت ہے تو اس سے یہ کہا تھا کہ ایک ایک اینٹ دونوں کے سامنے لاکر رکھ دے مگر اس نے آپ کے سامنے آدھی اینٹ لاکر رکھ دی تو میں کیا کروں۔

شیخ سلیمان کشمیری اور ان کے بیٹے شیخ احمد خوش خواں دونوں حضرت امیر کبیر سید علی محمد ان کے مرید تھے تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ریاضت و مجاہدات میں مشغول تھے ایک دن حضرت نے بیٹے کو خلافت عطا فرمادی اور باب سے کہا۔
”ریش سفید موجب خلافت نشو و کا بعایت حق است“
پھر بیٹے کو حکم دیا کہ باپ کی تربیت کرے۔

جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور عہد نبوت سے بعد ہوتا جاتا ہے اسی قدر عظمت بڑھتی جاتی ہے اور قسط الرجال ہوتا جاتا ہے اسی لئے متاخرین نے یہ طرز اختیار کیا کہ جس مرید کو بھی دیکھا کہ کچھ صاحب علم ہے اور عقائد صحیح رکھتا ہے اور کار و اشغال کی مشق بہم پہنچا چکا ہے حسن ظن پر شرط پابندی شریعت اجازت دے دیتے ہیں اگرچہ اس طرح پر سلسلہ کا تحفظ اور اہل خیر کا تکثر بھی ہوتا ہے لیکن انتخاب میں خطا کا بھی احتمال ہے ایسے لوگوں کا بزرگان سلف کے طریق سے منحرف ہو جانا ممکن ہے اور اس جانچ اس طرح کی جاتی ہے کہ اگر شخص مذکور پابند سنت ہے تو انتخاب صحیح ہے ورنہ غلط ہے ایسے منحرف ہونے والے لوگوں کو جواب دینا میں کچھ ضیاع نصیب ہو جاتی ہے۔

وہ مخالفتِ سنت سے زائل ہو جاتی ہے۔ قاضی محی الدین کا مشافی ایک عالم پابندِ سنت تھے سلطان المشائخ نے ان کو خلیفہ مقرر کیا تو خلافت نامہ میں یہ بھی لکھ دیا ”اگر تم نے شریعت کی پابندی کی تو اس صورت میں تم میرے خلیفہ ہو“

خواب

زمانہ قدیم میں یہ لقب امراء و وزراء کا ہوتا تھا پھر بوجہ عظمتِ بزرگانِ دین کے ناموں کے ساتھ بھی یہ لفظ مستعمل ہونے لگا اس زمانے میں اس لقب کی اس قدر کثرت ہے کہ خواجگان کا شمار مشکل ہے جس کا چاہتا ہے اپنے نام کے ساتھ یہ خطاب شامل کر لیتا ہے اکثر وہ لوگ جن کا نسلی تعلق کسی بزرگ سے ہے یا کسی درگاہ کی خدمت ان کے جتنے آئی ہے اپنے نام کے ساتھ اس کو شامل کر لیتے ہیں اور عوام اس خطاب سے مرعوب ہو کر ان کو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں۔

درجاتِ اولیاء

قرآن مجید میں اہل ایمان کے لئے مسلمین، مومنین، صالحین، ابرار، اخیار، اولیاء، فقراء، شہداء اور اقبیاء یہ القاب آئے ہیں حدیث میں بزرگانِ ملت کے لئے محدث، تکلم، ابدال، اوتاد، قطب، ثنوت، مجدد اور نقباء وغیرہ القاب آئے ہیں نام یاد نہیں رہا ایک کتاب میں دیکھا تھا کہ قطب و ابدال وغیرہ یہ القاب بھی قدیم ہوں گے صاحبِ فوز المرام نے امام ابو حنیفہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ابدال و اقطاب و نجباء تھے امام شافعی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ابدال تھے مگر وفات سے قبل قطب ہو گئے تھے۔

شرح بن عبید سے روایت ہے کہ رسولِ کریم نے فرمایا کہ شام میں ابدال ہوتے ہیں جو تعداد میں چالیس ہوتے ہیں۔ مشکوٰۃ کی اس حدیث کی شرح میں صاحبِ مظاہر حق نے ایک روایت حضرت ابن عمر سے نقل کی ہے کہ اختیارِ امت پانچ سو مرد ہیں اور ابدال چالیس ہیں۔ اور ایک روایت اسی قسم کی ابن عباس نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے بطریق مرفوع نقل کی ہے۔ مشکوٰۃ میں امام مہدی کے حال میں ایک روایت ہے کہ ابدال شام و عسبائت عراق و روم اولیاء ان سے بیعت کریں گے، حاشیہ مشکوٰۃ پر بحوالہ مرقاة حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ تین سو آدمی قلبِ آدم علیہ السلام پر چالیس قلبِ موسیٰ پر سات قلبِ ابراہیم پر پانچ قلبِ میکائیل پر اور ایک

ہے دیگر اولیاء کے متعلق ایسی صاف تصریح نہیں ہے۔ فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ یہ درجات بھی مشہور ہیں۔ فنا فی الشیخ سے یہ مطلب ہے کہ میرے زیادہ سے زیادہ محبت رکھے اس کے اتباع سے رسول کی محبت پیدا ہوگی پھر فنا فی الرسول یعنی محبت رسول سے خداوند کریم کی محبت حاصل ہوگی اور اس محبت سے وہ محو و مستغرق ہو کر فنا فی اللہ ہو جائے گا۔

حبیب اسلامی تصوف ہندی غالب میں ڈھالا گیا تو یہ ضروری تھا کہ درجات میں بھی تبدیلی کی جاتی پہلے لوگوں کی نظر تو اس طرف نہیں گئی مگر ہمارے زمانہ میں بعض جدت پسند طبائع نے اس کام کو بھی سرا انجام دے دیا، ایک پیر صاحب ہیں ان کا انگریزی میں ایک خاص لقب ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے (صوبہ یوپی کا روحانی گورنر) ایک صاحب (لقب مہدی) لقب کرتے ہیں۔ ایک صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش کار کہلاتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ اب تک کوئی اللہ میاں کا سکر بڑی پیدا نہیں ہوا۔

صلائے عام ہے یا ان نکتہ داں کے لئے، افسوس صد افسوس۔

بعض بزرگوں نے درجات اولیاء کی تفصیل اس طرح کی ہے۔

قطب العالم :- یہ ایک ہوتا ہے اسی کو قطب اکبر، قطب اللہ شاد، قطب الاقطاب و قطب مدار کہتے ہیں۔

امامین :- قطب العالم کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ بزرگ غوث کے مرتبہ کے ہوتے ہیں۔

قطب ولایت :- بارہ ہوتے ہیں ان میں سے سات سالوں (قالیم) میں رہتے ہیں اور پانچ یمن میں رہتے ہیں یہ اقطاب مقرر ہیں باقی اور بھی اقطاب ہوتے ہیں جو مختلف شہروں اور قریوں میں رہتے ہیں۔

غوث :- ایک ہوتا ہے۔ اکثر اس کا مقام مکہ معظمہ میں رہتا ہے غوث ترقی کر کے درجہ ہو جاتا ہے پھر اور ترقی کر کے قطب وقت ہو جاتا ہے بعض نے لکھا ہے کہ کئی غوث ہوتے ہیں۔

اوتاد :- چار ہوتے ہیں یہ عالم کے چار افق ہیں رہتے ہیں

ابدال :- چالیس ہوتے ہیں ۲۲ شام میں اور ۱۸ عراق میں انہیں کو ابرار کہتے ہیں، اہل ایران قلندر کو ابدال اور اس کے مرید کو کوچک ابدال اور کوچک فقیر کہتے ہیں۔ یہ شاعرانہ اصطلاح ہے
 اخبار :- سات سو ہوتے ہیں یہ پھرتے رہتے ہیں۔
 نقباء :- تین سو ہوتے ہیں یہ ملک مغرب میں رہتے ہیں۔ (نقباء کا ذکر قرآن مجید میں سورہ نائدہ میں ہے)

نجباء :- ستر ہوتے ہیں یہ مصر میں رہتے ہیں۔
 عمد :- چار ہوتے ہیں زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں۔
 مکتوم :- کئی ہوتے ہیں۔
 مفرد :- کئی ہوتے ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ ابدال و غوث وغیرہ ان بزرگوں کے القاب باطن میں خاص ہوتے ہیں عبد القادر، محمد، احمد اور علی وغیرہ۔ انہیں بزرگوں میں سے بعض عبادت کی خدمت ادا کرتے ہیں بعض صدیوں میں مجدد کی خدمت کئی کئی ہم عصر بزرگوں سے بھی لی گئی ہے

دست بوسی

حضرت طاؤس بانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے ہاتھ دو شخصوں کے جو ملے جا سکتے ہیں ایک بوی کا اور ایک بچے کا جب ہاتھ جو منے کا حکم ہے تو کسی پیر کا ہاتھ جو منا کس طرح جائز مانا جا سکتا ہے۔

دعا

خداوند ذوالجلال سے ہر حاجت ہر کام کے لئے دعا کرنا لازم ہے دعا کرنے کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ رسول کریم، صحابہ اور بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ اپنی حاجت کو خدا سے مانگو۔ رسول کریم نے حضرت ابن عباس سے فرمایا، اگر سوال کرنے کی حاجت ہو تو خدا سے مدد مانگو۔ حضرت غوث پاک نے فرمایا ہے، جو اپنی حاجت سوائے اپنے پروردگار کے کسی سے طلب نہ کرے اور ہر امر میں مشکل کشائی کی توقع اسی کی ذات سے رکھے۔

علامہ ابو ترجمہ بلغ المبین ص ۳۵۳ بحوالہ فتوح الغیب

دعا کا قبول ہونا ولایت کی علامت نہیں ہے، صحیح مسلم میں ہے رسول کریم نے فرمایا میں نے خداوند کریم سے تین دعائیں کیں دو منظور ہوئیں اور ایک نامنتظر ہوئی۔ دین اور اصول دین آدم علیہ السلام سے لے کر حج تک ایک ہی ہیں صرف فروع میں حسب مصالح زیادہ تغیر ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے، تَسْرِعْ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ

تمہارے لئے وہی دین جاری کیا گیا ہے جس کی ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ کو وصیت کی گئی تھی۔ دین کو سیدھا رکھو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے لَا تَفْرُقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ، ہم رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے

اور ارشاد ہے إِنْ أَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا سَلَامٌ خدا کی طرف سے دین اسلام ہے۔ خدا اس کے سوا اور کبھی سے راضی نہیں

رازِ الہی

کہا جاتا ہے کہ خداوند ذوالجلال کا ایک راز ہے بے شک ہے اور ضرور ہے جب سالک کثرت عبادت و ریاضت سے مرتبہ قرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کا قلب منور ہو جاتا ہے یہ وہ رازِ الہی ہے جس کو راز دان ہی جانتا ہے وہ اس کو بیان نہیں کر سکتا خواجہ شیخ مولا ناصر الدین قونوی معاصر مولا ناروم کا قول ہے

”الْفَقِيرُ إِذَا عَرَفَ اللَّهَ كُلَّ لِسَانِهِ“ جب فقیر خدا کو پہچان لیتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ حضرت شیخ اکبر نے فرمایا ہے ہر عارف پر واجب ہے کہ اللہ کے قلب پر جو علوم اسرار و اسرار فرماتے ہیں کسی انسان سے ممکن نہیں کہ ایسی چیز کی حقیقت کو عبارت میں کبھی بھی لاسکے جس کا طوقی ذوق محض بلا کیفیت ہے۔ خواجہ نظامی فرماتے ہیں۔

ستانی زبان ازرقیان راز کہ تار از سلطان نگویند باز

مولانا روم فرماتے ہیں

برینش قفل است و در دل راز لب غموش و دل پر باز آواز

علامہ فتوحات مکیہ باب ۲۷۷ علیہ ایضاً باب ۳۶۷

ایک معمولی آدمی کا راز بھی افشا ہونا مشکل ہے جب کسی امیر کسی وزیر کسی مناصب کی مجال نہیں کہ بادشاہ کے راز کو زبان پر لاسکے۔ تو خداوند ذوالجلال کے راز کو کوئی بزرگ زبان پر لے سکتا ہے وہ نہ کبھی افشاء ہوگا اور نہ افشاء ہو سکے درحقیقت انسان کی زبان میں قوت ہی نہیں جو اس کو بیان کر سکے صوفی کہتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود راز الہی ہے یہ کیسا راز ہے کہ افشاء عالم ہے جو چیز اس قدر عام ہو وہ راز نہیں ہو سکتی۔

رنگ

بعض صوفی سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرتے ہیں، بعض زعفرانی رنگ کا اور عموماً سونیا مٹی کے ہلکے رنگ کا کپڑا استعمال کرتے ہیں۔ سرخ رنگ عورتوں کے لئے مخصوص ہے عورتوں کی مشابہت سے حضور نے منع فرمایا ہے اور زعفرانی رنگ کو بھی حضور نے منع فرمایا ہے، حدیث میں ہے کہ رسول کریم نے فرمایا تین آدمیوں کے پاس فرشتے نہیں آتے ایک مسک آدمی کے پاس دوسرے زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننے والے کے پاس اور تیسرے نہایت آدمی کے پاس بخاری شریف میں ہے رسول کریم اور صحابہ کے کپڑوں کا رنگ اکثر کتالوں سے سیاہ ثابت ہوتا ہے، مٹی کے ہلکے اور زرد رنگ کا رواج صوفیوں میں ابتداء اس طرح پڑا کہ جس زمانے میں خواجہ شہلی نہاوند کے گورنر تھے تو سیاہ لباس پہنتے تھے کیونکہ یہ سلطنت بنی عباس کا خاص نشان تھا جب گورنری چھوڑ کر فقیری اختیار کی تو ہلکے زرد رنگ کا لباس پہنتے لگے تاکہ کم میل ہو اور کسی قسم کی تائش نہ ہو۔ رنگ کے متعلق حضور نے فرمایا ہے **وَالْبِسُوا النِّیَابَ الْبِیضَ فَإِذَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ**، یعنی سفید کپڑے پہنو وہ بہت اچھے اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ **عَبْدُ اللَّهِ** اقوال کے پاس ایک جامہ سرخ تھا خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے فرمایا اسے پھینک دے یہ شیطانی لباس ہے۔

شمالی ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ زعفران کا رنگ پہنے ہوا تھا جب وہ چلا گیا تو حضور نے لوگوں سے فرمایا کاش تم اس کو منع کر دیتے کہ وہ اس رنگ کو چھوڑ دیتا۔

حضرت سواد بن عمر سے روایت ہے کہ میں ایک دن کسب کا رنگین کپڑا پہن

وہ ترمذی شریف کتاب اللباس علیہ بوسان غوثیہ ص ۱۱۱ علیہ شفاء مصنفہ قاضی بیاض

کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اتار دے اتار دے اور میرے پیٹ پر چھڑی سے کپڑا ہٹوا دیا۔ ایک اور حدیث میں ہے: ایاکم والحمرۃ فانہا احب الذینۃ الی الشیطان سرخ رنگ سے بچو کیونکہ اس کو زینت کے لئے شیطان بہت پسند کرتا ہے ایک اور روایت میں ہے: من لبس ثوباً من حریو البیسۃ اللہ ثوباً من الناس جس نے ریشم کا لباس پہنا خدا اس کو آگ کا لباس پہنائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص ایک مرتبہ کسی کنگی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور کو ناگوار ہوا حضرت عبداللہ نے گھر جا کر چادر جلا دی حضور نے سنا تو فرمایا عورتوں کو اوڑھنا دیتے

حضرت رافع نے بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے ہم نے اونٹوں پر اپنی چادریں پھیلا دیں ان میں سرخ ڈور سے تھے حضور نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخ ڈور سے تم میں اثر کر رہے ہیں یہ سن کر ہم لوگ گھر گئے اور چادریں اتار لیں

ریا

ریا یعنی دکھاوٹ کے لئے عبادت کرنا تاکہ لوگ بزرگ سمجھ کر تعظیم و تکریم کریں اور شہرت ہو یہ گناہ عظیم ہے۔ لیکن ریا کے خوف سے ترک عبادت نہ کرے بلکہ اور زیادہ کرے کسی دن یہی دکھاوٹ، عبادت بن جائیگی اور عادت سے عبادت ہو جائے گی اور عبادت سے محبت بن جائیگی، بخیاں ریا عبادت کا ترک کرنا بھی شیطانی وسوسہ ہے۔

زہد و زنا

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۸ھ) فرماتے ہیں: زہد یہ ہے کہ دنیا میں دل کو نہ الجھائے اور طولِ امل کو مختصر کرے۔ زہاد وہ ہے جو اپنے زہد پر عامل ہو اور جس کا زہد زبان تک محدود ہو اس کو زہاد کہنا درست نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں: طیب کسب اور قشر امل زہد ہے

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷ھ) فرماتے ہیں: زہد کی اصل خدا

علہ فردوس دینی غلہ مسند امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ سنن بیہقی

سے راضی ہونا ہے جو وہ چاہے سو کرے، حق تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ زہد ہی ہے۔
خواجہ احمد بن عاصم الطاک رحمۃ اللہ علیہ (معصوم خواجہ فضیل بن عیاض) نے فرمایا
ہے زہد کے نشان چار ہیں، خدا پر بھروسہ کرنا، خلق سے بیزار ہونا، خدا کے لئے مخلص ہونا
اور دین کے لئے ظلم و ستم برداشت کرنا۔

خواجہ منصور عمار رحمۃ اللہ علیہ (معصوم خلیفہ ہارون الرشید) فرماتے ہیں: ”
زہد شرع پر عمل کرنا ہے۔“

خواجہ یوسف اسباط تابعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں شبہات سے بچنا اور نیک و بد
میں تمیز کرنا زہد ہے۔“

خواجہ فہلولون مصری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۵ھ) فرماتے ہیں، آرزو کی کوتاہی زہد
کو یکارتی ہے اور زہد حکمت کو بلاتا ہے۔“

خواجہ احمد مسروق رحمۃ اللہ علیہ (۲۹۵ھ) فرماتے ہیں زہد یہ ہے کہ زہاد پر
سوائے خدا کے کوئی حاکم نہ ہو۔“

خواجہ بشیر حافی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۵ھ) فرماتے ہیں
زہد ایک ایسا فرشتہ ہے جو سوئے خالی دل کے اور کہیں نہیں کھڑتا
زہد ایک ایسا فرشتہ ہے جیب وہ ایک جگہ کھڑتا ہے تو پھر اس بات کی اجازت
نہیں دیتا کہ کوئی چیز اس کے ساتھ کھڑے۔ زہد یہ ہے کہ شبہات سے بالکل پاک
ہو اور محاسبہ نفس کو ہر لحظے پیش نظر رکھے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (۲۴۱ھ) فرماتے ہیں
زہد تین قسم کا ہے ایک حرام کو ترک کر دینا یہ عوام کا زہد ہے دوسرے حلال
میں زیادتی کو ترک کر دینا یہ خواص کا زہد ہے تیسرے جو بات خدا سے غافل کرنے
اس سے بچنا یہ عارفوں کا کام ہے۔

خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ (۳۵۳ھ) فرماتے ہیں،
علامت زہد، نفس کا آرام پکڑنا ہے طلب و تلاش سے اور اس چیز پر قناعت
کرنا ہے جو بھوک کو زائل کر دے اور ستر چھپانے والی چیزوں پر راضی ہونا اور نفس کا
فضولیات سے نفرت کرنا عبادت کا سرمایہ زہد ہے۔

خواجہ محی معاذ رانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۱ھ) نے فرمایا ہے

زہد کے تین حرف ہیں: ز، ہ، د، (ز) سے مراد ترکِ زینت، (ہ) سے مراد ترکِ ہوا (د) سے مراد ترکِ دنیا، خواہشات سے بچنا زہد ہے۔ میں حق تعالیٰ سے اس زہد سے پناہ مانگتا ہوں جو مجھ سے کو رنگ برنگ کے کھانوں سے فاسد کرتا ہے۔

خواجہ ابوالعثمان الجہری (۲۹۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جو اپنی تقدیر کے موافق غرت، راحت اور ریاست کو چھوڑ کر زہد اختیار کرتا ہے خداوند کریم اس کو فراخ دلی عطا کرتا ہے۔ زہد دنیا کو ترک کر دینا ہے۔

خواجہ ابوعبداللہ محمد بن فضل (۳۱۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”زہد ترکِ دنیا ہے“

خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ (۳۳۷ھ) فرماتے ہیں

زہد یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے کنارہ کش ہو جائے۔ زہد یہ ہے کہ دل کو اشیاء سے خالقِ اشیاء کی طرف پھیر دے۔ زہد و ریح یہ ہے کہ ایک پل کے لئے دل خدا کی طرف سے نہ ہٹے۔

خواجہ سہیل نستری رحمۃ اللہ علیہ (۳۸۲ھ) فرماتے ہیں

زہد کا اول درجہ دس ہے اور زہد توکل کا درجہ اول ہے۔ زہد تنازعہ شہوتِ نفسانی کا ترک اور بندے کا خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

خواجہ ابوعبداللہ جلا رحمۃ اللہ علیہ (۳۸۲ھ) فرماتے ہیں۔

”زہد وہ ہے جو دنیا کو زوال کی نظر سے دیکھے“

خواجہ ابوبکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۲ھ) فرماتے ہیں

زہاد وہ ہے جو نہ کچھ حاصل کرے اور نہ حاصل کرنے کی خواہش کرے، اور پیہم سعی کے بجائے جس چیز میں کوئی، مدنی، شامی اور عراقی اختلاف نہ کریں وہ زہد ہے۔

زہدِ لہو

بعض صوفی بھائی وغیرہ کا لہو چپے طوق، گلو بن، بازو بند اور کمر وغیرہ بہتے

ہیں

چاندی سونے کا استعمال مرد کے لئے حرام ہے یہ عورتوں کے لئے مخصوص ہے

مردوں کو عورتوں کی سی وضع بنانے پر مہنور نے لعنت فرمائی ہے، مرد کے لئے صرف تھوڑی سی چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے باقی زیورات کا استعمال مرد کے لئے کیا طے کر کے کو بھی جائز نہیں۔

ایک دن رسول کریم حضرت فاطمہ زہراء کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ وہاں صاحب زادے حضرات حسین کھیل رہے ہیں اور چاندی کے طوق پہنے ہوئے ہیں مہنور فوراً واپس ہو گئے اور کسی سے کلام نہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ طوق بچوں کے گلے سے نکال کر ٹوڑا کر آپ کی خدمت میں بھیج دیئے

زیور ہند و فقیر پہنتے ہیں ان سے بھی مشابہت ہوتی ہے۔ سنن ابوداؤد میں حدیث ہے، نہی عن خاتم الذهب ولبس الد مقنس والمشبجۃ الحمرۃ یعنی رسول کریم نے منع فرمایا ہے سونے کی انگوٹھی اور ریشمی پوشاک اور ریشم کے گدے تکیہ سے۔

سالم و مجذوب

جو صوفی درستی ظاہر و باطن کے ساتھ منازل سلوک کرے وہ سالم ہے۔ یہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ابن الوقت یعنی مغلوب الحال دوسرے ابوالوقت یعنی غالب الحال۔

کثرتِ اذکار و اشغال اور محبتِ الہی میں جن لوگوں پر جذب طاری ہو جاتا ہے اور ہوش و حواس صبر و قرار سب کچھ چھو بیٹھتے ہیں وہ مجذوب کہلاتے ہیں۔ آجکل لوگ ان پاگلوں اور دیوانوں کو بھی مجذوب سمجھتے ہیں جو غلیظ رہتے ہیں اور امتیازِ حلال و حرام نہیں رکھتے بول و براز سے بھی نہیں بچتے خاصانِ خدا خواہ وہ کیسے بھی ہوں امتیازِ حلال و حرام اور نجاست و غلاظت سے احتراز نہ رکھتے ہیں میں نے ایسے چند مجذوب دیکھے ہیں میرے قصبہ میں ایک میاں عنایت حسین تھے ان کی وفات کے وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی تھی وہ کبھی کبھی ہم بچوں کے ساتھ کھیلا بھی کرتے تھے ایک بزرگ میاں کریم بخش صاحبِ قصیدہ ہنسپور میں تھے ان کی وفات کے وقت میری عمر بیس سال تھی میں بارہا ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ہر وقت بڑھاتا کرتے رہتے تھے۔ لباس شرعی پہنتے تھے کسی سے سوال نہ کرتے تھے تمام ذرائع و واجبات و سنن کو ادا کرتے تھے اکثر راستوں میں سے آزادہ چیزوں کو ہٹا دیتے تھے لڑاغل میں کبھی تین سجدے

کر جاتے تھے، کبھی پانچ، کبھی ایک، کبھی چھ آٹھ رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

ہر مجذوب کا ستر پوش اور عبادت گزار ہونا ضروری نہیں، بعض ایسی حالت کو پہنچ جاتے ہیں کہ ان کو ان امور کا ہوش بھی نہیں رہتا لیکن چونکہ ان کو ایک تعلق اللہ سے ہوتا ہے اس لئے وہ شراب اور بھنگ وغیرہ نہیں پیئے، بول و براز نہیں کھاتے اور غلاظت میں لت پٹ نہیں رہتے۔

مجازیب کی خدمت اور اعانت ضرور کرنی چاہئے باقی ان سے فیض کی توقع قطعی طور پر نہیں کی جاسکتی صاحب نوز المرام لکھتے ہیں

”جس کو محض جذب ہو وہ مرد کامل نہیں ہے“

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں ”مجنذب محض کدو بجلی، مسلوب عقل شدہ اُنہا

مثل عقیم اند“

عقیم، یعنی بانجھ عورت، جس طرح عقیم عورت کی صحبت سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح ان کی صحبت بھی بے سود ہے

”سالک مجذوب و مجذوب سالک“

جب انوار و تجلیات سالک کے دل میں قرار پکڑ جاتے ہیں تو اس کی نظر صانع سے صانع کی طرف جاتی ہے جب اس میں کمال ہو جاتا ہے ”سالک مجذوب“ کہلاتا ہے اور جیسا کہ نظر معرفت صانع سے صانع کی طرف آنے لگے اس وقت ”مجنذب سالک“ کہلائے گا، پہلا مقام قرب و اُفلا کا ہے اور دوسرا قرب و اُلفی کا۔

سالک مجذوب اور مجذوب سالک صاحب ہوش اور متشرع ہوتے ہیں۔ مراد محبوب کو مجذوب سالک اور مرید و محب کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔

سجادہ شیعینی

رسول کریم کی وفات کے بعد خلافت کا انتخاب ہوتا رہا خلافت راشدہ کے بعد حکومت وراثت قرار پائی۔

صحابہ اور تابعین نے درس گاہیں قائم کر لی تھیں استاد کے بعد یا استاد کی زندگی میں جو سب سے زیادہ فاضل شاگرد ہوتا تھا وہ درس دیتا تھا یہ دستور تھا

کہ استاد و کامل علم نا اہل بیٹا وراثت کے طور پر جانشین ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی طریقہ صوفیہ میں رائج تھا لیکن مجھ کو خواجہ جنید بغدادی کے زمانہ سے قبل کسی کی جانشینی کا ذکر نہیں ملا۔ خواجہ جنید کے بعد ان کے مرید ابو محمد حریری جانشین مشہور ہوئے۔

جانشینی کے لئے اہلیت شرط ہے اس میں وراثت نہیں چلتی لیکن ہندوؤں میں جب سے سلاطین نے خالقانوں کے نام جاگیریں وقف کی ہیں لالچ میں وراثت کا رواج ہو گیا اپنے حق کو قائم کرتے کے لئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ بس میری ایک نظر سے آدمی کو ہلی کا ہل ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیٹا کتنا ہی کم علم و بد اعمال ہو میرے سے پہلے باپ کے ایک نظر ڈال اور اہل تمام منازل سلوک طے کر دے کتنے ہیں کہ خرقہ پہنتے ہی سینہ روشن ہو جاتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو خواجہ جنید یہ نہ فرماتے ”خرقہ کا اعتبار نہیں ہے جو لوگ اپنے آپ کو کسی بزرگ کی طرف سے جواز طریقت ظاہر کر کے بیعت کرتے ہیں ان کی مجاہدہ نشینی کی کمی صورتیں ہیں جو سب کی سب غیر معتبر ہیں۔“

۱) انتخاب پیر نے کسی کو حجاز نہیں کیا اور انتقال ہو گیا لہذا مریدوں نے اپنی جماعت میں سے کسی کی دستار بندی کر دی یہ انتخاب اگر صحیح بھی ہو اور منتخب شدہ شخص اہل بھی ہو تو سلسلہ منقطع ہی سمجھا جائے گا کیونکہ شیخ نے خود حجاز نہیں کیا نہ شیخ کی زندگی میں اس قسم کے علامات پائے گئے۔

۲) وراثت: باپ مراد اور بیٹا جانشین ہو گیا گویا وراثت ایک جن ہے جو باپ کے مرتے ہی بیٹے کے سر پر سواہ ہو جاتی ہے۔ حکیم خسرو شاہ چشتی نظامی لکھتے ہیں علیہ

”تمام ہندوستان میں یہ حد درجہ قابل اصلاح طریقہ مروج ہو چکا ہے کہ جن دیگاہوں کے متعلق مسئول جایدادیں ہیں وہاں پیری مریدی قطعی میراث پر سی ہو کر رہ گئی ہے حالانکہ طریق تصوف میں اجازت بیعت و خلافت ہرگز ہرگز نہ کبھی تھی نہ ہو سکتی ہے، جو شخص منزل سلوک طے کر لیتا ہے اس کو اجازت و خلافت مرحمت ہوتا کرتی ہے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں دیکھیے حضرت خواجہ جگان سلطان الدین غریب لوانہ و ناعطائے رسول، معین الدین چشتی حسن سجزی اجمیری رضی اللہ عنہ کے حالانکہ متعدد دینی اولاد رکھتی مگر اجازت و خلافت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوئی علیہ دید شہید صوفی

اسی طرح حضرت قطب صاحب کے اولاد موجود ہوتے ہوئے خلافت حضرت بابا
 فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کو مرحمت ہوئی حضرت بابا صاحب کے اولاد موجود ہوتے
 ہوئے خلافت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الہی کو ملی بہر حال سلسلہ
 رشد و ہدایت اور منصب خلافت ہرگز ہرگز بغیر سلوک و اجازت و حصول بیعت
 میراث پدری نہیں ہو سکتی۔

بے شک منصب خلافت و ولایت میراث پدر نہیں لیکن یہ تحقیق غلط ہے
 کہ بابا فرید الدین گنج شکر نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا اور سلطان المشائخ کو بنایا۔
 بابا صاحب کے بہت سے خلفاء تھے بابا صاحب نے اپنا جانشین اپنے فرزند شیخ
 بدر الدین کو بنایا تھا صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں حضرت گنج شکر بن فرمودند
 خود بدر الدین را قائم بمقام خود فرمود خواجه سلیم چشتی کے سلسلہ طریقت کے شجرہ میں
 بابا صاحب کے نام کے بعد بدر الدین کا نام آتا ہے اگر ان کو بابا صاحب کا جانشین
 نہ تسلیم کیا جائے تو یہ سلسلہ سلیم چشتیہ ہی غلط ہو جاتا ہے اسی طرح خواجه سلیم چشتی کے
 بھی بہت سے خلفاء تھے جیسے شیخ محمود شامی شیخ رجب علی متولی روضہ مدینہ طیبہ۔
 خواجه سلیم چشتی نے بھی اپنے فرزند کو جن کا نام بدر الدین تھا اپنا جانشین مقرر کیا آگے صوفیہ
 پس لکھتے ہیں ایک بادشاہ نے حیدر آباد کن کے ایک پیر سے جو بڑے بھاری پیر و رشد
 ہیں دریافت کیا کہ حضرت کو بیعت لینے کی اجازت کس کی طرف سے ہے ارشاد ہوا
 کہ میرے والد ماجد مرحوم نے جو میری کم سنی میں فوت ہو گئے تھے مجھے خواب میں ایسی
 طریق پر بیعت لینے کی اجازت دی ہے، سبحان اللہ سلف سے خلف تک کہیں
 کسی شیخ نے خواب کی اجازت پر سلسلہ جاری نہ کیا ہوگا۔

(۴) کسی بزرگ نے مرد صالح، صاحب علم و یکھ حسن ظن کی بنا پر بیعت تو یہ
 کا حجاز کیا ان کے بعد یہ بیعت طریقت کے مدعی ہو گئے۔
 (۵) کسی بزرگ کے مرید ہوئے اور ان کی وفات کے بعد اجازت کے مدعی
 ہو گئے۔

(۵) ابتدا میں مرید، عبادت و کثرت اذکار و اشغال کی برکت سے کسی نسبت
 تک پہنچ گیا مرشد نے اتنا خیر دیکھ کر حجاز کر دیا مرشد جب حجاز کرتے تھے تو اتباع سنت
 مطہرہ لاہور صفحہ ۴۶۶ سلسلہ بھری

کی شرط لگا دیتے تھے، مگر اس نے اتباع سنت کو ترک کر دیا لہذا وہ نسبت بھی سلب ہو گئی پھر بھی اس کا دعوائے خلافت بدستور رہا۔ اس امر کے غلط و صحیح معلوم ہونے کا مرتبہ یہ ذریعہ ہے کہ اگر مرید صحیح العقیدہ صالح الاعمال ہے بدعات وغیرہ سے مجتنب ہے تو اس کی جائزینی صحیح ہے اور اگر اس کے خلاف ہے تو غلط ہے اولیٰ کے کرام جب کسی کو اجازت دیتے تھے اتباع سنت کی شرط قائم فرما دیتے تھے شاہ کلیم اللہ مکتوبات میں اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین کو لکھتے ہیں: ہر کرا انیادان خود اذن دہند مبايعت بھلے سنت واقافت بدعت خواد بود۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ولا تبغوا نسل من خیر منکم کوئی کہیں ہو جو متقی ہے وہ ولی ہے۔

سجدہ تعظیمی

بعض جاہ طلب پروں اور صوفیوں نے اپنی عظمت قائم کرنے اور شان جتانے کیلئے یہ مسئلہ گھڑا ہے کہ مرشد کو بطور تعظیم سجدہ کرنا جائز ہے اس کے ثابت کرنے کے لئے وہ ایسی بیچ اور پوچھ دلیلیں پیش کرتے ہیں جن کو اہل علم و صاحبان عقل کسی طرح قبول نہیں کر سکتے غالباً کوئی بائیس تیس برس ہوئے کہ ایک شخص کے اس قسم کے سوال چھٹ مفتی عزیز الرحمن صاحب چشتی نقشبندی (مفتی دارالعلوم دیوبند) رحمۃ اللہ علیہ نے مدلل فتویٰ دیا تھا کہ شریعت اسلام میں سجدہ تعظیمی جائز نہیں اس پر اوگھٹ شاہ نے ایک زبردی رسالہ لکھا تھا اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ ”مرشد کو سجدہ تعظیم“ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے لکھا اور برنٹنگ ورکس دہلی سے ۱۳۷۱ھ ہجری میں یہ رسالہ شائع کرایا۔

رسالہ مذکور کے دیباچہ میں اول تو خواجہ صاحب نے علمائے بریلی، بدایوں، فنگی محل اور دیوبند کو منانے کی کوشش کی ہے یعنی ان کی مدح سرائی کر کے ان کو اپنے خیال کے موافق سچا اور سچا چشتی معتقد صوفیاء بتایا ہے علمائے دیوبند کے متعلق صرف یہ لکھا ہے ”علمائے دیوبند چشتیہ سلسلہ کے صادق الاعتقاد اور مستحکم پیرو ہیں۔“ یہ سب کوشش اس لئے کی گئی ہے کہ علماء کی طرف سے کوئی صاحب جواب لکھنے پر منوجہ نہ ہوں لیکن خواجہ صاحب کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے اس رسالہ

عہ الحاکم

کی تصنیف سے کم و بیش پندرہ سال قبل مفتی دارالعلوم دیوبند سجدۃ تعظیمی کے ناجائز ہونے پر فتویٰ دے چکے ہیں، خواجہ صاحب کے قوی دلائل کا خلاصہ یہ ہے

(۱) سجدہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سجدہ عبادت دوسرا سجدہ تعظیم۔ سجدہ عبادت خدا کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں کیونکہ امتدادِ اہی سے کثرت کے ساتھ قرآن مجید میں اس کی تاکید ہوتی رہی ہے۔ سجدہ تعظیمی جائز ہے کیونکہ حضرت آدم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا۔ اور اسلام میں یہ اصول رہا ہے کہ اگر کسی امر پر کوئی حکم خدا اور رسول کا نہیں ہے تو شرائع انبیائے سابقین پر عمل ہوگا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آدم علیہ السلام کے سجدے کی نوعیت ہی میں اختلاف ہے جس کا خود خواجہ صاحب نے بھی ذکر کیا ہے کہ وہ کسی طرح کا تحفظاً وائے عزیز کے حوالے سے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے "بعض نے کہا ہے کہ سجدہ خدا کو تھا آدم کو فقط قبلہ بنانا مقصود تھا" صفحہ ۱۵ پر بحوالہ حاشیہ شہاب لکھا ہے "اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ کس طرح سے ہوا تھا" اور صفحہ ۱۶ پر بحوالہ کشاف لکھا ہے

"ابن قتادہ سے روایت ہے کہ سجدہ تجت مثل سلام کہے جاتے ہیں وہ ہے کہ بعض مفسرین نے سجدہ آدم کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "اور سلام کرو آدم کو"۔

مطالعہ نقایہ سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اس سجدے کی اصلی طبیعت متعین نہیں کی جاسکتی اس سجدے کے متعلق مولانا عبداللہ رشید عرب نے خوب لرایا ہے "وہ وہ سجدہ نقایہ سجدہ مذہب سجدہ ہے وہ سجدہ"۔

اب رہا یوسف کا سجدہ وہاں بھی بعض مفسرین اسلام بھی ترجمہ کرتے ہیں غرض ان دونوں سجدوں کو اس سجدے کے مماثل یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا اور متنبہ امور دلیل میں قبول نہیں کئے جاتے۔ اس کے علاوہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سجدہ آدم اور سجدہ یوسف بھی سجدہ تھا پھر بھی ہمارے لئے اس کا جواز اس دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتا شرائع سابقہ میں بہت سے امور ایسے تھے جو اس دور میں جائز تھے مگر اب ناجائز ہیں اور اب جائز نہیں مگر جب ناجائز تھے۔ مسائل شرائع سابقہ کا ہمارے لئے حجت ہونا دوسروں میں تھا ایک تو یہ کہ اصول زیادہ تر اس وقت مروج تھا جب کہ قرآن مجید مکمل نازل نہیں ہوا تھا اور بعض امور کے متعلق

حضور علیہ السلام نے بھی کچھ ارشاد نہیں فرمایا تھا جب ہمارا دین مکمل ہو گیا، ہماری شریعت مدون ہو گئی، ہمارے فقہاء نے تمام قسم کے مسائل کا استنباط کر کے انبار لگا دیا اور ایسے اصول بتا دیئے کہ جن سے آئندہ قرآن و حدیث ہی سے حل مشکلات ہوتا رہے، تلب ہم کو شریعہ سابقہ کی حاجت نہیں رہی علاوہ بریں شریعہ سابقہ ہیں کہاں، ان میں تو ایسی تحریف ہو گئی ہے کہ اب کسی خالص حکم کا ملنا ممکن ہی نہیں اس لئے اب ان کا ذکر ہی بے ضرورت ہے دوسرے یہ کہ موجودہ بائبل کے احکام بھی ہمارے لئے ایسے موقع پر حجت ہیں جہاں خدا اور رسول کا کوئی حکم ان کے خلاف نہ ہو

سجدہ تعلیمی کے عدم جواز پر حضور کا حکم موجود ہے جو صریح و صحیح حدیث ہے جس کا حوالہ دے کر خواجہ صاحب نے نتیجہ غلط نکالا ہے

بعض صحابہ نے رسول کریم سے عرض کی کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں تو آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا اکرام کرو۔

خواجہ صاحب اکرام سے جواز سجدہ تہجیت نکالتے ہیں حالانکہ حدیث سے صاف ظاہر ہے خواجہ صاحب کو یہ تو مسلم ہے کہ قرآن میں ابتداء ہی سے غیر کے لئے سجدہ عبادت کی ممانعت ہے اور باز اس پر تاکید ہے تو صحابہ اس سے خوب واقف ہوں گے اس لئے مسائل کا مقصد سجدہ سے سجدہ عبادت نہیں ہو سکتا سجدہ تہجیت ہی تھا سیاق کلام بھی یہی بتاتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا تھا ہم ایرانیوں کو دیکھتے ہیں کہ بادشاہ اور حاکم کو سجدہ کرتے ہیں یہاں مراد سجدہ تہجیت ہو سکتا ہے اگر سجدہ عبادت مراد ہوتا تو لوہوں کہتے کہ ایرانی آگ کو سجدہ کرتے ہیں اور عرب بتوں کو سجدہ کرتے ہیں، اس لئے آپ نے فرمایا کہ سجدہ عبادت اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے خدا کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا اعزاز و احترام کرو، پھر حضور نے فرمایا اگر میری امت کو خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ شوہروں کو سجدہ کریں

اس حدیث سے سجدہ تعلیمی کی بالکل ہی جڑ کٹ گئی تمام کتب حدیث و فقہ میں بالاتفاق مذکور ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص کسی کو سلام کے لئے اس قدر جھکے کہ رکوع کے قریب ہو جائے تو سلام کرنے والا اور اس پر راضی ہوئے اللہ دونوں گنہگار ہیں جب رکوع کے قریب تک جھکنے کی ممانعت ہے تو سجدہ تہجیز ہے

خواجہ صاحب نے حضرت سلطان المشائخ اور چند بزرگوں کے مسجود ہونے کا ذکر کیا ہے، میں عرض کرتا ہوں کہ اس کتاب کے باب کلمات کو دیکھئے اور یہاں سے متقدمین کے اقوال میں چند امور ملیں گے وہی سے گناہ ممکن ہے۔ ۱۔ اولیاء نے غلطیاں کی ہیں۔ مسلولی مضموم نہیں ہوتا۔ ۲۔ مشائخ کا فعل حجت نہیں ہے دلیل قرآن و حدیث سے لانی چاہئے۔

باب الکتاب میں دیکھئے تذکروں اور مافوظات کی تمام کتابیں مخدوش ہیں۔ اس لئے اگر سجدہ تعظیمی کو سلطان المشائخ یا ان سے بھی کسی بڑے ولی نے جائز رکھا ہو تو وہ ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کرنے والا اور اس پر راضی رہتے والا دو لوگ نگار ہوں گے نہ سب میں مشائخ کا قول نہیں بد چھا جاتا ان کا فعل حجت قرار دیا جاتا ہے یہاں تو ان کے اربعہ کا سکہ چلتا ہے سو سجدہ تعظیمی کی حرمت پر تمام ائمہ متفق ہیں چشتیہ سلسلہ کے بڑے شیخ شاہ سلیمان تونسوی کا مقولہ کس قدر صحیح ہے وہ فہم حدیث بغیر مجتہد کسے راہیت مارا عمل بر قول مجتہد است نہ بر حدیث۔ احادیث نبوی اقوال صحابہ و ائمہ و اولیاء سے ثابت ہے کہ اسلام میں سجدہ تعظیمی کوئی چیز نہیں بلکہ شرائع انبیاء میں بھی صحت کے ساتھ اس کا وجود ثابت نہیں ہوتا اور اگر ہو تو رسول کریم اور صحابہ اور ائمہ سب نے بالاتفاق اس کو ناجائز قرار دیا ہے اس لئے منسوخ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن سے آئے تو رسول کریم کو سجدہ کیا آپ نے فرمایا یہ کیا، انہوں نے کہا میں نے یہود و نصاریٰ کو دیکھا ہے کہ اپنے سرداروں اور عالموں کو سجدہ کرتے ہیں میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ انبیاء کے آداب سے ہے۔

حضرت نے فرمایا "کن بواعلیٰ انبیاء" انہوں نے اپنے پیروں پر جھوٹ بولا اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ حضور نے سجدہ تعظیم کو روا نہیں رکھا دوسرے آپ کے قول کن بواعلیٰ انبیاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے سابقین کی شریعت میں بھی یہ سجدہ جائز نہ تھا اور سجدہ آدم و یوسف کی یہ نوعیت نہ تھی بلکہ وہ انبیاء اطاعت و نیاز مندی کا کوئی خاص انداز تھا جس کو سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے غلہ سلطین میں، ایک انداز سلام کو سلام اربعہ کہتے تھے۔

۱۔ نافع السالکین رحمہ اللہ تفسیر کبیر سورہ بقرہ

جائزہ حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سجدہ کرنے کا قصد کیا آپ نے فرمایا خدا کو سجدہ کر مجھے نہ کہہ میں نے رسول کریم سے سنا ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر اللہ کے سجدہ کا حکم دیتا تو غور توں کو حکم دیتا کہ خاوندوں کو سجدہ کریں۔
 عالم گیر ہی میں ہے کہ بغیر اللہ کو سجدہ تعظیم کرنے والوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن گناہ گار ٹھہرایا جائے گا اس لئے کہ کبیرہ کسی کا ارتکاب کیا ہے۔ سلاطین اسلام میں سجدہ تعظیم نہ تھا، اکبر کے زمانے سے ملا عبد الباقی اور تاج العارفین جیسے علماء نے جنہوں نے بادشاہ کی خوشنودی پر دھاڑھی کو قربان کر دیا تھا اکبر کے لئے سجدہ تجویز کیا لیکن وہ جانتے تھے کہ سجدہ کے نام سے کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا اس لئے اس کو سجدہ تعظیم کی بجائے نہیں بلکہ سی کہا گیا، اکبر کے زمانے کے مفسر مؤرخ ملا عبد القادر نے لکھا ہے (سجدہ برائے اور تجویز کردہ آنرازمین بوسی نامیدند) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کو کبھی بھی جائز نہیں سمجھا گیا، جہانگیر کے عہد میں یہ رسم جاری رہی، شاہ جہاں نے تخت نشین ہوتے ہی اس کو منسوخ کر دیا اور طریق زمیں بوسی کو جاری کیا مگر مسئلہ میں اس کو منسوخ کر دیا کہ سجدہ سے مشابہت ہے۔

اس زمانے میں بعض غلطیاں قدیم اصطلاحات علم الشاء کے نہ سمجھنے سے بھی واقع ہو رہی ہیں مثلاً قدیم بوسی کی جگہ (سر بر زمین نہادن) لکھتے تھے غالباً اسی کو سجدہ تعظیم سمجھا گیا بعض دفعہ "سماوت پائے پوش بدست آمد" لکھتے تھے قدم چومنے میں بھی جھکنا پڑتا ہے کسی نے اس کو سجدہ سمجھا۔

حامیان سجدہ کا مقصد یہ ہے کہ سجدہ کا ذکر چونکہ قصص میں ہے اس لئے منسوخ نہیں ہو سکتا، میں عرض کرتا ہوں کہ درحقیقت قصص تو منسوخ ہو ہی نہیں سکتے۔ لیکن جو احکام ان سے مستنبط ہوں ان کے منسوخ نہ ہونے کی کیا دلیل ہے اسی طرح حضرت یوسف کے قصہ سے خواجه صاحب کی اس دلیل کی تردید ہوتی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی کے اسباب میں سے بادشاہ کا بیٹا نہ نکلا اور ان کو جوہر قرار دیا گیا تو عزیز مصر نے دریافت کیا کہ جوہر کی کیا سزا ہے انہوں نے کہا جوہر ہی اس کا بدلہ ہے ہم جوہر کو بھی سزا دیتے ہیں حضرت یعقوب کی شریعت میں جوہر کی یہ سزا تھی کہ وہ ایک سال صاحب مال کی غلامی میں رہتا تھا اسی سزا کا ذکر یہاں آیا ہے اگر قصہ

ملا تفسیر کبیر سورہ بقرہ

کے مذکورہ احکام منسوخ نہیں ہوتے تو یہی منہ اسلام میں رائج رہنی چاہئے تھی لیکن اس کے خلاف اسلام میں جوہر کی منہ قطع یہ ہے جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منہ کو منسوخ کیا ہے اور قطع یہ کہ حکم دیا ہے اسی طرح سجدہ نجات کو سمجھنا چاہیے لوگ حضرت مریم کے پاس حضرت عیسیٰ کی ولادت پر دوڑے ہوئے گئے، تو انہوں نے اشارہ سے کہا کہ میں نے روزے کی نیت کی ہے اسلئے بول نہیں سکتی، اس زمانے کی شریعت میں ایسا ہی روزہ ہوتا تھا ہماری شریعت میں ایسا روزہ نہیں ہے۔ سجدہ تعظیمی کو اول نمرد نے جاری کیا، پھر فراعنہ مصر نے اس کے بعد سلاطین کفار ترک نے، اکبر اعظم نے ہندوستان میں پھر شیخ سلاطین ایران نے اسے رائج کیا شاہ جہاں نے اس کو منسوخ کیا اگر سجدہ تعظیمی جائز ہوتا تو شاہ جہاں کیوں منسوخ کرتا۔ شاہ جہاں نے رسم نہیں بوسی کو جاری کیا جس کی صورت یہ تھی کہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر پشت دست کو بوسہ دیتے تھے کچھ عرصہ کے بعد اس کو بھی بند کر دیا کہ سجدہ سے مشابہت ہے اور رسم چہار تسلیم جس کو تسلیم اربعہ بھی کہتے ہیں جاری کی، رسم نہیں بوسی ایک ایرانی نے تہذیب پور میں ہندوستان میں جاری کی تھی اہل عرب نے اس میں یہ تغیر کیا کہ بادشاہ کے ہاتھ یا دامن عبا کو چومتے تھے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے یہ حضرت سلطان المشائخ اور دیگر بزرگان طریقت کی مجلس میں کبھی نہیں ہوا ان کے ذکر کے بیان میں اس قسم کی باتیں تحریر کرنے والوں کی کارستانی ہے۔

اب آخر میں خواجہ صاحب کو سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم بھی سناروں۔
(۱) خواجہ میر غوث رحمۃ اللہ علیہ نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ سلطان المشائخ سجدہ تعظیمی کو منع فرماتے تھے۔

(۲) خواجہ صاحب نے چند مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ احکام منسوخ ہوتے ہیں قصص منسوخ نہیں ہوتے اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ سجدہ تعظیمی چونکہ قصص میں ہے اسلئے منسوخ نہیں ہوا۔

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ تو بالکل ظاہر امر ہے قصص کیونکہ منسوخ ہو سکتے ہیں۔ منسوخ احکام ہی ہوتے ہیں لیکن سجدہ تو احکامات میں سے ہے اسلئے منسوخ ہو سکتا ہے اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے گا۔

کو بہت سے منسوخ شدہ امر غیر منسوخ ہو جائیں گے۔ بہر حال خواہ کوئی بھی دلیل ہو، کسی بھی مفسر نے لکھا ہو اور کسی بھی بڑے سے بڑے ولی نے کہا ہو اعمال و اعتقادات میں تو ائمہ فقہاء کی سند ہے اور کسی کی سند نہیں چلی سکتی۔ اہل حق اور اہل عقل کے نزدیک یہ بھی مسلم ہے کہ علم قرآن و حدیث اور درجات و ولایت میں بھی ائمہ مجتہدین، سلطان المشائخ وغیرہ سے بہت بڑھے ہوئے تھے لہذا انہیں کا قول صحیح اور واجب العمل ہے۔

باب سلاسل طریقت اور عنوان درجات اولیاء میں ہم نے لکھا ہے کہ ائمہ مجتہدین، امام ابو حنیفہ، امام شافعی وغیرہ ابدال، اوتار قطب تھے اور یہاں مرسل ہے کہ ائمہ مجتہدین بڑے زائد محدث اور مفسر تھے انہوں نے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کی شاگردی کی اور ان سے فیض پایا ان کو قرب زمانہ رسالت کا بھی شرف حاصل تھا عرض باعتبار شریعت و طریقت ان کا مرتبہ سلطان المشائخ سے بہت بلند تھا اس لئے صلیب عقل سلیم، ائمہ مجتہدین کے حکم کے مقابلہ میں سلطان المشائخ کے قول و فعل کو قابل عمل قرار نہیں دے سکتا۔

اس کے علاوہ نواد الفواد سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطان المشائخ سجدہ تعظیمی کے قائل تھے اور سیر الاولیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ منع فرماتے تھے اب ایک قول ان کا ائمہ مجتہدین کے موافق ہے اور ایک ظاہر شریعت اور ائمہ مجتہدین کے خلاف ہے لہذا سلیم العقل صاحب علم مسلمان یہ فیصلہ کرے گا کہ سجدہ تعظیمی کے جواز کا حکم ان پر انہام ہے کتاب مصباح القلوب جو مصنفہ فخر الدین مرید مولانا فخر الدین چشتی دہلوی کی تصنیف ہے اس کے ترجمے مقالع الذنوب میں ہے

”میرے پیر و مرشد حضرت مولانا فخر الدین قدس سرہ اپنے آگے کسی شخص کو جھکانے بھی نہیں دیتے تھے جو شخص اپنا ہاتھ ان کی پالوش کی طرف دہرا کر تا تو آپ اسے ایسا کرنے سے روکتے بلکہ ایسے کاموں سے آپ سخت آزر دہ ہوتے۔“

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں

”قوم لوح میں سجدہ تعظیمی ہی سے بت پرستی کا آغاز ہوا“

غرض تعظیم کے لئے سجدہ کرنا اور مسجد کو معبود نہ سمجھنا حرام ہے ایسا شخص دائرہ

عہدہ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹۴۳ ۱۹۴۴ ۱۹۴۵ ۱۹۴۶ ۱۹۴۷ ۱۹۴۸ ۱۹۴۹ ۱۹۵۰ ۱۹۵۱ ۱۹۵۲ ۱۹۵۳ ۱۹۵۴ ۱۹۵۵ ۱۹۵۶ ۱۹۵۷ ۱۹۵۸ ۱۹۵۹ ۱۹۶۰ ۱۹۶۱ ۱۹۶۲ ۱۹۶۳ ۱۹۶۴ ۱۹۶۵ ۱۹۶۶ ۱۹۶۷ ۱۹۶۸ ۱۹۶۹ ۱۹۷۰ ۱۹۷۱ ۱۹۷۲ ۱۹۷۳ ۱۹۷۴ ۱۹۷۵ ۱۹۷۶ ۱۹۷۷ ۱۹۷۸ ۱۹۷۹ ۱۹۸۰ ۱۹۸۱ ۱۹۸۲ ۱۹۸۳ ۱۹۸۴ ۱۹۸۵ ۱۹۸۶ ۱۹۸۷ ۱۹۸۸ ۱۹۸۹ ۱۹۹۰ ۱۹۹۱ ۱۹۹۲ ۱۹۹۳ ۱۹۹۴ ۱۹۹۵ ۱۹۹۶ ۱۹۹۷ ۱۹۹۸ ۱۹۹۹ ۲۰۰۰ ۲۰۰۱ ۲۰۰۲ ۲۰۰۳ ۲۰۰۴ ۲۰۰۵ ۲۰۰۶ ۲۰۰۷ ۲۰۰۸ ۲۰۰۹ ۲۰۱۰ ۲۰۱۱ ۲۰۱۲ ۲۰۱۳ ۲۰۱۴ ۲۰۱۵ ۲۰۱۶ ۲۰۱۷ ۲۰۱۸ ۲۰۱۹ ۲۰۲۰ ۲۰۲۱ ۲۰۲۲ ۲۰۲۳ ۲۰۲۴ ۲۰۲۵ ۲۰۲۶ ۲۰۲۷ ۲۰۲۸ ۲۰۲۹ ۲۰۳۰ ۲۰۳۱ ۲۰۳۲ ۲۰۳۳ ۲۰۳۴ ۲۰۳۵ ۲۰۳۶ ۲۰۳۷ ۲۰۳۸ ۲۰۳۹ ۲۰۴۰ ۲۰۴۱ ۲۰۴۲ ۲۰۴۳ ۲۰۴۴ ۲۰۴۵ ۲۰۴۶ ۲۰۴۷ ۲۰۴۸ ۲۰۴۹ ۲۰۵۰ ۲۰۵۱ ۲۰۵۲ ۲۰۵۳ ۲۰۵۴ ۲۰۵۵ ۲۰۵۶ ۲۰۵۷ ۲۰۵۸ ۲۰۵۹ ۲۰۶۰ ۲۰۶۱ ۲۰۶۲ ۲۰۶۳ ۲۰۶۴ ۲۰۶۵ ۲۰۶۶ ۲۰۶۷ ۲۰۶۸ ۲۰۶۹ ۲۰۷۰ ۲۰۷۱ ۲۰۷۲ ۲۰۷۳ ۲۰۷۴ ۲۰۷۵ ۲۰۷۶ ۲۰۷۷ ۲۰۷۸ ۲۰۷۹ ۲۰۸۰ ۲۰۸۱ ۲۰۸۲ ۲۰۸۳ ۲۰۸۴ ۲۰۸۵ ۲۰۸۶ ۲۰۸۷ ۲۰۸۸ ۲۰۸۹ ۲۰۹۰ ۲۰۹۱ ۲۰۹۲ ۲۰۹۳ ۲۰۹۴ ۲۰۹۵ ۲۰۹۶ ۲۰۹۷ ۲۰۹۸ ۲۰۹۹ ۲۱۰۰ ۲۱۰۱ ۲۱۰۲ ۲۱۰۳ ۲۱۰۴ ۲۱۰۵ ۲۱۰۶ ۲۱۰۷ ۲۱۰۸ ۲۱۰۹ ۲۱۱۰ ۲۱۱۱ ۲۱۱۲ ۲۱۱۳ ۲۱۱۴ ۲۱۱۵ ۲۱۱۶ ۲۱۱۷ ۲۱۱۸ ۲۱۱۹ ۲۱۲۰ ۲۱۲۱ ۲۱۲۲ ۲۱۲۳ ۲۱۲۴ ۲۱۲۵ ۲۱۲۶ ۲۱۲۷ ۲۱۲۸ ۲۱۲۹ ۲۱۳۰ ۲۱۳۱ ۲۱۳۲ ۲۱۳۳ ۲۱۳۴ ۲۱۳۵ ۲۱۳۶ ۲۱۳۷ ۲۱۳۸ ۲۱۳۹ ۲۱۴۰ ۲۱۴۱ ۲۱۴۲ ۲۱۴۳ ۲۱۴۴ ۲۱۴۵ ۲۱۴۶ ۲۱۴۷ ۲۱۴۸ ۲۱۴۹ ۲۱۵۰ ۲۱۵۱ ۲۱۵۲ ۲۱۵۳ ۲۱۵۴ ۲۱۵۵ ۲۱۵۶ ۲۱۵۷ ۲۱۵۸ ۲۱۵۹ ۲۱۶۰ ۲۱۶۱ ۲۱۶۲ ۲۱۶۳ ۲۱۶۴ ۲۱۶۵ ۲۱۶۶ ۲۱۶۷ ۲۱۶۸ ۲۱۶۹ ۲۱۷۰ ۲۱۷۱ ۲۱۷۲ ۲۱۷۳ ۲۱۷۴ ۲۱۷۵ ۲۱۷۶ ۲۱۷۷ ۲۱۷۸ ۲۱۷۹ ۲۱۸۰ ۲۱۸۱ ۲۱۸۲ ۲۱۸۳ ۲۱۸۴ ۲۱۸۵ ۲۱۸۶ ۲۱۸۷ ۲۱۸۸ ۲۱۸۹ ۲۱۹۰ ۲۱۹۱ ۲۱۹۲ ۲۱۹۳ ۲۱۹۴ ۲۱۹۵ ۲۱۹۶ ۲۱۹۷ ۲۱۹۸ ۲۱۹۹ ۲۲۰۰ ۲۲۰۱ ۲۲۰۲ ۲۲۰۳ ۲۲۰۴ ۲۲۰۵ ۲۲۰۶ ۲۲۰۷ ۲۲۰۸ ۲۲۰۹ ۲۲۱۰ ۲۲۱۱ ۲۲۱۲ ۲۲۱۳ ۲۲۱۴ ۲۲۱۵ ۲۲۱۶ ۲۲۱۷ ۲۲۱۸ ۲۲۱۹ ۲۲۲۰ ۲۲۲۱ ۲۲۲۲ ۲۲۲۳ ۲۲۲۴ ۲۲۲۵ ۲۲۲۶ ۲۲۲۷ ۲۲۲۸ ۲۲۲۹ ۲۲۳۰ ۲۲۳۱ ۲۲۳۲ ۲۲۳۳ ۲۲۳۴ ۲۲۳۵ ۲۲۳۶ ۲۲۳۷ ۲۲۳۸ ۲۲۳۹ ۲۲۴۰ ۲۲۴۱ ۲۲۴۲ ۲۲۴۳ ۲۲۴۴ ۲۲۴۵ ۲۲۴۶ ۲۲۴۷ ۲۲۴۸ ۲۲۴۹ ۲۲۵۰ ۲۲۵۱ ۲۲۵۲ ۲۲۵۳ ۲۲۵۴ ۲۲۵۵ ۲۲۵۶ ۲۲۵۷ ۲۲۵۸ ۲۲۵۹ ۲۲۶۰ ۲۲۶۱ ۲۲۶۲ ۲۲۶۳ ۲۲۶۴ ۲۲۶۵ ۲۲۶۶ ۲۲۶۷ ۲۲۶۸ ۲۲۶۹ ۲۲۷۰ ۲۲۷۱ ۲۲۷۲ ۲۲۷۳ ۲۲۷۴ ۲۲۷۵ ۲۲۷۶ ۲۲۷۷ ۲۲۷۸ ۲۲۷۹ ۲۲۸۰ ۲۲۸۱ ۲۲۸۲ ۲۲۸۳ ۲۲۸۴ ۲۲۸۵ ۲۲۸۶ ۲۲۸۷ ۲۲۸۸ ۲۲۸۹ ۲۲۹۰ ۲۲۹۱ ۲۲۹۲ ۲۲۹۳ ۲۲۹۴ ۲۲۹۵ ۲۲۹۶ ۲۲۹۷ ۲۲۹۸ ۲۲۹۹ ۲۳۰۰ ۲۳۰۱ ۲۳۰۲ ۲۳۰۳ ۲۳۰۴ ۲۳۰۵ ۲۳۰۶ ۲۳۰۷ ۲۳۰۸ ۲۳۰۹ ۲۳۱۰ ۲۳۱۱ ۲۳۱۲ ۲۳۱۳ ۲۳۱۴ ۲۳۱۵ ۲۳۱۶ ۲۳۱۷ ۲۳۱۸ ۲۳۱۹ ۲۳۲۰ ۲۳۲۱ ۲۳۲۲ ۲۳۲۳ ۲۳۲۴ ۲۳۲۵ ۲۳۲۶ ۲۳۲۷ ۲۳۲۸ ۲۳۲۹ ۲۳۳۰ ۲۳۳۱ ۲۳۳۲ ۲۳۳۳ ۲۳۳۴ ۲۳۳۵ ۲۳۳۶ ۲۳۳۷ ۲۳۳۸ ۲۳۳۹ ۲۳۴۰ ۲۳۴۱ ۲۳۴۲ ۲۳۴۳ ۲۳۴۴ ۲۳۴۵ ۲۳۴۶ ۲۳۴۷ ۲۳۴۸ ۲۳۴۹ ۲۳۵۰ ۲۳۵۱ ۲۳۵۲ ۲۳۵۳ ۲۳۵۴ ۲۳۵۵ ۲۳۵۶ ۲۳۵۷ ۲۳۵۸ ۲۳۵۹ ۲۳۶۰ ۲۳۶۱ ۲۳۶۲ ۲۳۶۳ ۲۳۶۴ ۲۳۶۵ ۲۳۶۶ ۲۳۶۷ ۲۳۶۸ ۲۳۶۹ ۲۳۷۰ ۲۳۷۱ ۲۳۷۲ ۲۳۷۳ ۲۳۷۴ ۲۳۷۵ ۲۳۷۶ ۲۳۷۷ ۲۳۷۸ ۲۳۷۹ ۲۳۸۰ ۲۳۸۱ ۲۳۸۲ ۲۳۸۳ ۲۳۸۴ ۲۳۸۵ ۲۳۸۶ ۲۳۸۷ ۲۳۸۸ ۲۳۸۹ ۲۳۹۰ ۲۳۹۱ ۲۳۹۲ ۲۳۹۳ ۲۳۹۴ ۲۳۹۵ ۲۳۹۶ ۲۳۹۷ ۲۳۹۸ ۲۳۹۹ ۲۴۰۰ ۲۴۰۱ ۲۴۰۲ ۲۴۰۳ ۲۴۰۴ ۲۴۰۵ ۲۴۰۶ ۲۴۰۷ ۲۴۰۸ ۲۴۰۹ ۲۴۱۰ ۲۴۱۱ ۲۴۱۲ ۲۴۱۳ ۲۴۱۴ ۲۴۱۵ ۲۴۱۶ ۲۴۱۷ ۲۴۱۸ ۲۴۱۹ ۲۴۲۰ ۲۴۲۱ ۲۴۲۲ ۲۴۲۳ ۲۴۲۴ ۲۴۲۵ ۲۴۲۶ ۲۴۲۷ ۲۴۲۸ ۲۴۲۹ ۲۴۳۰ ۲۴۳۱ ۲۴۳۲ ۲۴۳۳ ۲۴۳۴ ۲۴۳۵ ۲۴۳۶ ۲۴۳۷ ۲۴۳۸ ۲۴۳۹ ۲۴۴۰ ۲۴۴۱ ۲۴۴۲ ۲۴۴۳ ۲۴۴۴ ۲۴۴۵ ۲۴۴۶ ۲۴۴۷ ۲۴۴۸ ۲۴۴۹ ۲۴۵۰ ۲۴۵۱ ۲۴۵۲ ۲۴۵۳ ۲۴۵۴ ۲۴۵۵ ۲۴۵۶ ۲۴۵۷ ۲۴۵۸ ۲۴۵۹ ۲۴۶۰ ۲۴۶۱ ۲۴۶۲ ۲۴۶۳ ۲۴۶۴ ۲۴۶۵ ۲۴۶۶ ۲۴۶۷ ۲۴۶۸ ۲۴۶۹ ۲۴۷۰ ۲۴۷۱ ۲۴۷۲ ۲۴۷۳ ۲۴۷۴ ۲۴۷۵ ۲۴۷۶ ۲۴۷۷ ۲۴۷۸ ۲۴۷۹ ۲۴۸۰ ۲۴۸۱ ۲۴۸۲

اسلام سے خارج نہ ہوگا اور اگر معبود سمجھ کر سجدہ کیا تو مشرک غیر مغفور ہے اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن جو شخص سجدہ کرتا ہے وہ قبل ازہ سجدہ اس کا اعلان نہیں کرتا کہ اس کی کید نیت ہے۔ عوام اس کو سمجھ نہیں سکتے لہذا اس سے سخت منالطہ پیدا ہوتا ہے اور یہ فعل شیعہ شرک کا باعث بنتا ہے اسلئے اس کو کسی نیت سے بھی کرنا صحیح اور درست نہیں یہی حکم طوائف قبور وغیرہ کا ہے۔ خواجہ حسن نظامی نے ایک کتاب چشتی اولیاء نامہ المعروف بہ نظامی بنسری شائع کی ہے اس میں سجدہ تعظیمی کی بحث میں سلطان المشائخ کا قول نقل کیا ہے۔

”جب کوئی چیز پہلی امتوں کے زمانے میں فرض ہو اور اس امت کو فرض کے خلاف یا موافق کوئی حکم نہ دیا گیا ہو تو وہ چیز مباح ہے“

اس صفحہ پر خواجہ صاحب نے وہی شیطان کے سجدے اور حضرت یعقوب کے سجدے کے ذکر کے بعد یہ لکھا ہے، گویا سلطان المشائخ نے یہ دلائل سجدہ تعظیمی کے جوازیں پیش کئے۔ ان کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں۔ یہاں صرف اس قدر کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ عالم اور محدث تھے کیسے عالم اور محدث تھے جن کو وہ حدیثیں معلوم نہ ہوئیں جو سجدہ تعظیمی کی ممانعت میں ہیں اور کیا عالم و محدث ایسی ہی پُر دلیل پیش کرتے ہیں۔

نظامی صاحب نے اسی کتاب میں لکھا ہے

”حضرت مولانا فخر صاحب سلسلہ نظامیہ کے مجدد تھے اور آج کل تمام ہندوستان میں نظامیہ سلسلے کی ترقی اور روش مولانا فخر صاحب ہی کی روحانیت سے وابستہ ہے مولانا فخر صاحب کا عمل درآمد کتاب مقلع الذنوب سے ہم نقل کر چکے ہیں کہ مولانا کسی اپنے آگے سر جھکانے نہیں دیتے تھے۔“

مجدد اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ غلطیوں کو دور کرے اور اصلاح کرے مجدد کی اصلاحات موافق منشاء خدا اور رسول ہوتی ہیں۔ منشاء الہی اور رسالت پناہی کے خلاف کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اس لئے مولانا کے عمل سے معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے جھکنا خلاف احکام خدا اور رسول تھا اس کو مولانا نے منع کر دیا، اس کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں۔ ایسا کرنے والا گنہگار ہے اور جس نے پہلے کیا اس نے بھی غلطی کی۔“

عنه یہ کتاب احمدیاز کی تصنیف چہل روزہ کا ترجمہ ہے احمدیاز سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ ص ۲۴ اور صفحہ ۲۵

سلطان جی کے حالات میں سب سے معتبر کتاب سیر الاولیاء ہے اس میں بھی سجدہ کی ممانعت ہے اور مولینا فخر کے عمل سے بھی عدم جواز کا ثبوت ملتا ہے اسلئے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے لوگوں کا اس کو جائز سمجھنا اور عمل کرنا موجب حیرت ہے سجدہ یوسف کے متعلق ایک بات اور بھی عرض کر دوں اگر خواجہ صاحب کی خاطر سے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سجدہ یوسف بھی سجدہ تھا اور اس عمل سے سجدہ تعظیمی کا جواز ثابت ہوتا ہے تو میں عرض کر دینگا حضرت یوسف کے اس عمل سے یہ سجدہ تعظیمی صرف ملوک کے لئے ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت یوسف حکمران تھے اسی حیثیت سے ان کو سجدہ کیا گیا اگر مرشد کے لئے سجدہ ہوتا تو یعقوب مسجود ہوتے کیونکہ وہ نبی عہد تھے سب کے مرشد تھے اور یوسف وغیرہ کے باپ تھے اگر مرشد کو سجدہ جائز ہوتا تو یوسف وغیرہ یعقوب کو سجدہ کرتے

نظامی صاحب نے ایک ڈبنگ ماری ہے لکھتے ہیں
”سجدہ تعظیمی کے متعلق میں نے ایک کتاب لکھی اس کا کوئی مولوی جواب نہیں

دے سکا“
سجدہ تعظیمی کے متعلق بہت سے مدلل فتاوے شائع ہو چکے ہیں، نظامی صاحب کی اس کتاب سے کم بیش بارہ سال پہلے جوہری بدرالدین سیوری شہرہ پوری عرف اوگھڑے شاہ راشدی نے ایک رسالہ لکھا تھا اس کے جواب میں ایک مدلل فتویٰ حضرت مولینا عزیز الرحمن دیوبندی رحمۃ اللہ کا شائع ہو چکا تھا اب اگر آپ کوئی نئی بات اس میں پیدا کرتے تو علماء کو ترجیح ہوتی، تحصیل حاصل سے کیا فائدہ تھا غوث علی شاہ قلندر سیانی پتہ رحمن کی خواجہ حسن نظامی نے اپنی کتابوں میں بہت کچھ مدح کی، کا قول ان کی سوانح عمری تذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے،

”جب ہم کرپور میں گئے تو دیکھا کہ صبح آن کر سجادہ صاحب نے احمد شاہ کے مزار کا طواف و سجدہ کیا میں نے کہا صاحب طواف و سجدہ تو یہاں ادا ہوا اگر غوث اعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجئے گا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کیا باقی رکھا اور اللہ سے تو کچھ مطلب ہی نہیں جس کے لئے آپ و تعظیم درکار ہو، خفا ہو گئے“

علیہ السلام نظامی بھری

غرض خواجگان کبار نے نہ سماع مزامیر کے ساتھ مسانہ سجدہ و طواف قبور و اولیاء کو روا رکھا نہ قبروں پر پھول صندل اور مٹھائی وغیرہ چڑھائی نہ عرس لگایا نہ جھنڈے اور چھڑیاں اٹھائیں نہ ریاضت شاقہ کیس وہ حضرات عالم و فاضل منہج سنت و شریعت تھے یہ تمام امور بعد والوں نے اپنی گرم بازایں کسے کسے ایجاد کئے ہیں جن کا اقرار خواجہ حسن نظامی نے بھی کیا ہے جو اقوال و افعال ان کی طرف سے منسوب کئے گئے ہیں وہ ان بہ اتہام و تحریف ہے اور کسی سند صحیح سے ان کا ثبوت نہیں ملتا ایک بات یہ قابل توجہ ہے کہ ائمہ دین نے تمام مسائل نکال کر پیش کئے مگر عرس و قوال اور طواف قبور وغیرہ یہ امور مستحسن تھے اور باطنی ترقی کا ذریعہ تھے تو ان کو ان امور سے کیا عداوت تھی جو ان جائز و مباح مسائل کو چھوڑ گئے بلکہ ان کے خلاف حرمت کے فتوے دیے گئے گویا دین کو مسخ کر گئے اگر یہ امور مباح ہوتے تو ان میں ان کا اور ان کی اولاد اور جانشینوں کا بھی نام نہ تھا جس طرح آج مجاورین مزارات اولیاء فائدہ اٹھا رہے ہیں ان کی اولاد و خدام بھی فائدہ اٹھاتے اور روحانی ترقیاں حاصل کرتے وہ دین کو بھی مسخ کر گئے اور اپنے اخلاقیات کو ظاہری و باطنی ترقیوں اور خداوند سے بھی محروم کر گئے پھر الیہ لوگوں کی پیروی سلطان المشائخ نے کی اب ہر طرف سوئے ظن کے لئے بڑی گنجائش ہے۔

”استغفر اللہ من کل ذنب واثوب الیہ“

اگر یہ کہا جائے کہ کوئی انہیں حلال کہتا ہے کوئی حرام اور یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے لہذا آپ سختی نہیں کر سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں تو ان امور میں اختلاف ہے نہیں اور کسی دوسرے کا اختلاف قابل سند نہیں نیز بصورت اختلاف، شریعت کا اصول یہ ہے کہ حلت و حرمت کے اختلاف میں حرمت کو ترجیح دی جائے گی لہذا یہ امور کسی دلیل سے بھی روا نہیں ہو سکتے۔

سفید شیطان

شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے ”شیاطین میں ایک سفید شیطان ہے محققین نے کہا ہے کہ سفید شیطان کی منجہ دیگر خصوصیات کے سب سے خطرناک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ظہار سے مشتہر کر دیتا ہے اور معصیت کو اطاعت مقبول اور نافرمانی کو بغاوت کہتا ہے۔“

تجلی کر کے دکھا دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے متبع ناز کو نور سمجھ لیتے ہیں، مصنوعی صوفی اس قسم کی ضیاء کو دیکھ کر انوار و تجلیات سمجھ لیتے ہیں اور اپنے مریدوں کو دکھاتے ہیں اس طرح خود بھی دھوکا کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکے میں ڈال دیتے ہیں۔

سلوک

سلوک کیا چیز ہے اس کے متعلق صاحبِ فوز المرام لکھتے ہیں، "سلوک وہ اتباعِ شرع اور جہادِ نفس اور اکلنا الوات کا طبیعت سے اور ارتکابِ اوسامرواجتنابِ نوافل ہے اور حفظِ اصل یعنی قواعدِ شریعت اور حفظِ فرع یعنی قواعدِ طریقت و حقیقت ہے"

سماع موتی

سماع موتی فی الجملہ صحیح ہے مگر عموم نہیں کہ ہر بات کو سنتے ہوں قبر پر جا کر سلام کرے یا قرآن پڑھے اس کا سنا حدیث سے ثابت ہے، زندوں کی طرح مردوں کے سماع میں تعظیم و درست نہیں جس قدر حدیث سے ثابت ہے بس اسی پر اکتفاء لازم ہے، تحقیق یہ ہے کہ مردوں کے بارے میں اہل عدم سماع ہے البتہ سماع کی بعض چیزیں اس حکم کلی سے مستثنیٰ ہیں اور جو حکم بھی خلافِ اصل ہوگا وہ اپنے مور پر مفسور ہوگا، انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں یہ ان کی خصوصیات سے ہے

سوال

بعض درویشی و پلیدی گزرتی کہ تمہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے سر شہر نے نفس کے ذلیل کرنے کے لئے بھکاری بنایا ہے، یہ طرزِ ذراصل بد مذہب کے فقر کا ہے، اولاً اے کرام کسی بھی امر کو اختیار فرماتے تھے جس سے خود داری اور اور آبرو کو بڑھ لگے وہ سوال سے بہت ہی بچتے تھے رسولِ کریم نے سوال کرنے کی مذمت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم سے رسولِ کریم نے اس امر پر بیعت لی کہ کسی سے سوال نہ کریں نہ کوئی چیز مانگیں

مولانا روم فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ جنت از الہ گریہی خواہی نہ کسی چیز سے خواہ

گریہ خواہی من کفیل از الہ جنت الما وادید الہ حسدا

مانگنا اس شخص کو جائز ہے جو ہر طرح معذور و مجبور ہو محنت نہ کر سکتا ہو

اور نہ کوئی دوسرا ذریعہ اس کی آمدنی کا ہو ایسے شخص کو دنیا ضروری ہے اور اس کا بڑا اجر ہے اور یہ سب کچھ پیشہ ور مانگنے والوں کو دینا گناہ ہے حضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص غنی ہو یا قوی ہو یا کسب کرنے کے قابل ہو اس کو صدقہ نہ دے۔

سیاحت

زمانہ محال کے صوفیوں نے سیاحت کو بھی تصوف کے لوازم سے قرار دیا ہے دنیا میں خواہ مخواہ گھومتے پھرتے ہیں، قد ملے صوفیاء نے ضرور سیاحت کی ہے لیکن غرض میری سفر کیلئے نہیں بلکہ تحصیل علم یا تبلیغ اسلام کے لئے کی اسلام میں خواہ مخواہ سیاحت کی اجازت نہیں یہ بدعت عیسائی یہودی اور ہندو درویشوں کا شعار ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون نے رسول کریم سے سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ نے منع فرما دیا اور فرمایا میری امت کی سیاحت جہاد و حج و عمرہ ہے۔

شب قدر

شب قدر سال بھر میں ایک بار ہوتی ہے اس شب میں عبادت کرنے کا بڑا اجر و ثواب ہے اور دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں یہ رات اکثر ماہ رمضان کے عشرہ دوم و سوم میں کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کا کئی جگہ ذکر آیا ہے حدیث شریف میں بھی اس کا بیان ہے بزرگان دین نے اس کے بڑے فضائل لکھے ہیں خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چالیس سالہ تجربے سے لکھا ہے اگر پہلا روزہ شنبہ کو ہو گا تو شب قدر تیسویں شب کو ہو گی اگر یک شنبہ کو ہو گا تو انیسویں شب کو اگر دو شنبہ کو ہو گا تو اکیسویں شب کو اگر سہ شنبہ کو ہو گا تو سترہویں شب کو اگر چار شنبہ کو ہو گا تو اسیسویں شب کو اگر پانچ شنبہ کو ہو گا تو چھیروں شب اگر جمعہ کو ہو گا تو سترہویں شب کو ہو گی

شجرہ

محدثین نے جب یہ دیکھا کہ لوگ جھوٹی حدیثیں بناتے ہیں اور حدیثوں میں تغیر تبدیل کرتے ہیں تو سلسلہ روایات کو لازمی قرار دیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ روایت کس کس قسم کے راویوں سے منقول ہوئی اور اس کی صحت و سقم پر آسانی سے کوئی رائے قائم ہو سکے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صوفیائے کرام نے بھی جب یہ دیکھا کہ مصنوعی صوفیوں نے سلسلہ نقوت میں رخنہ اندازی شروع کر دی ہے تو سلسلہ امتیاز قائم کرنے کیلئے خرقہ سندر خلافت و شجرہ دینا شروع کیا، مجھ کو یہ امر صحیح طور پر تحقیق نہیں ہو سکا کہ اس کی ابتداء کس بزرگ نے کی اور کس زمانے سے ہوئی مگر لفظ ہر اس میں کچھ ہرج نہیں معلوم ہوتا۔ شیخ حاتم سنہ ۹۸۱ھ نے اپنے ایک مرید کے متعلق لکھا ہے: ”کلاہ و شجرہ دادہ لکم“

تسبیح کے بیان میں ہم نے لکھا ہے کہ مولیٰ عبدالحی مرحوم نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امام حسن بصری کے عہد سے ان کے خاندان میں برابر تسبیح دینے کا دستور رہا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فایغ التخصیل مرید کو تیر گا کچھ نہ کچھ دیتے تھے۔

”شریعت، طریقت، حقیقت“

مثنوی کے پانچویں دفتر کے دیباچہ میں مولانا روم نے شریعت و طریقت و حقیقت کی یہ تعریف کی ہے۔

”شریعت ہجو شمع است کہ راہ می نماید چوں در راہ آدمی ایں رفیق تو طریقت است و چوں بہ مقصود رسیدی آن حقیقت است“ شریعت ہم چوں علم کیمیا آموختن است از استاد یا از کتاب و طریقت بحق کردن دار و دوس را در کیمیا مالیدن حقیقت، زرشدن مس یا مثالی شریعت ہم چوں علم طب آموختن است و طریقت کردن، ہو جب علم طب و دار و خور و دین و حقیقت، صحت یافتن“

احکام شریعت پر عمل کرنے اور کثرت عبادت سے تزکیہ اخلاق ہوتا ہے یہی نقوت ہے حکماء اور علماء کے نزدیک ادراک کا ذریعہ جو اس ظاہری و باطنی یعنی جس مشترک تحصیل اور حافظہ وغیرہ ہیں صوفیائے کرام کے نزدیک کثرت عبادت و ریاضت و مجاہدات و علہ بعض نے ان کا سن و فائت ۹۶۶ھ لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کی تاریخ وفات عند ملیک مقتدر ہے اس سے ۹۶۵ھ برآمد ہوتا ہے

پابندیِ سنت سے جب تصفیہٴ قلب ہو جاتا ہے تو ایک مادہ ایسا پیدا ہو جاتا ہے جس سے ان کا انکشاف ہوتا ہے جو جو اس ظاہری و باطنی کے ذریعہ سے منکشف نہیں ہو سکتے اس قوت کے پیدا ہونے کا ذریعہ شریعت کے سوا کوئی دوسرا نہیں شمس تبریز نے فرمایا ہے

شریعت را مقدم دار اکنوں طریقت از شریعت نیست بیروں
کے کو در شریعت را سخ آید حقیقت را ہر دے خود کشا ید

شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی مکتوبات میں لکھتے ہیں
”اُنکہ در شریعت را سنج نیست ناقص است بلکہ طریقت و حقیقت او معلوم کہ حقیقے ندارد شریعت معیار است عیار فقر بر شریعت روشن میگردد“
شاہ صاحب اپنے مکتوبات میں اپنے خلیفہ شاہ نظام الدین ادرنگ آبادی کو تحریر فرماتے ہیں،

”ہمہ دا خلان طریقت را تاکید نمایند کہ ظاہر شریعت را اگر راستہ دارند“
شاہ عبدالعزیز صاحب ملفوظات میں فرماتے ہیں
”شریعت مستقل طریقت است“

صاحبِ فوز المرام لکھتے ہیں: ”شریعت اصل ہے اور حقیقت اس کی فرع، شریعت ابتدا اور حقیقت اس کی انتہا، تو معلوم ہو گیا کہ اولیاء جو اربابِ حقیقت ہیں ان کے لئے اتباعِ شریعت کس قدر ضروری ہے اسلئے ہمارے پیرو و مرشد سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یعنی علمِ حقیقت جس کی شریعت شاہد نہ ہو وہ زندہ اور الحاد ہے“

صاحبِ مقلع الذنوب نے لکھا ہے
جو اس بات پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ صوفیہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں مطلقاً درست ہے خواہ وہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ان کے خیال میں شریعت وہی ہے جس پر صوفیہ چل رہے ہیں اور کوئی شریعت نہیں..... اہل علم اس گروہ کو جہل صوفی کہتے ہیں“

اگے اس گروہ کے متعلق لکھتے ہیں: ”اسلام کے دائرہ سے خارج ہے“
علہ فوز المرام ص ۱۱۱ مقلع الذنوب ص ۱۱۱

سلطان المشائخ نے اپنے طریق کی تشریح اس طرح فرمائی ہے ۔
 ” طیب جاہ و کرامت نباشد استقامت می باید کہ بر متابعت رسول علیہ السلام
 والصلوة باشد و بیچ مستحب و ادایے از وفوت نشود
 حضرت شیخ اکبر نے فرمایا ہے
 ” جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو بد دینی ہے اور مردود ہے، ہمارے واسطے
 اللہ کی طرف شرع کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔“
 حضرت جنید بغدادی کا قول ہے
 ” تمام راستے مسدود ہیں سوائے اتباع رسول کے۔“
 حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں ” کل قیامت کے روز شریعت
 کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہیں پوچھیں گے۔“
شفاعت

خداوند ذوالجلال کی اجازت سے صالحین اور انبیاء بالخصوص ہمارے حضور
 سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں کی شفاعت فرمائیں گے اور بہت سے
 گناہ بخشے جائیں گے، مگر صرف شفاعت کے بھروسہ پر اتباع شریعت کو چھوڑنا
 اور گناہوں پر استقامت اختیار کرنا صحیح نہیں خواجہ سعد می فرماتے ہیں
 پیغمبر کسے را شفاعت گراست کہ بر جادہ شرع پیغمبر است
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے
 عمل کر میری شفاعت پر توکل نہ کرے

صحبت

پیر کی صحبت ضروری ہے اس سے بہت جلد منازل سلوک طے ہوتے ہیں
 کیونکہ مرید دن رات اپنے شیخ کے حالات کو دیکھتا ہے اور اسی طرح عمل کرتا ہے
 اس کو ہر اس قوت کے استعمال کا صحیح محل معلوم ہو جاتا ہے جس کے لئے خداوند
 ذوالجلال نے یہ قوت اس کو عطا کی تھی اس طرح اخلاق فاضلہ اور اسوۂ حسنہ پر
 اس کو استقامت حاصل ہو جاتی ہے مولانا روم فرماتے ہیں
 یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے یا

بفتوحات علیہ دفتر اول مکتوبہ ص ۱۷۷

خواجہ بایزید بسطامی نے فرمایا ہے: ”نیکوں کی صحبت کار نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت برے کام سے بدتر ہے۔“

صدقہ

حضور نے میانہ روی کی تعلیم و تعریف فرمائی ہے آدمی اپنے اخراجات اور خیرات و صدقات میں بخل بھی نہ کرے اور اس قدر زیادہ خرچ بھی نہ کرے کہ کل نہیں دست ہو کر مجبور ہو جائے حضرت کعب بن مالک سے چاہا کہ اپنا تمام مال خیرات کر دیں حضور نے فرمایا کچھ روک لو تمہارا سسٹے یہی بہتر ہے۔

ایک صحابی انڈس کے برابر سونا لے کر آئے اور کہا یا رسول اللہ اس کو صدقہ میں لے لیجئے آپ نے انکار فرما دیا وہ اصرار کرتے لگے آپ نے ان کے ہاتھ سے لے کر اس زور سے پھینکا کہ اگر ان کے لگ جاتا تو بہت چوٹ لگتی۔ فرمایا تم لوگ سب کچھ خیرات کر دیتے ہو پھر مانگنے لگتے ہو بہترین صدقہ وہ ہے کہ اس کے دینیکے بعد مال بچ رہے۔

صوفیوں کا لباس

رسول اکرم و صحابہ کرام کے حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی خاص لباس کی قید نہیں جو لباس ادائے فرائض میں تکلیف نہ دیتا ہو جس لباس سے اظہار تکبر نہ ہوتا ہو جس لباس میں اسراف نہ ہو جو لباس کسی خاص قوم کا شعار نہ ہو جو لباس عورتوں کے لئے مخصوص نہ ہو جس لباس کو ان کے لئے ممنوع قرار نہ دیا ہو ایسا لباس خواہ کسی طرح رنگ کا ہو پہننا جائز ہے۔ صوفیائے کرام نے مختلف قسم کے لباس پہنے ہیں، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ صوفی صوف سے مشتق ہے اس لئے صوف پہننا صوفی کے لئے ضروری ہے لیکن یہ خیال غلط ہے امام ابو حنیفہ امام قشیری نے لکھا ہے:۔

صوفی کے لئے صوف پہننا ضروری نہیں: ”انبیاء علیہم السلام نے بھی مختلف قسم و رنگ کے لباس پہنے ہیں لیکن انبیاء اور ان کے متبعین صاطین نے صوف کا استعمال زیادہ کیا ہے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عرب کا عام لباس پشمینہ تھا اس لئے حضور نے بھی اکثر پشمینہ پہنا ہے حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صوف پہنے۔“

کریم نے فرمایا جس دن موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کلام کیا اس دن ان کا تمام لباس صوف کا تھا، عوارف المعارف میں ہے۔
 ”انبیاء کا لباس صوف تھا“

حضرت ابی بردہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک کمبل اور ایک موٹی لنگی دکھائی کہ ان کپڑوں میں رسول اللہ نے وفات پائی سنن ابی داؤد کتاب الطہارت میں حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث غنیمت جمعہ میں ہے کہ صحابی کمبل پہنتے تھے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے ”رسول کریم صوف پہنا کرتے تھے“
 امام حسن بصری نے فرمایا: ”اہل بدر صوف پہنا کرتے تھے“

کتب حدیث و تاریخ و فقہ میں حضور اور صحابہ کے بارے میں دوسری قسم کے کپڑوں کا استعمال کرنا بھی مذکور ہے، امام حسن بصری نے فرمایا ہے ”جو شخص توارق سے پیشینہ پہنے گا خدا اس کے دل کو روشن کر دے گا اور جو دکھاوٹ کے پیشینے گا وہ جہنم میں جائے گا“ حضرت جنید بغدادی علماء کا لباس پہنتے تھے کسی نے کہا کہ آپ خرقہ نہیں پہنتے تو انہوں نے فرمایا: ”لیس الا عتبد بالخرقة انما الاعتبد بالخرقة“ یعنی خرقہ کا اعتبار نہیں سورش عشق کا اعتبار بعض صوفی ریشم پہنتے ہیں یہ حرام ہے۔ حدیث میں ہے۔

حرام لن کور امتی و حلال لا تا ثناء میری امت کے مردوں پر حرام ہے مگر عورتوں کو حلال ہے۔

خواجہ گیسو دراز فرماتے ہیں ”واجماع کردہ اندہر جامہ کہ صوفیاں پوشند مباح است شاید مگر چیرے کہ شریعت بر مردان حرام کردہ است چنانچہ ابریشم و آل جامہ کہ نامشروع است“

بعض صوفی عورتوں کا سا لباس پہنتے ہیں بخاری شریف میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخنثی من الرجال و المترجلات من النساء و قال اخروجوهم من بیوتکم“ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی سی وضع بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی سی وضع اختیار کریں اور فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

علاء عوارف المعارف اردو صفحہ ۷ نو لکھنؤ پریس سن ۱۹۷۷ء عوارف المعارف صفحہ ۷ صفحہ ۷
 مرقہ تذکرۃ الاولیاء ذکر حضرت جنید۔ علیہ حفظہ اللہ صفحہ ۷

ڈاکٹر میر ولی الدین پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے اپنی کتاب قرآن اور تصوف میں حضرت شیخ علی ہجویری کی کتاب کشف المحجوب کے حوالہ سے لکھا ہے، "صفائی بندہ پر خدا کا انعام ہے اور صوف چوپایوں کا لباس ہے" ہم نے ثابت کیا ہے کہ صوف اکثر بیویوں نے پہنا ہے فقر و محنت خط سے انبیاء کی توہین ہوتی ہے حضرت شیخ کا یہ مطلب نہیں تھا جو ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے، ان کا مطلب ہے (صوف چوپایوں کا بھی لباس ہے) ڈاکٹر صاحب کو ذرا غور کر کے لکھنا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے صوف پہنا اس کا فعل اس کے قول کے خلاف ہو اس پر بلاکت ہے۔

اور فرمایا ہے دو قسم کے لباسوں سے بچو جو باعثِ شہرت ہیں، ایک صوف دوسرے ریشم۔

چاہئے دل سے تقیری اس پہ کیا موقوف ہے
اسے ظفر رنگین ہو یا ہو جامہ و انساں سفید
جو کہ ہیں باتیں فقیروں کی ظفر وہ چاہئیں
اس سے کیا جاہل اگر پہنا فقیرانہ لباس
صوفیوں کی سمجھیں

(۱) صوفی جو باقی باللہ ہو

(۲) متصوف - جو طالب درجات تصوف ہو

(۳) مستوصف - جو صوفیوں کا سا طرز اختیار کرے اور حقیقت میں صوفی نہ ہو
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "شیاطین بزرگوں کی صورت اختیار کیے
لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں"

حضرہ

وہ لوگ جن کو تاریخ پر عبور نہیں اور جو تصوف کی حقیقت سے آگاہ نہیں،
کہتے ہیں کہ تصوف اور صوفیاء سے اسلام کو سخت نقصان پہونچا ہے، تصوف تو
عین اسلام ہے اگر تاریخ کو دیکھیں تو معلوم ہو جائے کہ اشاعت اسلام میں سب سے
زیادہ سعی صوفیائے کرام نے کی ہے اور انہوں نے علمی و سیاسی ہر قسم کی خدمات
دے مطبوعہ اردو بیس دہلی طبع دوم ۱۳۹۷ھ ہجری ۱۹۷۷ء فردوس علمی طبع الجوامع

اعلیٰ درجہ پر انجام دی ہیں۔

ہاں اسلام کو ہر طرح کا نقصان اس گمراہ سے پہونچا ہے پہونچ رہا ہے اور پہونچتا رہے گا جو درحقیقت صوفی نہیں ہیں مگر صوفی بنتے ہیں اور بزرگانِ قدیم کے بسلاسل سے اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں انہوں نے لوگوں کو ایمان کے لئے اعمالِ خلافِ شرع و سنت اختیار کر رکھے ہیں۔ عوامِ شخصیت پرستی، عجائبِ ثنائی اور دینی پابندیوں سے آزادی کی وجہ سے ان کے معتقد بنتے ہیں۔

ظاہر و باطن

امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے یہ کہنا کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے کفر ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا باطن ظاہر کی نقیض ہے تو وہ ایمان کی نسبت کفر کے قریب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم تم کو تمہارے ظاہری اعمال پر پکڑیں گے جو کوئی ظاہر میں اچھے کام کرے گا اس پر ہم بھروسہ کریں گے اور اس کو اپنا مصاحب بنالیں گے، اس کے دل کی بات سے ہم کو عرض نہیں اس کا حساب اللہ لے گا اور جو ظاہر میں بُرا کام کرے گا ہم نہ اس پر بھروسہ کریں گے نہ اس کو سچا سمجھیں گے اگرچہ وہ دعویٰ کرے کہ میرا باطن اچھا ہے۔

ظاہر اور پتے باطن اور یہ عقیدہ شیعہوں نے بھیلایا ہے جو ان کے مذہبی عقیدہ نقیہ کے مطابق ہے اور یہ خیال اسی لئے شائع کیا گیا ہے کہ لوگ گمراہ ہوں۔

عشق

کسی آدمی یا کسی چیز سے حد سے زیادہ محبت ہونے کو عشق کہتے ہیں، ایک عشق مجازی ہوتا ہے اور ایک عشق حقیقی عام طور پر عشق مجازی اس عشق کو کہتے ہیں کہ کسی آدمی یا کسی چیز پر دل مائل و مبتلا ہو جائے، عشق حقیقی خدا تعالیٰ کی محبت کو کہتے ہیں۔

عشق حقیقی کے کیا کہنے، عشق مجازی کی یہ صورت کہ انسان کسی چیز یا آدمی پر فریفتہ ہو جائے لیکن نیت صاف ہو اس فریفتگی میں کوئی امرِ خلافِ شرع سرزد نہ ہو ایسا عشق مجازی اکثر رنگ بدل کر حقیقی کی طرف مائل ہو جاتا ہے، عشق

ملا بخاری کتاب الشہادت

مجازی میں غیر عورت یا لڑکے سے مجالست و مخالفت رکھنا ایک آفت ہے، ایسا
عشق جائز نہیں یہ مصیبت ہے بلکہ اسے کو عشق کہنا ہی نہ چاہئے، مولینا روم نے ایسے
ہی عشق کے متعلق فرمایا ہے: ”این شمار از خوردن گندم بود“
عشق کا مقصد خواہشات نفسانی کی ناجائز طور پر تکمیل نہیں بلکہ وہ محض ایک
خیال، ویڈ اور محبت ہے۔

بعض مصنوعی صوفی کسی لڑکے یا غیر عورت کو ساتھ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
ہم عشقی مجازی کرتے ہیں یہ سراسر غلط ہے اور گمراہی ہے۔

عقد انامل

الکلیوں پر دس ہزار تک شمار کرنے کا طریقہ حضور نے تعلیم فرمایا ہے اس کو
عقد انامل کہتے ہیں اس شمار سے وظیفہ پڑھنا اولیٰ ہے ترمذی شریف میں ہے
کہ حضور نے فرمایا عقد انامل سے گن کر بڑھا کر د۔

علم باطن

امام غزالی نے فرمایا ہے: ”علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم شرعی و دوسرا علم غیر شرعی، قسم
اول کا نام علم باطن ہے“

صوفیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ ایک علم اور تھا جس کا نام علم باطن ہے اس کی تعلیم
رسول کریم نے اخفاء کے ساتھ حضرت علی کو دی تھی۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اس طرح رسول
پر اخفاء رسالت کا الزام آتا ہے اور خدا کی عدول حکمی ثابت ہوتی ہے کیونکہ خداوند کریم
نے رسول کریم کو تاکید فرمایا ہے: ”ہم نے جو کچھ تجھے پہنچایا ہے اس کو کھول کر پھیلادے“
یہ عقیدہ ان فرقوں سے ماخوذ ہے جو رسول کریمؐ صحابہ اور حضرت علیؑ وغیرہ کے
تقیہ کرنے کے قائل ہیں یعنی وہ لوگوں کے خوف یا کسی اور مصلحت سے امر
حق کو چھپا جاتے تھے حضرت ابوالطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت
علیؑ کے پاس آیا اور کہا رسول اللہؐ آپ کو خفیہ طور پر کیا بتایا کرتے تھے یہ سن کر
حضرت علیؑ غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ مجھ کو کوئی خفیہ بات ایسی نہیں بتائی
جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو۔

فن تصوف کے حاصل کرنے اور منازل سلوک کے طے کرنے اور درجات عالیہ حاصل کرنے کے لئے علم دین کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ صوفی جس قدر صاحب علم و عمل ہوگا اسی قدر بلند مرتبہ ہوگا قرآن مجید میں ارشاد ہے "یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اتوا العلم درجات" اللہ پاک بلند کرے گا تم میں سے ان لوگوں کے درجے جو ایمان اور علم رکھتے ہیں۔

اور ارشاد ہے "قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" آپ کہہ دیجئے علم والے اور بے علم برابر نہیں ہیں۔ علم کی فضیلت بتعداد احادیث ثابت ہے۔
 (۱) العلماء ورثة الانبیاء، علماء انبیاء کے وارث ہیں۔
 (۲) علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں۔

اس مرتبہ سے بڑا مرتبہ کونسا ہو سکتا ہے۔

(۳) فضل العالم علی العابد کفضل علی ادنی رجل من اصحابی۔
 عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت میرے ادنیٰ صحابی پر۔
 (۴) فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب۔
 علم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودہویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر۔
 (۵) العلماء افضل من العبادات۔ علم عبادت سے افضل ہے۔

(۶) العلم حیات الاسلام و عماد الدین۔ علم اسلام کی زندگی اور دین کی ستون ہے۔

(۷) طالب العلم افضل من المجاہد فی سبیل اللہ۔ طالب علم افضل ہے جہاد کرنے والے سے۔

(۸) یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ، الانبیاء ثم العلماء ثم النشہاء۔
 قیامت کے دن تین آدمیوں کی شفاعت قبول کی جائے گی نبیوں کی، عالموں کی اور شہیدوں کی۔

✓ (۹) طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔ علم حاصل کرنا فرض ہے ہر مسلمان مرد و زن پر۔

۱۰) حضور ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ ایک طرف کچھ اصحاب زکوٰۃ شغل میں مشغول ہیں اور دوسری طرف کچھ اصحاب درس و تدریس میں مصروف ہیں تو آپ حلقہ تعلیم میں آکر بیٹھ گئے اور فرمایا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔
امام اعظم کا ارشاد ہے علم بدکار بندہ کو امام سفیان ثوری نے فرمایا سب سے بہتر وہ ہے جو اہل علم کے پاس بیٹھ کر علم سیکھے
خواجہ سعدی شیرازی فرماتے ہیں

زجاہل گر بندہ چون تیر باش نیامیختہ چون شکر شیر باش
تراژد صفا گر بود یار غار ازان بہ کہ جاہل بود غم گسار
سراجنام جاہل جہنم بود کہ جاہل نکو عاقبت کم بود
حضرت محمد الف ثانی کا ارشاد ہے: ”زاہر ہے علم سخرہ شیطان است“
خواجہ رحیمی نے فرمایا ہے: ”علم ایک دریا ہے اور معرفت اس کی ایک
بحر ہے“

سیر الاولیاء میں سلوک کے متعلق مذکور ہے۔

”اول درجہ دین کار علم است“

محدث ابن جوزی نے کتاب تلخیص ابلیس میں لکھا ہے کہ قدمائے صوفیہ قرآن و حدیث اور فقہ و تفسیر کے امام تھے سلطان المشائخ کا ارشاد۔ سیر الاولیاء میں مذکور ہے۔ من خواہم کہ مجھ سے بالاتر از متعمی بہ نشید حضرت اپنی مجلس میں علماء کو آگے بٹھایا کرتے تھے اس پر ارشاد ہوا کہ میں نہیں چاہتا کوئی مجھ کو گیسو دراز کسی متعم (پگڑی بند) سے آگے بیٹھے۔ نواد الفواد میں مذکور ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کالی نے بڑھاپے میں قرآن مجید حفظ کیا۔

سلطان المشائخ نے فقر و تصوف کے متعلق فرمایا ہے

”اول درجہ دین کار علم است“

خواجہ عثمان سراج کو سلطان المشائخ نے اس وقت تک خلافت نہ دی

جب تک یہ اطمینان نہ کر لیا کہ ان کی تحصیل علم پوری ہو چکی ہے ^{علہ}
سلطان المشائخ نے فرمایا

ادمی چوں علم بیا موز و شرفے حاصل مے شود ^{علہ}

صاحب موج کو ٹرنے بو عیشاہ قلندر کا قول نقل کیا ہے۔

” اگلے زمانے میں اکثر لوگ تحصیل علم کے بغیر فقیری اختیار نہ کرتے تھے اب الیا
زمانہ ہے کہ علم ہو یا نہ ہو مرید ہوتے ہی فقیری کا دم بھرنے لگتے ہیں اور خیال کرتے
ہیں کہ جو فقیر ہو جاتا ہے اس کو علم بھی حاصل ہو جاتا ہے بلکہ علماء پر زبان طعن و
تشنیع دراز کرتے ہیں کہ ان کو تو صرف حدیث و تفسیر کے معنی آتے ہیں اور ہم کو اللہ
تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے

زاهدان بے علم کے متعلق و غرضی لطیفے مشہور ہیں تفریح طبع کے لئے لکھتا

ہوں۔

امام فخر الدین رازی کے زمانے میں ایک بے علم یا کم علم عابد تھے جو ساٹھ
ستتر برس سے عبادت میں مشغول تھے اور دنیا کو ترک کر کے کنج نشیں ہو گئے
تھے انہوں نے ایک دن دیکھا کہ شیطان آ رہا ہے اور اس کے پاس بڑی موٹی
لوہے کی زنجیریں ہیں انہوں نے دریافت کیا کہ بے مردود انہیں کہاں لئے جاتا
ہے اور یہ کیا سامان ہے شیطان نے کہا کہ شکار کی ٹکریں ہمارا ہوں اور یہ زنجیریں
جکڑنے کے لئے ہیں

ہر ایک زنجیر میں نے ایک ایک کا نام لکھ رکھا ہے کہ یہ فلاں کے لئے ہے
اور یہ فلاں کے لئے انہوں نے ایک بڑی موٹی زنجیر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ کس
کے لئے ہے۔ اس نے کہا امام فخر الدین رازی کے لئے دوسری کو پوچھا اس نے ایک
اور امام کا نام لیا اسی طرح کئی زنجیریں کو اس امیر پوچھا کہ ہم بھی بڑے مشائخ
میں سے ہیں ہمارے لئے بھی کوئی زنجیر ہوگی جب اس نے ان کا نام نہ لیا تو ان
سے نہ رہا گیا آخر پوچھا کہ ہمارے لئے کونسی ہے اس نے کہا واہ حضرت آپ
کے لئے بھی زنجیر کی ضرورت ہے ایسے ایسے جاہلوں پر تو میں ویسے ہی
سوار ہو جاتا ہوں۔

علہ سیر الاولیاء ^{علہ} نواد النواد موج کو غر صلا

ایک دن شیطان نے دربار کیا اس کے تمام ماتحت جمع ہوئے اس نے ایک کو بلا یا اور پوچھا کہ اپنی کراچی کی کارگزاری بیان کرو، اس نے کہا میں فلاں علاقہ کو زنا میں مبتلا کیا شیطان نے کہا یہ کوئی بڑا کام نہیں معمولی بات ہے دوسرے کے دریافت کیا اس نے کہا کہ میں نے ایک جگہ لڑائی کر دی اس میں کئی خون ہو گئے، شیطان نے کہا یہ بھی معمولی بات ہے، تیسرے سے پوچھا اس نے کہا میں نے آج چند آدمیوں کو قمار میں مبتلا کیا، شیطان نے کہا یہ بھی معمولی بات ہے، پانچویں سے پوچھا اس نے کہا آج میری طبیعت ناساز تھی میں کوئی خدمت انجام نہ دے سکا بس چلتے پھرتے ایک تھوڑا سا کام کر آیا ہوں ایک لڑکا پڑھنے کئے مدرسہ جارہا تھا میں نے اسے کھیل میں مشغول کر دیا یہ سن کر شیطان اچھل پڑا اور اس کو سینے سے لگا کر کہا واہ بیٹا بس تم نے بڑا کام کیا ہے سب شیطان حیران ہو گئے کہ ایک بچے کو کھیل میں لگا دینا کیا اہمیت رکھتا ہے ہم نے اتنے بڑے بڑے گناہ کرائے اس کی کچھ داد نہیں اور اس نے اسی بات کی اتنی تعریف۔ سب نے شیطان سے شکایت کی اس نے کہا کل ہم تم کو اس کا تجربہ کرائیں گے چنانچہ اگلے روز وہ اپنی جماعت کو ساتھ لے کر آئے ایک گروہا پکڑ لیا ایک شیخ رحمۃ اللہ تھے جو چالیس برس سے عبادت میں مشغول تھے بڑے لکھے کچھ تھے نہیں ان کے چہرہ پر ہونچ کر آؤ اردی شیخ نے کہا کون شیطان نے کہا جبریں ہیں ہوں خداوند خدا جل جلالہ کو آپ کی ریاضت و عبادت بہت پسند آئی، تجھے براق دے کر بھیجا ہے آپ کو ملاقات کے لئے طلب فرمایا ہے یہ سننا تھا کہ شیخ نے انھیں اللہ الحمد للہ کے گھر سے لگائے شروع کر دیئے شیطان نے کہا آپ کی آنکھیں عالم بالا کی تجلیات کو برداشت نہ کر سکیں گی اس لئے آپ آنکھوں پر سیاہی باندھ کر براق پر سوار ہو جائیے چنانچہ اس طرح شیخ کو گھر پر سوار کر کے لے کر چلے تمام رات اسے اونچے نیچے مقامات پر لئے پھرے اور بتاتے رہے کہ فلک اول ہے اور یہ یہ مقام ہے اسی طرح صبح ہو گئی تو ایک مسجد کے قریب چھوڑ کر لوے اب عرشِ عظیم آ گیا ہے ہم آگے نہیں جا سکتے۔ مسجد میں نماز قریب اختتام تھی امام نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ ان کا نام رحمۃ اللہ تو تھا ہی یہ سمجھے کہ عرشِ عظیم آ گیا ہے اور خداوند

ذوالجلال نے مجھے دیکھ کر سلام کیا ہے بڑی خوشی کے ساتھ گدھے کی پشت پر اچھل کر بولے اور علیکم السلام یا اللہ! امام نے جو یہ سنا تو اس نے کہا یہ کون مردود ہے مارو لوگ ٹوٹ پڑے مکالمات جوتے سے خوب شیخ صاحب کی مرمت کی جب مار چکے تو دیکھا حضرت شیخ ہیں ماجرا دریافت کیا، شیخ نے قصہ بیان کیا لوگ بہت ہنسے شیطان اپنی ذریعات کے ساتھ دور کھڑا تماشا دیکھتا رہا اور کہا دیکھا عابد جاہل کا انجام۔

دوسرے دن شیطان اسی طرح ایک طالب علم کے حجرہ پر پہنچا جس نے بھی ابن قیمی کتاب میں شروع کی تحقیق سبق یاد کر رہا تھا، شیطان نے کوڑا کھٹکھٹا کر طالب علم کے پوچھا کون ہے اس نے کہا کہ خداوند کریم کو آپ شوق طلب علم اور محنت پسندانی میں جبریل امیں ہوں مجھے براق دے کر بھیجا ہے آپ کو بلایا ہے تشریف لے چلئے، طالب علم نے کہا اچھا اور ایک لٹھ ہاتھ میں لے کر باہر نکل کر اس کے ایک رسید کیا اور کہا مردود کیا رسول کریم کے سوا کسی اور کو بھی اس طرح معراج ہو سکتی ہے۔ شیطان مع اپنی ذریعات کے بھاگا اور کہا دیکھا ابھی یہ کچھ زیادہ بڑھا لکھا بھی نہیں اور اس کا یہ حال ہے اس لئے ان کا ہرج کر دینا بڑا زبردست کام ہے یہ تو قصہ کہانی ہے اصل یہ ہے کہ یہ نسبت ہزار عابد کے ایک عالم، شیطان پر بھاری ہے۔

جوانگیر بادشاہ کے ایک مصاحب امیر نے حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں کچھ روپیہ بھیجا اور لکھا کہ یہ روپیہ طالب علموں اور صوفیوں پر خرچ کر دیا جائے حضرت نے اس کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا اس کے بعض فقروں کا ترجمہ یہ ہے

طالب علموں کے ذکر کو مقدم کرنا آپ کی بلند ہمت کی نظر میں بہت ہی اچھا معلوم ہوا طالب علموں کو مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور مصطفوی مذہب انہیں کے ساتھ قائم ہے کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھیں گے، جہنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے۔

علم مکتوبات دفتر اول

ہے انبیاء نے جو تمام مخلوقات میں سب سے بہترین شرائع کی طرف ہی دعوت دی ہے۔

حکایات

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض آیات و سورہ قرآنی و اسمائے الہی کے فوائد بیان فرمائے ہیں جن کو اہل حاجت بوقت حاجت پڑھ کر فائدہ حاصل کر سکتا ہے اس قسم کی احادیث حسن حصین اور بعض تفاسیر میں کثرت سے ہیں اور ان میں ہر درجہ کی حدیثیں ہیں اس لئے کسی آیت یا سورہ یا اسم الہی کو کسی حاجت کے لئے پڑھنا جائز ہے بعض حاجات کے لئے نوافل بھی پڑھے جاتے ہیں، غرض خداوند کریم سے نفل نماز یا کوئی آیت یا کوئی سورہ پڑھ کر حاجت طلب کرے اس کے سوا کسی سے مدد کا طلب گار نہ ہو۔

احادیث ہی سے بعض اولیائے کبار نے اپنے تجربہ اور مرکاشفہ سے اسمائے الہی و آیات و ادعیہ ناظرہ سے خاص خاص حاجتوں کے لئے وظائف ترتیب دیئے ہیں ان کا پڑھنا بھی جائز ہے

حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کسی حکومت کے لئے عمل دریافت کیا آپ نے سورہ اخلاص پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اور کہا کہ خدا کو خدا ہی کے لئے یاد کرنا بہتر ہے

حضرت حافظ عبد الرحمن بخاری مراد آبادی کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس وقت بہت سے لوگ بیٹھے تھے حضرت نے اس سے دریافت کیا کہ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور مجھ سے کیا خدمت مطلوب ہے؟ اس نے کہا میں رنگون سے آپ کا نام سن کر آیا ہوں مجھے عمل درست غیب کی تلاش ہے اس کی جستجو میں میں سو فیوں اور عالموں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر چکا ہوں اور ان کے کہنے کے موافق بہت سے عمل پڑھ چکا ہوں مگر دست غیب حاصل نہ ہوگا میں نے سنا ہے آپ کو یہ عمل آتا ہے آپ مجھ کو بتا دیجئے حضرت نے فرمایا ہاں یہ عمل آتا ہے اور میرا عمل تیرا بہت ہے اس میں کچھ خرچہ وغیرہ بھی نہیں کرنا پڑتا میں تم کو ابھی بتا دیتا ہوں اس شخص نے کہا حضرت تنہائی میں بتائیے گا حضرت نے فرمایا کیا ہرج ہے یہ لوگ، بیٹھے ہیں

ان کو بھی آجلے گا سینے وہ غل یہ ہے

دست سوال سیکڑوں عیبوں کا غیب ہے

جس دست میں یہ غیب نہ ہو دست غیب ہے

حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں ایک شخص آیا اس نے کسی مرض کی شکایت کر کے تعویذ کی درخواست کی حضرت نے تعویذ لکھنا شروع کیا میں نے انکھیوں سے دیکھنا شروع کر دیا کہ تعویذ مجھے بھی آجائے حضرت نے یہ دیکھ کر کہ خوب اچھی طرح میسرے سامنے کر دیا جب تعویذ لکھ کر شخص مذکور کو دے دیا تو مجھے فرمایا قاضی صاحب تنہا الفاظ و عبارات سے کام نہیں چلتا لکھنے والے کا سامان اختیار کیجئے، عمل کا اثر خلوص و اعتقاد اور شرائط کے موافق ادا کرنے سے ہوتا ہے جب عمل کرنے والا ان صفات کو جمع کرے گا تو عمل تیر بہدف ہو جائے گا

غیر مسلم فقراء

یہودی، عیسائی اور پارسی شادی بیاہ نہیں کرتے، عبادت خانوں میں علیحدہ رہتے ہیں، بعض کچھ کھانے کی اشیاء کا استعمال ترک کر دیتے ہیں سخت سخت ریاضتیں کرتے ہیں، کوئی کسب نہیں کرتے اور لوگوں کے دستِ کرم پر ان کا گذر اوقات بے بدھ مذہب کے فقہروں کا بھی یہی عمل ہے ان میں اس قدر اور زیادتی ہے کہ وہ تذلیل نفسی کے ٹھیکے مانگتے ہیں

تیسری صدی عیسوی کے وسط میں عجم میں مشہور مصوٰر مانی نے ایک مذہب ایجاد کیا تھا اس کے دو فرقے تھے ان میں سے ایک فرقہ دنیا سے تعلق نہ رکھتا تھا اور سخت ریاضت کرتا گوشت پھلی اور اندھ بھی نہ کھاتا نہ ہندو جوگی بھی دنیا سے تعلق نہیں رکھتے، لوگوں کے دستِ کرم پر گزارہ کرتے ہیں سخت سخت ریاضتیں کرتے ہیں اور بعض اشیاء کا کھانا ترک کر دیتے ہیں کھڑے کھڑے اوپر کو اٹھائے اٹھائے پتھریروں کو بے کار کر لیتے ہیں، چار ابرو صافیا کرتے ہیں، بعض لمبے بال رکھتے ہیں، بعض عورتوں کی طرح چونڈا باندھتے اور بھی پہنتے ہیں، ناچ گانے اور نشہ کے شائق بھی ہوتے ہیں۔ افسوس ہے

مسلمان فقیر بھی ان کی سی حرکات کرتے ہیں۔ یہ باتیں اسلام سے بھی خارج ہیں۔
جلد دوم ترجمہ تاریخ تمدن سریندری لاس کیل ۱۲۲ مطبوعہ ۱۹۳۳ء مکہ مانی سنگھ میں پیدا ہوئے
والا شمار الباقیہ لایرون

فقیر و فقر

خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۶؎ فرماتے ہیں فقیر وہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ نہ ہو تو ساکن اور مطمئن ہو اور جب اس کے پاس کچھ ہو تو سخی ہو۔
خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۱؎ فرماتے ہیں سچے فقیر کی علامت یہ ہے کہ سوال اور جھگڑانا نہ کرے اور کوئی اس سے جھگڑے تو خاموش رہے۔
خواجہ سمعون محب رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۵؎ فرماتے ہیں ”فقیر وہ ہے جو فقر سے محبت رکھے چلے جاہل رویہ سے رکھتا ہے اسے رویہ سے ایسی وحشت ہوتی ہے جیسے بخیل کو فقیر سے۔“

خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۲؎ فرماتے ہیں
”فقیر وہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی پرواہ نہ کرے اور کسی کے ساتھ مشغول نہ ہو۔“
خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۲؎ فرماتے ہیں فقیر وہ ہے کہ غنا سے احتراز کرے۔

خواجہ نور الدین جامی رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۷؎ فرماتے ہیں ”فقر صورتِ زندہ است“

فناء

فنا کی تین قسمیں ہیں
(۱) قسم اول یہ کہ خدا کے سوا کسی کی محبت نہ ہو، خدا کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرے، اور خدا کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرے یہی دین کا ظاہر اور باطن ہے، فناء کا یہ درجہ انبیاء اور اولیائے عظام کو حاصل ہوتا ہے۔
(۲) یہ کہ ماسوائے شہود سے فنا ہو یعنی خدا کے سوا کسی کو نہ دیکھے نہ کوئی چیز اسکے دل میں کھٹکے یہ درجہ متوسط درجہ کے اولیاء کو حاصل ہوتا ہے۔
یہی وہ خطرناک مقام ہے جہاں قدم ڈلگا جاتا ہے اور نادان کو عینیت و حلول و اتحاد کا گمان ہو جاتا ہے۔
(۳) یہ کہ خدا کے سوا کسی کا وجود نہیں اور مخلوق کا وجود بعینہ خالق کا وجود ہے یہ خیال محدود کا ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ”فنا کا یہ منشا کہ خدا کے سوا کوئی دوسری چیز موجود نہ ہو اور المعارف سے عوارف المعارف سے نفحات الانس

نہیں اور خالق کا وجود بعینہ مخلوق کا وجود ہے لہذا خدا اور بندے میں کوئی فرق نہیں
 فنا کا یہ درجہ ان گمراہ لوگوں نے اختیار ہے جو حلول و اتحاد میں پٹہ گئے ہیں۔

قبور

قبور کو پختہ بنانے کی ممانعت ہے، قبروں پر میلہ لگانا ضرورت سے زیادہ
 چراغاں کرنا، گانا بجانا، ناچ، رنگ، قبرستان میں کھانا پینا مٹھائی اور چادر وغیرہ چڑھانا،
 سجدہ اور طواف کرنا، لوسہ دینا، صاحب قبر سے دعا کرنا اور مدد چاہنا یہ تمام امور ناجائز
 ہیں اور پرستش کی حدود تک پہنچتے ہیں۔ خواجہ نقشبند فرماتے ہیں۔

تو تاکے گور مرداں سا پرستی بگرد و کار مردان کن درستی

رسول کریم نے فرمایا ہے میری قبر کو بیت نہ بنانا خدا لعنت کرے یہ جو نصاریٰ پر
 کہ انہوں نے عیسویوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔

شیخ ابو بکر بن شیبہ محدث نے لکھا ہے کہ ایک شخص گنبد خضراء کے پاس کھڑا
 ہوا کچھ کہہ رہا تھا امام زین العابدین نے اسکو منع کیا اور فرمایا کہ رسول کریم نے فرمایا
 ہے میری قبر کو بیت نہ بنانا۔

غوث علی شاہ قلندر بانی پٹی کی سوانح عمری تذکرہ غوثیہ میں ان کا قول لکھا ہے
 ”جب ہم کہہ پور گئے تو وہ لکھا کہ صبح آن کہ سجادہ صاحب نے حضرت احمد
 شاہ کے مزار کا طواف کیا اور سجدہ کیا میں نے کہا کہ صاحب طواف و سجدہ تو یہاں ادا ہوا
 اگر حضرت غوث اعظم کے مزار پر آپ ہوں تو وہاں کیا کیجیے گا اور حضرت رسول مقبول علیہ
 اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے کیا باقی رکھا اور خدا سے تو کچھ مطلب ہی نہیں جس
 کے لئے سب کچھ ادب و تعظیم درکار ہے، وہ خفاء ہو گئے۔“

آگے اسی کتاب میں قلندر صاحب مذکور کے متعلق لکھا ہے ”اویار اور قبور
 کے متعلق بعض ارباب تصوف جو غلو کرتے ہیں اس سے آپ کو بہت نفرت تھی“
 شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں

”برقبر چراغ روشن بناید کرد باعث لعنت است“

حضرت ابی الہیارج اسدی نے حضرت جابر انصاری سے روایت کی ہے کہ رسول
 نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے

عہ اردو ترجمہ کتاب بلاغ المبین ص ۱۹۱ مصنفہ شاہ ولی اللہ مطبوعہ عالمگیر پریس لاہور ۱۹۳۷ء عہ موج کوثر
 ص ۳۳ مصنفہ شیخ محمد اکرم ایم اے مرکٹ ٹائل پریس لاہور ۱۹۷۵ء عہ ملفوظات، ص ۷۷ عہ بلاغ المبین ص ۳۸

مرقد انوار رسول اکرم سادہ حالات میں تھا شاہ مصر قلادوں صالحی نے ۶۷۱ھ میں قبہ مبارک تعمیر کرایا۔ اولیائے کرام کے مزارات ان کی وفات سے مدتوں کے بعد اکثر قیاس و تخمین سے بنائے گئے ہیں اس لئے قدیم مزارات کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ صحیح مقام پر ہیں

حضرت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ان کی وفات کے دو برس بعد سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان التتمش نے بنایا۔

بعض زیارت گاہیں کسی خوف سے مشہور کر دی گئی ہیں حاکم بہرائچ نے اپنے رسالے کے لئے ایک مکان بنایا شاہ اودھ کو معلوم ہوا تو حاکم سے جواب طرد کیا حاکم نے کہا کہ یہ قدم رسول کی زیارت گاہ ہے مزار پر انوار رسول اکرم کے سوا تقریباً تمام متقدمین کے مزارات قیاس و تخمین سے عرصہ دراز کے بعد بنائے گئے ہیں محققین کی یہی رائے ہے یہ امر اس طرح بھی ثابت ہے کہ بعض بزرگوں کے مزارات دہلی، ٹلن، مقامات پر ہیں بعض زیادہ مشتبہ ہیں، خواجہ ابراہیم ادہم کے مقام دفن میں سخت اختلاف ہے منصور کا مقبرہ کئی جگہ ہے۔ لعل شہباز قلندر کا مزار درگاہ قدم شریف سے شاہ جہاں آباد کی طرف آتے ہوئے راستہ خام پر ایک تکیہ میں ہے اور ان کا دوسرا مزار قصبہ سیوٹان سندھ میں ہے

دہلی کی عید گاہ کے راستے میں مزار میں ایک جلال الدین کا اور دوسرا اوحدا الدین کرمانی کا۔ جلال الدین کا مزار بنگالہ میں بھی ہے اور اوحدا الدین کرمانی کا ترکستان میں بھی ہے۔ شیخ ابوبکر مصال برادر خواہر زادہ سلطان المشائخ کا ایک مزار راستہ درگاہ امیر خسرو پر ہے اور دوسرا خواجہ عمر سے جانب جنوب ہے۔ سید بدایین غزنوی کا ایک مزار قطب صاحب میں پائین مزار قطب الاقطاب ہے اور دوسرا کٹرلہ فیروز شاہ جانب مشرق میں ہے اس پر بھی سید بدایین غزنوی کا کتبہ لگا ہوا ہے۔ ابو علی شاہ قلندر بانی پتی کا مزار دو جگہ ہے عارف علی شاہ کا مزار ہنسپور ضلع بجنور میں بھی ہے اور دہلی میں بھی ہے یہ تو تھا ہی اور غضب دیکھئے دہلی میں ایک چٹلی قبر مشہور ہے کوئی کہتا ہے یہ سید روشن شہید کا مزار ہے کوئی کہتا ہے گھوڑے کی قبر ہے۔

شاہ الفرقان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ حیات مسعودی ص ۱۸۱ مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۹۳۲ء

حیدر آباد کن میں ایک قبر پر جو جاتی ہے وہ موسیٰ رحمو کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے لیکن حیدر آباد کے تمام مصنف متفقہ طور پر لکھتے ہیں کہ یہ قبر انسیسی فوجی جنرل موسیوریکان کی ہے مگر کون سنتا ہے۔

قرآن مجید میں خداوند ذوالجلال نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ رسول کریم کے اسوہ حسنہ پر چلو۔ رسول کریم کو معلوم تھا کہ ان کے جد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار عظیم میں ہے لیکن آپ نے نہ وہاں مید لگایا نہ چادریں وغیرہ چڑھائیں نہ چراغ جلائے نہ پلارت قبور کی اجازت اس لئے ہے کہ آدمی وہاں جا کر عبرت حاصل کرے اور توبہ و استغفار کرے مرحومین کے لئے ایصالِ ثواب کرے مگر مردوں کو سجدہ کرنا، بوسہ دینا، ان پر سر رکھنا، اور طواف کرنا وغیرہ فقہاء نے ان تمام امور کو حرام قرار دیا ہے۔ قبروں پر پھول چادر اور مٹھائی چڑھانا یہ بھی جائز نہیں نہ یہ اسلام کی رسومات میں سے ہے۔

قبروں پر جا کر حاجت طلب کرنا اور مدد مانگنا وغیرہ یہ بھی جائز نہیں مجمع البحار وغیرہ کتابوں میں ان امور کی تفصیل ہے حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی نے ان امور کے عدم جواز پر ایک مستقل رسالہ اربعین تصنیف فرمایا ہے اگر قبروں پر جا کر حاجت طلب کرنا جائز ہوتا اور صاحب قبر سے امداد کی درخواست کرنا روا ہوتا تو حیب رسول کریم مکہ معظمہ میں مصائب و آلام میں مبتلا تھے تو اپنے جد حضرت اسماعیل کے مزار پر جا کر کیوں مدد طلب نہیں کرتے تھے۔ عرسوں میں شریک ہونا بھی جائز نہیں

امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ قبروں پر جانے والی عورتوں پر رسول کریم نے لعنت فرمائی ہے، امام حسن بصری کا قول ہے کہ قبروں پر مرد و عورت کا جمع ہونا بدعت ہے۔

اولیائے کرام کے مزارات سے منتہی کو روحانی فیض ہوتا ہے اس کے حاصل کرنے کے طریقے ہیں حضرت امداد اللہ صاحب نے اپنی کتاب صیاء القلوب میں بھی اس کے طریقے لکھے ہیں۔ ہر شخص میں اس کے حصول کی قابلیت نہیں ہوتی علاوہ بریں زندہ نبرگوں سے جو فیض ہوتا ہے وہ مردوں سے نہیں ہوتا۔
علاء فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم مطبوعہ دیوبند علیہ مصباح المومنین

اس مضمون کے متعلق بعض مختصر حدیثیں درج ذیل ہیں۔
 رَوَاهُ ابْنُ يَكْتَبُ عَلَى الْقَبْرِ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَبْرٌ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ سَمْعٌ فَرِيَا
 بَعْدَ يَعْنَى كَتَبَ لَمْ يَكُنْ سَمْعٌ

(۲) لَعْنُ اللّٰهِ ذَاتُ اَثَرَاتٍ الْقَبْرِ وَالْمَنْحَنِ بْنِ عَلِيْهَا الْمَسَاجِدُ وَالسَّيْرُاجُ
 قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ان لوگوں پر جو قبروں پر مسجدیں
 بناتے ہیں اور ان پر چراغاں کرتے ہیں۔

(۳) مسند امام ابن حنبل میں حدیث ہے: ”لَهِیْ اَنْ یَّقْعُدَ عَلَی الْقَبْرِ وَ
 یَجْمَعُ اَوْ یَبْنِیْ عَلَیْهِ“ رسول کریم نے منع فرمایا ہے قبروں پر بیٹھنے اور پختہ بنانے
 اور عمارت بنانے سے۔

اولیائے کرام بھی قبر کے پختہ بنانے کو پسند نہ کرتے تھے، کتاب چشتی اولیاء
 نامہ میں مذکور ہے سلطان المشائخ نے فرمایا: ”ہم کو آسمان کا گنبد کافی ہے ہم گنبدوں
 میں دفن ہونا نہیں چاہتے“

قبروں کو بوسہ دینا چاہئے نہیں، صاحب مہذب القلوب نے قبروں کو بوسہ
 دینے کے حوالہ میں یہ دلیل لکھی ہے کہ حضرت علی نے بوقت غسل رسول کریم کی پیشانی
 کو چوما اور اسی طرح حضرت ابوبکر نے اور خود رسول خدا نے حضرت عثمان بن مظعون
 صحابی کی پیشانی کو بوسہ دیا تھا۔ اس مصنف کی عقل و دانش کا کیا کہنا جو ان بوسوں
 کو قبروں کے چومنے میں حجت گردانے کسی شخص کا دفن سے پہلے اپنی اولاد یا
 اپنے بزرگ کی پیشانی وغیرہ کو بوسہ دینا اور بات ہے اور قبروں کو جا کر چومنا اور
 بات ہے۔

غرض مزارات پر خیالی عبرت جانا اور اپنے لئے اور میت کے لئے دعا کرنا
 مستحسن اور مسنون ہے۔ صاحب قبر سے یہ کہنا کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں ^{علت}
 ہے اور صاحب قبر سے معبود سمجھ کر حاجت طلب کرنا شرک غیر مغفور ہے۔ اگر بلا
 معبود سمجھے اور بلا مالک جانے متصرف فی الکائنات سمجھ کر حاجت طلب کرے تو یہ
 شرک عملی اور بدعت خرمہ ہے مگر ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو گا قبروں پر
 چادریں اور غلاف وغیرہ چڑھانا بھی ناجائز ہے، مولانا روم نے غلام پوش قبروں
 علی ابن ماجہ رحمہ اللہ ۲۰۲

کو کفار کی قبر قرار دیا ہے فرماتے ہیں:

”انہروں چوں گور کافر پر حسرت

اندروں قبر خسرانے عز وجل“

”شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: ”اں فتنہ علت گوہر ہستی است کہ پرستان آں را

پیر پرست می گویند و ایں فعل شفیع است“

قد مبوسی

بزرگوں کے ہاتھ پر چومنے کا بھی رواج ہے۔ ہاتھ چومنے میں تو کچھ ہرج نہیں

لیکن چونکہ پیر چومنے میں ٹھیکنا پڑتا ہے اس لئے فقہاء نے جائز نہیں رکھا۔ دو ایک

اہل آئی عہد کی ضعیف روایتیں ایسی ہیں جن سے قد مبوسی کا ثبوت ملتا ہے

(۱) در بہودیوں نے رسول کریم کے ہاتھ پاؤں چومے

اس حضرت صہیب نے کہا کہ ”میں نے علی کو دیکھا کہ حضرت عباس کے ہاتھ

پاؤں چومنے تھے“

ہمارے آئمہ و فقہاء نے ہر قسم کی احادیث کی جانچ کر کے مسائل کا استنباط کیا

ہے اسلئے ہم صرف ان احادیث کے الفاظ و عبارت ہی پر نظر کر کے عمل نہیں کر سکتے

بلکہ فقہاء نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے وہی لائق حجت ہے عالم گیری میں اس کے

متعلق تفصیل کے ساتھ حکم لکھا ہے اگر کوئی شخص کسی عالم یا زاہد سے استدعا کرے

کہ اپنے قدم اس کی طرف بڑھا دیئے تاکہ وہ ان کو بوسہ دے تو اس کی اجازت نہیں

دی جائے گی۔

سلام کے وقت بھی جھکنا مکروہ ہے اس سے منع کیا گیا ہے

قرن ثلاثہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے،

پھر اس کے بعد کا، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

ان تینوں زمانوں کے نام اور حد اس طرح مقرر کی گئی ہے۔ قرن اول

بعثت رسول کریم اور عہد صحابہ سے سالہ ہجری تک ہے۔ قرن ثانی عہد تابعین

سالہ ہجری سے سالہ تک ہے۔ قرن ثالث عہد تبع تابعین سالہ سے سالہ

تک ہے ان تینوں زمانوں کے مستند بزرگوں اور اماموں کے اقوال و افعال سے

علہ بلایع البیین عہ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان عہ عالم گیری بحوالہ التمر تاشی

باہر جو امر دین میں داخل کیا گیا وہ بدعت ہے۔

کسب

انبیاء و اولیاء کسب کر کے کھاتے تھے رسول کریم نے کسی پر بار ہونے کی مذمت کی ہے اور کسب کی تعریف فرمائی ہے

✓ حضور نے خود مزدوری بھی کی، تجارت بھی کی اور سفارت بھی کی ہے۔

حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت طلحہ کپڑے کی دکان کرتے تھے۔ حضرت عمر ایٹیش بناتے تھے۔

حضرت سعد بن وقاص تبر بناتے تھے حضرت عثمان بن طلحہ درزی کا پیشہ کرتے

تھے، امام ابو حنیفہ تجارت کرتے تھے اور حضرت ابراہیم ادہم جنگل سے لکڑیاں لاکر فروخت

کرتے تھے ایک دفعہ حضرت عمر نے فرمایا۔

”اے گروہ فقرا اسراٹھاؤ راستہ کھلاؤ اے فائدہ حاصل کرو اور مسلمانوں کے

سہارے زندگی بسر نہ کرو“

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے ”میرے نزدیک سب سے اچھا وہ دہم

ہے جو تجارت سے حاصل ہو اور فرمایا کسب مانع توکل نہیں ہے“

کشف و کرامات

گزشتہ یا آئندہ واقعات کا بیان اور بعض امور عجیبہ کا انکشاف بعض اعمال و

مجاہدات سے ہوتا ہے ولایت کا اس پر انحصار نہیں ہے ولی حتی الامکان اس سے احتراز

کرتے ہیں یہ امور غیر مسلم سے بھی سرزد ہو جاتے ہیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے

کہ دجال بھی کرامتیں دکھائیگا شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں

”خرق عادت شمش قسم است، اول معجزہ کہ بمقابلہ کفار از نبی خواہ از ولی دیکم

کرامت از نبی یا ولی، سوئم از اس کہ پیش از نبوت صادر شود بلکہ پیش از ولایت

بلکہ پیش از وجود، چہارم برائے عامہ مومنین اجابت دعا و غیرہ خواہ زائد باشند

یا ناسق پیغم۔ آنگہ از کفار کہ بمقابلہ و دعویٰ وقوع یابد آنرا استدراج گویند ششم امانت

کہ مخالف دعویٰ واقع نشود

اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

زائد سے عرض کر دے کہ خرق عادت و کرامات کہ نقل میکنند
راست است یا از جهت امتداد زمان و اختلاف روایات باین نوبت
رسیده ارشاد فرمود مبالغہ تمام براه یافته لیکن خرق عادت بعضے مثل غوث الثقلین
بتواتر رسید کہ انکارش نمی تواند شد و از زمان سابق بسیار اس نوع می آید و جنبش
آنکہ دخل در خرق عادت ریاضات شاقہ را بسیار بود حالا آچنان ریاضت کم شود
حضرت راجع بصری کا ارشاد ہے۔

”اگر در ہوائی کسی و اگر برد رہا آئی کسی اگر دل بدست آوری کسی۔
خواجہ بایزید نے فرمایا ہے: ”اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے تو
دیکھو کہ نہ کھاد۔ نہ دیکھو کہ وہ حدود شریعت کی حفاظت میں کیسا ہے۔
صاحب فوز المرام لکھتے ہیں: ”اگر تم کسی مرد کی طرف دیکھو کہ وہ استغفار کرامات
دکھائے کہ وہ ہوا پر بلند ہوتا ہے تو اس سے فریب مت کھاؤ یہاں تک کہ اس کو
دیکھو

کہ اس کا حال حدود شرع میں کیسا ہے۔

کرامت کا چھپانا اولیاء اللہ پر واجب ہے مگر ضرورت کے وقت یا خدا کے حکم
کے ساتھ یا حال غالبیت کے وقت جسمیں اختیار باقی نہ رہے یا واسطے تقویت ایمان
بعض مریدین کے

اولیائے کرام کے نزدیک کرامت کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے حضرت حاجی اماد اللہ

فرماتے ہیں: ”کشف و کرامات را پچیزے نخرند“

بعض بزرگوں نے کرامت کی دو قسمیں قرار دی ہیں ایک کرامت حسی یعنی
یہی ظاہری کشف و خرق عادت اسکو اولیائے کرام چھپاتے ہیں اور اس کا کمال باطنی
سے کوئی تعلق نہیں دوسرے کرامت معنوی یعنی پابندی سنت و استقامت
علی الشریعت اکثر بزرگوں نے فرمایا ہے
”صدر کرامت و یک استقامت“

یعنی سو کہ امتوں پر ایک استقامت کو فضیلت ہے

علاء محفوظات حضرت مولانا محمد طبع حقیقی ۱۳۷۲ھ مولانا محمد طبع حقیقی ۱۳۷۲ھ
مطبع خیر خواہ سرکار سہا پور ۱۳۷۲ھ

سنان ابن ماجہ میں ہے کہ رسول کریم نے فرمایا
 ”استقیما اولین تحصوا و تعلموا“
 یعنی استقامت اختیار کرو، اسکی حد کو تم دریافت ہی نہیں کر سکتے۔
 کشف میں غلطی و اشتباہ بھی ہو جاتا ہے اسکی متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

مال

مصنوعی صوفیوں نے بعض ایسے اقوال گھڑے ہیں جن میں مال کمانے اور
 مال جمع کرنے کی مذمت کی ہے۔

حضور نے فرمایا ہے کہ صالح آدمی کے لئے صالح مال اچھا ہے۔ حضور
 نے حضرت انس صحابی کو کثرت مال و افراد کی وعادی تھی۔

✓ حضور نے فرمایا ہے ”سوال نہ کرو“ جب تک مال نہ ہو گا سوال سے آدمی کہوں
 کہ باز رہے گا۔ حضور نے فرمایا ہے اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ دو، خواجہ جنید بغدادی
 نے فرمایا ہے کہ زیادہ کماؤ تا کہ کبھی بیماری وغیرہ میں کام آئے۔

✓ حقیقت میں اس مال کے کمانے اور جمع کرنے کی مذمت ہے جو ناجائز
 طریق پر کایا جائے اور نخل سے جمع کیا جائے اور جمع کرنے سے نمائش و غرور مقصود
 ہو۔

مجدد

ابوداؤد کتاب الملاحم میں روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے کہ خداوند ذوالجلال ہر صدی میں ایک مجدد مقرر کرتا ہے۔

در حقیقت ہر زمانے میں غیر سعادتمند عنصر کی وجہ سے گمراہیاں پھیلتی ہیں چونکہ
 حضور علیہ السلام خاتم النبیین تھے اس لئے اب کوئی بنی مبعوث نہیں ہو سکتا اصلاح
 خلیق اور گمراہوں کا ابطال اولیاء و علماء کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ ہر مصلیٰ اور عالم باطن
 کچھ نہ کچھ اصلاح کرتا ہے مگر وہ بزرگ جو کثرت کے ساتھ اصلاحات کی ترویج
 و اشاعت کرے مجدد ہوتا ہے، مجدد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مجددیت کا
 دعویٰ کرے یا اسکی مجاہدیت پر خاص شواہد ہوں بلکہ مجدد و تصنیف عقائد و خیالات
 اصلاح خواہ و عوام، خدمت علوم دینی سے پہچانا جاتا ہے، سب سے پہلے حضرت
 امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مجدد و اول حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

اور ان کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دیا پھر اور بزرگوں نے مختلف حضرات کو مثل حافظ ابن شریح، امام ابوالحسن اشعری، امام باقلانی، امام غزالی، امام رازی، امام بلقیسی، حافظ زین الدین عراقی، امام سیوطی، امام بخاری اور بعض بزرگوں کو مجدد قرار دیا۔ بعض ائمہ اور بزرگوں نے امام ابن شہاب زہری، امام قاسم بن محمد، امام حسن بصری، امام ابن سیرین، امام باقر، شیخ یحییٰ بن حصین، امام نسائی، امام حاکم صاحب مستدرک، شیخ ابراہیم بن حسن کرمی، تریل مدینہ، شیخ صالح بن محمد بن الفرج تریل مدینہ، شیخ شہاب الدین سہروردی اور بعض بزرگوں کو بھی مجددین میں شمار کیا ہے حضرت علامہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ احمد سرسندی کو سب سے پہلے مجدد تسلیم کیا۔ ان کے بعد ہندوستان میں شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد بریلوی، حضرت مولانا اسماعیل شہید کو مجدد کہا گیا پھر مولانا محمد قاسم، مولانا رشید احمد کو اکثر اکابر مجدد سمجھتے تھے

میں نے بزرگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر صدی میں ایک ہی شخص مجدد ہو بلکہ چند بزرگ بھی ایک زمانے میں یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔

مدعی

✓ وحدۃ الوجود ہو یا وحدۃ الشہود یہ دونوں فوقی درجہ رکھتے ہیں بڑے بڑے شیوخ نے ان مسائل کو اصلاحات خاص کے ساتھ منتہی سالکین کے افہام و تفہیم کے لئے لکھا ہے

بزرگان متقدمین میں سے کسی نے عام مجموعوں میں اس قسم کی گفتگو نہیں کی اب یہ کیفیت ہے کہ نہ لوگ علم سے واقف ہیں نہ قدیم اصطلاحات سے۔ پھرے مجموعوں میں جن میں برناؤ پیر و صغیر و کبیر، مذکور و انات، جاہل و خواندہ الغرض سب ہی موجود ہوتے ہیں ہر عیونی علی الاعلان وحدۃ الوجود کا دم بھرتا ہے۔ متقدمین میں سے صدیوں میں ایک منہور کا ذکر ہے مگر فی زمانہ فیصدی تناؤ سے منہور ہیں یہ کیا ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کیفیتوں کی ہوا بھی نہیں لگی کچھ اندو کے رسالوں میں پڑھ کر کچھ اور ادھر سن کر جو چاہتا

ہے کہہ دیتے ہیں مگر جو صاحب کیفیت ہیں ان کے لبوں پر مہر لگی ہوئی ہے،
” جو ظرت کہ خالی ہو صدا دیتا ہے اکثر“

اسی طرح قدیم تصانیف اور ناقابل اعتماد تصانیف و مضامین کی بنیاد پر
صوفیوں میں شامل ہونے کے لئے

تصوف کے نام پر رسالے لکھنے شروع کر دیئے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں
اپنی فہم کے موافق لکھ دیتے ہیں۔

ہر بوالہوس نے حسن بدستی شعار کی + اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی
جو لوگ تصوف و معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں انکے متعلق خواجہ ذوالنون مصری مسئلہ کا ارشاد
ہے۔

” اگر معرفت کا دعویٰ ہو گا تو سچ کہے گا یا جھوٹ۔ اگر سچ کہتا ہے تو جو عداوت ہو
ہیں وہ اپنی تعریف آپ نہیں کرتے اگر جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ بولنے والا
عارف نہیں ہو سکتا“

مذاہب عالم اور تصوف

ڈاکٹر لنکن پیر و فیس کیمر رچ یونیورسٹی نے لکھا ہے۔

” تمام اعلیٰ ترقی یافتہ مذاہب میں تصوف اس قدر لازمی عنصر ہے کہ میرا خیال
ہے اسلام میں اس کا ہمیشہ ایک اہم درجہ رہا ہے گا۔“

پروفیسر فرنگر کا یہ خیال صحیح ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تصوف، زہد و سکارم
اخلاق کا نام ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت اسی خدمت کے لئے ہوئی اس
لئے ہر صحیفہ آسمانی میں تعلیم جو دی ہے اور دنیا کے قابل لحاظ مذاہب، اندیشے و
یہودیت، نصرانیت و بدھ مت وغیرہ یہ سب مذاہب انبیاء کے مذاہب ہیں۔
چونکہ ان بانیوں نے کتب سابقہ میں تصرف کر کے اپنا مذہب مرتب کیا اس
لئے وہ تعلیم بھی ان میں آگئی اور جس طرح دیگر صحیح عقائد وغیرہ متغیر ہوئے تصوف
میں بھی تغیر ہو گیا صحائف انبیاء میں سب سے پہلی مکرم و معتظم کتاب توریت ہے
اس کتاب میں وہی تعلیم تھی جو آدم سے بیکر یونس تک انبیاء و رسل کو خدا کی طرف
سے عطا ہوئی تھی بہ نسبت یونس کے بعد ان کی امت کے خود پسند و خود عرضی لوگوں نے
ملہ اسلامی تصوف اور لنکن صاحب

تخریف کی، مذہب توریت کے مجدد و یمنین ایک پیغمبر حضرت عزیر علیہ السلام تھے
 زرتشت ان کا شاگرد تھا اس نے عزیر علیہ السلام کے بعد اپنا مذہب لکالا۔
 پھر خداوند ذوالجلال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور توریت کی تعلیم
 کی تصحیح، انجیل کے ذریعے کی حضرت مسیح کے بعد ان کی امت نے انجیل میں بھی تخریف
 کی لہذا آخر میں خداوند کریم نے اصلاح عالم کے لیے پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اپنا آخری عملی قانون عطا فرمایا جس کا نام قرآن ہے قرآن
 میں نہی دین مذہب، وہی ایمان و مذہب کے اصول ہیں اور وہی اخلاقی تعلیم ہے
 جو حقیقہ آدم اور دیگر انبیاء کے صحائف اور توریت و زبور و انجیل میں مکتی صرف بعض
 فروعی، معاشی و معاشرتی مسائل میں حسب مقتضائے وقت اختلاف کیا گیا ہے۔

اس لئے تمام مذاہب عالم میں بعض اخلاقی مصالح اور مذہبی احکام مشترک نظر
 آتے ہیں یہی صورت تصوف کی ہے جن ادیان کو سالوں نے صحف سماوی میں تغیر کے
 کے مدین کیا انہیں اور عقاید و اعمال کے ساتھ مسائل تصوف بھی بدل گئے۔ چنانچہ مسیحی
 تصوف کے متعلق ایک اہل قلم نے لکھا ہے۔

اکثر علماء یسوعیہ اور پاپ کا خیال ہے کہ مسیح تصوف، خود مذہب یہود سے مستعار
 لیا گیا ہے۔

مرشد

مرشد یعنی پیر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس سے بہت کی جائے اور دوسرا وہ جس
 سے بغیر بہت کے فیض حاصل کیا جائے مؤخر الذکر کو پیر صحبت کہتے ہیں اور اول کو پیر
 بیعت۔

مروجہ تصوف

صوفیوں میں جو تصوف رائج ہے وہ یونانی ایرانی ہندی اور اسلامی تصوف
 کا مجموعہ مرکب ہے اس پر کسی طرح اسلامی تصوف ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا حضرت
 غوث پاک کی تصانیف فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین، خواجہ علی ہجویری کی کشف
 المحجوب، خواجہ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف دیکھنے سے مروجہ تصوف
 اور اسلامی تصوف کا فرق صاف نظر آ جاتا ہے۔

غلام شکر رشید ایم اے لکھتے ہیں۔
 علامہ آفتاب صفحہ ۴۴ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۳۶۰ھ

” مسلک تصوف، اسکی بنیاد اور حقیقت کے متعلق مختلف طبقات میں مختلف قسم کی غلط فہمیاں اور غلط بیابانیاں امتداد زمانہ سے پیدا ہوئیں مستند اصحاب طریقت اور اباب معرفت اس امر پر متفق ہیں کہ تصوف اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کیا جائے یعنی اپنے آپ کو ظاہر و باطن میں آیہ کریمہ راخلصوا دینہم للہ کا مصداق بنایا جائے خدا کی محبت میں محبوب خدا کا اتباع کیا جائے۔“

نور شہید الاسلام صاحب صدر مجلس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں۔
تصوف ارسائی و باغ کار و عمل ہے صوفیانہ عقائد مسیحی افکار کے رہن منت میں یہ اعتقاد فلسفہ یونان کی صدائے بازگشت ہے متاخرین کا تصوف جو اچھا خاصا فلسفہ بن کر رہ گیا ہے اور جس میں بہت سے رائد عقائد و اشغال شامل ہو گئے ہیں ہرگز خالص اسلامی تصوف نہیں کہا جاسکتا۔ حضرت بایزید اور حضرت جنید سے پہلے تصوف ایک قسم کی زاہدانہ اور قناعت پسندانہ زندگی کا نام تھا۔ تصوف بذات خود ایک محمود عقیدہ ہے صحیح خیال اور نہذیب اعمال کے لئے اس سے زیادہ کوئی مؤثر طریقہ نہیں لیکن ہر تحریک کی طرح آخر اس میں بھی مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔

عرفی مروجہ تصوف میں ارسائی و باغ کار و عمل، گوتم بدھ تصوف، ایرانی اور مسیحی تصوف کا زیادہ دخل ہے۔ اسلامی تصوف کا عنصر بہت کم ہے اس کا فائدہ بس اس قدر ہے جو شیخ علی حنین نے فرمایا ہے ”تصوف برائے شعر گفتن خوب است“

آج مسلمانوں پر جو اذیت نازل ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ عوام اور خواص کے عقائد و اعمال میں توہمات اور خلاف شرع و سنت امور داخل ہو گئے ہیں۔

حضرات صوفیائے کرام جن کا اشاعت اسلام اور قومی ترقی میں بڑا حصہ تھا آج ان کے نام پر یہودانہ تبلیغ کرتے ہیں نہ سیاسی و علمی معاملات میں رہنمائی کرتے ہیں نہ دیگر ملکی امور سے واسطہ رکھتے ہیں ان امور کو وہ کبھی نہیں سمجھتے کیونکہ وہ خود دولت علم سے محروم ہیں ان کا کام صرف لوگوں کو مرید کر کے نذرانہ وصول کرنا اور گانا بجانا سمجھ کر پیسے لینا ہے۔

مروجہ تصوف کے متعلق ڈاکٹر محمد مصطفیٰ حلمی نے اپنی کتاب تاریخ تصوف اسلام ص ۱۲۲ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۷۷ء رسالہ آفتاب قدس ۱۵۱ و ۱۵۲ یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۳۶۰ھ

میں ایک نہایت ہی لطیف و صحیح رائے نقل کی ہے۔

”تصوف حال تھا لیکن اپنے دور انحطاط میں برا حال بن گیا وہ اجتناب تھا اب اس نے اکتساب کی صورت اختیار کر لی وہ استنار تھا مگر اب وہ اشتہار و نشر آئے لگا ہے وہ حدود کی عمارت تھی مگر اب غرور کا مرکز بن گیا ہے پہلے وہ نقشب تھا مگر اب اس نے تکلف کا جامہ پہن لیا ہے پہلے وہ تخلق تھا اب متخلق بن گیا ہے پہلے وہ قناعت تھا مگر اب اس نے خجالت کا روپ بھریا ہے

مشابہت

مفہور نے فرمایا ہے (من تشبه بقوم فهو منهم) جس نے کسی قوم کی مشابہت پیدا کی وہ انہیں میں سے ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابو العباس احمد مفتی شام نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں اس عنوان کا ایک باب باندھا ہے اور خالفوا المشرکین اور حدیث مرقومہ بالا کی تشریح کی ہے

اس باب میں انہوں نے کفار کے ان مراسم کو لکھا ہے جو مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔

قبروں کا طواف کرنا ایام جاہلیت کی رسم تھی اب اسکی مثل قبوں کا طواف کرنا ایجاد کیا گیا ہے یہ ہرگز اسلام کی رسم نہیں ہے اسلئے اجتماع کرنا اور اکٹھے ہو کر قبور کے پاس گانا بجانا منکرات سے ہے۔

مشرکین کی یہ بھی عادت ہے کہ بت خانوں میں عبادت کے وقت ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ اور اس کی رضا مندی کا وسیلہ سمجھتے ہیں

قبر پرست بھی قبروں پر باجے اور ڈھول بجاتے ہیں اور قوالی وغیرہ جیسی ممنوع چیزیں با وضو ہو کر سنتے ہیں

میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ نے بہت غور سے مشابہتوں کا ذکر کیا ہے اس کتاب کا باب السلاسل دیکھئے کہ ہمارے ہونے والے کہاں کہاں کیسی کیسی مشابہتیں پیدا کی ہیں۔

معرفت تجارت

خواجہ حسن بھرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-
 معرفت یہ ہے کہ اپنے میں خصوصیت اور دشمنی کا فائدہ تک نہ پائے۔
 خواجہ احمد بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ سمیعہ خواجہ فضیل بن عیاض فرماتے ہیں :-
 معرفت کے درجے ہیں۔

(۱) اثبات و حدانیت (۲) ماسوائے قطع تعلق کرنا (۳) صرف اسی کی عبادت کرنا۔ جو زیادہ عادت ہے وہ زیادہ خوف رکھتا ہے
 ”خواجہ ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۵ھ دونوں جہان میں خدا کے سوا کچھ معلوم نہ ہو یہ معرفت ہے۔“

”خواجہ احمد خضر وہ ۲۳۲ھ رحمۃ اللہ علیہ“
 معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ تو حق تعالیٰ کو دل سے دوست رکھے اور نجان سے یاد کرے اور ماسوائے اپنے خیالات کو ہٹائے
 ”خواجہ ابوعلی فرغانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۵ھ“
 ”حق تعالیٰ سے نیک گمان کرنا معرفت کی غایت ہے اور اصل معرفت نفس کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے“

”خواجہ زکریا ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۹ھ“
 ”معرفت کے تین رکن ہیں عینیت، حیا، امن“
 ”خواجہ امیر عبد اللہ مجہر بن افضل رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۹ھ“
 ”معرفت میں سب سے بڑھ کر وہ ہے جو ادائے احکام شریعت میں زیادہ کوشش کرتا ہے۔ اور سنت کی متابعت و حفاظت میں زیادہ کوشاں رہتا ہے۔“
 ”خواجہ ابراہیم بن داؤد الرقی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۹ھ“
 ”معرفت حق کے ثابت کرنے کا نام ہے“
 ”خواجہ جامی رحمۃ اللہ علیہ ۸۹۷ھ“

معرفت بہر بیت عبارت بوردانہ باز شناختن ذات و صفات الہی و حضور تہا صیل احوال و حوادث و لہ ازل بعد از آنکہ برسبیل اجمال معلوم شدہ باشد کہ موجود حقیقی و فاعل مطلق

اوسر علیہ

خواجہ بایزید بسطامی کے ایک مرید نے عرض کیا کہ شیخ ابو الحسن بن عبد اللہ معرفت میں گفتگو کرتے ہیں خواجہ نے فرمایا کہ وہ الفا قیہ دریا کے کنارے پر گئے تھے اب بھنور میں پھنس گئے ہیں۔

دیکھو زیادہ حال کے صوفی اکثر اسپر گفتگو کرتے ہیں

”خواجہ مقصود و عماد رحمۃ اللہ علیہ زیانہ خلیفہ ہارون الرشید“

عارفوں کے لئے سب سے زیادہ عمدہ اور ضروری لباس تقویٰ، لہجہ اور

پیر پر گارسی ہے۔

معرفت کی تین قسمیں ہیں (۱) معرفت حق تعالیٰ، یہ کثرت ذکر و عبادت سے

حاصل ہوتی ہے (۲) معرفت ظاہریہ فالق دین کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے

(۳) معرفت باطنی، یہ جب حاصل ہوتی ہے کہ آدمی راضی برضا کا رتبہ حاصل کر لے

”خواجہ زوالنوں مہری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ“

عارف وہ ہے جو مخلوق میں رہتا ہے اور ان سے علیحدہ رہتا ہے عارف

کا لہجہ سب سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ معرفت اسکو موڈب بنا دیتی ہے عارف

پر ساخت ڈرتا ہے عارف وہ ہے جو سوائے خدا کے کسی کو خراب میں بھی نہ دیکھ

”خواجہ مہری سقطی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ“

”شوق عارفوں کا سب سے بڑا مقام ہے“

”خواجہ احمد علی خرقانی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ“

عارف وہ ہے جو ابیاد دل خدا کو دیدے اور خدمت خلق میں مشغول رہے

صاحب استقامت ہو نہ کہ طالب کرامت کیونکہ نفس کرامت چاہتا ہے نہ کہ

استقامت۔

”خواجہ بحر محی معاذ رانسی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ“

عارف وہ ہوتا ہے جو ذکر الہی سے زیادہ کسی شے کو دوست نہیں سمجھتا

”خواجہ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ“

عارف باللہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ خیر و عبادت اور خدا کی حمد ثنا میں سر

علہ نفیات اللہ مطہرہ نہ لکھتا نہ لکھتا نہ لکھتا

سے زیادہ مشغول رہے۔

”خواجه ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۶ھ“

انسان جب تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو جائے تب عارف ہو سکتا ہے۔
”خواجه عبد اللہ منازل رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۰ھ“

عارف وہ ہے کہ کسی چیز پر اسکو غرور پیدا نہ ہو۔
”خواجه شبلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۰ھ“

عارف خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا نہ اس کے سوا کسی کے کلام کو نہ باطن پر لگتا ہے
نہ اس کے سوا کسی کو اپنا محافظ خیال کرتا ہے۔

”خواجه معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ“

”عارف وہ شخص ہے کہ جو چیز اس کے دل میں خدا کے سوا ہو اسکو نکال دے“
عارف وہ شخص ہے کہ چپ رہے اور غمگین رہے عارف علم کے تمام امور سے
واقف ہوتا ہے عارف کی صفت آفتاب کی سی ہے، تمام دنیا اس کے نور سے معمور
ہے۔ دنیا کی کوئی چیز اس کے فیض سے محروم نہیں ہوتی۔

عارف وہ ہے جو اپنے دل کو دلوں جہان سے ہٹالے عارف کا سب
سے بچا درجہ یہ ہے کہ عجب وغرور و کھمنہ سے تو بہ کرے۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ معرفت رأس المال ہے رأس المال اس مال کو
کہتے ہیں جس کے بغیر تجارت نہیں ہو سکتی معرفت کے معنی لغت میں شناخت کے
ہیں۔

معرفت کی ابتدا نفس انسانی کی شناخت سے ہوتی ہے، حدیث مذکورہ بالا میں
معرفت کو رأس المال اس لئے فرمایا ہے کہ سلوک کی ابتدا معرفت سے ہوتی ہے جبکہ
انسان کو اپنے عہد اور خدا کے معبود و مالک ہونے کی شناخت ہوتی ہے۔ معرفت سے
ہمیت پیدا ہوتی ہے جس کو معرفت حاصل ہو گئی اس کو خوف خدا بہت
زیادہ ہو گا حضور نے فرمایا ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا عرفان رکھتا
ہوں۔

علہ فضل الحارثین علیہ سوانح عمری خواجہ غریب نواز علیہ فروس علیہ فروس

انبیاء کے سوا کوئی صحابی، کوئی امام، کوئی پیر فقیر اور کوئی ولی معصوم نہیں ان حضرات سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشائخ کے اقوال کو کتاب و سنت سے جانچنا چاہئے، امام قشیری فرماتے ہیں:-

طالب کو یہ نہ چاہئے کہ مرشد کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے اگر مرشد سے کوئی امر خلاف سنت دیکھے تو فوراً بدظن نہ ہو بلکہ ان سے دریافت کرے اگر اس کو مخالفت سنت پر مضربائے تو قطع تعلق بہتر ہے اولیائے کرام سے گناہ بھی سرزد ہو سکتا ہے شاہ عبدالغنی نے خواجہ جنید بغدادی کا قول یوں نقل فرمایا ہے:-

شخصی از حضرت جنید سوال کرد کہ عارف نہ نامی کند خاموش ماند باز استفسار کرد فرمود اگر مقدر باشد چہرہ نکند

تدلی

خد کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں کہ اس کو ندا کی جائے اس لئے یا رسول اللہ کہنا جائز نہیں۔ صلوٰۃ و سلام کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے لیکن یا رسول اللہ کہنے سے شرک لازم نہیں آتا بلکہ عوام کے عقیدے کی خرابی کے لحاظ سے اس سے پرہیز لازم ہے اور باعث غوث یا خواجہ وغیرہ کہہ کر ندا کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

سبب

ریاضت سے سالک کے قلب میں وصول الی اللہ کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے پھر بفضل الہی اس کے قلب کو مطلوب حقیقی سے ایک جذبی تعلق پیدا ہو جاتا ہے اس کو نسبت سکینہ اور روحانہ کہتے ہیں اس نسبت کے ضعف و قوت کا انحصار تقویٰ و طہارت پر ہے مخالفت سنت اور اعمال خلاف شریعت سے یہ نسبت سلب ہو جاتی ہے۔

کلیاح

بعض صوفی باوجود استطاعت کے نہیں کرتے اور اس کو تصوف کے خلاف سمجھتے ہیں یہ بھی بدھ، ہندو، عیسائی، یہودی اور درویشوں کا مسلک ہے اگر کوئی

۱۔ رسالہ قشیریہ صفحہ ۱۸۱ تک ملفوظات صفحہ

معدور ہی نہ ہو تو نکاح کرنا سنت ہے اور اسکی سخت تاکید ہے ایک صاحب استطاعت صحابی کے متعلق حضور کو معلوم ہوا کہ انہوں نے نکاح نہیں کیا لو آپ نے ان سے فرمایا۔
تم شیطان کے بھائی ہو اگر تم عیسائی ہوتے تو راہب ہوتے، ہماری سنت نکاح ہے۔ تمہارا بیوی کے پاس جانا حد فہ ہے۔

وحدت الوجود

وحدت الوجود یا ہمہ اوست یعنی سب وہی ہے سب خدا ہی ہے۔ یہ مسئلہ موجودہ نام نہاد تصوف کی روح رواں ہے اس مسئلے کا اظہار قرون ثلاثہ میں نہیں ہوا، مورخین اس کو سنہ ہجری کی پیداوار کہتے ہیں۔ یہ ایسا نازک مسئلہ ہے جس سے انسان عینیت اور اتحاد و حلول تک پہنچ جاتا ہے۔ مورخ شیعہ الاسلام صاحب لکھتے ہیں علیہ

”مند و مذہب کے تصوف اسلامی اور تصوف کے وحدت الوجود کو ایک دوسرے سے جدا کرنا دشوار ہے“

وحدت الوجود کا مسئلہ ایسا باریک ہے کہ اس پر عقیدہ قائم کرنے، دلائل متاویلات کرنے اور گفت و شنید کرنے سے آدمی رسول کریم کے اس ارشاد کا مصداق بن جاتا ہے

ہلاک ہوئے گہرائی میں جانے والے

اس قسم کے مسائل میں غور و فکر و گفت و شنید کرنا خطرے سے خالی نہیں جھوڑنے فرمایا ہے۔

”خدا کی ذات میں غور و فکر نہ کرو بلکہ اسکی نعمتوں میں غور کرو“

مذکرہ نویسوں اور صوفیوں نے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ شیخ اکبر کی ایجاد ہے مجھے اس کا یقین نہیں کیونکہ حضرت شیخ بڑے محدث اور پابند سنت تھے انہوں نے کیوں کفر و انحراف سنت راہ اختیار کی ہوگی کیونکہ حضور نے فرمایا ہے ”ایسی باتیں نہ کر جو لوگ سمجھ نہ سکیں“

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ کے ہم عصر ہیں انہوں نے ان امور پر جو شیخ کی طرف منسوب تھے اور صوفیوں کے عقائد و اعمال پر ایک ایک کر کے اعتراضات کئے ہیں اور سب کا ذکر کیا ہے مگر اس مسئلہ کا کچھ ذکر نہیں کیا اگر یہ مسئلہ شیخ کا ایجاد

علہ آفتاب صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳۔

کر رہا ہوتا یا اس زمانہ میں رائج ہوتا تو محدث موصوف ضرور اس کا ذکر کرتے اس کے ذکر نہ کرنے سے اس طرف خیال جاتا ہے کہ یہ مسئلہ شیخ کی ایجاد نہیں اور نہ اس زمانے میں رائج تھا۔

کہا جاسکتا ہے کہ محدث موصوف کی وفات کے بعد شیخ کچھ عرصہ زندہ رہے تو یہ مسئلہ انہوں نے آخر زمانے میں رائج کیا ہو گا لیکن تحریف کرنے والوں کی وسیع کارگزاری پر حجب نظر جاتی ہے تو اس کا یقین نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ فتوحات مکیہ شمسہ میں شیخ نے فرمایا ہے
 "مست ہر عارف پر واجب ہے کہ اللہ اس کے قلب پر جو علوم انہر ار عطوفت فرمائے
 ان کو پوشیدہ رکھے۔"

اور باب ۳۶۹ میں فرماتے ہیں۔

"کسی انسان سے ممکن نہیں کہ ایسی چیز کی حقیقت کو عبارت میں کبھی لا سکے
 جس کا طریق ذوق محض بلا کیف ہو۔"
 حضرت کے ان ارشادات پر غور کرنے سے طبیعت کو وثوق ہوتا ہے کہ
 حضرت نے اس کا اظہار نہیں فرمایا۔

توحید کی حقیقت ہے وہ ہم نے بزرگوں کے اقوال سے بیان کر دی ہے
 یہاں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی مجمل تعریف لکھی جاتی ہے۔
 وحدت الوجود صرف ایک ذات باری تعالیٰ کا وجود مطلق ہے باقی سارے
 وجودات اسی وجود مطلق کے تعینات ہیں اس خیال کا منشاء ہمہ ازوست ہے جیسے
 ایک سمندر مختلف ممالک سے گزر کر مختلف نام پاتا ہے۔

وحدت الشہود صرف ذات باری تعالیٰ کا وجود ہے باقی وجودات اسی ذات
 واحد کے آثار و عکس اور سایہ ہیں۔ اس خیال کا منشاء ہمہ ازوست ہے جیسے ذات
 آفتاب سے چمک حاصل کرتے ہیں درحقیقت کچھ نہیں ہے۔

اسلام اور صوفیائے اسلام کا صاف اور صحیح عقیدہ وحدت شرعیہ ہے۔
 وحدت شرعیہ نہ خدا بندوں سے مشابہ ہے اور نہ خدا کی کوئی صفت بندوں
 میں ہے نہ خدا بندے میں مل کر سکتا ہے نہ بندہ خدا میں مل سکتا ہے

بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں فرقہ حلولیہ کی جدوجہد سے حلول کا مسئلہ عام ہوا اور اسی زمانے میں فلسفہ کا زور ہوا۔ اس لئے عوام کو اتحاد و حلول سے بچانے کے لئے شیخ اکبر نے فلسفیانہ رنگ میں مسئلہ وحدۃ الوجود کو پیش کیا اس زمانے میں وسائل نقل و حمل اور مطالع وغیرہ نہ تھے زبان تعلیم اور فلمی کتب پر مدار کار تھا۔ گمراہوں نے شیخ کے کلام میں تحریف کر کے اس مسئلے کو عام کیا شیخ کے اہل سلسلہ نے تصحیح کی سعی کی لیکن نام نہاد صوفیوں کی وجہ سے وہ تصحیح زیادہ کامیاب نہ ہو سکی یہ خیال ضرور قیاس میں آجائے والی بات ہے درحقیقت شیخ نے جس طرح اس مسئلے کو پیش کیا ہو گا اور جو دلائل اس پر قائم کئے ہوں گے وہ ضرور صحیح ہوں گے لیکن تحریف کرنے والوں کی بدولت اب پتہ نہیں چل سکتا کہ موجودہ بیان میں کس قدر حصہ شیخ کا ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمے میں لکھتے ہیں۔

صوفیاء کا عقیدہ کہ انسان عالم معبر ہے اور خدایا عالم اکبر ہے اور وحدۃ الوجود کی روشگافیاں باطنیہ فرقہ کی ایجاد ہیں ان کے عقائد و خیالات، متاخرین صوفیائے دعوے میں آگرا اختیار کر لئے۔

درحقیقت اس مسئلے کا معاملہ بھی غایت درجہ مشتبہ ہے اسلئے اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے بیان کرنے اور تحریر میں لائن سے پہر لازم ہے۔ اولیائے عظام نے بھی عام طور پر اس مسئلے کے متعلق گفتگو کرتے سے منع فرمایا ہے شاہ کاظم اللہ جہاں آبادی ہشتی اپنے خلیفہ خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی کو بلوکیاں میں رقم فرماتے ہیں۔

مسئلہ وحدۃ الوجود براشنا و بیگانہ خوانندہ بر نہ بان آورند
اصل حقیقت یہ ہے کہ سالک کو تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور نمود سمجھے اس کو اس قدر اس کی مشق کرائی جاتی ہے کہ وہ اس میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے اور اس پر اس قدر جذب و کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ خود کو اور سب کو بھول جاتا ہے اور محبوس حقیقی کے سوا اس کو کچھ نظر نہیں آتا نہ کسی اور طرف اس کا خیال جاتا ہے مگر درحقیقت یہ نہیں ہو جاتا کہ بندہ اور خدا ایک ہو جائے یا بندے کا وجود ہی نہ ہو صرف خدا ہی خدا ہو بلکہ اس کی آنکھیں اور اس کا خیال اپنے ہی مقصود

پر لگا رہتا ہے اس حالت میں اس پر سکوت و حیرت طاری ہوتی ہے اور کچھ زبان پر نہیں آسکتا اس ذوقی و جذباتی کیفیت کے ادا کرنے کے لئے اس کے پاس عبارت ہی نہیں ہوتی۔ نہ وہ اس پر قادر ہوتا ہے مولینا روم نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔

چونکہ غالب گشت بر تو عشق او او نظری آید از ہر چہ سوسو

گر ہمہ حق او نظر آید نرا نیست ہرگز فی الحقیقت ہکذا

بر لبش قفل است و در دل برانہ لب خموشی دل پرانہ آوازہ

یہ مرتبہ درمیانی ہے اس سے نکلنے کی جلد کوشش کرنی اور ترقی کی سعی کرنی

بچھڑنے لیکن جن حضرات کو یہ مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے ان سے بھی فرائض و آداب شریعت

ترک نہیں ہوتے اور بجز بیست و سکوت کسی قسم کا شور و شغب نہیں کرتے کیونکہ یہ

مقام دبیدن ہے، شہیدانی و گفتنی نہیں، شنیدنی و گفتنی امر فضیلت ہے۔

ہزار بار شکر شکر کہنے سے حلقی غیریں نہیں ہو جاتا کثرت سے ہر موقع پر اس

مسئلہ کا بیان کرنا صرف بدعتیوں کا کام ہے

دعی بن کر اگر بیچے رہے کیا حاصل۔ یہ سنا ہے کہ غوث قیمت گوہر ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس موقع پر انا الحق اور انا اللہ زبان سے نکل سکتا ہے

بعض اولیاء کے متعلق ایسا مشہور بھی ہے میں عرض کرتا ہوں جو کچھ مشہور ہے

وہ صحیح ثابت نہیں ہوتا اور جب سالک کو انا، اور انا الہ یا حق، نظر آئے تو پھر وحدۃ

الوجود کہاں رہا وہاں یا تو صرف انا، چاہے یا صرف حق، یہ دو مٹتی جاتی ہیں۔ اصل حقیقت

یہ ہے کہ اس موقع پر بولنے کا یا راہی نہیں ہوتا۔

چونکہ اس موقع پر حلول و اتحاد و یقینیت کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے بزرگان متقاہین

نے مثل شیخ اکبر وغیرہ کے اس معاملہ کو اپنے منہ ہی مریدوں کو سمجھانے کے لئے کچھ تفصیل

و تشریح کی اور دلائل و مفصل بیان دیئے لیکن ان مضامین پر اس قدر غلط فہمی ہو گیا ہے

کہ اصل مضمون و دلائل کا تلخیص سے جدا کرنا مشکل ہے اور اگر اصل حقائق و دلائل سامنے

آج بھی جائیں تب بھی ان میں یہ نقص لازمی ہے کہ اصل حقیقت کو پوری طرح صحیح طور

پر ادا نہیں کر سکتیں اور وہ تمثیلات صحیح طور پر منطبق نہیں ہوئیں

ایسے ہی موقع پر عارف رومی نے فرمایا ہے۔

اے برون از حد قال و قبل من خاک بر فرق من و تمثیل من
لیکن نام نہاد صوفی کم علمی کی وجہ سے اس نکتے کو نہ سمجھ سکے لہذا انہوں نے
ناکامیاب مثالوں پر عقیدہ قائم کر لیا۔ اور نا اہل مصنفوں نے ان اشلہ اور دلائل
کو اس طرح توسیع دی کہ حلوں و اتحاد کی دلدل میں پھنس گئے اور تاریکی پر تاریکی
چھا گئی۔

منتہی سالکوں کا طریق توحید مشہور ہے۔ یہ مقام انبیاء علیہم السلام کا ہے اور
ان کی عنایت و اتباع سے اولیاء کو بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر
کوئی مرتبہ نہیں جب سالک اخلاق بشری اور مقتضیات نفس سے پاک ہو کر کمال
فنا پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو مرتبہ عبدیت میں لاتا ہے پہلے
ماسوا اسکی نظر سے محبوب ہو گیا مٹا پھر اللہ پاک ممکنات کو رفتہ رفتہ دکھلا کر مقام کی
حقیقت کا مشاہدہ کراتا ہے اس مقام پر شریعت کا پورا پورا اتباع ہوتا ہے اس مقام
کے متعلق خواجہ جنید بغدادی نے فرمایا ہے: ”اترباے سلوک شروع کی طرف لوٹتا
ہے“ یعنی ابتدا میں جو طرح تمام موجہات ذات باری تعالیٰ سے جدا دکھائی دیتے تھے
اسی طرح انتہا میں نظر آتے ہیں اور اپنی عبدیت کا حقد کھل جاتی ہے اس کے کیا کہنے
جو اللہ کا بندہ ہو جائے۔

جب صوفیاء میں حلول و اتحاد تک نہایت پہنچنے لگی تو امام غزالی نے عقائد
صوفیاء کی اصلاح کی لیکن اکبر بادشاہ کے زمانے سے پھر اوتار کے مسئلہ کا زور و اثر رہا
گیا تو حضرت مجدد صاحب نے صحیح مسئلہ یعنی توحید شہودی کو پیش کیا یہ ایسا مسئلہ
ہے کہ اس میں کسی عالم علم ظاہر کو بھی چون و چرا کی گنجائش نہیں بلکہ اس پر سب
متفق ہیں مجدد صاحب تحریر فرماتے ہیں

”ہمہ اندوست بہ تمام علماء کا اتفاق و اجماع ہے“

اس رد و بدل کے متعلق خورشید اسلام صاحب لکھتے ہیں

شیخ ابن عربی نے وحدت الوجود کو اب تک ایک وجدانی اور ذوقی چیز سمجھی
جاتی تھی، ذہنی و استدلالی جامہ پہنا دیا اور تصوف کو خالص فلسفہ بنا دیا۔ خدا رحمت
کرے امام غزالی پر کہ انہوں نے تصوف کو فلسفہ کی غلامی سے بچا لیا۔
ملک مکتوبات جلد دوم پینچویں صفحہ ۵۷۰ - ۵۷۱ کتاب صفحہ ۱۱۴۲ - ۱۱۴۳

مجدد الحق ثانی نے وحدت الوجود کے مقابلے میں وحدت الشہود کا عقیدہ ثابت کیا

وحدت الوجود کا یہ مطلب ہے کہ اصل اور مستقل وجود خدا کا ہے باقی مخلوقات اس کے پروردگار سے موجود ہیں۔

اور سایہ یا پروردگار ہمیشہ اس چیز کا غیر ہوتا ہے جس کا سایہ ہو مثلاً آدمی کا عکس جو آئینہ میں پڑتا ہے وہ آدمی کا غیر ہے تو آدمی آئینہ میں نہیں سما جاتا اس لئے مخلوق مخلوق ہے اور خدا خدا ہے دونوں میں اتحاد نہیں غرض وجود ایک ہی ہے یعنی صرف خدا کا وجود ہے باقی سب وجودات اس وجود کے عکس اور ظلال ہیں لیکن حقیقت میں جدا جدا ہیں ہمارے سر کوئی مستقل وجود نہیں ورنہ ہم اپنی بقا میں معاذ اللہ خدا سے بے پرواہ ہو جائیں گے۔

یہی مطلب ہے شیخ عربی کی عبارت فتوحات مکیہ کا وہ مطلب نہیں ہے جس کو اس زمانے کے کم علم صوفیاء سمجھتے ہیں کہ خدا اور بندہ ایک ہے اور اگر اس قسم کا کلام ہم کو کسی امام یا شیخ کا طے تو ہم کو چاہئے کہ اس کو رد کر دیں کیونکہ وہ صاف و صریح طور پر قرآن و حدیث کے خلاف ہے ہم کو دین کے مسائل اور اعتقادات قرآن اور حدیث سے لینے چاہئیں نہ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ سے۔ افسوس ہے ان کی عقل پر جو جل جلالہ اور علیہ السلام کے اقوال کو چھوڑ کر غیر مصدقہ اقوال کے پیچھے پڑے ہیں۔

خواجہ الجبیری نے فرمایا ہے ”وہ خدا کی معرفت کے بعد خاموش رہنا بھی سوالوں کی پہچان ہے۔“

میں غرض کرتا ہوں کہ وحدت الوجود وغیرہ جس طرح فی زمانہ رائج ہے اگر اسی طرح شیخ اکبر عارف مدنی حافظ شیرازی وغیرہ اولیائے عظام تک صحیح طور پر بھی ثابت ہو جائے تو بھی سالک طریقت کو وحدۃ الشہود کا عقیدہ رکھنا چاہئے کیونکہ اس کو ایک مجدد نے پیش کیا ہے مجدد کو اصلاح مذہب و اصلاح ملک میں خاص ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

اس ورطہ وحدت الوجود میں پڑنا نہایت خطرناک ہے اس سے بچنے کی بڑے علما سیر الاقطاب

بڑے اولیاء اللہ نے آرزو کی ہے اور اس میں بہت سے ہلاک ہوئے ہیں خواجہ
شیرازی فرماتے ہیں

دیں در طہ گشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نشد شتہ و بر کشتار
بمردم دین موج دریائے خوں کمز و کس نہ برداشت کشتی برون

ایسے مقام اور راہ سے بچ کر چلنا ہی بہتر ہے و اسکو بیان کرے نہ اسکی طرف غور
توجہ کرے۔ اگر عقل و عظم و نور سے دلائل صحیحہ کی روشنی میں غور کیا جائے تو اکابر یا
علمائے کرام نے جس طرح اس مسئلہ کو لکھایا بیان کیا ہے اس میں اور وحدۃ الشہود میں
کوئی فرق نہیں صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے دونوں صورتوں کا مدار حور مطلق اور
واجب الوجود علی اصطلاحات پر ہے اور یہ صحیح ہے لیکن وحدۃ الوجود کے مسئلے کی
توضیح و تشریح میں جو دلائل قائم کئے گئے ہیں ان میں انتہائی تحریف سے ان کو قائم و
خیالات اس طرح خلط ملط ہو گئے ہیں کہ آج ان کا جدا کرنا سخت دشوار ہے اسلئے
اس کھٹن اور خطرناک راہ کے طے کرتے کا سیدھا سادا راستہ وحدۃ الشہود ہے
وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے

وحدت الوجود

کائنات کا وجود ظل ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا اور حفاظت کے سبب سے موجود
ہے یعنی ممکنات کا وجود حقیقی و اصلی نہیں ہے عارضی و ظلی ہے اب اگر وجود ظل کا اثبات
نہ کیا جائے تو صرف وجود حقیقی ثابت ہوگا اور وجود واحد کہا جائے گا۔

وحدۃ الشہود

اگر وجود ظل کا اعتبار کیا جائے اور اسے بالکل معبروم نہ سمجھا جائے تو غلبہ وجود
حقیقی کو ہوگا اگر سالک اس مقام پر ہو تو یہ وحدۃ الشہود ہے دونوں کا صحیح مطلب مفہوم یہی
ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا باقی اہل قلم اپنے با علم معتقدین کے لئے علمی و فنی
اصطلاحات جس طرح پھیلا کر بیان کرنا چاہیں کر سکتے ہیں مگر بڑی سخت احتیاط
کی ضرورت ہے اور غام معتقدین کو اس سے بچانا ضرور ہے۔ خواجگان کیارہ تہ بظہر
احتیاط ہی بعض اصطلاحات قائم کی ہیں

ولایت و شراط ولایت

ولایت عطا کرنا کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔ کثرت عبادت و ریاضت اور پابندی سنت سے یہ مقام ملتا ہے جو کچھ ملتا ہے اللہ ملتا ہے جب بندے کا اخلاص قبول ہو جاتا ہے تو یہ مرتبہ عطا کیا جاتا ہے علامہ ابن خلدون نے یہی لکھا ہے "ولایت عبادت و طاعت پر موقوف ہے" خداوند ذوالجلال کا ارشاد ہے
 اَلَا اِنَّ اَوْلٰیاءَ اللّٰهِ لَا تَخَافُ عَلَيْهِمْ وَكَذٰلِكَ نَجْزِلُ نُوْرًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانَ یُتَّقَوْنَ۔ اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے نہ غم، وہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ اس آیت سے ولایت کی دو شرطیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک ایمان دانا، دوسرے تقویٰ یعنی پرہیزگاری اختیار کرنا۔ ایمان کی مکمل تصحیح، عقائد سے ہوتی ہے اور تقویٰ، درستی اعمال ظاہر یعنی پابندی شریعت سے حاصل ہوتا ہے جس قدر ان دونوں میں کمال حاصل ہوگا اسی درجہ کی ولایت ملیگی۔

ولایت کی قسمیں

درستی عقائد اور اعمال صالحہ سے جو ولایت حاصل ہوتی ہے اس کو

ولایت عامہ کہتے ہیں یہ ولایت ہر مومن کو حاصل ہوتی ہے

تکمیل ایمان و تقویٰ، کثرت عبادت و ریاضت سے جو ولایت حاصل ہوتی ہے اس کو ولایت خاصہ کہتے ہیں جس کو یہ ولایت حاصل ہو اسکو ولی کہتے ہیں۔

ولی کی نشاندہی

جس کو جس درجہ سنت پر استقامت ہوگی وہ اسی درجہ کا صاحب کمال ولی ہوگا۔ صاحب تذکرۃ الاختیار لکھتے ہیں علیہ

"ولی کی ولایت یہ ہے کہ اس کا ظاہر کمال شریعت پر استقامت رکھتا ہو"

خواجہ برجانی کا قول ہے علیہ

"صاحب استقامت ہو نہ کہ صاحب کرامت کیونکہ نفس کرامت چاہتا ہے

اور خدا استقامت ہے"

کشف و کرامت ولی کے لئے ضروری نہیں کیونکہ اولیائے کرام کو ان کی طرف

بہت کم توجہ ہوتی ہے اور وہ اپنے مریدوں کو بھی اس بلا سنہ سے بچانے کی کوشش

عنه منہ ابن خلدون صاحب جلد اول جمیع رئیس دینی علیہ تذکرۃ الاختیار فی السرا لا سرا

علیہ تذکرۃ الاختیار

کرتے ہیں۔ یہ چیزیں بعض اعمال سے حاصل ہوتی ہیں اور باطن سے الکا زیادہ تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح قبولیت و عبادت کی علامت نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”میں نے خداوند ذوالجلال سے تین دعائیں کیں دو مقبول ہوئیں اور ایک قبول نہیں ہوئی۔“

ولی معصوم نہیں ہوتا اس سے غلطی و خطا بھی ہو جاتی ہے مگر وہ متنبہ ہو کر تائب ہو جاتا ہے اور اس کو ترک کر دیتا ہے اگر کوئی صاحب سلسلہ ایسا ہو کہ اس کو ظاہر و باطن کے خلاف امور پر اصرار و استقامت ہو اور یقیناً وہ ولی نہیں ہے کیونکہ ولی کو بدعت و معاصی پر اصرار و استقامت نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کی باتیں اس سے اتفاقاً سرزد ہو جاتی ہیں اور آگاہ ہونے پر وہ نادم ہو جاتا ہے اور اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”خدا کے ولی سچے اور خوش خلق ہوتے ہیں۔ جو بندہ اپنے باطن کو درست کر لیتا ہے خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے۔“
(۳) اولیاء وہ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔
(۴) اچھے آدمی وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔

ہندوستان کے صوفیوں کے بعض مراسم

چشتیہ سلسلے کے ہندوستان میں تین خاندان بہت مشہور ہیں ان تینوں کے طور و طریق یہ ہیں۔

(۱) مرشد کی تصویر رکھتے ہیں اپنے فقر کو قابلِ مفتحہ خطابات دیتے ہیں مزامیر کے ساتھ راگ سنتے ہیں حال کیساتھ ہیں کسبیبوں اور امردوں کا گانا سنتے ہیں ان میں فیصدی ثنائی سے تارک صوم و صلوٰۃ ہیں ہر وقت وحدت الوجود کا دم بھرتے ہیں فیصدی ثنائی سے بے علم و کم علم ہیں۔

(۲) مزامیر کے ساتھ راگ سنتے ہیں کسبیبوں اور امردوں کا گانا سنتے ہیں کسبیبی کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عشق مجازی کا درجہ طے کر رہے ہیں اور ان کی طرح بالوں کا چونڈا باندھتے ہیں تارک صوم و صلوٰۃ ہیں ان میں بے علم اور کم علم کثرت سے ہیں۔

(۳) سرخ لباس اور ہندو پوریاں پہنتے ہیں باقی امور فرقہ نمبر دو کی طرح کرتے ہیں صاحب شجر الہیہ حصہ دوم میں لکھا ہے کہ بعض صوفیہ لہکیوں کو منظر نظر سے فردوس علیہ الحاکمین بتایا گیا سنن ابی شیبہ و نوادر الاصول میں فردوس

بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ منظر الہی ہیں۔
ایک گروہ کو ہے کی چیزیں بنا کر بیٹتا ہے۔
ایک گروہ کو ٹاپاس رکھتا ہے۔
ایک گروہ دھمال کھیلتا ہے۔

ایک گروہ گلے میں رسی باندھتا ہے۔

بہت سے گروہوں کے فقراء بھیک مانگتے ہیں

رقاعی فقراء سانپ کو چبا جاتے ہیں اور آگ کھاتے ہیں۔ رفاعیوں کی ایک
قبرستان آباد دکن میں ہے اس کا سالانہ عرس ہوتا ہے ان کے بعض عجیب عجیب
شعبدوں کی شہرت سن کر ایک مرتبہ میں بھی اس عرس میں گیا رفاعی فقراء و خنجر
پھری یا اور ایسے ہی آلات لے کر سر میں مار کر آسپارہ کر لیتے ہیں کبھی پیٹ میں نہ
خون نکالتا ہے نہ زخم ہوتا ہے آنکھیں لکال کر باہر رکھ دیتے ہیں غرض ہزاروں آدمیوں
کو اسی طرح کے عجیب عجیب نمائش دھکاتے ہیں مجھے صحیح طور پر یاد نہیں غالباً گیارہ
کا عدد ہے وہ کہتے ہیں ہم اسی طرح گیارہ ضربیں لگاتے ہیں۔

الغرض جو کچھ مراسم عرس، چادر نمائی، قوالی، صندل، سجدہ، بوسہ، طواف وغیرہ
آج صدیوں میں رائج ہیں ان میں سے کوئی عمل بھی اسلامی نہیں ہے نہ خواجگان
کیا نے یہ افعال کئے ہیں یہ تمام امور گناہ کبیرہ اور کفر و شرک کی باتیں ہیں ان کا کرنے
والا ان پر راضی رہنے والا، انہیں جائز سمجھنے والا اور استقامت رکھنے والا ولی،
صاحب نسبت اور بزرگ نہیں ہو سکتا۔

یہ امور خواجگان کیا رکھے عہد میں رائج نہ تھے، عرصے کے بعد لوگوں نے ان کو
رواج دیا ہے قرون ثلاثہ کے بعد جو امر دین میں داخل کیا جائے اسلام کے اس
کو بدعت قرار دیا ہے خواہ وہ کسی پیر یا ولی نے کیا ہو اس کا موجب اور فاعل دونوں
گنہگار ہیں یہ جائیکہ قرون ثلاثہ سے صدیوں کے بعد اور خواجگان کیا رکھے وفات کے
بعد کوئی امر کیا جائے تو وہ یقیناً سراسر گمراہی ہے مرقوم بالا امور کے متعلق خواجہ حسن
نظامی کتاب فاطمی دعوت اسلام میں لکھتے ہیں ملکہ مشائخ چشتیہ نے ایک نئی مسم
شرعیہ کی اس کے اندر اقوام ہند کو کشمکش کرنے کی بڑی طاقت پائی گئی اور وہ

یہ بھی کہ وہ ملی ہیں ایک اسلامی جھنڈا کھڑا کیا گیا اور اس کے ساتھ نو مسلم لوگوں کے قافلے اجمیر شریف کے عرس میں حاضر ہوئے یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت خواجہ اجمیری رحلت فرما چکے تھے۔ اور وہ ملی ہیں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ اسی طرح تقریباً تمام امور مذکورہ بالا کے متعلق لکھا ہے کہ یہ سب باتیں خواجگان کبار کے بعد اقوام ہند کے عقائد و خیالات کی رعایت کے سبب مقرر کی گئیں ایسی مصلحتیں ہندوگان اسلام میں نہ تھیں

نہ یہ امر اسلام میں جائز ہے لہذا یہ لبادات سراسر بدعت اور خلاف اسلام ہیں آگے اس مصلحت اندیشی کی دلیل لکھتے ہیں جس طرح قبائل عرب کے مسلمان ہو جانے کے بعد بھی کعبہ کا طواف باقی رکھا گیا تھا چشتیہ مشائخ نے بھی نو مسلم اقوام ہند کو اس سے نہ روکا کہ وہ بتوں کے طواف کی بجائے کعبہ کا طواف کرتے تھے یا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نظامی صاحب تاریخ اسلام و تاریخ کعبہ و عقائد اسلام سے پوری واقفیت نہیں رکھتے تھے وہ طواف کعبہ کو کفار عرب کا شعار سمجھتے ہیں طواف کعبہ ارکان حج میں سے ہے اور حج عہد آدم سے ہے عہد اسلام سے نہیں انہوں نے خود حج اولیٰ کیے ہیں۔ جس طرح ملائک بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام نے تعمیر کر کے بحکم خداوندی طواف وغیرہ ارکان حج ادا کیے طواف کافرانہ رسم نہیں ہے اس عمل کو جو مخصوص ارکان اسلام کے لئے ہے دوسرے عقیدوں پر ادا کرنا جائز نہیں اس کے متعلق ہم گزشتہ ابواب میں صوفیوں کی رائے بھی نقل کر چکے ہیں۔

مصنف

مجھ اچھی طرح یاد ہے ایک وہ زمانہ بھی تھا جب مجھے تصوف سے سخت نفرت تھی اور میں صوفی کے لفظ سے بھی چڑتا تھا صوفیوں کو بے وقوف اور گمراہ سمجھتا تھا۔

پھر وہ زمانہ بھی یاد ہے، جب میں انتہائی مخالفت کرتے کرتے، بعض چشم دید واقعات و حالات کی بنا پر اپنے فیصلے بد نظر ثانی کرنے لگا اور بالآخر رشتہ

رفتہ ان کی کتابیں پڑھ کر ان کا قائل ہو گیا۔

پھر وہ دور آیا کہ میں خود اپنی جیسا ہو گیا، اللہ کو مجھ سے کام لینا تھا لہذا اس نے مجھے عالم کفر، عالم شریعت اور عالم طریقت کی خوب سیر کرائی۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کی تاریخ وہی شخص لکھ سکتا ہے جو عالم ہونے کے باوصف اس مسلک سے آشنا بھی ہو جن علماء نے اس راہ میں قدم رکھے بغیر تصوف کی تاریخیں لکھی ہیں، وہ بے نرہ اور بے حقیقت ہیں

میں شریعت کا بغیر طریقت کے پابند رہا لہذا میں اس سے خوب اچھی طرح شناسا ہو گیا کہ اس کی پہنچ کہاں تک ہے۔ پھر طریقت بعدون شریعت کے گلی کوچوں کی بھی سیر کی اور پھر طریقت و شریعت کی بہار دیکھی۔

تصوف ایک وحدانی چیز ہے، بغیر اس میں بڑے کوئی رائے قائم کرنا غلطی ہے اور ایسے لوگوں کی تعابیر و مقالات بے کار سے ہیں۔

میں نے ایک عرصہ دراز تک سخت ترین مجاہدات کئے یہ بھی ایک عجیب و غریب عالم ہے اور مجاہدہ کا ایک خاص اثر ہے۔ ہر مراقبہ کا ایک خاص فائدہ ہے اور ہر ذکر کا ایک مخصوص رنگ ہے۔

میں اپنے قارئین کو اطمینان دلاتا ہوں کہ جو بھی مباحث اس کتاب میں آئے ہیں، اللہ کے فضل سے نہ صرف علمی طور پر بلکہ عملی طور پر میں ان کی حقیقتوں تک پہنچا ہوں۔

قصائیف پروفیسر عبدالصمد صائم الاندلسی

عربی قصائیف

المختوب پنجاب یونیورسٹی ایم اے عربی کورس، مشتمل برقصیدۃ زبیر ذکری الشامی، قصائد حسان، قصیدۃ ہمزہ، شوقیات، الفضلیات، انہام الاشارة، انتخاب مقدمہ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون کی یہ تفصیل فاضل عربی پنجاب سیکنڈری بورڈ میں بھی داخل ہیں۔ قیمت مجلد دس روپیہ۔ ٹائپ میں چھپی ہے۔

الکامل للمبرور باب من اخبار الخوارج داخل کورس ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی و داخل فاضل عربی سیکنڈری بورڈ لاہور مع ترجمہ و متن۔ قیمت چھ روپیہ مجلد داخل کورس فاضل عربی سیکنڈری بورڈ لاہور مع ترجمہ و متن۔ قیمت تین روپیہ بغیر مجلد۔

اساس الخربیہ جدید و قدیم ابتدائی عربی کورس، ڈائریکٹ میتھیڈ میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ اور بالتصویر ہے، بغیر استاد کے عربی ترجمہ سکھاتی ہے اور بڑی آسانی سے عربی بخوشی یاد دیتی ہے۔ ایم اے عربی اور فاضل عربی کے طلبہ کے لئے مفید ہے۔ قیمت دو روپیہ ہر حصہ بغیر مجلد۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

النکالی قیمت پچاس پیسے، یہ اردو اساتذہ کے اشعار ہیں، صائم صاحب نے عربی نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ ادارہ علمیہ صف و صنی رام روڈ۔ نئی انارکلی لاہور۔

البشارۃ مطبوعہ مصر قیمت پچاس پیسے۔ اس کتاب میں دید و غیرہ ہندوستانی کتابوں سے رسول اللہ کی آمد کے متعلق بشارات ہیں۔ علامہ طنطاوی جوہری نے اسے پسند کیا۔

استاذ العربیہ عربی ٹڈل کورس قیمت تین روپیہ۔ چار حصے۔ اس کا ایک حصہ عربی صرف دیکھو پر ہے۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

عربی کی پہلی کتاب ٹڈل کورس قیمت پچتر پیسے۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

فارسی تصانیف

تین حصے یا تصویر غیر مجلد - قیمت چھ روپیہ
یہ ابتدائی کورس ہے۔

فارسی آموز

اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ علمائے
ایران و کابل نے پسند کی۔ قیمت دو روپیہ۔

مجموع و فردوسی

نظم و نثر فارسی کا انتخاب۔
قیمت دس روپیہ۔

انتخاب فارسی

اردو تصانیف

یہ کتاب تیسری بار چھپ چکی ہے۔ مصر، شام اور یورپ
کے مصنفین نے اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے

تاریخ القرآن

میں۔ مصنف نے نزولِ قرآن سے لے کر آج تک کے حفاظ، مفسرین، تصانیف و رجال
وغیرہ کا بغیر کسی تعصب کے ہر سلک و ملک کے علماء کے حالات درج کئے ہیں۔ وحی و قرآن
سے متعلق جتنے بھی چھوٹے بڑے مباحث ہو سکتے ہیں۔ وہ سب اس کتاب میں آگئے ہیں۔
حضرت عمرؓ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے قرآن مجید، مصحف عثمانی، مصحف علیؓ
اور مصحف قدیم بخط کوفی کے فوٹو شامل کتاب میں۔ طباعت و کتابت دیدار
مجلد، گرو پوش صفحات ۳۰۰۔ ہدیہ ساڑھے چھ روپیہ۔

ایم، اے عربی، فاضل عربی اور ایم، اے اسلامیات کے اساتذہ اور طلبہ عموماً
اسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

تیسری بار چھپ چکی ہے۔ مصر، عراق و شام اور یورپ کے مصنفین نے

تاریخ الحدیث

اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے ہیں۔ دور رسالت سے اب
تک کے تمام کوائف و مباحث تصانیف و رجال حدیث کا مکمل و مفصل ذکر ہے۔ طباعت و کتابت
دریدہ زیب، مجلد، گرو پوش۔ قیمت ساڑھے چھ روپیہ۔ صفحات ۳۰۰۔

تذکرہ بالامتحانات کے لئے مفید ہے۔ منظور شدہ گورنمنٹ۔

ادارہ علمیہ رحمتی رام روڈ نئی انارکلی لاہور۔

تاریخ الفقہ | تیسری بار چھپ چکی ہے۔ ملکی اور غیر ملکی مصنفین نے اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے ہیں۔ مندرجہ بالا امتحانات کے لئے مفید ہے صفحات ۱۶۰۔
کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ مجلد قیمت چار روپے۔ سفید کاغذ۔

تاریخ التفسیر | کتاب میں حضرت امام حسن کے دست مبارک کے قرآن کا نمونہ اور دو نایاب ترجمہ و قرآن کے نمونے اور اس قرآن کا نوٹ شامل ہے جو پاکستان میں سونے چاندی کے تاروں سے لکھا جا رہا ہے۔ تیسری بار چھپ چکی ہے۔ ملکی و غیر ملکی مصنفین نے اس کتاب کے حوالے اپنی تصانیف میں دیئے ہیں۔ عہد رسالت سے لے کر اب تک کے تمام مفسرین و تفسیر و تراجم کا ذکر ہے قیمت مجلد چھ روپے صفحات ۱۶۰۔
مصر کے شہرہ آفاق مصنف عباس محمود العقاد کی شہرہ آفاق تصنیف اللہ کا **الملك** ترجمہ۔ اردو میں اس سے بہتر تصنیف اس عنوان پر نہیں ہوئی۔ صفحات ۳۷۱۔
کتابت و طباعت اعلیٰ۔ مجلد۔ گرو دپوش۔ ہدیہ آٹھ روپے پچاس پیسے۔

قصص القرآن | ایران کے مشہور مصنف علامہ صدر الدین بلاغی کی کتاب کا ترجمہ۔ تمام قرآنی قصوں کو نادر رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور خوبی یہ کہ کوئی بات بھی قرآن سے باہر نہیں گئی ہدیہ آٹھ روپے پچاس پیسے۔ مجلد گرو دپوش۔ کتابت و طباعت اعلیٰ صفحات ۲۴۸۔
قرآنی اخلاق | آیات قرآنی سے اخذ کی ہوئی اچھی اور بری عادتوں کا بیان نہایت آسان فہم، چوتھا ایڈیشن طبع ہو چکا ہے قیمت مجلد ایک روپے پچاس پیسے صفحات ۱۱۲۔

جواہر علوم قرآنی | علامہ طنطاوی جوہری کی شہرہ آفاق تصنیف التاج المربع کا ترجمہ۔ داخل ناضل عربی سیکنڈری بورڈ لاہور قیمت چار روپے مجلد گرو دپوش۔ صفحات ۲۵۴۔

شعر العرب | امام ابن قتیبہ کی مشہور عالم کتاب الشعر والشعراء ہر دو جلد کا مکمل ترجمہ۔ داخل ایم اے عربی کورس۔ پنجاب یونیورسٹی قیمت غیر مجلد آٹھ روپے مجلد دس روپے۔

المنجد | شہرہ آفاق عربی ڈکشنری کا اردو ترجمہ۔
مجلد، گرو دپوش۔ قیمت بتیس روپے۔

تاریخ تصوف | قیمت دس روپے
صفحات ۴۰۰

روح دروہانیات | ندر طبع۔ قیمت دس روپے
صفحات ۵۰۰۔

تنقیدات طہ حسین

۲۵۸ صفحات

مجلد، مطبوعہ ٹائپ گرو پورش - قیمت چار روپیہ پچاس پیسے شوال
درجہ اولیٰ پڑھنے والے کی تنقیدات اور ان کا رد و جواب میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

مصر، شام، فلسطین، عراق و ایران کے چشم دید حالات - قیمت مجلد
سفر نامہ صادم

۱۹۴۰ء کے حالات ہیں - صفحات ۱۶۰

مصر، شام، فلسطین، عراق، ایران، اور حجاز و عمان کے چشم
دید حالات مع احکامات حج و حجۃ معلومات حج - قیمت تین

روپیہ صفحات ۲۳۶ - اس سفر نامہ میں ۱۹۵۴ء کے حالات ہیں -

خانہ کعبہ کی مکمل تاریخ، شروع سے لے کر اب تک کے حالات - حجاج
کے لئے تحفہ ہے - قیمت ایک روپیہ پچتر پیسے - علامہ طاہر الکریدی

خانہ کعبہ

کی کتاب مقام، براہیم کا ترجمہ صفحات ۱۷۷، سستا ایڈیشن -

دو اولسکا کینی (مصری) کی کتاب کا سلیس اردو ترجمہ - قیمت ایک
روپیہ پچاس پیسے - سستا ایڈیشن - صفحات ۱۳۴ - تیسرا ایڈیشن

را بعہ بصری

چھپ چکا ہے - مجلد ڈھائی روپیہ -

نکریانہ مولیٰ کی کتاب کا ترجمہ سستا ایڈیشن - قیمت

امیر معاویہ

ایک روپیہ پچیس پیسے - صفحات ۹۶

ترجمہ کتاب احمد زکی صفوت - صفحات ۱۰۴ - سستا

عمر بن عبدالعزیز

ایڈیشن - قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے -

ترجمہ کتاب عبدالعزیز سید الاہل صفحات ۹۶ قیمت

امام زین العابدین

ایک روپیہ پچیس پیسے - سستا ایڈیشن -

ترجمہ کتاب عبدالحمید جودۃ السوار سستا ایڈیشن -

ابو ذر غفاری

قیمت غیر مجلد دو روپیہ صفحات ۲۰۰ - مجلد تین روپیہ

ترجمہ تصنیف محمد رضا مصری قیمت چار روپیہ
صفحات ۳۸۸ ترجمہ تصنیف محمد احمد جاد مولیٰ بک -

سیرت عثمان

قیمت تین روپیہ - صفحات ۱۸۷ -

ترجمہ تصنیف ناجی عراقی
(محمد ابن عمر) زیر طبع

سیرت عمر فاروقؓ

ترجمہ کتاب محمد رضا مصری زیر طبع

سیرت ابو بکرؓ

ترجمہ دعاء الگردان - ناول طاهر حسین مصری مع اصل و ترجمہ
داخل کورس ایم اے عربی - قیمت دس روپے -

صدائے گروان

تلخیص و ترجمہ LITERATURE AND

CRITICISM BY H. COMBES

تخلیق ادب و تنقید

داخل کورس ایم اے اردو پنجاب یونیورسٹی - قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے -

مع ترجمہ APPRECIATION OF POETRY

امام ابن قیم کی کتاب -

اغاثۃ اللہفان کا ترجمہ - زیر طبع - قیمت دس روپے -

فریاد رس

قیمت چھ روپے

مقام غالب

اس کتاب میں صائم صاحب نے غالب کے تمام نئے اور پرانے تنقید نگاروں اور مداحوں کے اقوال جمع کرنے کے بعد ایک معتدل نتیجہ نکالا ہے۔ یہ کتاب غالب کے شائقین کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے۔ اور جدید و قدیم معلومات کا بڑا اچھا ذخیرہ ہے۔ اس سے ادب بہت سی نئی معلومات آپ کو دستیاب ہوں گی۔ اردو تنقید میں یہ کتاب ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ الغرض اپنی نوعیت کی عجیب و غریب کتاب ہے۔ ایم اے اردو کے طالب علموں کے لئے اور شائقین تنقید کے لئے ایک بہترین مطالعہ ہے۔ طباعت و کتابت عمدہ، سفید کاغذ، مجلد چمکسہری ڈاٹھوں والی -

انتخاب تاریخ : پانچ روپیہ منظور شدہ گورنمنٹ
مقالات صائم : دو روپیہ
مضامین صائم : دو روپیہ
تاریخ کشمیر : پانچ روپیہ
زبان و قلم : دو روپیہ
اردو زبان اور ہند : ایک روپیہ پچیس پیسے
ایمان و عمل : ایک روپیہ
خدائی نشانیاں : ایک روپیہ

اردو کا سرب سے بڑا شاعر: دو روپیہ
 خلق مسلم: پانچ روپیہ
 زیر خالص: تین روپے پچاس پیسے
 اردو قواعد و انشاء: پانچ روپے
 آنسو ترجمہ العبرات: دس روپے مع اصل
 ترجمہ بیضاری: دو روپیہ
 ترجمہ ابن خلدون: دو روپیہ

بچوں کی کتابیں

نامور بیٹیاں: ایک روپیہ منظور شدہ گورنمنٹ
 تعلیمات اسلام: ۶۶ پیسے
 قاعدہ سیرنا القرآن: ۳۹ پیسے
 سودیشی اردو: ۵۰ پیسے
 خلق عظیم، منظوم: ۵۰ پیسے
 رسول کی تعلیم: ایک روپیہ
 اخلاقی کہانیاں: ۳۶ پیسے
 ہماری زبان: ۸۱ پیسے
 ضروری کہانیاں: ۵۰ پیسے
 اسلامی کتاب: تین روپے

منظور شدہ مطابق سرکلر ۴۱۸۶، ای، ڈی، این، ڈی، ای، ک
 رک مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۹ء

منظور شدہ مطابق سرکلر ٹی بی سی ۴۸۰۴-۴۴۰۴-۴۴۰۴
 ڈی ای پ پ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء

اسلامی تاریخی کہانیاں حصہ اول: ۵۰ - ۱	حسن بصری: ۵۰
" حصہ دوم: ۵۰ - ۱	داود بصری: ۷۵
" حصہ سوم: ۷۵ - ۱	حاجی امداد اللہ: ۷۵
تاریخی کہانیاں: ۲۵ - ۱	قاسم نانوتوی: ۵۶
اچھی کہانیاں: ۱ - ۱	اشرف علی تھانوی: ۷۵
سیرت امام اعظم: ۷۵ - ۱	انور شاہ کشمیری: ۷۵
سیرت امام شافعی: ۷۶ - ۱	شاہ عبدالعزیز: ۷۶
سیرت امام حنبل: ۷۵ - ۱	رشید احمد گنگوہی: ۷۵
سیرت امام مالک: ۷۶ - ۱	شیخ الہند: ۷۵

۴۵ روپے	حسین احمد مدنی	۴۵ روپے	نسیرت امام بخاری
۲۵ - ۱	شبیر احمد عثمانی	۴۲ -	ابن خلدون
		۴۲ -	ابراہیم ادیس

منظور شدہ مطابق سرکلر نمبر ڈی ای جی پی یو پی (۱۳۹۷-۱۵۴۴-۴۳)
مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۷ء ڈی ای کے کے مضر بن پاکستان

۴۵ پیسے	شاہ ولی اللہ	۴۵ پیسے	حضرت خدیجہ
۴۵	جمال الدین افغان	۴۵ پیسے	عائشہ صدیقہ
۴۵	سید احمد شہید	۴۵ پیسے	فاطمہ الزہراء
۴۵	محمد عبیدہ	۴۵ پیسے	نریس بنت فاطمہ
۴۵	عبید اللہ سندھی	۴۵ پیسے	امام حسن
۴۵	مولانا الیاس	۴۵ پیسے	امام زین العابدین
۴۵	جمال عبدالناصر	۴۵ پیسے	امام ابن قیم
۴۵	اسماعیل شہید	۴۵ پیسے	امام ابن تیمیہ
۴۵	شکر نعمت	۴۵	مولانا دوم
۴۵	قاضی عزالدین	۴۵	فرید الدین عطار
۴۵	جبریل عابد	۴۵	حافظ شیرازی
	قرآنی قصے	۴۵	حیات سعدی
۴۵	زلیخا	۴۵	حضرت آدمؑ
۴۵	حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ	۴۵	حضرت نوحؑ
۴۵	حضرت داؤدؑ	۴۵	حضرت ہودؑ
۴۵	ہابیل قابیل	۴۵	حضرت صالحؑ
۴۵	حضرت عزیز	۴۵	حضرت یوسفؑ
۴۵	حضرت ایوبؑ	۴۵	حضرت ابراہیمؑ
۴۵	قارون	۴۵	حضرت اسماعیلؑ
۴۵	سدرۃ المنتہی	۴۵	حضرت ذوالقرنینؑ
۴۵	اصحاب القریہ	۴۵	طالوت جالوت

المتحباء

اجرت تصنیف این کتاب خدا برساند و الذین مرا
خواهم از قاریان این تصنیف فاتحه پیر این دو روح شریف
رحمت حق بهر دو باقرین رحم الله من يقول آمین

۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹

۵ ۷ ۸ ۹

تاریخ تصنیف

تاریخ تصوف

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عبدالمصطفیٰ صاحب دارم الازہری

ادارہ علمیہ و صحیفہ برنامہ روز، نئی انارکلی لاہور